عطیہ جناب سید طفیل احمد صاحب منگلوری سر درد

سود بہبود و اصلاح قوم کو مخصوص ہے ۔ قوم کے خادم ہوں جو ہم نام ہیں سود مند



راہگیر ۔ صاحب! شاہ کنساب کہاں جا رہے ہیں اور کس حالت میں ہیں؟

سُود مند ۔ کوئی دفتر رجسٹری اور کوئی عدالت دیوانی میں، کوئی کلکٹری کے نیلام اور کوئی دیوانی کے جیل میں اور سب کے سب قرضہ کی علت میں

راہگیر ۔ بیچارے لوگوں کو رہائی کس طرح ہو؟

سُود مند ۔ تجارتی سود کی داد و ستد کرنے اور کوآپریٹو سائٹیوں میں شریک ہونے سے

مقاصد

(۱) افرادِ قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کر کے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں

(۲) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ سرمایہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے تمام ہندوستان کی ملک کی دولت بڑھے

(۳) فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا

(۴) مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات مہیا کرنا اور مختلف کاروباروں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا

(۵) مسلمانوں کی صنعت، تجارتی و دیگر ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرنا۔

محمد اسعد الدین ایف آر ایس اے لیتھوگرافر سند یافتہ لندن کے اہتمام سے ... میں چھپا

قواعد خریداری سود مند

۱- سود مند کی سالانہ قیمت عہ ہے وہ بالعموم ہر مہینے کے وسط میں شایع ہوتا ہے۔ اس لیئے پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۲۵ تاریخ تک آجانی چاہیئے اُس کے بعد فی نمبر ۳ر ممالک غیر کے خریداروں سے دو روپیہ آٹھ آنے (عہ)

۲- رسالہ کی درخواست خریداری اور قیمت بذریعہ منی آرڈر یا بصیغہ وی پی منیجر **سود مند** بدایوں کے پاس بھیجی جائے اور دیگر امور متعلقہ اور اشتہار وغیرہ کی بابت منیجر سود مند بدایوں سے مراسلت کیجائے۔

۳- مضامین سود مند میں شایع ہونے کے لیئے اور تبادلہ کے اخبارات و رسائل دفتر سود مند بدایوں میں بھیجے جائیں۔

۴- تین مہینے سے کم کے لئے پتہ تبدیل نہ کیا جائے گا اس کے لیئے ڈاکخانہ میں انتظام کیا جائے۔

۵- نمونہ کا پرچہ بلا قیمت ۱ر کے ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جائے گا لیکن خریداری پر مدت خریداری اُسی نمبر سے شمار کی جائے گی۔

۶- خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھا جائے۔

۷- با اطلاع خریداری کے ساتھ یہ بھی لکھا جائے کہ پچھلے نمبر بھی بھیجے جائیں یا نہیں جن کی ابتدا جون ۱۹۲۰ء سے ہوتی ہے۔

۸- جو صاحب ایک سال کیلئے پانچ خریدار یا دس روپیہ کی اُجرت کا اشتہار بہم پہونچائینگے وہ ایک سال کے لیئے بلا ادائے قیمت سود مند کے خریدار متصور ہوں گے لیکن اشتہار فرضی دعووں کا حامل اور فحش نہ ہوگا۔

۹- معاونین سے التماس ہے کہ نئے خریداروں کے رسالہ کا وی پی روانہ کرنے کی ہدایت صرف اس حالت میں بھیجیں جبکہ اُن سے کافی اطمینان کر لیا جائے بغیر استمزاج کے جو وی پی بھیجے جاتے ہیں وہ اکثر واپس آتے ہیں

مطالعہ سود مند

کو مکمل بنانے کے لیے حسب ذیل رسالے دفتر سود مند سے ضرور منگوائیے۔

رسالہ جواز سود مع فتاویٰ

جس میں مختلف طور پر سود کی حقیقت ربا اور سود کا فرق اور تجارتی سود کے جواز کی صورتیں مع علمائے کرام کے فتووں کے پیش کی گئی ہیں اور کفایت شعاری اور روپیہ جمع کرنے کے طریقے سمجھائے گئے ہیں ایک نسخہ ۱ر کے ٹکٹ بھیجنے پر ملسکتا ہے اور سو جلدوں کی قیمت عہ

رسالہ مالی اصلاح

جس میں روپیہ کمانے اُس کو جمع کرنے اور بڑھانے کے متعلق طریقے مفصل طور پر بتائے گئے ہیں قیمت ۱۰ر

مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل قیمت ۸ر

المشتہر

رسالہ سود مند بدایوں

سودمند

جلد ۳ | جنوری ۱۹۲۷ء عیسوی | چندہ سالانہ عہ
نمبر ۱ | قیمت فی پرچہ ۳ر

فہرست مضامین

ضرور پڑھیئے اور غور سے پڑھیئے۔ جن حضرات کا چندہ دسمبر ۱۹۲۶ء اور جنوری ۱۹۲۷ء میں ختم ہوگیا وہ آئندہ سال کا چندہ (وی۔پی کی طوالت سے بچنے کے لئے) بذریعہ منی آرڈر مرحمت فرمائیں منیجر

نظم

از قمر الحسن صاحب قمر بدایونی

جو سودمند کانفرنس دہلی میں پڑھی گئی

جس طرح تاروں میں ضو پھولوں میں نزہت چاہیئے ۔ آدمی کو جس طرح پاس مروت چاہیئے
جس طرح کوشش میں استقلال و ہمت چاہیئے ۔ جس طرح حُسن عمل کو حسن فطرت چاہیئے

جس طرح نظم نفس ہی زندگی کو لازمی
ہی یہیں کچھ کام کرنا آدمی کو لازمی

واقعی مردہ ہی وہ جو آدمی بیکار ہی ۔ زندگی بیکار کی جینا نہیں آزار ہی
یعنی جو بیکار ہی دُنیا میں وہ نادار ہی ۔ اور اس دُنیا میں ناداروں کی ہٹی خوار ہی

کام کرنے کے لیئے دراصل دولت شرط ہی
کسب دولت کے لیئے محنت مشقت شرط ہی

ساتھ ہی محنت کے توفیق کفایت چاہیئے ۔ خرچ کم جس میں ہو وہ طرزِ معیشت چاہیئے
اپنے پیسے کی بہرصورت حفاظت چاہیئے ۔ کچھ بچا کر جمع کر لینے کی عادت چاہیئے

جمع جو کچھ ہو کرے اُس سے تجارت آدمی
کاروباری آدمی ہی درحقیقت آدمی

کام وہ اچھا ہی ہو جس کام کا اچھا مآل ۔ جس کا سرانجام ذلت ہو وہ عزت ہی وبال
عیش وہ کس کام کا جس کا نتیجہ ہو ملال ۔ وہ الوالعزمی نحوست ہی جو ہو وجہ زوال

قرض لیکر جو بنائے ٹھاٹھ وہ نادان ہی
بال بچے بھیک مانگیں یہ کہاں کی شان ہی

غم وہ شادی ہی کہ جس شادی کا یہ انجام ہو ۔ سود سے قرضہ بڑھے پھر جائیداد نیلام ہو
نام وہ کیا جس کے بعد انسان خود بدنام ہو ۔ کیوں کرے وہ کام ناکامی کا جو پیغام ہو

جو کمائے کچھ نہ کچھ اُس میں بچانا چاہیئے
مطمئن رہ کر قمر دنیا سے جانا چاہیئے

سود مند کانفرنس کی مختصر رپورٹ

سود مند کانفرنس کے انعقاد کی خبر دو تین ماہ پہلے ہی اخبارات کے ذریعے تمام ملک میں مشتہر ہو چکی تھی۔ اس کے بعد تاریخ معینہ سے قبل شہر دہلی کے مسلمان سوداگروں میں خاص طور پر سود مند کانفرنس کے مقاصد کی اشاعت کی گئی اور باہر کے تمام بزرگان قوم کو جو دوسری قومی مجالس کی شرکت کے لئے دہلی آئے ہوئے تھے مطبوعہ اشتہارات کے ذریعہ سے سود مند کانفرنس کی شرکت کی دعوت دی گئی۔ تاریخ معینہ (۲۸ دسمبر) کی سہ پہر کو کانفرنس کا پہلا جلسہ منعقد ہوا تمام پنڈال بھرا ہوا تھا ہر خیال کے مسلمان اور بڑے بڑے نامور لیڈران قوم جن میں سے اکثر کے نام تفصیلی حالات کے ذیل میں لکھے گئے ہیں شریک تھے۔ کانفرنس کی صدارت کے لئے مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب کا نام پہلے شائع ہوا تھا لیکن ان کے تشریف نہ لا سکنے کی وجہ سے خان بہادر مولوی بشیر الدین صاحب نے جلسہ کی صدارت فرمائی اور مندرجہ ذیل تجاویز پاس ہوئیں تجاویز کا پاس کرنا کانفرنس کا کام تھا اب یہ کام کہ ان تجاویز کو عملی صورت دی جائے تمام معاونین اور خریداران سود مند کی سعی اور کوشش پر منحصر ہے۔ معزز ناظرین سود مند کو واضح رہے کہ یہ پہلا اجلاس جو دہلی میں منعقد ہوا اور جس میں مقاصد سود مند کی علی الاعلان اشاعت کی گئی سود مند کی کامیابی کی بین دلیل ہے لیکن سود مند کی حقیقی کامیابی اس کی توسیع اشاعت پر منحصر ہے جس کے لئے **ہم محترم معاونین سود مند کی نگاہ لطف کے منتظر ہیں** اُمید ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اس کی اشاعت بڑھانے کی پوری کوشش کریں گے اگرچہ اس وقت تک سود مند کی آمدنی سود مند کے اخراجات سے بہت کم ہے لیکن بایں ہمہ کارکنان سود مند کی کوششیں اُس کو مزید دلکش اور دلچسپ بنانے کے لئے حتی الامکان جاری ہیں۔ چنانچہ اکثر احباب کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے اس سال کے پہلے پرچے سے سرورق مصور کر دیا گیا جو اُمید ہے کہ خریداران سود مند کے لئے دلخوش کن اور توسیع اشاعت میں ممد ہوگا۔

تجاویز منظور شدہ

(۱) تجارتی سود کا رواج مسلمان مسلسل پچاس سال سے اپنی حالت کی بہتری کی کوشش ہر امکانی طریقے سے کر رہے ہیں تاہم وہ روز بروز اس وجہ سے پست ہوتے جاتے ہیں کہ اُن کی اقتصادی

کمزوری بڑھ رہی ہی اور اُن کی اقتصادی کمزوری اس وجہ سے بڑھ رہی ہی کہ وہ ہر ہر قدم پر سود دیتے ہیں اور لیتے نہیں اس لیئے یہ کانفرنس مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہی کہ وہ اپنی قوم میں تجارتی اور کاروباری سود کا رواج اُس حد تک دیں جس حد تک کہ اُن کے علمار کرام نے فتوے دیدیئے ہیں۔

محرک بابو نمیزالدین صاحب　　　مویدسید محمد احمد صاحب کاظمی وکیل

(۲) **انجمن ہائے امداد باہمی کا قیام** دُنیا میں اس وقت عوام الناس اور پست لوگوں کو اور خاصکر پیشہ ور قوموں کو اُبھارنے کا صرف یہی ذریعہ ہی کہ اُن میں کواپریٹو سوسائٹیاں یا انجمنہائے امداد باہمی قایم کی جائیں۔ اس لیئے یہ کانفرنس مسلمانوں کو اس امر کی طرف متوجہ کرتی ہی کہ وہ افسران کواپریٹو سوسائٹی سے جن کا دفتر ضلع کے صدر مقام میں ہوتا ہی ملکر اپنے اپنے مقامات میں انجمنہائے امداد باہمی قایم کرائیں

محرک محمد اسمٰعیل خاں صاحب نظامی　　　موید۔ چودھری محمد یسین صاحب ایم۔ ایل سی

(۳) **بینکوں کا قیام** اس زمانہ میں تجارت اور کاروبار کا انحصار تمام بینکوں پر ہے جن کے ذریعہ سے مال دیگر مقامات سے منگایا جاتا ہی روپیہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بسہولت بھیجا جاتا ہی، فاضل روپیہ اُن میں رکھ کر اُس سے تجارتی نفع اُٹھایا جاتا ہی اور چونکہ مسلمان بحیثیت قوم کے بینکوں سے کنارہ کش ہیں جس کی وجہ سے اس وقت قوم معرض زوال میں ہی اس لیئے یہ کانفرنس مسلمانوں سے استدعا کرتی ہی کہ وہ اپنے موجودہ قومی بینکوں میں کثرت سے امانتیں رکھیں، اُن کے حصہ خریدیں، اُن کی شاخیں اپنے شہروں میں قایم کریں اپنے جدید صنعتی اور تجارتی بینک حسب ضرورت قایم کریں اور ملک کے موجودہ بینکوں میں شریک ہوکر اُن سے فائدہ اُٹھائیں۔

محرک۔ قاری عباس حسین صاحب　　　موید ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو

(۴) **تجارت کے لیئے منافعہ پر روپیہ دینا** موجودہ حالت میں مسلمان زمیندار اور کاشتکار، کاریگر اور دوکاندار عام طور پر دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کا روپیہ استعمال کرتے ہیں جن کی وجہ سے اُن کی جائدادیں روز بروز اُن کے ہاتھوں سے نکلی جاتی ہیں اور وہ ہر شعبۂ زندگی میں دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کے غلام ہیں اور اس غلامی کی وجہ سے وہ بعض وقت تبدیل مذہب پر مجبور ہوتے ہیں اس لیئے یہ

کانفرنس مسلمانوں سے بزور سفارش کرتی ہی کہ وہ اپنی قوم کے دوکانداروں، کاریگروں اور کاروباری لوگوں کو تجارتی اغراض کے لیۓ معین منافعہ پر روپیہ دے کر انھیں دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے آزادی دلائیں اور اس طریقہ سے اپنی قوم کو ہلاکت سے بچائیں۔

محرک محمود احمد عباسی — موید مسٹر سید حسن برنی وکیل

(۵) بینکوں وغیرہ میں حسابات لکھوانا

مسلمانوں کی قوم اس وقت اسراف کے مرض میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو رہی ہی اس لیۓ یہ کانفرنس مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہی کہ وہ اپنا روپیہ بینکوں اور ڈاکخانوں میں جمع کریں کیش سرٹیفکٹ خریدیں اور اپنے بچوں کے حسابات ڈاکخانوں میں کھلوائیں اور اگر روپیہ کا منافعہ اپنے صرف میں لانے میں پس و پیش ہو تو اُسے وصول کر کے مسلمانوں کے کسی بھلائی کے کام یا اشاعت و تبلیغ مذہب میں دیدیں جس کے متعلق علماء کرام نے فتوے دیدیۓ ہیں۔

محرک۔ حکیم مظفر حسین صاحب — موید مسٹر عظمت اللہ

(۶) پراویڈنٹ فنڈ کے فارموں میں تبدیلی

گورنمنٹ کے بعض محکموں میں پراویڈنٹ اور بانڈوں کی خرید کے فارموں پر یہ تحریر ہی کہ جو مسلمان سود کے متعلق یہ لکھدیں کہ وہ لینا چاہتے ہیں کہ نہیں اور اس کی وجہ سے اکثر مسلمان احتیاط کی غرض سے یہ لکھدیتے ہیں کہ وہ سود لینا نہیں چاہتے جس کی وجہ سے ذاتی اور قومی نقصان ہوتا ہی حالانکہ بعض علماء کرام نے صاف الفاظ میں فتوے دیدیا ہی کہ بینکوں میں سود نہ چھوڑا جائے اور احتیاط مدنظر ہو تو اُسے تبلیغ اور اشاعت مذہب کے کاموں میں صرف کر دیا جائے۔ اس لیۓ یہ کانفرنس گورنمنٹ سے مستدعی ہی کہ وہ اپنے قواعد اور فارموں سے اس قسم کی عبارتوں کو جو مسلمانوں کے سود لینے یا نہ لینے کے متعلق ہوں خارج کیۓ جانے کا حکم دیدے۔

محرک۔ مولوی سید طفیل احمد صاحب — موید۔ مولوی محمود احمد صاحب عباسی

(۷) بیمہ کا اجرا

اس وقت تمام ترقی یافتہ ممالک میں ہر مرد و عورت اور بچہ کا، ہر مکان اور سواری کا ہر جہاز اور کشتی کا بیمہ کرایا جاتا ہی جس کی وجہ سے

انسان آفات ارضی وسماوی سے ایک حد تک محفوظ رہتا ہے اور درآنحالیکہ بیمہ بحری مسلمانوں کی اُس زمانہ کی ایجاد ہے جبکہ وہ اسپین میں حکمراں تھے اور اب وہ ہر قسم کے بیمہ سے محترز ہیں جسکی وجہ سے بزرگ خاندان برباد و تباہ ہوکر گداگری پر مجبور رہوتے ہیں اور یتیم بچے بعض اوقات دیگر مذاہب کا شکار بنتے ہیں۔ یہ کانفرنس مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی مفید ترین ایجاد سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں اور اپنے پسماندگان کے لیئے اپنی زندگی کا بیمہ کرائیں اور اپنے بچوں کی تعلیم اور شادی کے لیئے اُن کا بیمہ کرا کر اُنھیں حوادث سے محفوظ رکھنے کی امکانی کوشش کریں۔

محرک محمد نیاقت اللہ خاں صاحب   موید مولوی غلام محمد صاحب شملوی

(۷) **زیور کم بنوانا** جبکہ ملک و قوم کی بہبود و عام فلاح کے تمام کام سرمایہ کی قلت سے رکے ہوئے ہیں روپیہ کو زیور کی شکل میں منتقل کرکے اسے کم قیمت اور بیکار کرنا، ملک و قوم کی ترقی کے لیئے نہایت مضر ہے اس لیئے یہ کانفرنس مسلمانوں سے سفارش کرتی ہے کہ وہ آرایش و زیبایش کے جملہ سامانوں کو ترک کرکے اپنا زیادہ سے زیادہ روپیہ بالواسطہ اور بلاواسطہ تجارت صنعت و حرفت اور ملک کے دوسرے نفع آور کاموں میں لگائیں۔

مجلس تنظیم کی تائید یہ کانفرنس تنظیم کے اقتصادی پروگرام کی کامل طور پر تائید کرتی ہے اور مسلمانوں کو توجہ دلاتی ہے کہ وہ اس عملی جماعت کے زیر ہدایت مسلمانوں کی مالی ترقی میں پوری طرح ساعی ہوں۔

محرک۔ مولوی محمد احمد صاحب عباسی   موید۔ سید طفیل احمد صاحب

سودمند کانفرنس کے تفصیلی حالات

(نمایندہ سودمند کے قلم سے)

۲۸ دسمبر ۱۹۲۵ء کو سودمند کانفرنس کا اول اجلاس ایجوکیشنل کانفرنس کے پنڈال میں بمقام اینگلو عربک کالج دہلی منعقد ہوا۔ اجلاس میں شرکت کے لئے کوئی فیس مقرر نہیں کی گئی تھی سارا پنڈال پر ہو گیا اور اس کانفرنس کی کارروائی کو جو ہندوستان میں اپنی نوعیت کی پہلی کانفرنس تھی حاضرین جلسہ نے نہایت توجہ اور دلچسپی اور اشتیاق کے ساتھ ملاحظہ کیا اور اس کے مباحث میں دلی شوق کے ساتھ حصہ لیا حضار جلسہ میں اصحاب ذیل قابل ذکر ہیں:۔

۱۔ مولوی غلام محمد صاحب شملوی
۲۔ خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹرایٹ لا
۳۔ حافظ ہدایت حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا
۴۔ ڈاکٹر شفاعت احمد خاں صاحب ایم ایل سی
۵۔ ڈاکٹر کچلو صاحب
۶۔ چودھری محمد یسین صاحب ایم ایل سی وکیل گوڑگانوہ
۷۔ شیخ عبداللہ صاحب
۸۔ مولوی مشتاق احمد صاحب وکیل گوڑگانوہ
۹۔ مولوی امین الدین صاحب وکیل دہلی
۱۰۔ مولوی عظمت اللہ صاحب وکیل دہلی جوائنٹ سکریٹری استقبالیہ
۱۱۔ شیخ قمر الدین صاحب سوداگر دہلی۔
۱۲۔ حافظ محمد صدیق صاحب ملتانی پریسیڈنٹ انجمن پنجابیان دہلی سکریٹری استقبالیہ کمیٹی دہلی
۱۳۔ مولوی سید حسن صاحب برنی وکیل
۱۴۔ مولٰنا سید احمد صاحب امام جامع مسجد دہلی
۱۵۔ ڈپٹی بہاء الدین صاحب پنشنر
۱۶۔ مسٹر محمد امین صاحب بیرسٹرایٹ لا لاہور
۱۷۔ مولٰنا اکرام اللہ صاحب ندوی
۱۸۔ مولوی محبوب عالم صاحب (پیسہ اخبار)
۱۹۔ مولوی عبدالوحید خاں صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر
۲۰۔ حافظ رفیع الدین صاحب وائس پریسیڈنٹ ڈسٹرکٹ بورڈ میرٹھ
۲۱۔ سید حبیب صاحب
۲۲۔ منشی اشتیاق حسین صاحب۔ الامان
۲۳۔ منشی عبدالرشید صاحب۔ صادق
۲۴۔ مولوی انتظام اللہ صاحب صدیقی ایڈیٹر دربار آگرہ
۲۵۔ منشی محمد اسمٰعیل خاں صاحب نظامی۔ مزنگ لاہور

کارروائی جلسہ

مولوی سید طفیل احمد صاحب کی تحریک اور مولوی محمود احمد صاحب عباسی کی تائید سے خان بہادر

مولوی بشیرالدین صاحب ایڈیٹر البشیر و منیجر اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ جلسہ کے صدر منتخب ہوئے سب سے اول حافظ محمد صدیق صاحب دہلوی نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کی جس کو جملہ حاضرین نے ادباً کھڑے ہو کر دلی توجہ اور احترام کے ساتھ سُنا اس کے بعد صاحب صدر نے حسب ذیل خطبہ صدارت پڑھا۔

خطبۂ صدارت

حضرات!

جو عزت آج آپنے مجھے اس نئی کانفرنس کا پہلا صدر منتخب کرنے کی عطا فرمائی ہے۔ میں اس عزت افزائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن اسی کے ساتھ میری حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب میں اس امر پر غور کرتا ہوں کہ آخر وہ کون سی خصوصیت آپنے مجھ میں ایسی دیکھی جس کی وجہ سے آپ نے اس قدر اہم کانفرنس کا مجھے صدر منتخب فرمایا۔ کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس اہم کانفرنس کا صدر کسی ایسے شخص کو ہونا زیبا تھا جو اپنی قوت بازو سے دولت پیدا کر کے صاحب جائداد ہوتا۔ یا کسی بڑی فرم کا مالک یا اُس کے پاس کثیر سرمایہ ہوتا۔ تاکہ اُس کی ذات قوم کے لئے نمونہ ہوتی۔ اور اپنے ذاتی تجربات کی بنیاد پر آپ کو وہ گُر بتاتا جن پر عمل کرنے سے مسلمانوں کا افلاس دور ہو سکتا۔ اور مسلمانوں کی قوم زیادہ دولت مند ہو جاتی۔ لیکن میری حیثیت اور میری حالت ہرگز ایسی نہیں ہے کہ جس کو دیکھ کر دوسروں میں دولت مند ہونے کی تحریص و ترغیب پیدا ہو۔ کیونکہ میں نے نہایت عُسرت و تکلیف کے ساتھ زندگی بسر کی ہے۔ اور باوجود سادہ زندگی بسر کرنے کے ہمیشہ مفلس اور تہی دست رہا ہوں۔ ایسی حالت میں اگر میں مسلمانوں کے متمول ہونے کے گُر نہ بتا سکوں تو انصافاً میں کسی طرح موردِ الزام نہیں ہو سکتا بلکہ یہ نتیجہ ہوگا خود آپ کی غلطی کا۔ کہ آپ نے مجھ جیسے شخص کو اپنی کانفرنس کا صدر منتخب کیا۔ البتہ میری زندگی سے اگر مسلمان کچھ سبق حاصل کر سکتے ہیں تو وہ صرف یہ ہے کہ اگر کوئی کم حیثیت سے کم حیثیت اور ناقابل سے ناقابل شخص بھی کوئی قومی کام کرنا چاہے بشرطیکہ اُس میں استقلال ہو اور اُسے اس کی کچھ پروا نہ ہو کہ میری مفلسی اور میرے خراب لباس پر لوگ کیا خیال کرینگے۔ تو میرا خیال ہے کہ وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے کیونکہ مسلمانوں کی مشہور درسگاہ اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ میرے ہاتھوں قایم ہو کر روزافزوں ترقی کے ساتھ (۳۰) سال سے جاری ہے۔ اُس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے ہمیشہ سادہ زندگی بسر کی اور خداوند تعالٰے نے اپنے فضل و کرم سے مجھے یہ توفیق عطا فرمائی کہ میں نے کبھی نہ اچھے کپڑوں کا

خیال کیا نہ اچھے کھانے کی خواہش کی نہ عمدہ مکان اور اچھے فرنیچر کا شوق ہوا میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں اس طرح زندگی بسر نہ کرتا تو اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ جیسا عظیم الشان کام تو درکنار میں چھوٹے سے چھوٹا مکتب بھی نہ چلا سکتا تھا لہذا میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنیاد پر جو کچھ آپ کے سامنے عرض کر سکتا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ آج مسلمانوں میں قومی تعلیم گاہوں کی اور دوسرے مفید قومی کاموں کی جو کمی ہے۔ یا مسلمانوں کے زیادہ تر تعلیمی مذہبی اور سیاسی کام جو خراب حالت میں ہیں اس کی وجہ میرے نزدیک صرف یہ ہے کہ مسلمانوں میں قومی کام کرنے والوں کا غالب حصہ ایسا ہے جو سادہ زندگی بسر کرنے کا عادی نہیں۔ میں واقف ہوں کہ آج بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو نہایت نیک نیتی و ایمانداری اور جوش قلب کے ساتھ قومی خدمت کرنے کو آمادہ ہیں لیکن وہ قومی کام نہیں کر سکتے کیونکہ ذاتی ضروریات اُن کی اس قدر زیادہ بڑھی ہوئی ہیں کہ اُن کے پورا کرنے کی فکر میں اُن کو قومی کاموں کے کرنے کا وقت نہیں ملتا۔

کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں آج قحط الرجال ہے۔ اور قومی کام کرنے والے میسر نہیں آتے۔ حالانکہ قوم میں بہت سے قابل اصحاب موجود ہیں۔ ایسے بزرگوں کی بھی ماشاء اللہ کمی نہیں ہے۔ کہ باوجود قابلیت کے اُن کے پہلو میں درد مند دل ہے لیکن اُن کو اپنی قابلیت اور اپنی ہمدردی کے اظہار کا موقعہ نہیں ملتا محض اس وجہ سے کہ اُن کے ذاتی اور خاندانی مصارف زندگی اس قدر زیادہ بڑھے ہوئے ہیں کہ جن کے پورا کرنے کی فکر میں اُن کو قومی کاموں کے سرانجام دینے کے لیئے وقت نہیں ملتا۔ ہر شخص کی زبان پر یہ شکوہ ہے کہ اہل ہنود میں کم معاوضہ لیکر قابل سے قابل اشخاص بہ کثرت ملجاتے ہیں لیکن مسلمانوں میں اُس سے کم قابلیت کے اشخاص دوگنا معاوضہ لیکر بھی نہیں ملتے۔ اور جو ملتے ہیں وہ دفع الوقتی کرتے ہیں اور دوسری جگہ اچھی ملازمت حاصل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ لیکن شکایت کرنے والے اس امر پر غور نہیں کرتے آخر ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اہل ہنود کی سادہ زندگی ہے اور چونکہ ہر شخص اُن کا پاکار ہوتا ہے۔ اس وجہ سے مثل مسلمانوں کے دوسروں کا بار اُن پر نہیں ہوتا لہذا وہ قلیل معاوضہ لیکر اطمینان کے ساتھ قومی کام کر سکتے ہیں برخلاف اس کے ایک طرف تو مسلمانوں کا تمدن زیادہ بلند ہے۔ بلکہ اُس میں روزافزوں زیادتی ہے نیز روپیہ کے صرف کرنے کا صحیح مصرف اُن کو معلوم نہیں۔ دوسرے یہ کہ بہت سے بیکار عزیزوں کا بوجھ اُن پر ہے۔ اس وجہ سے وہ مجبور ہوتے ہیں اور اطمینان قلب کے ساتھ کوئی قومی خدمت انجام نہیں دے سکتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس قلیل سرمایہ سے ہنود کے اعلےٰ درجہ کے قومی کام اچھی

حالت میں چل سکتے ہیں مسلمان کثیر سرمایہ کو ضایع کر دیتے ہیں اور اس کے بعد بہت سے قومی کام برباد ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح قوم میں مایوسی اور بے اعتباری پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ قومی کام کرنے والوں سے بدظن ہو کر اُن پر طرح طرح کے الزام لگاتے ہیں۔ لہٰذا جو کچھ میں آپ کو مشورہ دے سکتا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں میں ہر شخص کو عموماً اور قومی کام کرنے والوں کو خصوصاً نہایت سادہ زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ حضرات میری عمر ستر برس کی ہو چکی ہے اور اس مدت دراز میں قوم کی حالت کے جو مختلف دور گزرے ہیں اُن کو میں ہمیشہ غور کے ساتھ دیکھتا رہا ہوں۔ اور میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ مسلمانوں کے تنزل کی رفتار روز بروز زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے اور جس تنزل کی طرف بحیثیت قوم مسلمان گر رہے ہیں اُسے دیکھتے ہوئے میں یہ پیشین گوئی کرنے کو مجبور ہوں۔ کہ اگر جلد تر مسلمانوں کے تنزل کے صحیح اسباب کا پتہ چلا کر اس کے انسداد کی کوشش نہ کی گئی۔ تو بہت جلد وہ زمانہ آنے والا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا شمار ذلیل ترین اقوام میں ہو جاوے گا۔ کیونکہ میری یاد میں مسلمانوں کے پاس جس قدر ریاستیں تعلقہ اور زمینداریاں تھیں۔ اُن میں کم سے کم روپیہ میں بارہ آنہ کی جائدادیں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر ہندوؤں کے پاس منتقل ہو چکی ہیں۔ روپیہ میں چار آنہ کی جو جائداد باقی ہے۔ منجملہ اُن کے تین آنہ کی سودی قرضہ میں مکفول ہے۔ اور یہ امر یقینی ہے کہ اس وقت جو جائدادیں سودی قرضہ میں مکفول ہیں وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے ضرور نکل جاویں گی جو ایک آنہ کی زمینداریاں باقی ہیں اگر یہ ہی لیل و نہار ہے تو تین پچیس ۲۵ برس کے بعد یہ بھی باقی نہ رہیں گی۔ یہ ہی حالت ملازمتوں کی ہے۔ مسلمانوں کے لیئے ملازمتوں کے دروازہ روز بروز بند ہو رہے ہیں اور رفارم اسکیم کے بعد مسلمانوں کو ملازمتیں ملنا اور بھی دشوار ہو گیا ہے۔ اور جس قدر رفارم اسکیم میں ترقی ہوگی مسلمانوں کو ملازمت کا ملنا روز بروز دشوار ہو جاوے گا۔ بہت سے پیشے جو مسلمانوں کے ہاتھ میں تھے اُن میں دنا فزوں کمی یورپ کی صنعتی ترقی کی وجہ سے ہو رہی ہے تجارت کے لیئے کثیر سرمایہ کی ضرورت ہے اور اس زمانہ میں بغیر روپیہ کے لین دین کے کار و بار تجارت کا چلنا تقریباً ناممکن ہو گیا ہے۔ غرض کہ اس طرح مسلمانوں میں بیکاروں کی تعداد روز بروز ترقی پر ہے اور آج جو لوگ باکار ہیں اُنمیں زیادہ حصہ ایسا ہے جو سودی قرض پر کام چلاتے ہیں اور اس طرح اُن کی آمدنی اور اُن کی محنت کا زیادہ حصہ دوسری قوم کے سود خوروں کی جیب میں جاتا ہے۔ غرض کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا مستقبل نہایت اندوہ ناک معلوم ہوتا ہے۔ آج کل جبکہ اقتصادی دنیا میں نئی نئی چیزیں پیدا ہو گئی ہیں

اعلیٰ درجہ کے کاروبار تجارت وصنعت وزراعت کے انجام دینے کے لیئے ممالک غیر سے۔ اور ادنیٰ درجے کے کاروبار کے لیئے ہندوستان کی دوسری اقوام سے تعلقات کو قایم رکھنا ناگزیر ہے۔ ہندوستان میں آج چونکہ آئینی حکومت ہے اور جس طرح نئی ضروریات کے لیئے نئے نئے قوانین کا نفاذ ہو رہا ہے یہ ناممکن ہے کہ ہندوستان میں رہ کر مسلمانوں پر اُس کا اثر نہ ہو۔ ہم کو اگر ہندوستان میں زندہ رہنا ہے تو زمانہ موجودہ کے قوانین اور اقتصادیات کا پابند ہونا پڑے گا۔ ورنہ جس طرح قانون فطرت کا اقتضا ہے کہ بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو کھا کر زندہ رہتی ہیں۔ یہی حالت ہماری قوم کی ہونے والی ہے۔ کہ ہم مثل چھوٹی مچھلیوں کے بڑی مچھلیوں کا شکار ہوں گے۔ ہمارا وجود اس لیئے رہے گا کہ ہم دوسری اقوام کے لیئے غذا کا کام دیں۔ لہذا ہمارے سامنے آج سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ ہم ٹھنڈے دل سے اس امر پر غور کریں کہ آخر وہ کونسے اسباب ہیں جو نئے نئے اقتصادی مسائل کے پیدا ہونے کی وجہ سے ہماری بربادی کا باعث ہوئے ہیں اور ہم کس طرح اُن کو حل کر سکتے ہیں۔ چونکہ میں آپ سے پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میری زندگی ذاتی حیثیت اور مالی اعتبار سے کامیاب زندگی نہیں رہی ہے اس وجہ سے میں آپ کے سامنے کوئی صحیح اسکیم پیش کرنے سے معذور ہوں۔ بلکہ یہ کام آپ کا ہے کہ آپ اپنے تجربہ کے بعد مختلف مسائل پر غور کر کے قوم کے لیئے کوئی صحیح راہ عمل تجویز کریں۔ اور قوم کو اس پر چلانے کی مسلسل کوشش کریں۔

مسلمانوں کی آمدنی کا بڑا حصہ سود میں دیا جاتا ہے اس لیئے ضرورت ہے کہ سب سے اول ہم سود دینے سے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کریں قبل اس کے کہ ہم سود رائج کرنے کی کوشش کریں۔

سود دینے سے آزادی حاصل کرنے کی میرے نزدیک حسب ذیل تدابیر ہیں۔

(۱) ہندو صرف اپنی ہی قوم کے ہاتھ کا کھانا کھاتے ہیں مسلمانوں کے ہاتھ کا نہیں کھاتے۔ ہم کو چاہیئے کہ سوائے مسلمان کے کسی اور سے کھانے پینے کی چیزیں نہ خریدیں اگر اس پر عمل کیا جائے تو تجارت کا ایک حصہ ہمارے قبضہ میں آجائے گا بہت سے مسلمان باکار ہو جائینگے اور مسلمانوں کا پیسہ مسلمانوں ہی کی جیب میں جائے گا۔

(۲) ہم کو ہر جگہ اپنے بنک کھولنے چاہیئں جن سے تجارت کے لیئے اور ضرورت کے وقت روپیہ قرض دیا جائے اور مسلمانوں سے درخواست کی جائے کہ جو روپیہ وہ پس انداز کریں اس کا کچھ حصہ وہ بنک میں لگادیں اور ہم کو ایسے ہی بنک کھولنے کی ضرورت ہے جو بغیر سود کے بھی مسلمان کاریگروں کو روپیہ قرض دیں جو مسلمان مقروض ہیں اُن کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ اپنا

۱۸۰۳۶

قرضہ ادا کردیں اور یہ صرف اس حالت میں ممکن ہے کہ ہم کفایت شعاری سے کام لیں اور سادہ زندگی بسر کریں۔

اس کے بعد آپ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سادہ زندگی کا نمونہ پیش کیا اور فرمایا کہ ہم کو ایسی پاک ہستیوں کی زندگی کی تقلید کر کے سادہ زندگی بسر کرنا چاہیئے۔

(۳) اس کے بعد فرمایا کہ مسلمان اپنے وقت کی قیمت نہیں سمجھتے اور کچھ قدر نہیں کرتے میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے مسلمان فضول گپ شپ میں اپنی عمر ضائع کرتے ہیں ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنی طاقت سے کام لے اور کچھ نہ کچھ کام کرے۔

(۴) ہم لوگوں میں تعلیم کی بہت کمی ہے اس کو رفع کرنا چاہیئے اور جس طرح بھی ممکن ہو جہالت دور کرنی چاہیئے ہمارا نصاب تعلیم بہت ناقص ہے اور اس میں بہت کچھ اصلاح اور ترمیم ہو سکتی ہے اس کے بعد آپ نے یورپ کے طرز تعلیم کو مفصل بیان کیا اور کہا کہ ۱۰-۱۱ سال کی عمر میں وہیں لڑکا اس قدر تعلیم حاصل کر لیتا ہے جس کے وسیلہ سے وہ اس عمر میں اپنی بسر اوقات کے قابل روزی پیدا کر سکتا ہے۔ اسلام کے مطابق تعلیم کا یہ منشا نہیں ہے کہ علم سے صرف روٹی کمائی جائے۔ ہم کو نصاب تعلیم میں ایسی ترمیم کرنی چاہیئے کہ ۱۰-۱۱ سال کی عمر میں لڑکا کچھ روپیہ پیدا کر سکے تاکہ اگر آئندہ وہ اپنی تعلیم جاری رکھنا چاہیئے تو اس کے تعلیمی مصارف کا بار اُس کے والدین پر نہ پڑنے پائے۔ اسلامی تاریخ بھی مسلمان طلبا کو ضرور پڑھانی چاہیئے اور اس زمانہ میں میں اشد ضرورت ہے کہ ہم اپنے لڑکوں کو صنعتی اور تجارتی تعلیم دیں تاکہ کاروباری زندگی میں وہ دیگر اقوام کے مقابلہ میں کھڑے ہو کر دُنیا میں کامیابی کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔

(۵) میں نہایت افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ مسلمان شرع پر نہیں چلتے اور رواج کی تقلید کرتے ہیں چنانچہ بعض مقامات پر لڑکی کو حصہ دینے کا رواج نہیں حالانکہ مسلمان کے لیئے ضروری ہے کہ وراثت میں سے لڑکی کو اس کا شرعی حصہ ادا کرے۔

(۶) آج کل کے مسلمانوں کو مقدمہ بازی کا زیادہ شوق ہے جس سے ان کی آبائی زمینداریاں تباہ و برباد ہو رہی ہیں اس کو کم کرنا چاہیئے۔ اگر جھگڑے پیدا ہوں تو اُن کو آپس میں طے کرا دیا جائے۔

(۷) مسلمان شادی غمی کی تقاریب پر اکثر قرض لیکر روپیہ فضول برباد کرتے ہیں اس لیئے ضرورت ہے کہ یہ فضول رسمیں ترک کر دی جائیں۔

میں نے نمونتاً مرقومہ بالا چند باتیں بیان کر دی ہیں اگر ان پر عمل کیا جائے تو یقیناً ہم بڑی حد تک سود

کے دینے سے بچ سکتے ہیں۔

اب میں اس مسئلہ کا دوسرا پہلو پیش کرتا ہوں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنی آمدنی میں سے کچھ بچانے کی عادت ڈالیں قرآن شریف میں آیا ہے "اناﷲ لایحب المسرفین"، کسی بنک میں اپنا حساب کھولنے سے بچانے کی عادت پڑ جائے گی اور فضول خرچی کی قبیح عادت خود بخود دفع ہو جائے گی کوآپریشن ہی سے دنیا میں اس قدر ترقی ہو رہی ہے ہم کو چاہیئے کہ کوآپریشن یعنی ملکر کام کرنا سیکھیں جس قدر کوآپریشن بڑھے گا اسی قدر ہمارا نظام درست ہوگا اور تجارت کی ترقی کے لیئے اشد ضرورت ہے کہ ہم کوآپریٹو بنک قایم کریں اور جس قدر وسیع پیمانہ پر یہ کوآپریٹو بنک ہوں گے اس قدر شرح منافع زیادہ ہوگی۔ تجارت ہم کو دیانت داری سکھاتی ہے کیونکہ بغیر ایمانداری کے تجارت کا کام نہیں چل سکتا ہے۔ آیت قرآنی کی تلاوت کرکے ترجمہ کیا کہ "جب تولو تو جھکتا ہوا تولو" افسوس کہ ہم نے عمل کرنا چھوڑ دیا اور برادران وطن نے ہم سے یہی نظام سیکھ لیا ہے۔ بنک ہمارے روپیہ کو ہر قسم کی تجارت میں لگاتے ہیں اور اپنے نفع میں سے ایک معینہ رقم ہم کو دیتے ہیں جس کو بنک کا سود کہتے ہیں ہر کام کا نیت پر دار مدار ہے۔ ہم کو اپنی عقل سے بھی کام لینا چاہیئے ہر کام کے لیئے علماء کو تلاش نہ کرنا چاہیئے۔ اسلام میں جب سود بند کیا گیا اس وقت یہودی ساہوکار مقروض پر سخت مظالم کرتے تھے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے بنک کھولیں اور غریب مسلمانوں کو بلا سودی قرضہ دیں۔ زکوٰۃ کا روپیہ بیت المال میں جمع ہوا ور اس سے حاجتمند مسلمانوں کی امداد کرنی چاہیئے۔

کسی حاجتمند کو ۱۰ روپیہ دیکر ۲۰ روپیہ لینا ضرور ظلم ہے یہ سود ہے اور بیشک ناجائز ہے بہار الدین صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر دہلی نے فرمایا جامع مسجد اور مسجد فتحپوری کی آمدنی کا روپیہ جمع رہتا ہے دس ہزار جامع مسجد سے اور ۵ ہزار فتح پوری سے مسلمانوں کو بلا سود قرض دیا گیا ہے اور اس سے ان کو بے حد فائدہ پہونچا اگر اس کی تقلید دیگر مقامات پر بھی کی جائے تو مسلمان اپنے غریب بھائیوں کی بہت کچھ امداد کر سکتے ہیں۔

مولوی غلام محمد صاحب شملوی نے فرمایا کہ سود کا مسئلہ غور طلب ہے جبکہ شاہ عبدالعزیز صاحب یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ایک قسم کا سود جائز ہے۔ آج علما اس سے زیادہ مجبور ہیں کہ اس پر غور کریں کہ کہانتک اور کس کس شکل میں سود جائز ہے۔ خدا نے بیع کو جائز کیا اور سود کو حرام کیا لیکن جبکہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب یہ کہتے ہیں کہ ایک قسم کا سود جائز ہے تو اس زمانہ میں بھی علما کو اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیئے۔ علما کو صاف طور پر یہ فیصلہ کر دینا چاہیئے کہ یہ دارالحرب ہے یا دارالاسلام۔ یہ کہدینا کہ یہ

بد دیانتی ہے نہایت آسان ہے لیکن ایسی فضول باتوں سے قوم نہیں پنپ سکتی۔ مولوی محمد حسین صاحب نے جواز الربوا رسالہ لکھا آجتک کسی عالم نے اس کا جواب نہیں دیا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولانا عبدالحی صاحب نے سود کے جواز کے اشکال تحریر کئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کا سود ناجائز نہیں ہے بلکہ اس مسئلہ میں غور کرنے کی کچھ گنجایش ہے میں نے بھی عربی کی کتابیں پڑھی ہیں جو صاحب چاہیں مجھ سے اس مسئلہ کے متعلق مفصل گفتگو کر سکتے ہیں۔ سود کا مسئلہ ایسا پیچیدہ اور نازک ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی جلیل القدر ہستی نے فرمایا کہ "رسول اللہ صلعم دنیا سے تشریف لے گئے اور سود کی بابت پورا فیصلہ نہیں ہوا"

سود لینا اور دینا برابر ہے لیکن کیا کبھی علما سود دینے کی مذمت کرتے ہیں کیا علما نے یہ اعلان کیا ہے کہ سود دینے والے کی دعوت میں ہم نہیں جائیں گے اگر علما سود دینے کی مذمت کریں اور مسلمانوں کی یہ قبیح عادت دور کرا دیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنے دوست سید طفیل احمد صاحب کو مجبور کر دونگا کہ وہ اپنی اس تحریک کو بند کر دیں۔

حکیم مظفر حسین صاحب نے فرمایا کہ زکوٰۃ کے لیئے حکم ہے کہ جمع شدہ روپیہ میں سے چالیسواں حصّہ زکوٰۃ میں دیا جائے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ باقی ۳۹ حصّے کہاں رکھے جائیں۔ زمانہ حال میں روپیہ کی حفاظت کی بہترین شکل یہ ہے کہ اس کو کسی بنک میں امانتاً جمع کر دیا جائے بنک نے ہم سے قرض تو مانگا نہیں ہم نے امانتاً ایک میعاد معین کے لیئے اپنا روپیہ جمع کیا ہے۔ بنک اس روپیہ کو مختلف اقسام کی تجارت میں لگاتا ہے اور جو نفع وہ حاصل کرتا ہے اس کا ایک حصہ ہم کو دیدیتا ہے جس کو تجارتی نفع یا بنک کا سود کہتے ہیں اس کی شکل ربوا سے بالکل مختلف ہے۔ جب ہم کسی ولایت سے مال منگواتے ہیں تو اپنے یہاں کے کسی معتبر بنک کے وسیلہ سے اُس کو آرڈر دیتے ہیں اور وہ اپنا مال اپنے یہاں کے بنک کی وساطت سے ہمارے پاس روانہ کرتا ہے یہ دونوں بنک سود چارج کر لیتے ہیں اس لیئے اس زمانہ میں کوئی تجارت بنک کے سود سے نہیں بچ سکتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے ایک درد انگیز نظم پڑھی۔

ایڈیٹر صاحب "واعظ" نے فرمایا کہ میں اقتصادیات کا طالب علم ہوں جو اقتصادی ضرورتیں بنک کے سود کے جواز کے لیئے بیان کی گئی ہیں اُس سے بھی کہیں زیادہ ہیں جو عدم جواز سود کے ماتحت واقع ہوئی ہیں اب یہ کام علما کا ہے کہ اُن پر غور کر کے کسی نہ کسی صورت میں اس کو جائز کریں میری رائے یہ ہے کہ مسلمان ایک کمیٹی بنائیں اور اس مسئلہ کو قطعی طور پر فیصل کرنے کے لیئے جمعیۃ العلما کے روبرو پیش کریں۔

صاحب صدر؟ یوں تو بہت سے علما کہتے ہیں کہ بنک کا سود لینا دینا جائز ہو مگر وہ آزادی سے اپنی رائے نہیں دے سکتے کیونکہ ان کو یہ اندیشہ ہو کہ اس سے بہت سے اختلافات پیدا ہو جائینگے وہ مخالفت سے ڈرتے ہیں۔ اس پلیٹ فارم پر ایک مولوی غلام محمد صاحب شملوی ہی نہیں بلکہ بہت سے حضرات موجود ہیں جو صاف طور پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں لیکن علما میں ایسی جسارت نہیں ہو کہ وہ اپنی مخالفت ہونے کی تاب لاکیں اور علانیہ اپنی رائے ظاہر کر دیں۔

اس کے بعد مولوی سید طفیل احمد صاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ مسئلہ ۱۹۱۹ء سے اٹھایا ہو۔ میں ندوۃ العلما اور جمعیۃ العلما کے جلسوں میں گاہ فرداً فرداً بہت سے علما سے گفتگو کی اور اپنی تحریریں ہندوستان کے تقریباً جملہ مقتدر علما کی خدمت میں روانہ کی ہیں مجھ کو تو کوئی عالم ایسا نہیں ملا جس نے یہ کہا ہو کہ تم غلط راستہ پر ہو لیکن وہ بیچارے مجبور ہیں کہ علانیہ طور پر نہیں کہتے ہیں۔ ذاتی امور میں صرف ایک عالم کا فتوے کافی ہوتا ہو اس مسئلہ کے متعلق میں نے بہت سے علما کے فتوے پیش کیے ہیں۔

اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

پنڈال کے ڈائس پر مسلمان قرضداروں اور ایک ہندو ساہوکار قرضخواہ کی تصویر آویزاں تھی جو رسالہ سود مند کے جوبلی نمبر میں شایع ہو چکی ہو اس تصویر کو شیخ کریم الدین صاحب آرٹسٹ دیرہ دون نے بڑے پیمانہ پر کانفرنس پنڈال میں آویزاں کرنے کے لیئے اپنے صرف سے تیار کیا تھا۔ اس تصویر کے مظاہرے سے حاضرین نہایت متاثر ہوئے اور انھوں نے قرضے کی مصیبت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کس طرح قرضے کی نکیل ہر ایک قرضدار کی ناک میں پڑی ہوئی ہو اور یہ نکیل ساہوکار کے ہاتھ میں ہو جو اپنے قرضہ کی ڈگری میں ان سب قرضداروں کو کشاں کشاں جیل کی طرف کیلئے جارہا ہو۔ مولوی انوار احمد صاحب نے اس فوٹو کے متعلق ایک دلچسپ نظم پڑھی وہو ہذا

اے امیرو! اے رئیسو! اے ہی خواہان قوم — عرض سننے کے لیے ہو جائیے تیار آج
وعظ۔ لکچر گرم تقریریں۔ رزولیوشن سُنئے — خوب دیکھی فیلڈ میں کھیلوں کی ریل مار آج
منظر عبرت کچہری روڈ پر بھی دیکھئے — ہیں گرفتار بلا کچھ بیکس و ناچار آج
آپ دیکھیں گے کہ اک ذات مقدس پاک باز — رہن کرنے جاتے ہیں جبہ و دستار آج
پھر زمینداروں میں ایک ایسا ملے گا آپ کو — کردیا ہو بیع قطعی جس نے سب گھربار آج
کاشتکار آفت زدہ اک آپ دیکھیں گے وہاں — کرچکا ہو قرق کھیتی جس کی ڈگری دار آج

اک رئیس ایسا ملے گا آپ کو اس بھیڑ میں — کل ریاست جس کی ہے نیلام کو تیار آج
اک عدالت کا ملازم آپ پائیں گے وہاں — ہے بلائے جاں ستاں قرضے کا جس پہ بار آج
دستکار اک آپ کو ان سب میں آئے گا نظر — ہوگا اک بنیہ وہاں اس کے گلے کا ہار آج
ایک سوداگر نظر آئے گا اس انبوہ میں — جو حقیقت میں ہے بالکل مفلس و نادار آج
ہوگی ان میں سے ہر اک کی ناک میں ایسی نکیل — کھینچتا ہوگا جسے بے رحم ساہوکار آج
پھر تو خود ہی آپ سوچیں گے کہ یہ کیا بھید ہے — کیوں مسلمانوں ہی پر نازل ہے یہ ادبار آج
غور کرتے ہی سمجھ میں راز یہ آ جائے گا — ہے یہ قرضے کی بدولت ان کا حال زار آج
قرض بھی وہ قرض جس کے سود پر بھی سود ہو — گرم ہے جس موذی و بدذات کا بازار آج
کر دیئے برباد اس نے خانداں کے خانداں — ہے ربوا کی ہاتھ میں مردود کے تلوار آج
آپ سمجھے ہیں یہ کن لوگوں کی ناکوں میں نکیل — ہیں مسلماں آپ کے بھائی یہ سب ناچار آج
اس کا استیصال کرنا ہے مسلمانوں کا فرض — اس غرض سے ایک دل ہو کر رہیں تیار آج
ساتھ ہی بچا آپ کی ان کوششوں میں سود مند — روکنے والا یہی ہے سود کا ہر وار آج
جا بجا اپنی دکانیں ہوں اور اپنی کوٹھیاں — چھین لینا چاہیئے غیروں سے ہر بیوپار آج
بینک اپنے کارخانے اپنے اور اپنی ملیں — کھولنے کے واسطے ہو جائیے تیار آج
تا کہ ہو اس نکبت و افلاس کا قصہ تمام — تا کہ پھر آوارہ و بیکار ہو بیکار آج
تا کہ بھائی آپ کے پائیں اشد ہی سے نجات — چھوڑ کر تسبیح کو پہنے ہیں جو زنار آج
زندگی عزت سے گزرے چین ہو اولاد کو — ہوں نہ غیروں کی نگاہوں میں ذلیل و خوار آج
زندگی بھر چین بعد مرگ اطمینان ہو — فکر فردا سے نہ ہوں یوں جان سے بیزار آج
آل بچے بھی ہمارے ہوں نہ بنیوں کے غلام — وہ بھی اوروں کی طرح ہوں قابل و خوددار آج
دق کرے آئندہ نسلوں کو نہ قرضے کی نکیل — کر دیا ہے جس نے ہم کو بیکس و ناچار آج
کیجیئے بلند کوشش یہ مصیبت ٹالیئے — ہیں مسلماں جس کے باعث مفلس و نادار آج

بس یہی کہنا تھا اے مشتاق اپنی قوم سے
تھا یہی افسانۂ غم قابل اظہار آج

اور ایک والنٹیر نے ہر ایک صف میں جا کر حاضرین جلسہ کو یہ فوٹو دکھایا جس کا اثر یہ ہوا کہ اس عبرتناک منظر سے ہر شخص بیحد متاثر اور متاسف ہوا۔ اس کے بعد مولوی سید طفیل احمد صاحب نے حسب ذیل

رپورٹ کارگزاری پڑھ کر سنائی۔

رپورٹ کارگزاری دفتر سود مند

جس کو مولینا طفیل احمد صاحب آنریری ایڈیٹر نے جلسہ میں پیش کیا

بالعموم تمام دُنیا کے مسلمانوں اور بالخصوص ہندوستان کے سات کروڑ مسلمانوں کے افلاس کا ایک ایسا مسلم مسئلہ ہی کہ اُس میں غالباً کسی کو اختلاف نہ ہوگا۔ یہ ایک بدیہی امر ہی کہ مسلمانوں کی مختلف جماعتوں میں نہ صرف اختلاف رائے ہی بلکہ حد درجہ کی مخالفت و بڑھ بندی، اور ایک مستقل اور دوامی جنگ جاری رہتی ہی البتہ جس امر میں اب سب کو اتفاق رائے ہوتا جاتا ہی وہ مسلمانوں کا افلاس ہی جس کی وجہ سے اُن کی حالت روز بروز ضعیف ہوتی جاتی ہی اور اُن کی عزت ذلت میں بدلتی جاتی ہی۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہر خیال اور ہر عقیدے، ہر طبقہ اور ہر حیثیت کے مسلمان یکجا جمع ہو کر افلاس کے متفق علیہ مسئلہ پر غور و خوض نہ کریں

اس میں شبہ نہیں کہ افراد قوم اور قوم کی مختلف جماعتیں پچاس سال سے اپنے اپنے خیال کے مطابق عام افلاس سے نکلنے کی تدابیر اختیار کر رہی ہیں۔ جتنے کالج اور سکول انجمنیں اور جماعتیں قایم ہوتی ہیں اور قایم ہیں اُن کا مقصد بلاواسطہ یا بالواسطہ مسلمانوں کو افراد کار بنانا ہوتا ہی تاہم ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ جس نسبت سے دیگر اقوام کے افراد دولت اور خوشحالی میں بڑھ رہے ہیں اُسی نسبت سے مسلمانوں کے زمیندار اور تاجر، امرا اور اعلےٰ طبقہ کے اصحاب دولت و ثروت میں گھٹ کر غربا کے طبقہ میں آ رہے ہیں اور مسلمانوں کے ادنے طبقے کی بے بسی اور بے کسی کی تو کوئی حد و انتہا ہی نہیں رہی حتے کہ جب کسی شہر میں کوئی خوبصورت بازار اور پارک بنانے یا کوئی نئی سڑک نکالنے کی تجویز ہوتی ہی تو سب سے اول غریب مسلمان ہی آبادیوں سے نکال کر باہر پھینکے جاتے ہیں۔ ان افسوسناک حالات سے متاثر ہو کر میں نے اس امر کو محسوس کیا کہ مسلمانوں کی جہالت اور نا اتفاقی کے علاوہ کوئی اور چیز ایسی ہی جو مسلمانوں کو باوجود ترقی کے لیئے جد و جہد کرنے کے اُنھیں اُٹھنے اور سنبھلنے نہیں دیتی اور میں نے اندازہ کیا کہ اس زمانہ میں ایک جدید چیز سرمایہ کے نام سے پیدا ہو گئی ہی جو اسوقت دُنیا میں سب سے بڑی قوت ہی۔ سرمایہ کا انحصار تجارتی سود پر ہی جو اگرچہ ربوا سے بالکل مختلف ہی۔ تاہم مسلمان ربوا سمجھ کر اُس سے بچتے ہیں مگر کلیتاً اس سے بچا رہنا انسانی امکان سے باہر ہی اس لیئے سود لینے سے تو بچتے ہیں مگر دینے سے کسی طرح نہیں بچ سکتے۔ نتیجہ یہ کہ وہ ہر شعبہ زندگی سے خارج ہو کر دیگر اقوام کے

سرمایہ داروں کے غلام بن گئے ہیں۔

جب مجھے یہ یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کی بربادی کی بڑی وجہ یہی ہے کہ وہ تجارتی سود لینے سے بچتے ہیں تو اس مسئلہ کی میں نے تحقیقات شروع کی۔ علمائے کرام سے رجوع کیا۔ کتابیں پڑھیں۔ پرانے اخبارات کے فائل دیکھے جس سے مجھے یہ پتہ چلا کہ اس وقت سے سَو برس پہلے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی نے غیر مسلموں سے نہ صرف تجارتی سود بلکہ ربٰوا لینے کا فتویٰ دیا۔ اس کے بعد مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی نے سرکاری پرامیسری نوٹوں کا سود لینے کے جواز کا فتویٰ دیا۔ پھر ۱۸۹۵ء کے قریب مولوی محمد حسن صاحب متوطن بھین ضلع جہلم نے اپنی کتاب "روضۃ الربا فی حقیقۃ الربا" میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی۔ اس کے صفحہ ۸۸ پر تحریر ہے کہ

"مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری علیہ الرحمۃ کی کتاب تفریح ایجاث ہندوستان میں غیر مسلموں سے سود لینے کے جواز پر لاہور، فیروزپور، ڈیرہ اسمٰعیل خاں، رامپور بھاولپور، مکہ مکرمہ وغیرہ کے ۶۹ فاضلان اسلام کے مواہیر ثبت ہیں"

اس تحریر سے ظاہر ہے کہ ایک زمانہ میں یہ بحث اس حد تک پہونچ چکی تھی کہ اس پر ۶۹ علماء کے فتوے ہو گئے۔ ۱۹۰۹ء میں مولوی انشاء اللہ خاں صاحب نے اخبار وطن میں اس بحث کو چھیڑ کر جملہ مضامین ایک رسالہ کی شکل میں شایع کیے اور اس کا نام "مسئلہ سود اور تجارت قومی" رکھا اور مولوی محمد بشیرالدین صاحب نے البشیر میں مضامین کا ایک سلسلہ نکالا جس میں ثابت کیا کہ بمبئی، کلکتہ اور رنگون کے مسلمان تاجر غیر مسلم ساہوکاروں کا روپیہ استعمال کرتے ہیں۔ اصلی نفع سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں جاتا ہے اور مسلمان مثل مزدوروں کے کام کرتے ہیں۔

ان واقعات سے میں نے نتیجہ نکالا کہ مسلمانوں کو مختلف اوقات میں اس مسئلہ کی اہمیت کا احساس ہوتا رہا۔ علمائے کرام کے فتوے ہوئے کچھ دنوں اس کا چرچا رہا۔ پھر لوگ اسے بھول بھال گئے اور چونکہ عملی طور پر کبھی یہ کام جاری نہیں ہوا اس لیے مسلمان برابر گرتے چلے گئے۔ اس حالت سے متاثر ہو کر میں نے سنہ ۱۹۲۰ء میں خدا کے نام پر اس مسئلہ کی تبلیغ شروع کر دی اور متعدد کتابیں کثیر تعداد میں شایع کیں جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل	سنہ ۱۹۲۰ء	۴۔ مسلمانوں کی مالی اصلاح	سنہ ۱۹۲۳ء
۲۔ سرمایہ داروں کی غلامی اور مسلمان	سنہ ۱۹۲۲ء	۵۔ جواز سود معہ فتاوی	سنہ ۱۹۲۴ء
۳۔ جواز سود	سنہ ۱۹۲۳ء		

اسی کے ساتھ اخبارات میں مضامین کا ایک سلسلہ جاری کیا اور میں نہایت شکر گزار ہوں قومی اخبارات کا کہ اُنھوں نے اس مسئلہ کی اشاعت میں بے حد مدد کی اور اُنھیں کی بدولت لاکھوں مسلمانوں تک یہ آواز پہونچی اور نہ صرف ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں بلکہ جزائرِ بحرِ ہند، افریقہ اور امریکہ اور چین کے اُن مقامات میں جہاں اسلامی اخبارات جاتے ہیں اس مضمون کا چرچا ہو گیا اور رسالہ جات سود کی طلبی میں ہزاروں خطوط کی آمد کا سلسلہ قایم ہو گیا۔ اور نہ صرف خطوط کی آمد پر یہ کام محدود رہا بلکہ مختلف مقامات میں مسلمانوں میں روپیہ کا کاروبار جاری ہونے لگا۔

اس منزل پر پہنچکر عالیجناب خان بہادر سید جعفر حسین صاحب کے اصرار اور امداد سے جون ۱۹۲۵ء سے رسالہ سود مند جاری کیا گیا اور اُس کی جلدیں بھی رسالوں کی طرح ہزاروں کی تعداد میں شایع کی گئیں۔ چنانچہ سود مند نمبرا کی پہلی بار پانچ ہزار اور جوبلی نمبر کی ۳ ہزار جلدیں طبع کرائی گئیں اور جب یہ ختم ہو گئیں تو دوبارہ طبع کرا کر شایع کی گئیں۔ اس رسالہ کی ایک خصوصیت یہ ہو کہ اکثر خریدار ابتدا سے کل جلدیں مانگتے ہیں۔ اور پچھلے نمبر جب ختم ہو جاتے ہیں تو محض خریداروں کا شوق پورا کرنے کے لیے ختم شدہ نمبروں کو بار بار چھپوایا جاتا ہو جس کی وجہ سے نہایت زیادہ خرچ پڑتا ہو۔ مگر چونکہ یہ ایک تبلیغی کام ہو اس کے لئے ہر طرح کا نقصان گوارا کیا جاتا ہو۔

اکثر اصحاب سے جب مسئلہ سود کا ذکر آتا ہو تو وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کام کا تعلق امراسے ہو مگر عملاً یہ دیکھا گیا کہ اس تحریک کا اثر سب سے زیادہ غربا کے طبقے پر ہوتا ہو۔ چنانچہ اس وقت یہ تحریک تمام تر مسلمانان غربا میں پھیل رہی ہو۔ اور آپ یہ سُن کر متعجب ہوں گے کہ بہ حیثیت جماعت کے علما کرام اور مشائخ عظام نے نہ صرف اس کی مخالفت نہیں کی بلکہ اخلاقی امداد کی ہو۔ اور ہر موقعہ پر میری ہمت افزائی فرمائی ہو۔ اس کی وجہ میرے نزدیک یہ ہو کہ اُنھیں چونکہ غریب مسلمانوں سے زیادہ ملنے کا موقع ملتا ہو اس لئے اُنھیں اُن کی قابل رحم حالت کا زیادہ اندازہ ہو اور اسی وجہ سے وہ اُنکی بہبودی اور بہتری کی تدابیر سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ چنانچہ میں جب جب علما کرام کی خدمت میں حاضر ہوا اور جمعیۃ العلما ندوۃ العلما اور خلافت کے جلسوں میں شریک ہوا تو انفرادی طور پر اکثر بزرگوں نے مسلمانوں کے افلاس اور اُس کے علاج کی تدابیر کو نہایت دلچسپی سے سُنا اور میرے نزدیک اب وقت آگیا ہو کہ علما کرام اجتماعی طور پر اس تحریک میں حصہ لیں گے۔ چنانچہ گزشتہ اجلاس جمعیۃ العلما کلکتہ میں جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے اور گزشتہ اجلاس ندوۃ العلما منعقدہ کانپور میں عالیجناب حکیم اجمل خانصاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں اور آخری تقریر میں

علماء کرام کو اس مسئلہ کو حل کرنے کی طرف توجہ دلائی اور مجھے کامل امید ہی کہ آئندہ اجلاس جمعیتہ العلما میں جو پشاور میں منعقد ہوگا یہ مسئلہ اُس مقدس جلسہ میں پیش ہوگا۔

بہرحال سات سال کی کوشش میں یہ مسئلہ اس درجہ تک پہونچا ہی کہ آج اُس کا پہلا اجلاس جناب خان بہادر مولوی محمد بشیرالدین صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا ہی جو اس تحریک کے شروع ہونے سے بیس سال قبل اس امر کو محسوس کر چکے تھے کہ مسئلہ سود مسلمانوں کی بربادی کا باعث ہی اور آپ مدت العمر مسلمانوں کو سادہ زندگی اختیار کرنے کی نہ صرف ترغیب دیتے رہے بلکہ عملاً ایک غریبانہ زندگی بسر کرتے رہے۔

اس تحریک کی ایک خصوصیت یہ بھی ہی کہ سات سال کے عرصہ میں آجتک اس کام کے لئے کسی سے چندہ نہیں مانگا گیا۔ بعض اصحاب نے مجھ سے کہا کہ ایک جماعت قایم کرکے چندہ لیا جائے مگر میری ہمت اس ذمہ داری کو لینے کی آج تک نہیں ہوئی۔ اکثر اصحاب نے اس تحریک میں دینا بھی چاہا مگر میں نے انکار کر دیا۔ البتہ صرف ایک صاحب کلکتہ میں ہیں جنھوں نے مختلف اوقات میں دو سو روپیہ کے قریب رسالہ جات طبع کرانے کے لیئے باصرار تمام مجھے دیئے ہیں اور نہایت مجبور کرکے دیتے ہیں۔ اور ایک بار جب میں نے اُس رسالہ میں اُن کے عطیہ کا ذکر کیا تو وہ مجھ پر ناراض ہوئے اس لیئے اب میں اُن کا نام نہ لونگا۔

غرضکہ سات سال کے عرصہ میں جو کچھ کام ہوا اُس کا نہایت مختصر خاکہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اگر تفصیل سے عرض کیا جائے تو غالباً کئی گھنٹے صرف ہو جائیں۔

بہرحال خدا کا شکر ہی کہ آج یہ تحریک انفرادی حالت سے نکل کر اس کانفرنس کے اجتماعی دائرہ میں آگئی ہی۔ اب آپ صاحبوں کے اختیار میں ہی کہ جو شکل آپ چاہیں اس کے لیئے اختیار کریں اور جس طرح چاہیں اُسے چلائیں۔

اس کے بعد سید اقبال حسین صاحب جو حال میں جرمن سے تعلیم حاصل کرکے آئے ہیں اُنھوں نے اپنے دوران قیام میں جو حالات جرمنی تجارت کے متعلق مشاہدہ کیئے ہیں اُن کی مختصر حالت بیان کی۔

اس کے بعد مولوی تمیزالدین صاحب نے رزولیوشن نمبر ا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہی کہ "ای مسلمانوں تم تجارت کیا کرو کیونکہ روزی کے دس حصوں میں سے نو حصے تجارت میں ہیں صحابہ کرام اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے تجارت ہی کے ذریعہ سے دنیا میں اسلام پھیلایا اور اسلامی سلطنتیں قایم کیں۔ انگریزوں نے بھی اس ملک میں اول تجارت ہی شروع کی تھی

اور رفتہ رفتہ اس ملک پر حکمرانی کرنے کا درجہ حاصل کر لیا۔ ریلوں اور جہازوں نے تمام دنیا کے ممالک اور بالخصوص تجارت کو بہت وسیع کر دیا ہے جب ہم کسی غیر ملک سے مال منگواتے ہیں تو ہم کو بنک سے واسطہ پڑتا ہے اور کوئی تاجر بنک کے سود سے نہیں بچ سکتا ہے کیونکہ مال بنک کی وساطت سے آتا ہے اور بنک اپنا سود لگا لیتا ہے اس لئے کوئی تجارت جس کا تعلق کسی غیر ملک سے ہو مجبور ہے کہ وہ بنک کو سود ادا کرے۔

مسلمانوں کی اقتصادی حالت یہ ہے کہ اگر سو کی آمدنی ہے تو ڈیڑھ سو کا خرچ ہے مسلمان کوٹ ٹائی کالر پتلون۔ فرنیچر اور پر تکلف کھانے پر بے دریغ روپیہ صرف کرتے ہیں اور جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیشہ مقروض اور مفلس رہتے ہیں اور دوسری قوم کی یہ حالت ہے کہ وہ بمشکل اپنی آمدنی کا تہائی حصہ صرف کرتی ہے۔

میں نے خود شملہ میں مسلمان اور ہندو ملازمان کی حالت دیکھی ہے کہ ایک ہی تنخواہ کا مسلمان ملازم تو اپنی ساری تنخواہ ۲۰ دن میں خرچ کر دیتا اور باقی ۱۰ دن قرض لیکر مہینہ کاٹتا ہے برخلاف اس کے ہندو ملازم اپنی تنخواہ کا بڑا حصہ بچاتا ہے اور مسلمان ملازمان کو وہ رقم سود پر قرض دے دیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہندو ملازم پنشن کے وقت ساہوکار بن جاتا ہے اور مسلمان ملازم کی بسر اوقات صرف پنشن ہی پر ہوتی ہے۔ یہ صرف ہمارے طرز تمدن ہی کا نتیجہ ہے کہ ہم روز بروز تنزل کر رہے ہیں ان الفاظ کے ساتھ میں رزولیشن نمبر ا پیش کرتا ہوں۔

رزولیوشن ۱: "مسلمان مسلسل پچاس سال سے اپنی حالت کی بہتری کی کوشش ہر امکانی طریقہ سے کر رہے ہیں تاہم وہ روز بروز اس وجہ سے پست ہوتے جاتے ہیں کہ اُن کی اقتصادی کمزوری بڑھ رہی ہے وہ ہر ہر قدم پہ سود دیتے ہیں اور لیتے نہیں۔ اس لئے یہ کانفرنس مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ اپنی قوم میں تجارتی اور کاروباری سود کا اس حد تک رواج دیں جس حد تک کہ اُن کے علماء کرام نے فتوے دیئے ہیں"

سید محمد احمد صاحب کاظمی ایم۔ اے وکیل سہارنپور نے رزولیوشن کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ امر مسلمہ ہے کہ اس وقت مسلمان دیگر اقوام سے تجارت میں پیچھے ہیں اور یہی اُن کے افلاس کی خاص وجہ ہے مسلمانوں کی قوم ابتداءً تاجر قوم تھی۔ تجارت ہی سے مسلمانوں کا نشوونما ہوا اور تجارت ہی سے مسلمانوں نے دنیا میں ہر قسم کی ترقی کی اب آجکل یہ حالت ہے کہ جو مسلمان تجارت میں قدم رکھتا ہے وہ ناکام رہتا ہے کیونکہ وہ تجارت کے اصولوں سے ناواقف ہوتا ہے۔ اہل عرب کا آبائی پیشہ تجارت تھا اب بھی عربوں میں ابتدائی قسم کی تجارت موجود ہے وہ بادبانی جہازوں میں اپنے ملک کی کھجوریں بھر کر لاتے ہیں اور ان کو فروخت

کر کے غلہ لیجاتے ہیں جس کو خود صرف کرتے ہیں اور اپنے ملک میں فروخت کرتے ہیں تمدن کی ترقی کے ساتھ تجارت میں ایسی چیزیں شامل ہوگئی ہیں جن کا قدیم زمانہ میں وجود تک نہ تھا اور ان جدید چیزوں میں روپیہ کے استعمال کا معاوضہ بھی داخل ہی اور اس ٹرم (اصطلاح) کا نام انٹرسٹ یا تجارتی سود ہی اور یہ قرضہ کے سود سے بالکل مختلف شئے ہی۔ روپیہ کی قیمت اور اس کی استعمالی قیمت کا نام تجارتی سود رکھا گیا اگر اس وقت تجارتی سود بند کر دیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ سب سے اول ریلیں بند ہو جائیں گی۔ اس وقت تک گورنمنٹ جو تجارتی سود دیتی ہی وہ بند کر دے گی جس کے باعث ملک کی ترقی کی ساری تدابیر بند کرنا پڑیں گی جو سودی قرضہ سے چلتی ہیں اسی طرح جہازوں کی آمد و رفت بھی بند ہو جائے گی اور تجارت کو جو روز افزوں ترقی ہو رہی ہی وہ مسدود ہو جائیگی موجودہ تجارت کی جان روپیہ کی قیمت کو سمجھنا ہی۔ قدیم زمانہ میں بادشاہ سب سے زیادہ امیر ہوتا تھا لیکن اب گورنمنٹ ساہوکاروں کی مقروض رہتی ہی کیونکہ گورنمنٹ کو جب کسی کام کے لیئے زیادہ سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہی تو وہ ساہوکاروں سے سود پر روپیہ قرض لیتی ہی ایک معینہ میعاد تک سود دیتی ہی اور اس میعاد کے ختم ہونے پر اس کام کی آمدنی سے قرضہ ادا کر دیتی ہی۔ میں اس رزولیوشن کی نہایت زور سے تائید کرتا ہوں اس کے بعد مولوی شبیر احمد صاحب ساکن مظفر نگر اسٹیج پر تشریف لائے اور نہایت جوش غصہ اور وارفتگی کے عالم میں فرمایا کہ علماء کرام پر افترا اور اتہام باندھا گیا ہی اور بد دیانتی سے کام لیا گیا ہی ان فتاوے کی اشاعت سے اپنی قوم کو تاریکی اور دھوکہ میں رکھا جو تجاویز آپ کے جی میں آئے پیش کیجیئے لیکن علماء کرام کے اوپر بہتان نہ باندھیے۔ آپ نے بڑی بد دیانتی سے کام لیا ہی۔

اس کے بعد محمد امین بیرسٹر لاہور نو مسلم (سابق ساگر چند) نے نہایت متانت کے ساتھ فرمایا کہ غصہ کرنے اور خفا ہونے کی ضرورت نہیں یہ ایک ایسا مسئلہ ہی کہ جس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے کہ کس حد تک ہم اس کو خود بھی کام میں لا سکتے ہیں اور کس حد تک ہم اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی
آخر تو دشمنی ہی اثر کو دعا کے ساتھ

مسلمان اس طرح تباہ ہوتے ہیں

(سات ہزار نہیں ستائیس ہزار)

مسلمانوں کی املاک اور جائدادیں جس اندوہناک طریقہ پر کثرت کے ساتھ ہندو مہاجنوں کے قبضہ میں پہونچ رہی ہیں اس کی مثالیں ہر شہر اور ہر قصبہ میں بکثرت موجود ہیں۔ اگر اس قسم کے واقعات کو سود مند اور دیگر اخبارات کے صفحات پر لایا جائے تو ممکن ہے کہ اس بدنصیب قوم کی کچھ آنکھیں کھلیں۔ اس سلسلہ میں شہر بریلی کا ایک عبرتناک واقعہ سبق آموز ہو سکتا ہے جو مختصراً حسب ذیل ہے کہ ایک خوشحال مسلمان صاحب چند مکانات اور متعدد دکانات کے مالک تھے جن کی آمدنی سے وہ فراغت و آسودگی کی زندگی بسر کیا کرتے تھے لیکن بمقتضائے

چو بخت بد کسے را رو نماید
کند کارے کہ کردن را نشاید

اُنھوں نے ایک مہاجن سے سات ہزار روپیہ قرض لیکر مذکورہ بالا جائداد کو اس قرضہ میں مکفول کر دیا۔ سود در سود بڑھتا رہا یہاں تک کہ وہ جائداد نیلام ہوئی اور مہاجن نے خریدلی۔

اس مہاجن نے جس تفصیل کے ساتھ اس جائداد کو فروخت کیا ہے اس سے تلف شدہ جائداد کی حیثیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

دو دُکانیں چار ہزار روپیہ میں فروخت ہوئیں۔
ایک دُکان دو ہزار دو سو روپیہ میں فروخت ہوئی
دو دُکانیں تین ہزار دو سو روپیہ میں فروخت ہوئیں
ایک بالاخانہ چار ہزار پانچسو روپیہ میں فروخت ہوا۔
ایک مکان چھ ہزار پانچسو روپیہ میں فروخت ہوا۔
تین مکان قیمتی چھ ہزار پانچسو روپیہ کے فروخت کے لئے باقی ہیں۔

چھبیس ہزار نوسو ۲۶۹۰۰

فاعتبروا یا اولی الابصار

کرسمس کے زمانہ میں جو کانفرنسیں منعقد ہوئیں اور اُن میں جہاں کہیں اقتصادیات کے متعلق کچھ کہا گیا اُس کا ضروری اقتباس جو ناظرین سودمند کے لیئے مفید اور عبرت انگیز یا سبق آموز ہو سکتا ہے سودمند میں شایع کیا جاتا ہے

متمول ممالک کی عیاشی

ایک تصویر کی قیمت چھتیس لاکھ روپیہ

ہندوستان کی آمدنی کا اوسط دادا بھائی نوروجی آنجہانی کے زمانہ میں فی کس تیس روپیہ سالانہ تھا۔ لارڈ کرزن کا اندازہ بھی اسی کے قریب قریب رہا آج یہ اوسط اٹھ روپیہ فی کس بتایا جاتا ہے لیکن اگر گنتی کے چند لکھ پتیوں اور سرمایہ داروں کو نکال دیا جائے اور اُس قلیل التعداد جماعت کو بھی شامل نہ کیا جائے جو ہمارے ملک میں خوشحال سمجھی جاتی ہے اور اپنی زندگی آرام سے بسر کرنے کے وسائل سے محروم نہیں تو اہل ہند کی سالانہ کمائی کا اوسط اُس سے بھی کم رہ جائے گا۔ جو دادا بھائی نوروجی کے وقت میں تھا ہمارے بدنصیب ملک میں کروڑوں آدمی ایسے ہیں جنھیں صبح کو کھانے کو ملتا ہے تو شام کو نہیں اور شام کو ایک گروہ نان اور ایک کوزہ آب میسر آتا ہے تو صبح کے ناشتے کے لیئے بجز خون جگر کے اور کچھ نہیں ہوتا کروڑوں خدا کے بندے اس سرزمین میں ایسے بستے ہیں جنھیں ایک وقت بھی پیٹ بھر کر روٹی کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ اور ستر چھپانے کو بجز ایک لنگوٹی کے اور کوئی کپڑا نہیں ہاتھ آیا۔

ایک طرف افلاس کی یہ حالت ہے دوسری طرف اہل مغرب نئی نئی ایجادات اور جدید اصول پر بحری و بری تجارت میں کامیابی حاصل کرکے فارغ البالی کی زندگی بسر کرنے کے لیئے ضروریات مہیا کرنے کے علاوہ اب مختلف قسم کے شوق پورا کرنے میں جن کو دولتمندی کا لازمہ سمجھنا چاہیئے اپنی دولت صرف کر رہے ہیں

سوئزرلینڈ کے اخبارات کا بیان ہے کہ امریکہ کے ایک کروڑپتی نے جسے تصویریں فراہم کرنے کا شوق ہے مریم عذرا کی ایک تصویر کے لیئے جسے ۱۵۱۲ء میں اس زمانہ کے مشہور مصور ہالبیم نے کھینچا تھا ۲ لاکھ چالیس ہزار پاؤنڈ (چھتیس لاکھ روپیہ) کی رقم پیش کی ہے۔ یہ تصویر آج کل سولوتھرن کے عجائب خانہ میں آویزاں ہے جو برن سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ عجائب خانہ کے متعلی نے یہ تصویر اس شرط پر دی تھی کہ اسے کسی کے ہاتھ فروخت نہ کیا جائے۔ اس شرط نے اگرچہ امریکن سرمایہ دار کا شوق پورا نہیں

ہونے دیا۔ لیکن افلاس زدہ مشرقیوں کو معلوم ہو گیا کہ اس دُنیا میں ایسے ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو ایک تصویر کی خاطر چھتیس لاکھ روپیہ اپنی طویل و عریض جیبوں سے نکالنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

(از زمیندار)

آل انڈیا مسلم لیگ کے خطبۂ صدارت کا انتخاب

ملک کی اقتصادی حالت کے متعلق شیخ عبدالقادر صاحب پریسیڈنٹ آل انڈیا مسلم لیگ کے خ[یالات]

جو مسائل اس وقت ملک کو بہ حیثیت مجموعی درپیش ہیں ان میں سے ایک بہت ہی مشکل اقتصادی مسئلہ یہ ہے کہ ہندوستان اور انگلستان کے زرمسکوک کے مبادلہ کی شرح مقرر کی جائے۔ آپ میں سے اکثر نے یقیناً وہ بحثیں ملاحظہ کی ہونگی جو اخبارات میں اور تقریباً تقریروں کے ذریعہ ہو رہی ہیں جب سے کہ کرنسی کمیشن کی رپورٹ اور سر پرشوتم داس ٹھاکر داس کا اختلافی نوٹ شایع ہوا ہے مجھے افسوس ہے کہ میں اقتصادی مسئلوں کا ماہر نہیں ہوں۔ اور خاصکر ایسے مسئلے میں جس پر ماہران فن اختلاف رکھتے ہوں مجھے رائے زنی کی جرأت نہیں ہو سکتی ملک میں صیغہ تجارت کے نمائیں کی طرف سے کرنسی لیگ قایم ہو رہی ہیں اس رائے کی تائید کے لیے جو غیر سرکاری حلقوں میں مقبول ہے اور ادھر سے سر باسل بلیکٹ صاحب جو حکومت ہند کے فنانس ممبر ہیں اس رائے کی تائید کر رہے ہیں جو کمیشن کی اکثریت نے قایم کی ہے ہم میں جو لوگ اقتصادیات سے خاص واقفیت رکھتے ہیں اور جو دونوں تجویزوں کے حسن و قبح کا موازنہ کر سکتے ہیں اُن کو چاہیئے کہ وہ اس مسئلہ پر رائے قایم کر کے اس کے حل کرنے میں مدد دیں ہمیں اس لیگ کے متعلق ایک شعبہ ایسا رکھنا چاہیئے کہ جو اقتصادی مسائل پر خاص توجہ کرتا رہے۔ کیونکہ یہ مسئلے بسا اوقات سیاسی مسئلوں سے بالکل ملے ہوئے ہوتے ہیں اور اس زمانہ کی سیاسیات کا چلانا اقتصادی مسائل کو سمجھے بغیر مشکل ہے مسلمانوں نے بحیثیت مجموعی اقتصادیات کی طرف وہ توجہ نہیں کی جو اس مضمون کا باعتبار اہمیت استحقاق ہے اور انھیں اس مضمون کے علمی اور فطری دونوں پہلوؤں کو سمجھنے کی خاص کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ اس کے بغیر اگر بعض سیاسی معاملات میں وہ کچھ بڑھیں گے بھی تو انھیں اصلی فائدہ نہیں پہونچ سکتا اس مضمون سے ملتا ہوا ایک اور مسئلہ ہے جس پر میں اپنی تقریر کو ختم کرنے سے پہلے مختصراً بحث کرنا چاہتا ہوں اور وہ صنعتی یا حرفتی ترقی کا سوال ہے یہ تو سب مانتے ہیں کہ اس ترقی کی ضرورت ہے اور ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو درکار ہے۔ بلکہ مسلمانوں کو دوسرے سے کسی قدر زیادہ اس کی ضرورت ہے۔ حال میں کسی قدر ترقی اس بارے میں

ہوئی ہے مگر عموماً سرکاری تحریکوں کے ذریعہ سے کچھ نتیجہ پیدا ہوا ہے خود لوگوں نے یا سیاسی رہنماؤں نے اس میں کماحقہ حصہ نہیں لیا زراعت اس ملک میں سب سے عام پیشہ ہے۔ اور بہت سے غریب زمیندار خاصکر میرے صوبہ میں مسلمان ہیں۔ ایک تحریک جس سے زراعت پیشہ لوگوں کو مدد مل سکتی ہے وہ امداد باہمی (کوآپریٹو) کی تحریک ہے۔ اور پنجاب میں اس تحریک کو خاص کامیابی ہوئی ہے۔ زمینداروں کو اس سے اپنے کاروبار میں خاص تربیت حاصل ہو رہی ہے میں نے سنا ہے کہ اور صوبوں میں بھی یہ تحریک اچھا کام کر رہی ہے۔ اور خاصکر بمبئی میں۔ مگر ضرورت یہ ہے کہ یہ تحریک عام ہو جائے اور جہاں موجود ہے وہاں اس کا کام تشدد سے جاری ہو تاکہ جو فوائد اس سے حاصل ہو سکتے ہیں پورے طور پر مترتب ہوں۔ میں یہ مشورہ پیش کرتا ہوں کہ امداد باہمی کا طریق پرائیوٹ سوسائٹیوں کے ذریعہ سے بھی زیادہ پھیلے۔ اور زراعت پیشہ لوگوں کے سوا دستکاریا اور غریب لوگ جو شہروں میں ہیں ان میں بھی رواج پا جائے۔ ایک دستکاری جو زمانہ دراز سے اس ملک میں لاکھوں آدمیوں کا ذریعہ معاش ہے وہ کرگاہوں پر کپڑا بننا ہے اور اس جماعت میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد ہے۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ اس صنعت کی طرف مسلمانوں کی توجہ بہت کم ہے کانگریس نے مہاتما گاندھی جی کے زیر اثر اس مطلب کے لئے کھدر کے استعمال پر بے شک زور دیا تھا۔ میری دیر سے یہ رائے ہے کہ گاندھی جی نے جن چیزوں کی تائید کی اس میں کھدر کا استعمال ایک بہت ضروری چیز تھی۔ مگر جس طرح اس کا پرچار کیا گیا وہ ایسا نہ تھا کہ اس سے کوئی مستقل نتیجہ پیدا ہو۔ مہاتما گاندھی نے سودیشی مال کی تائید کے شوق میں جب یہ کہا کہ اس کاؤں کے زمانہ میں چرخہ کاتیں اور اس کو اپنے سیاسی مذہب کا ایک جزو سمجھیں تو وہ میرے نزدیک مناسب حد سے تجاوز کر گئے انھوں نے نہ صرف یہ کہا کہ عورتیں دوبارہ اپنی دادیوں نانیوں کی تقلید کریں اور چرخہ کاتیں۔ بلکہ اس پر اصرار کیا کہ مرد بھی روزانہ کچھ دیر تک چرخہ کاتیں اور اس کو تہذیب نفس کا ذریعہ بنائیں۔ قدرتی طور پر اس کا ردعمل ہوا۔ اور بہت سے ایسے لوگ جنھوں نے خود کانگریس میں اس مضمون کی تجاویز پاس کیں اس پر عمل کرنے سے گھبرانے لگے اس طرح گو بہت سے بڑے بڑے کانگریسی اور خلافتی لیڈروں نے خود کھدر پہن کر پبلک کے سامنے ایک قابل تقلید مثال پیش کی مگر آخر اس رسم کی ہر دلعزیزی میں اس بات سے خلل آگیا کہ کھدر پوشوں نے ترغیب کے ذریعہ لوگوں کو اس طرف مائل کرنے کی بجائے اس کے رواج میں زبردستی سے کام لینا شروع کیا اور اسے بھی ایک قسم کا مذہب بنا دیا۔ ان دنوں میں ایک ایسا زمانہ تھا کہ جب کوئی شخص کھدر کی وردی کے بغیر

سیاسی جلسے میں بار نہیں پا سکتا تھا اور کھدر کی ٹوپیوں اور قمیصوں وغیرہ کی پوشش کیٔی منافقوں نے پہننی شروع کر دی تھی۔ اور وہ اُسے ستر عیب سفیدی چھپانے والی ضرب المثل کا مصداق سمجھتے تھے۔ اس سے کھدر کی تحریک میں تقویت ہونے کی بجائے کمزوری پیدا ہو گئی۔ مگر اب وہ زمانہ آ گیا ہے کہ وہ لوگ جو اس بات کے معتقدین کہ تشدد کے ذریعہ سے کسی کو مجبور کرنے کی نسبت زیادہ کام تحمل سے لیا جاسکتا ہے وہ آگے بڑھیں اور دیسی ساخت کی چیزوں کی مقبولیت کو معقول اور کاروباری طریقے سے عام کریں۔ یہ وہ کام ہے جو کانگریس اور لیگ بلکہ سب پبلک تحریکیں مل کر کر سکتی ہیں۔

آپ بیتی

(از جوہر صاحب بریلوی)

یہ ایک مثنوی ہی جو مصنف نے سودمند کانفرنس میں پڑھنے کے لیئے تیار کی تھی لیکن اتفاق سے شریک کانفرنس نہ ہوسکے۔ اور مثنوی بھی دفتر کانفرنس میں ڈاک کے ذریعے اس وقت پہونچی کہ درج پروگرام نہ ہو سکی۔

اگرچہ یہ مثنوی مصنف کی مصیبت کا نوحہ اور قرض دوست احباب کے لیئے تازیانہ عبرت ہی لیکن پھر بھی مثنوی سے پہلے یہ شعر ضرور پڑھ لیجئے۔

نالۂ درد اے قمر کوئی سُنے تو ہو اثر
یہ تو پھر اُس کے بعد ہی سوز ہو یا گداز ہو

افریقہ کا مردم خور درخت

جاندار اک درخت ہی شہ زور
نام ہی اُس شجر کا مردم خور

وطن اُس کا ہی ملک افریقہ
ہی یہ دستور قوم وحشی کا

کوئی یورپ کی گوری لڑکی حسین
ہاتھ لگ جاتی ہی اُنھیں جو کہیں

دیتے ہیں اُس کی اس شجر کو بھینٹ
لیتے ہیں اس کے پتے اُس کو لپیٹ

جُھرجُھری لیکے وہ درخت اِک بار
ہی چبھو دیتا اُن میں اپنے خار

یہ شجر صرف گز بھر اونچا ہی
اور تنہ اُس کا خوب موٹا ہی

اور پتے بھی اُس میں ہوتے ہیں چار
موٹے چوڑے دراز کانٹے دار

پشت کی جانب اُن میں ہیں کانٹے
سخت کانٹے ببول سے بھی بڑے

اور کچھ تار سوت کے جیسے
ہیں معلق درخت سے لٹکے

جھومتے رہتے ہیں ہوا میں سب
مشکیں کس لیتے ہیں شکار کی اب

باجے گاجے ہیں اس کی چیخ پکار
چھٹنے پاتا نہیں کوئی زنہار

کام اُس کا تمام ہوتا ہی
ختم پھر اژدھام ہوتا ہی

گر کوئی بھیٹ خود نہ لے یہ شجر — تو نہ پہنچائے گا کچھ اُس کو ضرر
باندھتا ہی نہ کچھ ستاتا ہی — اور شکار اُس کا باہر آتا ہی

ہندوستان کا مردم خور درخت

ہی وہاں تو فقط یہ ایک شجر — ہند میں یہ درخت ہی گھر گھر
سود در سود کا شجر پر زور — ہند کا ہی "درختِ مردم خور"
لوگ جو اس کی بھیٹ چڑھتے ہیں — اپنی یٰسین آپ پڑھتے ہیں
اور قاتل درختِ افریقا — ہی کوئی بھیٹ چھوڑ بھی دیتا
لیکن اس کی جو بھیٹ کو پہونچا — فی صدی ایک بھی نہیں بچتا
ہند کا یہ منش بھکشک ہی (مردم خور) — مسلموں کا پران گھاتک ہی (جاں ستاں)
سود در سود کانٹے اُس کے ہیں — بھیٹ کے تن بدن میں چُبھتے ہیں
اور جکڑنے کا تار اور ریشہ — ہیں رقوماتِ غیر مندرجہ
کوئی مدیون غیر خواندہ ہی — لالہ جی پر مگر بھروسا ہی
سود جو ماہوار دیتا رہا — کورا اُس سے رہا بہی کھاتا
وقت جس دم حساب کا آیا — ان رقومات کا پتہ نہ لگا
یہی تار اور کانٹے اس کے ہیں — چوستے خون اور جکڑتے ہیں
اس طرح سارا خون چوس لیا — گر پڑا وہ غریب مردہ سا
کل یہاں جیلخانہ میں اس نے — دو مسلمان بھیٹ لے ہی لئے
گاؤں کے دونوں کاشتکار تھے وہ — ایک بنئیے کے قرضدار تھے وہ
غالباً اُس کی سخت گیری سے — آ کے تنگ اُس کو قتل کر بیٹھے
ورنہ یہ خوب اُن پہ روشن تھا — قتل سے قرض اُتر نہ جائے گا
سود در سود پر ہو کچھ اصرار — یا عدمِ اندراج پر تکرار
کچھ رقم اصل و سود میں لی ہو — نہ بہی کھاتہ پر چڑھائی ہو
وہ تو پھندے میں چار آئے تھے — ہائی کورٹ سے دو تو چھوٹ گئے

ایک کے بدلے دو کو پھانسی ملی | قرض کی باقی رہ گئی گٹھری
ان کی جائداد کھیتی باڑی سے | اُس کے وارث وصول کر لینگے
دو تو یہ اپنی جان ہی سے گئے | بال بچے مریں گے اب بھوکے
چار کے چار یہ مسلماں تھے | سود دینے کے مرد میداں تھے
فی صدی ایک پر نہ ہوگا قرض | باقی ننانوے پہ سود ہی فرض
سود کے ہاتھوں ہو رہے ہیں تباہ | نہیں بتلاتا کوئی ان کو راہ
سود لیتے نہیں کہ ہے ملعون | دیں گے البتہ سود دونا دون
دیتے کیوں ہو اگر نہیں لیتے | مٹ گئے تم تو صرف دینے سے
لینے سے منع کرتے ہیں علماء | دینے سے روکتے نہیں حاشا
اے مسلمانو ہوش میں آؤ | قرض صرّاف سے نہ ہرگز لو
سود در سود کا ہے اُور نہ چھور | ہے یہ بے شک درختِ مردم خور
لینا ناجائز اور دینا روا | کس نے تم کو سکھا دیا اُلٹا
بینک امدادی ہوتے آج اگر | کیوں یہ آتیں مصیبتیں ہم پر
نہیں موقوف کچھ انہی پر ہے | سود کی یہ بلا تو گھر گھر ہے
غیر ملکی جو اب تجارت ہے | سود دینے کی سب میں شرکت ہے
مال آتا ہے جو ولایت سے | بینک پر اُس کے ہیں "ڈرافٹ" آتے
سود یوم ادائگی تک کا | اصل قیمت پہ خود ہی لگ جاتا
آپ اگر سود سے بچا چاہیں | اس تجارت کو پہلے ترک کریں
سارے سوداگران پنجابی | اور تجار شیخ ستیہ بھی
سود کے دینے پر ہیں سب مجبور | چھوڑیں یہ کام اگر نہیں منظور
کچھ تجارت پر انحصار نہیں | سود بن کوئی بیڑا پار نہیں
جنھیں کہتے ہیں آپ مومن زاد | سود دینے میں سب کے ہیں استاد
سوت لائیں گے سود کے اوپر | دیں گے یہ سود پارچہ بن کر
ہے اسی طرح کاشتکار غریب | مر گیا بیل پھوٹے اُس کے نصیب
سود پر لے اگر نہ بنیئے سے | کاشتکاری سے ہاتھ دھو بیٹھے

گھر میں دانہ کا نام جب نہ رہا　　کھیت پر بس ہے آسرا اُس کا
فصل جب تک نہ کاٹ کر لائے　　لے اُچاپت پہ غلّہ بنیئے سے
سُود سے کس طرح ہو چھٹکارا　　سود سے کیا بچے گا بیچارا
ہاں! یہ ہے سود مند کے ذمّے　　کوئی تدبیر سود کی سوچے
ورنہ پھر یہ درخت مردم خور　　ق　جس پہ چلتا نہیں کسی کا زور
قومِ مسلم نگل کے دم لے گا　　اور قوموں سے بھیٹ کم لے گا
کیونکہ وہ لین دین کے اندر　　ہیں برابر بحق ہمسر یکسر
اور یہ دینا جانتے ہیں خوب　　سود لینا یہاں ہے بس معیوب
نہر وہ جلد سوکھ جائے گی　　جس میں بھرتی کبھی نہ آئے گی
ر جیسے ہوں کھلے ہوئے دو چند　　پانی آنے کا راستہ ہو بند

اس دم خور درخت کی بھیٹ سے میں کیونکر بچ نکلا؟

میں بھی اک بار بدنصیبی سے　　چڑھ گیا اِس درخت کے ہتّے
قرض میں تو کبھی نہ لیتا تھا　　ایک سُنا گر نے پھنسایا تھا
پانسو لیکے بعد مدت کے　　اُس کو بھگتایا اونے پونے سے
پھر بھی سَو کی رقم رہی باقی　　بعد دو سال ڈیڑھ سو پہ گئی
ہوا زیور سے اصل و سود زیادہ　　کرنے صراف اب لگا فریاد
سُود بھگتائیے گا مولینا　　تم پہ نالش وگرنہ کر دونگا
میں نے اُس سے کہا سوا سو لے [۱۲۵]　　ورنہ جا مجھ پہ نالش اب کر دے
پاس ہی تیرے کیا ہے جو لے گا　　بندہ اتنا لونٹ ہو لے گا
ورنہ زیور کو بیچ لے یا نار　　ایک سو دس لگے ہیں لے ناچار
پندرہ میں تو دے رہا ہوں زیاد　　ہے فضول اس پہ داد اور فریاد
میری چالوں سے بس میں وہ آیا　　ورنہ میں بھیٹ چڑھ چکا ہی تھا
میں نے پچیس بھگتے اور اُس نے　　اپنے پچیس [۲۵] سود کے کھوئے
نفع میں وہ رہا بہر صورت　　سود وہ لے مرا بہر صورت
سود بخشا کہیں نہیں جاتا　　میں ہی قسمت سے اپنی بچ نکلا

تاجر فائدہ اٹھائیں

کیونکہ اب سومند کی اشاعت اس قابل ہو گئی ہے کہ اس میں اشتہار چھپوانے کا وہی نتیجہ ہوگا جو ملک کے جانے ہیں یعنی سومند اب ہر مشہور قصبے سے لیکر ہر ضلع میں اور یہ بہ مس حتیٰ کہ ہندوستان سے باہر بھی نہایت معقول تعداد میں جاتا ہے اور کاروباری طبقے والے خصوصیت سے اس کو منگاتے ہیں اور قابل اعتبار سمجھتے ہیں البتہ ایسے اشتہارات سومند میں شایع نہ ہوں گے جن میں اشیاء کی تعریف کا انحصار مبالغوں پر ہو یا جن میں فائدے سے زیادہ اعتبار اور خوش معاملگی کی پروا نہ کی جائے۔

مقدار	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چہارم صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

چوتھائی صفحے سے کم کی اجرت فی سطر آٹھ آنے (۸ر)

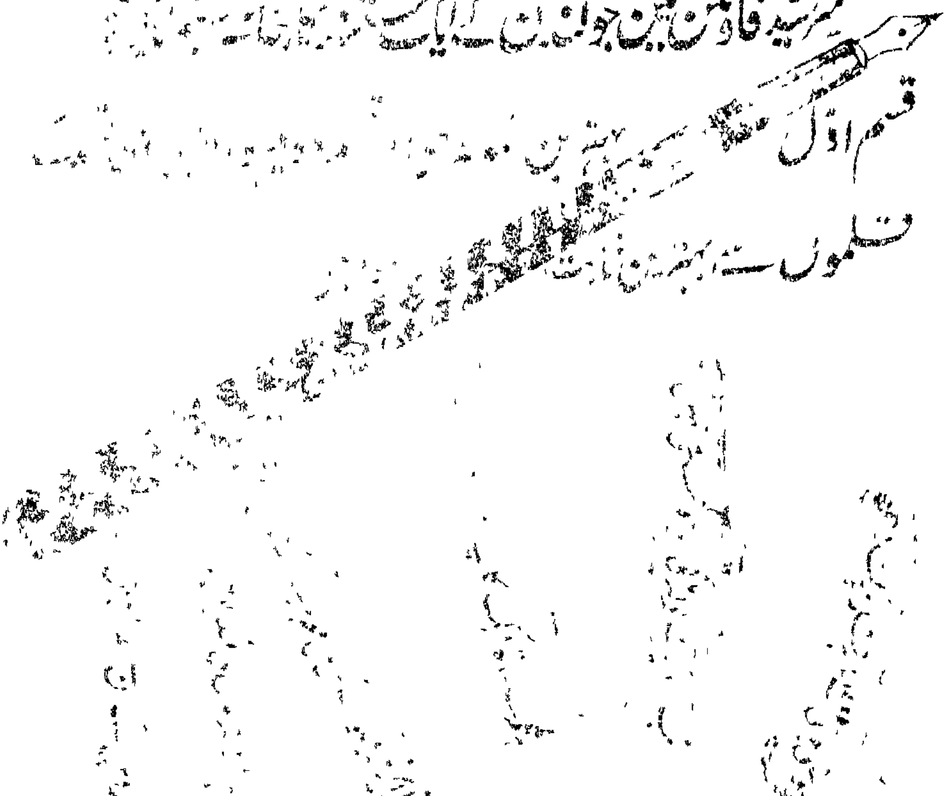
منیجر رسالہ سومند بدایوں

مسلم یونیورسٹی کی پنجاہ سالہ [illegible]

سرسید فاؤنٹین پین جو [illegible]

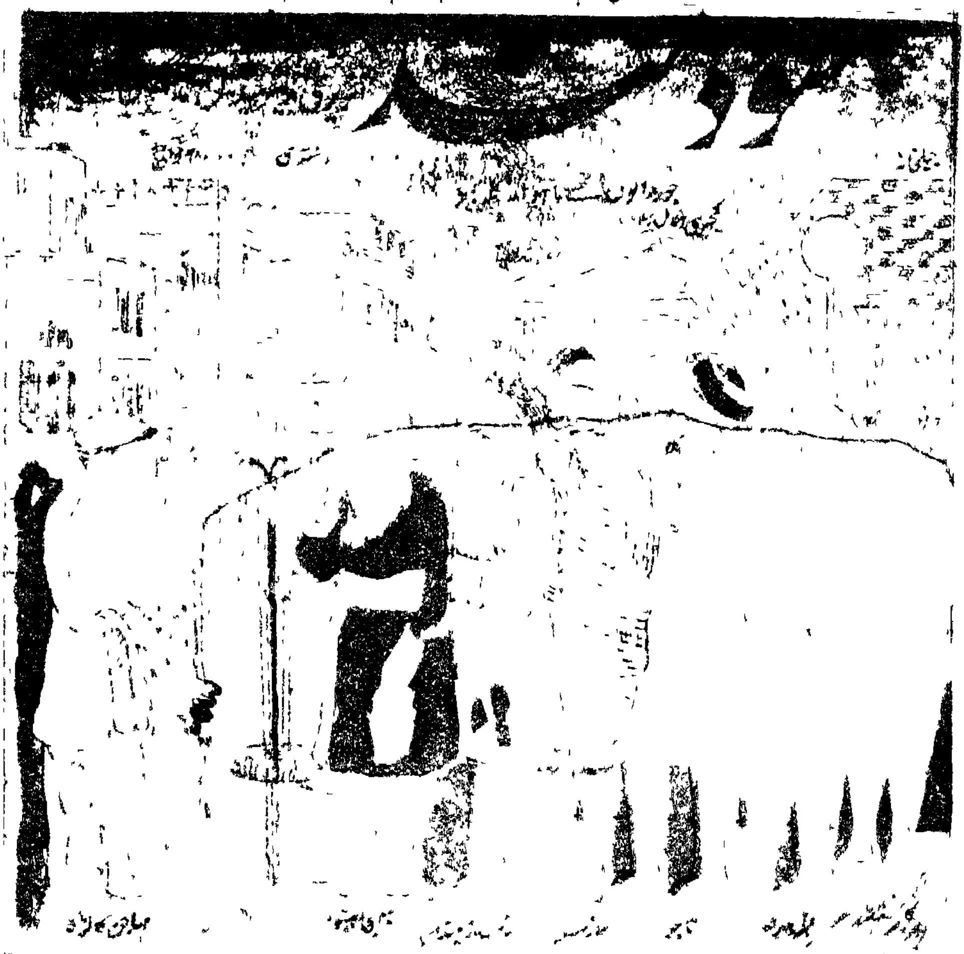
قسم اول [illegible]

قلموں سے [illegible]



سرسید فاؤنٹین پین

[illegible]



[illegible]

قیمت

[illegible]

سود ... [illegible]

مقاصد

(۱) افرادِ قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ [illegible]
[illegible] مسلمانوں کو افلاس و ناداری کی مصیبت سے
نجات دلائیں

(۲) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ
انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم
کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام [illegible]
[illegible] ملک کے ربا کو جو ہر پہلو [illegible] حرام [illegible] مٹا دے۔

(۳) فضول اور بیہودہ رسم و رواج کی اصلاح کرنا
اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا

(۴) مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی [illegible]
[illegible] حالت کے متعلق معلومات بہم پہنچانا
[illegible] کاروبار و تجارت [illegible] مسلمانوں کو آگاہ کرنا

(۵) مسلمانوں کی صنعتی [illegible] ترقی اور عام
سود کے متعلق مضامین شائع کرنا۔

[illegible]

قواعد خریداری سود مند

۱۔ سود مند کی سالانہ قیمت [illegible] وہ بالعموم
ہر مہینے کے وسط میں شائع ہوتا ہے۔ اس لئے نہ پہنچنے
کی اطلاع ۲۵ تاریخ تک آنی چاہئے۔ اس
کے بعد کی شکایات [illegible]
[illegible]

۲۔ رسالہ کی درخواست [illegible] قیمت [illegible] رسالہ [illegible] صرف اجازت
[illegible] سود مند [illegible] جس [illegible] کیا جائے
کے پاس بھیجی جائے اور [illegible] متعلقہ [illegible]
کی بابت [illegible] سود مند [illegible] والوں سے [illegible] جائے

۳۔ مضامین سود مند میں شائع ہونے کے لئے اگر کوئی صاحب [illegible]
۱۔ [illegible] اخبارات و رسائل [illegible] سود مند بدایوں [illegible] ضرور [illegible]
میں بھیجے جائیں

۴۔ تین مہینے سے کم کے لئے پتہ تبدیل کیا
جائے تو اس کے [illegible] میں انتظام کیا جائے

۵۔ [illegible]
کیا جائے گا [illegible] خریداری [illegible]
[illegible] کی جائے گی

۶۔ خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھا جائے

۷۔ اطلاع خریداری کے ساتھ یہ بھی لکھا جائے کہ
پچھلے نمبر بھی بھیجے جائیں یا نہیں جن کی ابتدا جون [illegible]
سے ہوتی ہے۔

المشتہر

۸۔ جو صاحب ایک سال تک باقاعدہ خریدار [illegible]
[illegible] ایک سال [illegible]
[illegible] سود مند کے خریدار [illegible]
[illegible] وغیرہ کا حال [illegible]

۹۔ [illegible]

مطالعہ سود مند

رسالہ جواز سود مع فتاویٰ

جس میں مختلف طریقے [illegible] سود کی حقیقت [illegible] سود کا [illegible]
تجارتی سود کے جواز کی [illegible] علمائے کرام [illegible]
کے [illegible]
[illegible]
[illegible] اور سو جلدوں کی قیمت [illegible]

رسالہ مالی اصلاح

جس میں [illegible] اس کو جمع کرنے اور بڑھانے کے متعلق
طریقے مفصل طور [illegible] بتائے گئے ہیں۔ قیمت [illegible]
مسئلہ سود اور مسلمانوں کا [illegible]

۱

سودمند

جلد ۳	فروری ۱۹۲۷ء	چندہ سالانہ عام
نمبر ۲		قیمت فی پرچہ ۳

فہرست مضامین

ناداروں کی فریاد زرداروں سے

(از محمد قمر الحسن صاحب قمر بدایونی)

کیوں عیش کے متوالو یہ بھی کبھی سوچا ہے — کیا رنگ ہے دنیا کا کس رنگ میں وہ نبھا ہے
کیا قوم کی حالت ہے کیا حال گھروں کا ہے — کیا کھاتے ہیں کیا اُن کی روزی کا سہارا ہے
کس طرح وہ جیتے ہیں کس حال میں رہتے ہیں
کچھ چین بھی ملتا ہے یا رنج ہی سہتے ہیں

بھولے سے کبھی تم نے بیووں کی خبر لی ہے — مجبور یتیموں کو تسکین کبھی دی ہے
کنبے کے غریبوں کی امداد کبھی کی ہے — پوچھا ہے کبھی اُن سے کیا تم پہ گزرتی ہے
مانا کہ وہ بدقسمت افلاس کے مارے ہیں
پھر بھائی ہو تم اُن کے وہ بھائی تمہارے ہیں

کس کام کی ہم قومی کس کام کا یہ ناتا — رحم اُن کی تباہی پر جب تم کو نہیں آتا
ہمدرد جو ہو اُن کا وہ پاس نہیں جاتا — مرزق ہے تو دُنیا میں لالہ کا ہی کھاتا
قرضے سے مدد لیکر جو دام کماتے ہیں
کچھ اصل میں جاتے ہیں کچھ سود میں جاتے ہیں

افسوس کہ محنت بھی آتی نہیں کام اُن کے — لالہ کے مقدر میں لکھ جاتے ہیں دام اُن کے
مزدور غریب۔ عاجز دنیا میں ہیں نام اُن کے — مجہول۔ ذلیل۔ احمق ہیں عرف عام اُن کے
لڑکے ہوں تو پڑھنے کی تدبیر نہیں ہوتی
لڑکی ہو تو کچھ اُس کی توقیر نہیں ہوتی

کنبے میں کسی گھر سے پیغام نہیں آتے — افسوس اقارب بھی کچھ کام نہیں آتے
کس روز غریبی پر الزام نہیں آتے — یہ جرم ہے اس گھر میں کچھ دام نہیں آتے
مفلس ہو جو ماں اُس کو خالا بھی نہیں کہتے
بہنوئی کو سالے کا سالا بھی نہیں کہتے

بھائی کو غریبی میں نظروں سے گراتے ہیں — پوچھو تو پسر اپنی ماما کا بتاتے ہیں

اس طرح غریبوں کے رشتوں کو چھپاتے ہیں   جس طرح کہ چوری کی دولت کو دباتے ہیں
دادی کو فلاکت میں نانی بھی نہیں کہتے
نادار مامی کو دائی بھی نہیں کہتے

ارذل جو تونگر ہو وہ باپ سے بہتر ہے   مفلوک پدر گویا خسر اِل کا نوکر ہے
کہتے ہیں چچا اُس کو چنگی کا جو ممبر ہے   ماموں ہے جو چپراسی انّا کا وہ دیور ہے
بہنوں کو لقب بھائی دیتے ہیں کنیزوں کا
یہ حال ہے رشتوں کا یہ رنگ عزیزوں کا

پوچھو جو سبب اس کا ظاہر ہے کہ ناداری   ناداری کا باعث ہے مجبوری و بیکاری
ہے موجب بیکاری ادبار کی بیماری   ادبار کی ضامن ہے زرداروں کی بیزاری
ہیں قوم میں جو ان کی ذی عزت و باثروت
ہو کچھ بھی حیا اُن کو ہو کچھ بھی اگر غیرت

مدفون خزانوں سے لیں کام تجارت کا   یورپ سے چلن سیکھیں تکمیل معیشت کا
انجن ہوں مشینیں ہوں چرچا ہو ریاضت کا   ہر گھر میں دساور ہو انسان کی راحت کا
سب کارکن اپنے ہوں فرم اپنے ہوں نام اپنے
سرمایہ قومی سے چلتے رہیں کام اپنے

بیکار جو ہم میں ہیں باکار نظر آئیں   ایک ایک کے آپس میں غمخوار نظر آئیں
جو قوم میں مفلس ہیں زردار نظر آئیں   ہر سمت ترقی کے آثار نظر آئیں
افراط ہو پیشوں کی غلّے کی ہو ارزانی
ہر شعبے میں کام آئے دولت کی فراوانی

کم مائیگی رخصت ہو مسدود جہالت ہو   مفقود ہمیشہ کو یہ باہمی نفرت ہو
ایک ایک کی ثروت سے اک ایک کو ہمت ہو   محفوظ شرافت ہو مذہب کی حفاظت ہو
دُنیائے فلاکت میں جو سنبھال نظر آئے
سب قوم قمر اپنی خوشحال نظر آئے

سنت نبوی

رسول کریم صلعم کے معمولات کا دوسرا نام سنت ہے۔ ان سنتوں کی تفصیلات دینیات کی کتابوں میں درج ہیں۔ مبارک ہیں وہ مسلمان جنھیں اُن پر عمل کرنے کی توفیق ہوتی ہے۔ افسوس کہ سنت نبوی کے عالموں کی تعداد روز بروز گھٹ رہی ہے اوّل تو حصول معاش کے لیئے زندگی کی کشمکش میں زیادتی پھر بالخصوص مسلمانوں کی اس کشمکش میں ناکامی اور اُس ناکامی سے افسردگی اور پژمردگی نے جو اُن پر طاری ہو رہی ہے انھیں اس قابل بھی نہیں رکھا کہ عادات سے وہ روحانی لذت اُٹھا سکیں۔ مسلمانوں کے مذہب کا طغرائے امتیاز یہ ہے کہ وہ روحانیت کے ساتھ مادیت میں مدد رہا ہے۔ چنانچہ اسلام کے ابتدائی دور میں باوجود دولت سے نفور کے مسلمانوں پر دولت کی ایسی بوچھار ہوئی کہ مکہ معظمہ کی گلیوں میں مسلمان جھولیوں میں سونا بھر کر آوازیں لگاتے پھرتے تھے اور کوئی اُس کا لینے والا نہ ملتا تھا۔ یوں کہنے کو تو اب بھی مسلمانوں کو دولت سے نفور ہے اور اُس کی برائیوں سے اُن کی کتابوں کے صفحات پُر نظر آتے ہیں۔ اور تقریروں اور مضامین میں موجودہ تمدن اور ثروت کی خوب خوب مذمتیں ہوتی ہیں۔ مگر ان مذمتوں کی مثال ایسی ہے کہ ایک تھکا ہوا آدمی پیادہ پا جاتا ہے اور اُس کا سفر ختم ہونے میں نہیں آتا۔ اُس کے پیچھے سے بائیسکلیں اور موٹریں آتی ہیں اور چند منٹ میں میلوں آگے چلی جاتی ہیں اور وہ دیکھتا کا دیکھتا رہ جاتا ہے اور اپنے دل کی تسلی کے لیئے کہتا ہے کہ بائیسکل کی جب پھونک نکل جاتی ہے تو سوار خود بائیسکل کو سواری دینے اور اُسے کندھے پر اُٹھانے پر مجبور ہوتا ہے۔ اور موٹر جب خراب ہو جاتی ہے تو اُسے کھینچنے کے لیئے بیل لانے پڑتے ہیں۔ اور جب وہ لڑ جاتی ہے تو سواریوں کی زندگی کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ مگر باوجود ان مذمتوں کے اگر اس غریب راہ گیر کو موٹر کی سواری کا موقعہ ملجاتا ہے تو گاؤں کی چوپال میں بیٹھ کر اُس کی خوب خوب تعریفیں کرتا اور اُس پر فخر کرتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ خلف اور سلف کے غربا میں کیا فرق ہے۔ خلف کے غربا کی تو یہ حالت ہے جو سائیکل اور موٹر کی مثال میں بیان کی گئی۔ یہ لوگ دوسروں کی دولت و ثروت دیکھنا گوارا نہیں کرسکتے۔ اگر محلہ میں کوئی شخص باہر سے کچھ کما کر لاتا ہے تو مشورے کرتے ہیں کہ کس طرح اُس کے روپیہ کو خرچ کرانا چاہیئے کوئی مقدمہ اُس کے پیچھے لگا دیا جائے کسی طرح اُس سے کچھ اینٹھا جائے تاکہ وہ بھی

سب کی طرح ننگا اور مفلس ہو جائے۔ اگر کہیں دعوت ہو تو معہ بال بچوں کے جا پہونچیں گے اور کھانے پینے کے بعد موقعہ ملے تو کچھ ساتھ باندھ لائیں گے اگر کسی مجلس یا محفل میلاد شریف میں جانا ہو تو لڑ لڑ کر کئی کئی حصے لیں گے۔ برخلاف اس کے سلف کی غربت کی یہ حالت تھی کہ گھر میں ایک دن سے زیادہ کھانے کا سامان نہ ہوتا تھا اس پر بھی "نیم نان گر خورد مرد خدا

بذل درویشاں کند نیم دگر"

پر عمل تھا چٹائی پر بسر کرتے حتےٰ کہ اُس کے نشانات جسم پر پڑ جاتے۔ فاقہ سے پیٹ پر پتھر باندھنے پر مجبور ہو جاتے اور جب بھوک زیادہ ستاتی تو ایک پتھر پر دوسرا پتھر باندھ لیتے اور اسی حالت میں خندق کھودتے، اس لئے نہیں کہ آجکل کے مسلمان مزدوروں کی طرح کہ جو کچھ ملا اُس سے جو بازار میں جاکر کباب فیرینی اور ملائی کی برف کھا آئے اور بچّے گھر میں بھوک سے بلبلایا کریں بلکہ اصحاب سلف اس لئے محنت و مشقت سے خون پسینہ ایک کر دیتے تھے کہ اُس سے اپنی قوم کے افراد کو اُبھاریں، انھیں قیصر و کسریٰ کے ملک پر قابض کر کے دُنیا پر اپنی قوم کو غالب کر دیں یہی اُن کی زندگی کا مقصد تھا جس میں بالآخر وہ کامیاب ہوئے ہمارا نصب العین ہے "اپنی ذات کے لئے جینا" اور اُن کا نصب العین تھا

" دوسروں کو ابھارنے کے لئے جینا"

بقول مولانا حالی ؎

تن پہ تھا فاروق اعظم کے پھٹا کرتا مگر

قوم کی خاطر بھری زیست نہ لیکر ملکِ جم"

پس اگر تمام عبادات، سنن رسول صلعم، اور آثار صحابہ پر عمل کرنے کی تہ میں وہ نصب العین نہ ہو جو سلف کے مسلمانوں کے ہر وقت پیش نظر رہتا تھا، تو وہ سب بیجان اور بے نتیجہ ہیں، اور یہی ہماری پست حالی کا سبب ہے۔ واللہ اعلم

طفیل احمد

شان فاروق

ارتداد کا سب سے بڑا سبب
سود مند کانفرنس میں ڈاکٹر کچلو کی تقریر

آپ نے فرمایا کہ میں ان علماء کرام سے جو حالات حاضرہ سے بے خبر ہیں اور جن کی وسعت نظر صرف مساجد و مدارس تک محدود ہے درخواست کرتا ہوں کہ وہ جاکر مسلمانوں کی عام اقتصادی حالت کا اندازہ کریں میں خدانخواستہ تمام علماء کرام کے متعلق نہیں کہتا کہ وہ حالات حاضرہ سے بے خبر ہیں لیکن وہ لوگ جو حالات سے آگاہ نہیں ہیں ان کو مخاطب کرتا ہوں اور گزارش کرتا ہوں کہ آپ ہندوستان کے طول و عرض میں جاکر مسلمانوں کی حالت دیکھئے اور اس کے بعد احکام نافذ کیجئے

آجکل کتنے ایسے غریب مسلمان ہیں جن کو کھانے کو روٹی میسر نہیں ہے جو یہ نہیں جانتے کہ پیٹ بھر کر کھانا کسے کہتے ہیں۔ جن کو یہ نہیں معلوم کہ اگر صبح کو کھانے کو مل گیا تو شام اپنے ساتھ کیا مصائب لائیگی آپکو کیا یہ معلوم ہے کہ مسلمانوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو ایمان لانے کے بعد مرتد ہونے کے لئے تیار ہو لیکن فاقہ کشی کے مصائب کا مقابلہ وہ نہیں کر سکتے اور ارتداد کا سب سے بڑا سبب یہی ہے۔ وہ مہاجن جو قرض دیتے ہیں ارتداد کے سب سے زیادہ کامیاب ایجنٹ ہیں۔ جب ایک مسلمان کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوتا ہے کہ اگر وہ تبدیل مذہب نہیں کرتا تو اس کی جائداد اور اس کا مکان سب قرق ہوا جاتا ہے۔ اور رشتہ کل سے بے یار و مددگار ہو جائے گا۔ تو اس پر شیطان کا قابو پالینا کچھ دشوار نہیں ہوتا۔ اور اس امتحان میں کامیاب ہونے کے لئے جس استقامت کی ضرورت ہے وہ بھی روپیہ چاہتی ہے کہاں ہے آپ کے پاس سرمایہ کہ آپ اس سے دینی تعلیم کو عام کر سکیں؟ جس سے آپ صحیح معنوں میں مبلغ تیار کر کے اقصائے عالم میں بھیج سکیں؟ جس سے آپ نومسلموں اور دیگر جاہل اقوام کی تعلیم و تربیت کا صحیح انتظام کر سکیں اس وقت آپ کا ہر قومی کام تربیت یافتہ کارکنوں کا محتاج ہے لیکن اس اقتصادی بیچارگی کے عالم میں اس کا علاج کیونکر ممکن ہے۔

مسلمانوں کے لئے تجارت کی ضرورت ہے۔ تجارت اسوۂ رسولؐ ہے۔ جس کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ جو چیز مسلمانوں کے لئے سنت بھی ہے اور ذریعہ ترقی بھی، اس سے کوتاہی کرنا سچے مسلمان کے شایان شان نہیں۔ آپ جاکر کلکتہ بمبئی اور خود اپنے شہر دہلی میں دیکھئے آجتک تجارت کا یہ طریقہ ہے کہ ایک جگہ پر دفتر کھلا ہوا ہے اور بجائے اس کے کہ ہر چیز کو خرید کر اس کی فوراً قیمت ادا کر دیجائے

کسی بنک کی ضمانت دیدی جاتی ہے۔ بنکوں کے ذریعہ ہی تمام اقصائے عالم سے تجارت کی جاتی ہے۔ ہندوؤں کے بنک موجود ہیں اور اس لیے ان کے تجارتی کاروبار چلتے ہیں لیکن مسلمانوں کے پاس ایک بھی بنک نہیں ہے۔ لہذا انھیں کاروبار میں بہت مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے ان کو دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ سرمایہ لگانا پڑتا ہے اور بااین ہمہ کم منافع ملتا ہے۔ اگر اس مسموم فضا میں کسی قوم کے بنک مسلمانوں کو بائیکاٹ کردیں۔ تو پھر ان کی تجارت کا خاتمہ ہے ایک طریقہ تجارت کا یہ ہے کہ بنک کے پتہ پر مال کی بلٹی آجاتی ہے اور بنک کے ذریعہ سے چھڑالی جاتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو تجارتی ترقی ممکن نہیں ہے۔ جب بنکوں کے ساتھ کاروبار کرنا ناگزیر ہے تو پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلم بنک کیوں نہ قایم کیئے جائیں۔ ترکی مصر و ایران کے علماء نے اس ضرورت کو عرصہ سے محسوس کر لیا ہے۔ اور ہندوستان کے علاوہ قریب قریب تمام متمدن اسلامی ممالک نے بنکوں کو قایم کرکے یہ ثابت کردیا ہے کہ جملہ علماء اسلام بنکوں کے قیام کو ناجائز نہیں سمجھتے۔ آخر میں آپ نے علماء سے اپیل کی کہ وہ مسلمانوں کی اقتصادی بربادی کا جو ہر قسم کی کمزوری کی اصل ہے خیال کریں اور مسلمانوں کو صحیح طریقہ عمل دکھائیں۔

خصلا خطوط

یہ کارڈ جس کی نقل ذیل میں درج ہے ایک طالبعلم کے جذبات کا حامل ہے جس نے اظہار خیالات کے ساتھ عملی ہمدردی کا بھی ثبوت دیا ہے طلباء میں سود کی تبلیغ کا یہ خیال قابل تعریف ہے۔ (ایڈیٹر)

کرم فرمائے ما۔ السلام علیکم۔ گزارش ہے کہ آپکے رسالہ جواز سود معہ فتویٰ کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ جگہ بہ جگہ دیہاتوں میں لوگوں کو مفت تقسیم کرنے سے مسلمانوں کی حالت بہت کچھ سدھرنے کی اُمید ہے لہذا التجا ہے اس جلد بذریعہ وی پی مرحمت فرمائیے علاوہ برین چونکہ ہملوگو کا فنڈ بوجہ طالبعلم ہونے کے بہت قلیل تعداد میں ہے اور جواز سود کی اشاعت کے واسطے بہت زیادہ کاپیوں کی ضرورت ہے اس لیئے ہم لوگوں کو مصارف برداشت کرنا دشوار ہوگا۔ لہذا ہم لوگوں نے سوچا ہے کہ ایک ایک ورق کا اشتہار جسمیں جواز سود کے خاص خاص مسئلہ فتاوے علماء معہ اسم شریف درج ہوں آپ سے اس کا مضمون بنواکر آپ ہی سے چھپوائیں اور اس کو جگہ بجگہ دیہاتوں میں تقسیم کرکے مسلمان بھائیوں کو پوری توجہ دلائیں لہذا اُمیدوار ہوں کہ اشتہار کا مضمون بناکر اس کی ایک نقل اس وی پی کے ساتھ روانہ کرنے میں تاخیر نہ کریں گے۔ تاکہ ہم لوگ یہاں کی حالت سے موازنہ کرنے والے آپکو چھاپنے کی اطلاع دیں اُمید قوی ہے کہ آپ ہم طالبعلموں کے حوصلہ کے بڑھانے اور ترقی دینے میں پورا حصہ لیں گے اور طریق اشاعت سے بھی مطلع فرمائیں گے۔

آپکا احسان مند۔ جملہ مسلمان بورڈرس

ہائی اسکول گیان پور بنارس اسٹیٹ۔

سود مند کی عملی ہمدردی کا قابلِ تقلید ثبوت

شاہ اظہار عالم صاحب تحصیلدار فتحپوری
کے قلم سے

تجارتی سودی کام جاری ہے۔ اور ایک سو جلد رسالہ جواز سود کی تمام مسلمانوں میں تقسیم ہو چکی ہیں مخالف و موافق گروہ ہر جگہ ہوتا ہے وہی حال یہاں کا بھی ہے میں نے مخالفت کی پرواہ نہیں کی۔ اور خاموشی و نیک نیتی سے اس کام کو کر رہا ہوں۔ جس کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں مفید نکل رہا ہے۔

میں نے مسلمان کاریگروں جلاہے۔ کنجڑے قصائی۔ چکوا۔ ڈفالی۔ جوگی۔ چھیپا۔ رنگریز۔ چوڑھار۔ بنداف کاسہ گر یعنی کمہار۔ یکہ والے۔ گاڑی بان۔ درزی۔ فقیر حجام۔ اور دیگر اہل پیشہ کاشتکار۔ تجارت پیشہ وغیرہ وغیرہ کو تجارتی سود پر روپیہ دیا ہے۔

اس اطراف میں ہندو مہاجن کم سے کم دو روپیہ اور زیادہ سے زیادہ سوا آٹھ روپے سیکڑہ سود لیتے ہیں۔ میں نے شرح سود مسلمانوں سے ۱۲ آنے سے ایک روپیہ سیکڑہ تک اور ہندوؤں سے ڈیڑھ اور دو روپیہ تک سے شروع کیا ہے۔ اگرچہ مجھے اس کام کو شروع کیے ایک سال کے قریب ہوتا ہے لیکن تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ کاریگر و تاجر مسلمانوں کی بچت میں اضافہ ہے۔ اور ہلکی سی خوشحالی بمقابلہ سابق شروع ہو چلی ہے۔

سب سے زیادہ مجھے مشکل یہ ہو رہی ہے کہ مسئلہ کفایت شعاری اُن کے ذہن نشین کیونکر کروں۔ بجز پروپیگنڈا کے اور کوئی ذریعہ نہیں ملا چنانچہ یہ پروپیگنڈا نہایت زور سے جاری کر دیا ہے۔ روزمرہ کی فضول خرچیوں میں تو کامیابی ہو چلی ہے مگر شادی و غمی میں ابھی تک میں کامیاب نہیں ہوا۔ اب میں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ شادی و غمی میں میں کسی مسلمان کو قرض نہیں دیتا اور صاف جواب دیدیتا ہوں کہ یہ وہ سود ہے جس کو خدا نے حرام کیا ہے اس سے لوگوں کے خیال میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا ہے اور کچھ لوگ غور کرنے لگے ہیں اور جن پر مجھے قابو تھا اُن لوگوں نے شادی میں خرچ نہیں کیا امید ہے کہ آئندہ ایک مہاجن کی حیثیت سے میں اس رسم فضول کو روک سکوں۔ کیونکہ اب مجھے تجربہ سے معلوم ہوا کہ مہاجنی اثر حکومت سے زیادہ ہوتا ہے۔ دُعا کیجیے کہ بار خدایا مجھے اپنی خاموش مشن میں کامیاب کرے۔

۲۔ ایک بڑا مسئلہ قابل حل باقی رہتا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں ملکر کام کرنے کی عادت ڈالنا

کیونکہ مسلمانوں میں ملکر کام کرنے کی عادت نہیں رہی۔ دو مسلمان ایک جگہ امن و امان کے ساتھ بیٹھ نہیں سکتے چہ جائے کہ ملکر کام کرنا۔ اس کام کو میں نے چھوٹی ذات والوں سے شروع کیا ہے اور اس کا پروپیگنڈا کیا۔ لوگوں کی خواہش معلوم ہوئی۔ اب ایک دستور العمل مرتب کر رہا ہوں جس کو جناب کی خدمت میں بغرض مشورہ و اصلاح پیش کرنے کی عزت حاصل کرونگا میرا ارادہ یہ ہے کہ ہر ہر قصبہ او موضع میں ایک ایک انجمن قایم کروں اور ہر انجمن میں علی قدر ضرورت مسلمانوں کے لیئے بحیثیت مہاجن کے روپیہ رکھدوں تاکہ انجمن سے مسلمانوں کو قرض دیا جائے اور ہر ممبر وصول کا ذمہ دار ہو۔ اگر کوئی مسلمان روپیہ لیکر بے ایمانی کرے تو اُس کو عدالتی کشاکش میں نہ ڈالا جائے بلکہ ابتداءً اُس کو حقہ پانی بند کرنے کی سزا انجمن سے دی جائے اگر اس میں بھی کامیابی نہ ہو تو پھر بدرجہ مجبوری عدالت کا رخ کیا جائے یہ خاکہ ذہن میں آگیا ہے جس وقت دستور العمل مرتب کر کے بھیجونگا تفصیلی کیفیت معلوم و واضح ہوگی۔

شاہ اظہار عالم

تصحیح

نہایت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ جنوری نمبر میں کاتب او مصحح کی غلطی سے سومند کانفرنس کی رپورٹ کا سلسلۂ ترتیب غلط ہو گیا ناظرین براہ کرم حسب ذیل تصحیح فرمالیں:۔

صفحہ ۱۱ سطر ۱۴ فقرہ "مسلسل کوشش کریں" پر خطبہ صدارت ختم ہو گیا اس کے بعد سلسلہ صفحہ ۱۵ سطر ۱۳ فقرہ "پنڈال کے ڈائس پر" سے شروع ہو کر صفحہ ۲۲ تک پہونچتا ہے۔ صفحہ ۲۲ سطر ۲۰ فقرہ "اٹھا سکتے ہیں" صفحہ ۱۱ سطر ۱۵ "مسلمانوں کی آمدنی" سے ملکر صفحہ ۱۵ سطر ۱۲ میں "جلسہ برخاست ہوا" پر ختم ہوتا ہے

آمدنی بڑھانے کے متعلق میاں بیوی کی صلاح کا نتیجہ

میاں بیوی میں کوئی آدھی رات تک آمدنی کی قلت پر بحث ہوتی رہی مگر اس کو ترقی دینے کی تدبیر کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔ آخر میاں نے کہا کہ تم گھبراؤ نہیں میں کل تخلیہ میں سوچ کر تمہیں کوئی معقول تدبیر بتلاؤنگا اتنا کہکر میاں نے بیوی کو تو خاموش اور سو جانے پر مجبور کیا لیکن خود گھنٹوں صورت حال پر غور کرتا رہا آخر صبح اُٹھکر اس نے بیوی سے کہا کہ لو آمدنی بڑھانے کی تدبیر میری سمجھ میں آگئی لیکن اس مقصد کے لیئے کسی قدر مجھے اور زیادہ تر تم کو کچھ زحمتیں گوارا کرنی ہونگی بیوی نے کہا میں ہر زحمت کے لیئے تیار ہوں۔ تم بتاؤ کیا تدبیر تمہاری سمجھ میں آئی۔ میاں نے کہا تم مجھے اپنے گھر کا خرچ لکھواؤ۔ پھر تدبیر بتاؤں گا۔ چنانچہ بیوی سے پوچھ پوچھ کر میاں نے اسی طرح سے فرد حساب تیار کی۔ کہ آٹا روزانہ ڈھائی سیر مہینے میں ایک من ۳۵ سیر۔ لکڑی روزانہ دو آنے کی۔ مہینے میں تین روپیہ بارہ آنے کی صرف ہونگی۔ اسی طرح تمام ضروریات خانگی کی ایک فہرست بنائی۔ اور پھر روزانہ خرچ کو ماہانہ پر اور ماہانہ کو سالانہ پر تقسیم کیا۔ کل صرفہ چھ سو روپیہ سالانہ قرار پایا لیکن گھر میں آمدنی کی صرف یہ صورت تھی کہ میاں ایک دفتر میں ساٹھ روپیہ ماہوار کے ملازم تھے۔ تنخواہ کے علاوہ کوئی منفعت نہ تھی۔ دفتر اس قدر دور واقع تھا اور کام کی یہ کثرت ہوتی تھی کہ ملازمت کے فرائض ادا کرنے کے بعد کوئی اور کام نہیں کیا جاسکتا تھا ساٹھ روپیہ کی رقم جو ماہانہ تھی اس میں کچھ پس انداز ہونا تو درکنار آٹھ دس روپیہ اور کبھی اس سے بھی زیادہ خرچ (قرض) ہوجاتا تھا۔ سو دو سو روپے قرض ہمیشہ چڑھا رہتا تھا۔ اور میاں بیوی اپنے احساس کی وجہ سے ہمیشہ رنجیدہ رہتے تھے۔ وہ نہ تو خوش ہوکر کبھی اچھا کھانا کھاتے تھے اور نہ خوش ہوکر اچھا کپڑا پہنتے تھے کیونکہ ان کو قرض داری کی ندامت ہر وقت افسردہ رکھتی تھی۔ بہر حال میاں نے سال بھر کے مصارف کا اندازہ کرنے کے بعد سال بھر کے وعدہ پر ایک دوست سے ۶۰۰ روپے قرض لیئے اور بیوی سے کہا کہ چھ سو روپے کی رقم ہے۔ تم گوشت پان اور ترکاری وغیرہ کو چھوڑ کر تمام چیزیں سال بھر کے خرچ کی خرید کرلو۔ لیکن ہر چیز اس کی فصل پر اور مناسب موقع پر منگاؤ۔ بیوی نے اس حکم کی تعمیل کی گیہوں فصل کے موقع پر ۲۵ من خرید کیئے گئے دالیں۔ چاول پیاز لہسن غرض ہر شے اپنے وقت پر پہنچائی منگائی گئی اور احتیاط کے ساتھ رکھی گئی۔ کتھا۔ چھالیہ۔ لونگ۔ الائچی وغیرہ

چیزیں بھی تھوک فروشوں سے اچھی طرح دیکھ بھال کر ایک ساتھ خرید کی گئیں۔ یہ سب سامان پوری حفاظت
کے ساتھ مکان کی کوٹھریوں میں رکھا گیا۔ پہلے مٹی کا تیل روزانہ آتا تھا اکثر منگائے گئے۔ پہلے دو پیسے کے پان
عند الضرورت آجاتے تھے اب ڈھولی سے کم نہیں آتے اسی طرح ضرورت کی تمام چیزیں سیروں اور منوں
کے حساب سے باقاعدہ خرید کر رکھی جاتی تھیں میاں نے ایک صندوق گولک کی طرح بنا کر بیوی کے حوالہ
کیا اور فرمایا کہ اس سامان میں سے ہر چیز بازار کے بھاؤ خرید کر جس قدر رقم ہو وہ اس گولک میں ڈالدو
اگر بیوی تعلیم یافتہ ہوتی تو شاید ایک باقاعدہ ریکارڈ ہر شئی کا رکھنا ممکن تھا۔ مگر بدقسمتی سے ایسا نہ تھا۔ تاہم
مجموعی حیثیت سے اندازہ دشوار نہ تھا۔ ایک سال ختم ہونے پر حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کیب
سے ڈیڑھ سو روپے کی بچت ہوئی جو جنس کی صورت میں موجود تھی۔ میاں بیوی اس طریقے سے بہت
خوش ہوئے اور انھوں نے آئندہ سال بھی اسے جاری رکھا میاں نے منافع کے ڈیڑھ سو روپے
اپنے دوست کو دیدیئے اور ان سے اجازت چاہی کہ باقیماندہ اپنے ساڑھے چار سو روپے ایک سال کے
لئے اور رہنے دیں چنانچہ اگلے سال بھی بدستور سابق انتظام کیا گیا۔ اور اس سال چیزوں کی خریداری
میں پہلے سے بھی زیادہ کفایت رہی۔ اور سال بھر کا حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ اب دو سو روپے
بچے جو جنس کی صورت میں موجود تھے چنانچہ یہ دو سو روپے بھی قرض میں دیدیئے گئے۔ اب تک کاروبار
گھر میں موجود تھا لیکن جب محلہ والوں کو اس کا حال معلوم ہوا کہ ان کے ہاں تمام لوازم زندگی
عمدہ سے عمدہ اور بنیوں کی دوکانوں سے کہیں بہتر موجود رہتے ہیں تو انھوں نے پہلے پہل بطور
قرض اشیا منگوالیں اور پھر بقیمت خریداری کی خواہش کی۔ میاں بیوی نے باہم صلاح کر کے اس طریقے
کو منظور کر لیا۔ اب کے تمام چیزیں دونی مقداروں میں فراہم کی گئیں۔ اور پھر بھی ناکافی ثابت ہوئیں۔ اگلے
سال چوگنی مقدار اختیار کی گئی۔ اور پھر منافع کا حساب لگایا گیا تو سال میں آٹھ سو روپے کا منافع ہوا۔
رفتہ رفتہ تمام مکان ایک گودام معلوم ہونے لگا۔ اور مکان کے رہنے والوں نے آسائش کے ساتھ رہنے
کے لئے مکان کی تعمیر میں کچھ اضافہ کیا۔ دو خادمہ عورتیں رکھیں۔ دو سال کے بعد یہ حالت ہوئی کہ
میاں کی تنخواہ تمام بچ رہتی تھی۔ اور گھر کی جملہ ضروریات پوری شان و شوکت کے ساتھ اس گھریلو کاروبار
سے پوری ہو جاتی تھیں بلکہ کچھ پس انداز بھی ہو جاتا تھا۔ چھ سات سال کے عرصہ میں گھر کا نقشہ بدل گیا۔
پانچ چھ ہزار کی نقد رقم موجود تھی۔ اور ضروریات روزمرہ میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جو ہر وقت زیر تصرف
نہ ہو۔ حالانکہ کچھ عرصہ قبل بھی وہ گھر تھا کہ اگر روٹی میسر آگئی تو کپڑے کی دقت ہے۔ اگر کپڑا بنا لیا تو روٹی
کی مصیبت ہے۔

الکلام

صوبہ متحدہ تعلیم میں سب سے پیچھے

(یہ اُس تقریر کا ترجمہ ہے جو سید طفیل احمد صاحب جوائنٹ سکریٹری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے صوبہ متحدہ کی کونسل میں ۲ فروری کو کی)

ہمارا صوبہ ہندوستان کا قلب سمجھا جاتا ہے۔ دوسرے صوبوں کے رہنے والے اُسے "ہندوستان" کہتے ہیں آبادی میں وہ صرف بنگال سے دوسرے نمبر پر ہے جس کی مردم شماری چار کروڑ ستر لاکھ ہے اور صوبہ متحدہ کی مردم شماری چار کروڑ ساٹھ لاکھ ہے۔ مگر نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے صوبہ میں خواندوں کی تعداد ہمیشہ سے کم رہی ہے اور کم سے کم تیس سال سے تو یقینی کم ہے سنہ ۱۸۹۱ء کی مردم شماری میں اس صوبہ کے خواندوں کی تعداد ۲،۳ فی صدی تھی جس کی وجہ سے اُس وقت کے کمشنر مردم شماری نے کہا تھا کہ

"صوبہ متحدہ کی خصوصیت یہ ہے کہ بجز ممالک متوسط کے ہندوستان کے جملہ صوبوں سے اُس میں خواندوں کی تعداد کم ہے"

گورنمنٹ کے ایک افسر کے اس قدر صریح اعتراف کے بعد ترقی کی کچھ امید کی جاسکتی تھی مگر افسوس کہ دس سال بعد کی مردم شماری میں جو سنہ ۱۹۰۱ء میں ہوئی خواندوں کی تعداد ۲،۳ سے گر کر ۱،۳ رہ گئی اور تیس سال بعد اب ہم دیکھتے ہیں کہ صوبہ متوسط بھی ہم سے آگے بڑھ گیا اور اب ہم سب سے پیچھے ہیں۔

اِس وقت جملہ صوبجات میں برہما سب سے بڑھا ہوا ہے جس میں خواندوں کی تعداد ۱،۲ فیصدی ہے صوبہ سرحدی اور بلوچستان سب سے پیچھے سمجھے جاتے ہیں مگر وہاں خواندوں کی تعداد ۷،۴ فی صدی ہے۔ نہ صرف انگریزی صوبجات بلکہ بعض دیسی ریاستیں تعلیم میں صوبہ متحدہ سے بڑھی ہوئی ہیں۔ مثلاً بڑودہ میں ۸،۱۲ فی صدی خواندہ ہیں۔ میسور میں ۴،۱۰ فیصدی اور ریاست کوٹہ میں ۴ فی صدی خواندہ ہیں اُس کے مقابلہ میں صوبہ متحدہ میں صرف ۱،۳ فی صدی خواندہ ہیں۔

ہندوستان میں عرصہ سے لازمی تعلیم کا چرچا ہو رہا ہے بالخصوص مسٹر گوکھلے آنجہانی کے زمانے سے زیادہ چرچا رہا ہے۔ اس سبب سے ہمیں اس بارہ میں بڑی توقعات تھیں۔ لیکن جب ہم ترقی کی رفتار پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں اس صوبہ میں خواندوں کی تعداد ۱،۳ فی صدی تھی سنہ ۱۹۱۱ء میں ۴،۳ فی صد ہوئی اور سنہ ۱۹۲۱ء میں صرف ۷،۳ فی صد تک پہونچی۔ اس حساب سے ہماری ترقی کی رفتار دس سال میں ۳، فی صدی رہی جس کے حساب سے ۳۳ سال میں ایک فی صدی

ترقی ہوتی ہے۔ اب جبکہ ہم بلوچستان اور صوبہ سرحدی سے ایک فی صدی کم ہیں تو اگر ہم موجودہ رفتار سے ترقی کریں تو تیس سال میں اُن کی موجودہ حالت تک پہنچیں گے۔ اسی طرح کل ہندوستان میں خواندوں کی تعداد ۳ء۷ فی صدی ہے تو موجودہ رفتار سے ہم اس سطح پر ۱۱۹ سال میں پہنچیں گے اور برما کی موجودہ سطح تک ۷۰۹ سال میں پہونچیں گے اور روس کی موجودہ حالت پر تین ہزار سال میں پہنچیں گے۔ میں نے ایک اخبار میں پڑھا تھا کہ سات سال قبل روس میں خواندوں کی تعداد ۶ فی صدی تھی اب ۳۰ یا ۴۰ فی صدی تک پہنچ گئی ہے۔ روس کی اس قدر جلد ترقی سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب کسی ملک کے حکمران واقعی طور پر کچھ کرنا چاہتے ہیں تو وہ ایک لمحہ میں کر گزرتے ہیں۔

مسلمانوں کی حالت

"فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝" (القرآن)
تو جو اپنے قصور کے پیچھے توبہ کرے اور اپنی عادت سنوار لے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے کیونکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت ایک ہزار سال رہی۔ یہ حکومت کیا تھی گویا مسلمانوں کیلئے ایک خمار تھا ایک نشہ تھا جو ان کو مدہوش و بیہوش بنا ئے ہوا تھا مگر یہ خمار جب دوسری اجنبی قوم کی ترشی نے اُتار دیا تو مسلمان محکوم بن گئے۔ محکومیت کوئی لعنت یا نحوست نہیں بشرطیکہ ہر شخص اپنے پوزیشن کو محسوس کرتا رہے۔ جتنی چادر دیکھے اتنے پاؤں پھیلائے۔ ہندوؤں نے محکوم رہ کر لیا کیا؟ انھوں نے جھٹ پٹ اپنی انفرادی و شخصی فوائد پر جہانگیری کی نظر رکھ کر بہیوگری کا پیشہ اختیار کیا۔ انھوں نے سمجھ لیا کہ ہماری حکومت سپاہیانہ سہی مگر ہم اگر نہیں ہیں تو مضائقہ نہیں ہم ایک لنگوٹے کے زور سے پیشۂ زرگری کر کے اپنی انفرادی حیثیت درست کر سکتے ہیں ہم سیٹھ بن سکتے ہیں۔ ہم ساہوکار بن سکتے ہیں ہم لالہ بن سکتے ہیں۔ ہم لکھ پتی بن سکتے ہیں۔ ہم کروڑپتی بن سکتے ہیں۔ ہمارے لفافوں اور کاغذات پر اگر O.H.M.S نہیں ہے تو کچھ حرج نہیں۔ بنج بیوپار، سود بیاج، لین دین، قرض ادھار، ڈگری، نالش، قرقی، نیلام، سٹہ بٹہ، کھاتہ، کھتونی۔ گرہ بھر کی لنگوٹی ماشہ بھر کی پگڑی چھٹانک بھر پانی کی کٹیا اور بہت بڑھے تو تین ٹانگ اور ڈیڑھ آنکھ کی گھوڑی ہماری اور ہمارے باپ کی۔ روپیہ ہو جائیگا تو کلکٹری، کمشنری، لفٹنٹی، گورنری۔ اور وائسرائلٹی ہمارے قدم خود چومے گی۔

مسلمانوں کی حالت اس کے برعکس ملاحظہ فرمائیے حکومت کا طرۂ امتیاز سے گر جانے کے بعد بھی امجد علی شاہی خواب خرگوش کے مزے اُڑاتے رہے۔ آج ۱۹۲۶ء تک میں یہ حالت ہے کہ بوئے حکومت مسلمانوں کے دماغ سے خارج نہیں ہوئی جو کچھ جائداد، مکان، زمین، زر، باپ، دادا، کی میراث سے ترکہ میں ہاتھ آئے اُن کو مال مفت سمجھکر دل بے رحم کی نذر کرتے رہے۔ ایک معزز عہدہ دار ہندو بھائی سے جو کہ کم و بیش دوسو روپیہ ماہوار لیتے ہیں اور جن کی قوم وہی ہے جس کا سطور بالا میں تذکرہ کیا جا چکا ہے، خاکسار راقم الحروف کو چند ماہ کی شبانہ روز صحبتوں کا اتفاق ہوا بہت سے مسائل پر گفتگو ہو جاتی تھی ملازمت پر تجارت کو ترجیح دینا اُن کا فطری عقیدہ تھا ایک مسلمان امیر کے موٹر کو جو کہ تازہ بتازہ ولایت سے خرید کر منگا یا گیا تھا ایک مرتبہ گزرتے ہوئے دیکھ کر فرمانے لگے کہ دیکھو مسلمانوں میں

ابھی تک احساس کفایت شعاری اور دور اندیشی پیدا نہیں ہوا۔ حالانکہ ہم لوگوں کے مقروض اور دست نگر بہی لوگ زیادہ ہیں۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ ؎ اے زر تو خدائی ولیکن بخدا ٭ ستار عیوب قاضی الحاجاتی

اس شغل و ورد پر ہزار نفس قربان اور لاکھ ضرورتیں نثار۔ تمہارے یہاں یہ قاعدہ کلیہ ہو کہ کسی کو ذرا سی بھی فارغ البالی نصیب ہوئی اس نے صبح کی بوتل الگ دوپہر کی الگ شام کی الگ اور رات کی الگ مہیا کرنیکا بندوبست کیا۔ نتیجہ معلوم۔

اب ایک نیا شگوفہ اور لطیفہ ملاحظہ فرمائیے۔ علیگڑھ کے ایک نوجوان طالب علم جو اپنے ابا میاں کی چھاتی پر مونگ دل کر کوٹ، بوٹ، سوٹ، ہیٹ، کالر، نیکٹائی کی پرستش میں ہمہ تن مصروف ہیں اور جو I.C.S کے خواب پریشان کے علاوہ کوئی معیار زندگی اپنے دماغ کے اندر گھسنے نہیں دیتے۔ ایک گاؤں میں جا نکلتے ہیں۔ اتفاق کی خوبی انکو ایک مسلمان توده کا انکا نظر پڑ گیا اور اسکی خوش قسمتی کہ ان سے ہمکلام ہوئے اور اپنا نام "سکندر" بتانے کی نوبت آگئی۔ آپکو اس لنگوٹی بند مرد مسلمان کا نام سنکر عجیب حیرانی ہوئی۔ کالج میں تو مسلمان سکندر کو بادشاہ ہندوستان پڑھا سنا۔ یہ معاملہ اس کے برعکس دیکھا ہمارے میاں پر کیا خیال اور کیا ہی باتیں کہتے ہیں ع

وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا۔ ہندوستان میں ایسے سکندر خان۔ بیرم خان۔ شجاعت خان۔ بہادر خان لاکھوں کروڑوں بھرے پڑے ہیں جنکو چوبیس گھنٹہ میں دو وقت پھر آٹا میسر نہیں۔ اسکا سبب وہی کہ جب ہندوستان کا سیاہ سفید مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا تو سب کچھ اطمینان و فراخدستی تھی۔ جب یہ نہ رہا تو زمین پیروں کے نیچے سے نکل گئی مالیات پر قبضہ و تصرف ہندو بھائیوں کا حکومت و سرداری انگریز بہادروں کی۔ ساقی گری، بھٹیارہ گری، بھیلہ کشی، ریکہ رانی اور بہت بڑھے تو موٹر رانی اور ریلوے انجن رانی مسلمان نوابوں کی۔ اور یہ پیشے بھی ہاتھ سے جاتے رہے تو گداگری و مگس رانی تو بائیں ہاتھ کا کرتب ہے ؎

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں   محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

حکمرانی و قلمرانی ہمارے باپ دادا کر گئے، ہم مگس رانی و کفش برداری کرینگے۔ بریں پیشہ گر جاں فشانم رواست

مسلمانو! پچاس برس سے تمہارے ہمدرد و بہی خواہ تمہاری فلاح و بہبودی کیلئے بہت سے مرثیہ لکھ گئے بہت سی مناجاتیں خون کے آنسوؤں اور جگر کے ٹکڑوں کو ہتھیلیوں پر رکھکر تمہارے پلیٹ فارموں پر پڑھ گئے مگر افسوس کہ تمہارے اطوار نہ درست ہونے تھے نہ ہوئے۔ حکومت و عزت کا غرہ اس طرح ظاہر ہوگا کہ میاں جی کے گھر میں چوہے قلابازیاں کھاویں میاں جی اپنے زبانی اڑنگوں تلنگوں میں مشغول ہیں تمہیں اسکا احساس آنا چاہیئے کہ تمہاری ہمسایہ قوم کا مقصد زندگی یہ ہرگز نہیں ہے کہ ؎

ابتو آرام سے گذرتی ہے   عاقبت کی خبر خدا جانے

تمہیں آنکھیں کھول لینی چاہیئیں اور کسی نیک بات کو جو تمہارے حق میں تمہارے بیوی بچوں کے حق میں اور تمہاری جائداد و میراث کے حق میں مفید ہو اس کوشش کرو ہرگز یہ نہ کہنا چاہیئے کہ ؎ جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد ٭ پر طبیعت ادھر نہیں آتی

یہ شعر کس کا ہے؟ یہ ایک ایسے شاعر کا شعر ہے جس کو دین و دنیا کی کچھ خبر نہیں تھی شراب پیتا تھا شاہوں کی امداد پر جیتا تھا

وظیفہ پاکر شاعری کرتا تھا۔ کبھی کوئی آفت ارضی و سماوی اگر آ کر پڑتی تھی تو پھر شعر تر کہتا تھا جس سے وظیفہ و وثیقہ میں ترقی و اضافہ ہو جاتا تھا۔ اب وہ "شراب و شاعری و شاقی" و "شنو" نہیں۔ اب زمانہ تنازع للبقا Struggle for existence کا ہے۔

مسلمانو! تم کو ہر وقت کام کرنے کا موقع نصیب ہے۔ کسی قسم کا تساہل اور کسل محسوس نہ کرو۔ اپنے پیشہ، تجارت۔ زراعت۔ حجامت۔ سقایت میں ہر دم مستعد و کمربستہ رہو اور جو کچھ کماؤ اس کو تھوڑا ہی سمجھو ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے۔ اس کو رکھ کر نہ کھاؤ۔ اور نہ ہمت ہار کر بیٹھو ؎ عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن ؛ آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے

یہ لغویات و ہزلیات تمہارے منہ سے ہرگز نہ نکلنی چاہئیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ "تجارت" مسلمانوں کا مقدس پیشہ ہے وہ کیسے؟

سنو! یہ بات مسلم ہے کہ سارے مسلمانوں میں افضل صحابہ کرام تھے اور صحابہ میں مہاجرین کو فضیلت تھی۔ اور مہاجرین میں قریش کا مرتبہ بڑھا ہوا تھا۔ قریش کا خاص پیشہ تجارت تھا جس کا ذکر تمہاری پاک کتاب آسمانی میں جا بجا موجود ہے۔ تمہارے اسلاف میں سے جن بزرگوں نے اپنی قوت بازو سے روزی کمائی وہ تجارت کی طرف زیادہ مائل تھے۔

اس میں شک نہیں کہ تمہارا افلاس اب اتنی ترقی کر گیا ہے کہ تم کو اپنے لیئے کوئی کام کرنا پریشان کن ثابت ہونے لگا ہے۔ افلاس انسان کے حوصلہ کو پست کرتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی مسلم ہے کہ دولت مندی قوائے دماغی کو کند اور سست کرنے والی ہے۔ افلاس میں مستقل مزاج رہنا بہت دشوار امر ہے مگر نشۂ دولت میں اپنے آپکو سنبھالنا دشوار تر ہے ؎

بادہا خوردن و ہشیار نشستن سہل است
چوں بدولت برسی مست نگردی مردی

آخر میں اتنی گزارش ہے کہ مسلمانو! "اپنی عزت آپ کرو" پر عامل رہ کر اپنے انفرادی کاموں میں ہر دم تیار و آمادہ رہو۔ اور مفلسی کو جو نہ صرف موجودہ خیالات کا ستیاناس کرتی ہے بلکہ آئندہ حوصلوں اور امنگوں کا پیدا ہونا بھی بند کر دیتی ہے، اپنے پاس مت پھٹکنے دو۔ مفلسی اور احتیاج۔ دست نگری اور تنگدستی وہ بلائیں ہیں کہ یہ تم کو گھن بن کر چاٹتی رہینگی اگر ان پر غالب آنے کی کوشش نہ کرو گے ؎

آنچہ شیراں را کند روبہ مزاج
احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

مسلمانو! اگر تم میں طلب صادق ہے اور اپنے سود و بہبود بہتری و برتری کی خواہش اصلی رکھتے ہو تو جمعیت قلب کے ساتھ اپنی ہر پریشانی پر غالب رہو۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا پر سختی سے عامل رہو۔ پھر دیکھو دنیا بھی تمہاری اور دین بھی تمہارا۔ ورنہ اگر ذرا بھی ڈھیل تمہارے اندر موجود رہی تو لھم فی الدنیا خزی و لھم فی الآخرۃ عذاب عظیم۔ "ان کیلئے دنیا میں رسوائی اور ان کیلئے عقبےٰ میں عذاب عظیم"

علم کی ضرورت

ایک زمانہ وہ تھا جبکہ ریل اور تار، موٹر کار اور ہوائی جہاز میں سے کوئی چیز نہ تھی۔ وسائلِ سفر محدود تھے تیز سواریوں کا پتہ نہ تھا۔ بالعموم جس بستی میں پیدا ہوتے وہیں اپنی زندگی بسر کردیتے تھے۔ اُنھیں نہ دنیا میں جانا ملتا اور نہ اُس کی خبر ہوتی۔ استعمال کی چیزیں بھی وہی تھیں جو اپنے گانوں یا آس پاس کی بستیوں میں پیدا ہوتیں یا بنائی جاتیں۔ اور زیادہ سے زیادہ انھیں چیزوں کی تجارت ہوتی تھی۔ جس کے لیے زیادہ واقفیت یا علم کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ مگر اب دنیا بدل گئی اور روز نہایت تیزی سے بدل رہی ہے۔ ریل اور تار نے تمام دنیا کو گویا مثل ایک ضلع کے کردیا تھا۔ مگر اب ہوائی جہاز ٹیلیفون اور بے تار کی تار برقی نے تو اُسے ایک شہر کے محلّوں کی طرح قریب کردیا ہے۔ یورپ۔ امریکہ اور جاپان کا بنا ہوا طرح طرح کا سامان حتیٰ کہ بچّوں کے کھیلنے کے کھلونے ہزاروں میل سے آکر ہمارے گھروں میں بکتے ہیں اور ہم انھیں خریدنے پر مجبور ہوتے ہیں یہ سب کس وجہ سے ہے؟ یہ سب اس وجہ سے کہ دوسرے ملکوں کے لوگ ہم سے علم میں زیادہ ہیں پہلے زمانہ میں جسمانی قوت سے ایک ملک کا قبضہ دوسرے ملک پر ہوتا تھا۔ اب علم کی بدولت قبضہ ہوتا ہے اور اہل علم کے مقابلہ میں جاہل شخص ایک جانور سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ایک تو وہ شخص ہے جو چند دنوں میں ہوائی جہاز پر دنیا بھر کا سفر کرتا ہے اور دوسرا گھر بیٹھے امریکہ والوں سے باتیں کرتا ہے۔ ایک لاکھوں روپیہ کی خرید و فروخت کرتا ہے تو دوسرا ہزاروں میل کا گانا پلنگ پر لیٹے سُن رہا ہے۔ ان کے مقابلہ میں اُس شخص کی حالت قابلِ رحم ہے جس نے بوجہ جہل اور افلاس کے اپنے گھر سے باہر قدم نہیں رکھا۔ اگر کسی ضرورت سے اُسے ریل کا سفر پیش آگیا تو اُسے اتنی لیاقت نہیں کہ ریل کی کتاب یا اسٹیشنوں پر لگے ہوئے نقشے پڑھکر ریل کے اوقات معلوم کرسکے۔ لوگوں سے پوچھتا ہے تو لکھے پڑھے آدمی اُسے جواب دینے کے قابل ہی نہیں سمجھتے۔ اور ان پڑھ لوگ جو کچھ اُلٹا سیدھا بتا دیتے ہیں اُس کے مطابق دام لیکر اسٹیشن پر جا پڑتا ہے۔ ریل کا سفر جو خوش حال اور خواندہ اشخاص کے لیے ایک تفریح کی چیز ہے اس کے لیے حقیقی معنوں میں بصورت سفر ایک جہنم کی طرح تکلیف دہ ہے وہ دھکے مکّے کھا کر ٹکٹ لیتا ہے مگر اُسے یہ نہیں معلوم کہ جتنا کرایہ دیا ہے اُتنے کا ٹکٹ ملا یا نہیں اور جہاں کا ٹکٹ مانگا تھا وہاں کا ٹکٹ بابو نے دیا ہے یا نہیں۔ لوگوں سے پڑھوانا ہے مگر اس ملک میں تو نترانوے فیصدی اشخاص ناخواندہ ہیں اور جو سات فی صدی خواندہ ہیں اُن کا مزاج آسمان پر ہوتا ہے وہ کسی ناخواندہ شخص کو جواب دینا ہتک سمجھتے ہیں۔ تن بہ تقدیر وہ ریل میں جا بیٹھتا ہے۔ اب

ریل چلتی ہی تو اُسے ہر اسٹیشن پر فکر ہی کہ جہاں اُسے اُترنا ہی وہ مقام آتو نہیں گیا۔ پہلے زمانہ میں جب نئی نئی ریل چلی تھی تو اسٹیشن پر پہنچنے کے وقت ملازمان ریلوے بہ آواز بلند اسٹیشن کا نام لیتے تھے تاکہ جاہل آدمیوں کو معلوم ہو جائے مگر اب یہ سلسلہ بند ہو گیا ہی اور بیچارہ جاہل شخص لوگوں سے پوچھتا پوچھتا تھک جاتا ہی۔ خیر دن میں تو آسانی سے پتہ چل جاتا ہی مگر رات کو جبکہ مسافر عام طور پر سو جاتے ہیں غریب جاہل کو بڑی مصیبت کا سامنا ہوتا ہی یوں تو اسٹیشن کی ہر لالٹین پر اسٹیشن کا نام بعض ریلوں پر لکھا رہتا ہی مگر یہ تو ان خوش نصیب لوگوں کے لیے ہی جو علم کی آنکھیں رکھتے ہیں۔ اس جاہل شخص کے رستہ میں اگر کوئی جنکشن پڑتا ہی جہاں ریل بدلنی پڑتی ہی تو اس کی پریشانی کی کوئی حد باقی نہیں رہتی۔ دوسرے گاڑی چھوٹنے کا وقت تنگ ہی مسافر ہیں کہ اب ٹٹ بھاگ رہے ہیں۔ نفسی نفسی کا عالم ہی۔ اسی بیکسی کے عالم میں جو ٹرین سامنے کھڑی ہوتی ہی اور جس درجہ کی کھڑکی میں مسافر داخل ہوتے ہیں اُنھیں میں مثل بھیڑوں کے یہ بھی داخل ہو جاتا ہی۔ اور اس کشمکش میں اگر کھڑے ہونے کی جگہ مل جائے تو اُسے بسا غنیمت سمجھتا ہی اور اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہی۔ خدا خدا کر کے ریل چلتی ہی اور اس کے حواس درست ہوتے ہیں تو پاس والوں سے پوچھتا ہی کہ ریل فلاں مقام کو جائیگی کہ نہیں۔ جواب ملتا ہی کہ اے احمق یہ گاڑی تو دوسری جگہ جاتی ہی۔ یہ سُن کر اُس کا خون خشک ہو جاتا ہی۔ ریل سے اُترنے کا ارادہ کرتا ہی تو درجہ والے اُسے پکڑ لیتے ہیں اور گالی دیکر کہتے ہیں کہ مرکر کیا ہمیں پھنسوائیگا اسی کشمکش میں دوسرا اسٹیشن آجاتا ہی جہاں وہ اُتار دیا جاتا ہی اور اُتر کر بابو اُس کی کھینچ تان کرتے ہیں۔ غرض کہ اس زمانہ میں نئی ایجادیں لکھے پڑھے لوگوں کے لیے جس قدر زیادہ آرام دہ ہیں اُسی قدر جہلا کے لیے تکلیف دہ ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص اس زمانہ میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ رہے اور جب وہ باہر نکلتا ہی تو اُسے طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا ہوتا ہی۔ اس زمانہ میں کوئی ایسا پیشہ نہیں جس میں علم کی ضرورت نہ ہو۔ یورپ اور امریکہ میں بڑھئی اور لوہار بڑے بڑے سائنس داں ہوتے ہیں اور ادنیٰ سے ادنیٰ پیشہ بھی ایسا نہیں جسے ناخواندہ لوگ چلا کر مقابلہ میں کامیاب ہو سکیں۔ وہی حال اب ہندوستان میں ہوتا جاتا ہی اور کامیاب وہی شخص ہی جو خود اپنے ہاتھ سے لکھنے پڑھنے کے کام انجام دے سکتا ہی۔ پس اُن اصحاب کی خدمت میں جو صاحب اولاد ہیں عرض ہی کہ اُن کی زندگی کے دن تو کسی نہ کسی طرح گزر ہی جائینگے خدا کے لیے وہ اپنے بچوں پر رحم کریں اور اُنھیں زندگی کی کشمکش میں کامیاب ہونے کے قابل بنائیں اور اُس کی تدبیر صرف یہ ہی کہ اُنھیں علم کے زیور سے آراستہ کریں فقط۔

ایڈیٹر

ربوا وسود کا فرق اور تقابل کی اہمیت

ربا حرام ہی بیشک مگر حلال ہی سود — یہ جس سے دھوم ہی یورپ کی وہ کمال ہی سود
وہ قوم صرف مسلمان ہیں زمانے میں — ربا تو دیتے ہیں لینا انھیں وبال ہی سود

روے زمین پر مسلمانوں کی قوم وہ سود (ربا) دوسری قوموں کو دیتی ہی جس سے کہ ان کی جملہ املاک اور جائدادوں کی دوسری قومیں مالک ہوگئی ہیں گویا مسلم قوم نے اپنے مسلسل اور متواتر عمل ادائگی ربا سے اُس کو مثل جائز کے کر دیا ہی یعنی ادائگی ربا میں باوجود تباہ و برباد ہونے کے مسلمانوں کو کبھی ندامت نہیں ہوتی۔ تجارتی اور بنک کے سود کو جس کی دادوستد میں طرفین کو نفع ہوتا ہی مسلمان وبال سمجھتے ہیں۔

ربا تو وہ ہی کہ ہو جس سے ایک فریق تباہ — ہو نفع دو نو طرف گر تو بے زوال ہی سود

ربا اُس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص چاندی کے بدلے چاندی سونے کے بدلے سونا وغیرہ کسی کو قرض دیکر زیادتی کے ساتھ حاصل کرے۔ اس طریق سے لینے والا نفع میں اور دینے والا گھٹی میں پڑکر تباہ و برباد ہو جاتا ہی گھر بار سب کھو کر بیٹھ رہتا ہی۔ خدا کو ایک فریق کا تباہ ہونا اچھا نہ معلوم ہوا اس لیئے اُس کو حرام کر دیا۔ تجارتی اور بنک کا سود اس سے بالکل مختلف ہی اس کی دادوستد میں ہر فریق کو فائدہ ہوتا ہی یہ حرام نہیں ہی۔ نہ اِس کے حرام ہونے کی کوئی وجہ ہی دنیا میں اس وقت جس قدر بڑے بڑے رفاہ عام کے کام ہیں سب بنک کے سود کی بدولت چلتے ہیں ایسی مفید شی کو حرام کہنا بے سوچے اور غور کیے ہوئے رائے قائم کر لینے کا نتیجہ ہی۔

رفیق کاریگروں کا ہی تاجروں کا یار — فلاح قوم کی کرنے میں با کمال ہی سود

جس قدر صناعی دنیا میں ہو رہی ہی اُس کا وجود کمپنی سسٹم پر ہی۔ کمپنی میں ہزاروں لاکھوں حصہ دار ہوتے ہیں اُن کا روپیہ بنکوں میں ہوتا ہی جس سے لاکھوں کروڑوں روپیہ کا مال مشینیں انجن۔ ریل جہاز دوسرے ہزاروں قسم کے سامان بنا کر دنیا میں بھیجتے رہتے ہیں اس میں اگر سود کا میل نہ ہو تو عالمگیر صناعی دو قدم نہیں چل سکتی۔ تجارت کی کیفیت یہ ہی کہ ہندوستان کا کوئی سوداگر پانچ دس لاکھ کا مال۔ جاپان امریکہ یورپ سے منگانا چاہے تو محض اُس کی درخواست پر براہ راست کوئی سوداگر مال نہ بھیجے گا۔ اتنی کثیر رقم کے مال کو کون جوکھوں میں ڈالے قلیل رقم کے مال منگانے میں معقول کمیشن نہیں ملتا۔ نقد بھیجنے کے لیئے اتنی بڑی رقم سوداگروں کے پاس رہتی بھی نہیں اور اگر ہو بھی تو یہ بھی نقد بھیج کر اپنی اتنی بڑی رقم کو خطرہ میں ڈالنا نہیں چاہتے اور نیز اُس کے بھیجنے میں کثیر صرفہ برداشت کرنا ہوگا۔ ان تمام مشکلات پر غور کرکے

بہ طریقہ اختیار کیا گیا ہی۔ مثلاً بمبئی کا ایک تاجر دس لاکھ روپیہ کا مال لنکاشایر انگلینڈ سے منگانا چاہتا ہی تو وہ مال مطلوبہ کی فہرست اور اُس کے آرڈر بمبئی کے اُس بنک کو دیگا جس سے کہ اُس کی دادوستد ہو بمبئی کا وہ بنک لنکاشایر کے اُس بنک کے پاس روانہ کریگا جس سے کہ بمبئی والے بنک کا لین دین ہو۔ لنکاشائر کا بنک سوداگر کو آرڈر دلائیگا۔ لنکاشائر کا سوداگر جہاز میں مال لاد کر اُس کا چالان لنکاشاعر کے بنک کو دیدیگا اُسی وقت سے سوداگر لنکاشاعر بنک پر تجارتی سود لگا رہیگا اور وہ بمبئی بنک سے آرڈر لیکر بمبئی کے سوداگر سے سود لیگا تا ادائیگی روپیہ اب اگر بمبئی کا یہ سوداگر مسلمان ہو اور مال اُدھار بیچ کر گاہک دوکانداروں سے سود نہ لے تو اُس کا دوالہ ضرور نکلیگا دوسرے غیرمسلم سوداگر جو سود لیتے دیتے ہیں تجارتی مقابلہ میں دو روز میں اُس کو لولو بنا کر بازار سے نکال دیں گے۔ دوسری ولایتوں کے کارندے بھی ہندوستان کے تجارتی بندرگاہوں میں اسی غرض سے رہتے ہیں۔ کہ وہ اپنی ولایتوں کو سوداگروں سے آرڈر بھجوائیں اور ولایتی سوداگروں کے اجنٹ بھی ہندوستان آکر آرڈر لیتے ہیں مگر ولایت سے مال کے چالان بنکوں کے ذریعہ ہی سے آتے ہیں سوائے بنکوں کے اور کوئی عمدہ ذریعہ نہیں ہی۔

ہر ایک شعبۂ قومی کو ہی یہہ آبِ حیات   جو قوم خشک زمین ہی تو اک نہال ہی سود

تعلیم ہو۔ صنعت ہو۔ حرفت ہو۔ یتیم خانہ ہو۔ محتاج خانہ ہو۔ کچھ ہو ہر ایک انسٹی ٹیوشن کے لیے قوم سے روپیہ حاصل کرکے بنک میں روپیہ رکھا جائے تو اُس کے بعد سے مستقل اور دیرپا کام ہو سکتا ہی کسی کام کے لیے ہمیشہ کوئی قوم چندہ نہیں دیسکتی نہ ہمیشہ چندہ وصول کرنے والے آدمی میسر آسکتے ہیں نتیجہ یہ ہی کہ بہت سے شعبے سرمایہ مستقل نہ ہونے سے برباد ہو جاتے ہیں یا سسکتے رہتے ہیں۔

لگایا جس نے اسے قوم وہ پھلی پھولی   نہال کرنے میں در اصل باکمال ہی سود
اگر رواج ربا کا ہو دیس کے اندر   فروغ پائے کسی طور وہاں محال ہی سود

ربا میں شرح سود تجارتی سود سے آٹھ دس گنا زیادہ ہوتی ہی۔ اس لیے ہندوستان کے ساہوکار تجارتی سود پر روپیہ کا کاروبار کم کرتے ہیں اور یہی باعث ہی کہ ہند کی نہروں اور ریلوں میں غیر ملکوں کا سرمایہ لگا ہوا ہی اور اسی وجہ سے خاطر خواہ صنعتی اور تجارتی تعلیم ہند میں رائج نہ ہو سکی۔

ربا کو چاہیے کرنا جہان سے ناپید   ہی جب تلک کہ وجود اس کا پائمال ہی سود
جہاں ربا ہو وہاں صنعت و تجارت ہیچ   ربا کو جڑ سے اُکھیڑے جو وہ کدال ہی سود
اسی سے صنعت و حرفت میں جان پڑتی ہی   جہالتوں کے مٹانے میں بے مثال ہی سود
ہر اک غریب کو یہہ مالدار کرتا ہی   نہیں ہی بخل ذرا اس میں باکمال ہی سود

درزی۔ لوہار۔ بڑھئی بیشہ ور کیا۔ مزدور تک بھی چار چار آنہ سے ڈاک خانہ میں حساب کھلوا کر ایک دن مالدار ہو سکتے ہیں۔

ہرن ہو نشہ وہیں نکبت و فلاکت کا ۔۔۔ بھرے جو چوکڑی اک دم میں وہ غزال ہے سود
اسی کے دم سے یہ دنیا چمک اٹھی ساری ۔۔۔ یہ روشنی ہوا اسی کی وہ خوش جمال ہے سود
سکھا کے جز رسی اسراف سے بچاتا ہے ۔۔۔ درست کرنے میں قوموں کے بیمثال ہے سود
بنا کے فنڈ کرو اس کے سود سے تبلیغ ۔۔۔ کہ ارتداد کے فتنہ کی ایک ڈھال ہے سود
یہ کام تھا علما کا وہ صاف کہہ دیتے ۔۔۔ ربا حرام ہے بیشک مگر حلال ہے سود

فلاح پا نہیں سکتی ہے بسمل ایسی قوم
کہے جو سود کو بے سود یا وبال ہے سود

حکیم مظفر حسین صاحب بسمل نشتیل مظفری

خیر خواہ قوم

محمد انور خاں صاحب میونسپل ممبر جبلپور سے اطلاع دیتے ہیں کہ " خدا کا شکر ہے کہ ہمارے شہر جبلپور کے مسلمانوں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ غریب اور جاہل مسلمانوں کو عید کی تیاری میں قرض لیکر نئے کپڑے بنانے سے بچانے کے لیے دُھلے کپڑوں میں عید کریں گے۔ خدا ہمارے ارادہ کو کامیاب کرے اور ہم امید کرتے ہیں کہ دوسرے شہروں کے مسلمان بھی ہم لوگوں کی تقلید کریں گے ہمارا تو عید ٹیکس دو لاکھ روپیہ بچ گیا۔ محمد انور خاں

مسلمانان جبلپور

مستحق مبارکباد ہیں کہ سستے نئے کپڑے کی حد سے گزر کر دُھلے کپڑوں پر اکتفا کرنے میں ایثار پیدا کیا کاش دیگر مقامات کے مسلمان یہ ہی کریں کہ عید کے لیئے موٹی ململ اور مارکین یا گاڑھا مخصوص کر دیں جس میں عید کے دن نئے کپڑے پہننے کا ثواب اور کفایت شعاری دونوں خوبیاں شامل ہیں لیکن حقیقت میں عید بقرعید کی شرط عارضی شرط ہے اور اس کا فائدہ بھی عارضی ہے۔ مستقل فائدہ اسی حالت میں ہو سکتا ہے کہ جب کبھی کپڑے بنائے جائیں یہ پابندی پیش نظر رہے۔ ایڈیٹر

مالیۂ ہند کی اصلاح

ضروریات زندگی کی ارزانی یا گرانی

ہندوستان کے مالیہ کی اصلاح عرصہ سے زیر تجویز چلی آتی ہے۔ گزشتہ ۲۵ سال کے دوران میں ماہروں کی پانچ کمیٹیاں مقرر ہو چکی ہیں کہ جنھوں نے حالات کے مطابق اپنی تجاویز اصلاح کی تھیں۔ آخر کار سنہ ۱۹۲۵ء کے دوران میں رائل کرنسی کمیشن مقرر ہوا کہ جس کے دس ارکان میں سے چار ہندوستانی ماہر تھے۔ اس کمیشن نے ہندوستان اور برطانیہ و امریکہ کے ماہروں کے اظہار سننے کے بعد بہت سوچ وچار کے بعد اپنی تجاویز پیش کیں جو سب کی سب انقلاب خیز ہیں۔ سب سے بڑی یہ تجویز ہے کہ مالیہ کا مبنیٰ سونا ہے تاکہ آیندہ اس سال کے بعد طلائی سکہ بہ آسانی رائج ہو سکے۔ نوٹ اور روپیہ کا مبادلہ سونا قرار دیا گیا ہے۔ رفتہ رفتہ روپیہ نابود ہو کر صرف نوٹ اور سونا ہی رائج و قائم رہیگا۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ ایک ریزرو بنک قائم ہو۔ کہ گورنمنٹ کی طرف سے مہاجنی کاروبار بھگتائے اور وہ لین دین اور قرضہ اٹھانے اور ادا کرنے کا ذمہ دار بنے۔ یہ دونوں تجاویز انقلاب خیز ہیں۔ ان کی رو سے ہندوستان کے مالیہ کی کایا پلٹ جائے گی۔ بلکہ ہندوستان مالی معاملات میں مغربی ملکوں کے ہم پلہ اور گراں قدر آزادی سے بہرہ یاب ہو گا کہ جو پولٹیکل آزادی سے مقدّم ہے۔

۱۸ نومبر سنہ ۱۹۲۶ء کو دہلی سے اس مضمون کا اعلان ہوا کہ گورنمنٹ اور وزیر ہند نے باہم ذکر اتفاق رائے سے رائل کرنسی کمیشن کی جملہ تجاویز کو قبول کر کے ضابطہ میں لانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ چنانچہ ۲۵ جنوری گزشتہ کو اسمبلی میں تین مسودات پیش کیے گئے۔ ایک کی رو سے مبادلہ طلا اور شرح تبادلہ بشرح ڈیڑھ شلنگ رائج ہوگی۔ دوسرے کی رو سے ریزرو بنک اور تیسرے کی رو سے امپیریل بنک آف انڈیا ایکٹ کی ترمیم ہوگی تاکہ جو فرائض یہ بنک اب انجام دیتا ہے آیندہ وہ ریزرو بنک کے سپرد ہونگے۔

لیکن عوام کے نقطۂ نگاہ سے سب سے بڑا مسئلہ شرح تبادلہ کا ہے کہ جس کا اثر سامان آسائش پر بہت گہرا پڑے گا۔ گورنمنٹ نے سکہ کی ترمیم کے مشورہ میں یہ قرار دیا ہے۔ کہ ایک روپیہ کا مبادلہ (۸، ۴۷، ۵۱۲) گرین سونا ہو گا۔ روپیہ موجودہ صورت میں نہ رہے گا۔ بلکہ حساب کتاب میں شمار ہوگا اور اس کی قدر و قیمت سونے کی قیمت کے لحاظ سے شمار ہوگی اور غیر ملکی لین دین میں اس مقدار طلا کا

مبادلہ ڈیڑھ شلنگ ہوگا۔ بہ الفاظ دیگر ایک روپیہ اور ڈیڑھ شلنگ کا مبادلہ (۸.۴۷۵۱۲) گرین سونا ہوگا تاجران بمبئی اور ان کے ہم خیال اس مقدار اور شرح کو ملک کے لیے تباہ کن قرار دیکر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے وہ (۷.۵۳۳۴۴) گرین سونا ایک روپیہ کے بدلہ مقرر کرانے کے درپے ہیں کہ جس کا مبادلہ غیر ملکی لین دین میں ایک شلنگ چار پنس سے ہوگا۔ سوال یہی ہے ہر دو شرح تبادلہ میں کون جمہور کے لیے مفید اور کون مضر ہے؟ اس پر سرسری نگاہ ڈالنا ضروری ہے۔ ڈھائی سال سے غیر ملکوں کے صرافوں میں روپیہ کی قیمت بتبادلہ ڈیڑھ شلنگ چلی آتی ہے۔ اسی شرح سے لین دین چکائے جاتے ہیں اگر اب اس کی بجائے ایک شلنگ چار پنس شرح تبادلہ مقرر کی گئی۔ جیسا کہ کارخانہ دار اور سوداگران بمبئی اصرار کرتے ہوئے ملک کی فلاح بہترین پر زور دیتے ہیں تو اس کا سب سے بڑا اثر یہ ہوگا کہ موجودہ نرخ چاہے وہ دیسی چیزوں کے ہوں یا پردیسی کے ایک دم چڑھ جائیں گے۔ اناج کی قیمت روپیہ میں دو آنے حب غیر ملکی میں بڑھ جائے گی۔ تو کیا اس کا اثر اس ملک کے اندر نہ ہوگا؟ ضرور ہوگا۔ یہاں گیہوں اور چانول بقدر دو آنہ فی روپیہ مہنگے ہوجائیں گے۔ بلکہ پرچونی میں تیزی چھ آنے تک فی روپیہ ہوجایا کرتی ہے۔ نہ صرف آٹا اور چانول ہی مہنگے ہونگے۔ بلکہ آلو۔ پیاز۔ لسن۔ ساگ پات۔ سبزیات پھل۔ مٹی کے برتن۔ دودھ۔ گھی۔ مکھن۔ گوشت۔ انڈا۔ مرغی وغیرہ۔ جملہ ضروریات مہنگی ہوجائیں گی کیونکہ جب ایک روپیہ کے آٹے میں گزر نہ ہوسکے گا تو یکہ۔ تانگہ والے درزی۔ دھوبی۔ موچی مزدوری پیشہ لوگ پہلے سے زیادہ دام مانگنے کو مجبور ہونگے۔ اسی طرح ٹوکرے اور پھیری والے بھی اپنی اپنی چیزوں کے دام بڑھانے کو مجبور ہوجائیں گے۔ نہ صرف زرعی اور غیر زرعی چیزیں ہی گراں ہوں گی۔ بلکہ غیر ملکی صنعت یافتہ چیزیں بھی مہنگی ملیں گی۔ کیونکہ ایک شلنگ چار پنس کی شرح سے پونڈ پندرہ روپیہ کا ہوجائے گا۔ اب سوا تیرہ روپیہ کا ہے تو اب غیر ملکی اشیا بحساب ساڑھے بارہ فی صدی تھوک میں مہنگی ہوں گی۔ لیکن پرچونی میں تین آنے سے لے کر چھ آنے فی روپیہ تک دام چڑھ جائینگے قصہ کوتاہ اگر تاجران بمبئی اور ان کے دوستوں کی تمنا بر آئی تو اس مٹھی بھر خود غرض جماعت کے تو وارے نیارے ہیں لیکن تمام ملک اب سے پانچ برس پہلے کی گرانی کی آفت میں مبتلا ہوجائے گا۔ حالانکہ ملک کی عام غربت کا یہ اقتضا ہے کہ ضروریات زندگی ارزاں ہوں تا کہ سب لوگ تھوڑے صرفہ سے آسائش کی زندگی بسر کرسکیں۔ نہ صرف روزمرہ کے کام کی چیزیں ہی مہنگی ہوجائیں گی۔ بلکہ نئے ٹیکس عائد ہونے کا اندیشہ ہے۔ صوبائی خراج کی رقوم میں تخفیف نہ ہوسکے گی۔ اور ریلوے کا کرایہ کہ جس کی تخفیف کا اعلان کیا گیا ہے۔ کم نہ ہو سکے گا۔ خزانہ عامرہ کو "ہوم چارجز" (اخراجات برطانیہ) کے ذیل میں جو تین کروڑ

روپیہ خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔ وہ سوائے نئے ٹیکس عائد کرنے کے اور کس طرح پورا ہوگا۔ البتہ تاجران و کارخانہ داران بمبئی جو کہ سوت اور کپڑا برآمد کرتے ہیں۔ پندرہ روپیہ کے حساب سے پونڈ وصول کرنے سے مالا مال ہو جائیں گے یکم دسمبر ۱۹۲۵ء کو گورنمنٹ ہند نے کارخانوں کا محصول امتناعی معاف کیا تھا۔ چاہیئے تھا کہ اسی تناسب سے کپڑا سستا ہوتا۔ لیکن ان نام نہاد اور خود مطلب کارخانہ داروں نے سوت اور کپڑے کے نرخ گھٹانے کی کوئی پروا نہیں کی ہے۔ انتخاب کنندوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے اراکین اسمبلی کو مطلع کر دیں کہ ہم سستی چیزوں کے طلب گار ہیں۔ مہنگی ضروریات نہیں چاہیئں۔

جے۔ آر۔ رائے

بیانہ۔ بھرت پور

رسالہ سودمند (ماہوار) بایکسر بنا ؟ و سکون نفع (زود)

مسلمانوں کو کفایت شعاری کی تعلیم دینے۔ ان کی اقتصادی حالت درست کرنے ان کو سودخواروں کے ظالمانہ پنجہ سے نجات دلانے تحریک امداد باہمی کو رواج دینے بنک کے لین دین اور بیمہ کے فوائد ذہن نشین کرنے صنعت و حرفت و زراعت و تجارت سادہ زندگی اور کفایت شعاری کے متعلق مفید مشورہ دینے کی غرض سے ایک ماہوار رسالہ سودمند یکم جون ۱۹۲۵ء سے شائع کیا گیا ہے۔ سالانہ چندہ دو روپیہ۔ نمونہ مفت۔ اپنی نوعیت کا ایک ہی رسالہ ہے۔ خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں ضرور منگوائیے۔

سودمند کے متعلق ضروری لٹریچر

(۱) رسالہ کشف الغطاء عن وجہ الربوا۔	قیمت فی نسخہ	۴ر	محصول ڈاک ۱ر
(۲) رسالہ جواز سود مع فتاویٰ	"	۱ر	" ۱ر
(۳) رسالہ مسلمانوں کی مالی اصلاح	"	۱ر	" ۱ر
(۴) بچوں کی تعلیم اور شادی کا بیمہ	"	۱ر	" ۱ر
(۵) مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل		۲ر	" ۱ر

منیجر سودمند بدایوں سے طلب کیجیے

۲۵

مسٹر اینڈریو کارنگی

مسٹر اینڈرو کارنگی کا باپ ایک معمولی جُلاہا تھا لیکن اس وقت اُس کی دولت کا اندازہ ساٹھ کروڑ لگایا جاتا ہی اور بعض عجیب و غریب باتیں اس کی دولت کے متعلق مشہور ہیں۔

اس کی دولت ہر سال اور زیادہ بڑھتی جاتی ہی گو وہ اس کے خلاف کوشش کرتا ہی اس کی وجہ یہ ہو کہ گو وہ خیرات کرتا رہتا ہی۔ تاہم اسے منافع اس سے زیادہ حاصل ہوتا ہی یعنی اُس کی آمدنی بہر حال خرچ سے زیادہ رہتی ہی۔ گزشتہ دس سال میں اُس نے جتنا خرچ کیا وہ بہت زیادہ تھا۔ لیکن اس عرصہ کی اپنی نصف آمدنی کو بھی خرچ نہ کرسکا اور اصل سرمایہ ویسے ہی رہا۔

بیان کیا جاتا ہو کہ سال گزشتہ میں جو کچھ اُس نے مختلف ممالک میں خیراتی مدوں میں خرچ کیا۔ اُس کی تعداد (۴۰، ۱۹۱۳۸) پونڈ ہی۔ اگرچہ یہ رقم کثیر ہو لیکن کارنگی کی ۴ سال کی آمدنی سے بھی کم ہو۔

اس کروڑپتی کی آمدنی ۴ ماہ (۴۳۳۳۳۳) فی ہفتہ۔ الاکھ یعنی روزانہ (۱۴۴۸۶) پونڈ ہی۔

اس سے ظاہر ہی مسٹر کارنگی رات دن میں اپنی آمدنی شمار نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اس کی دولت ہر گھنٹہ میں ۶۰۰ سو پونڈ اور ہر منٹ میں دس پونڈ کے حساب سے ترقی کرتی ہی۔

کارنگی ایک غریب جُلاہے کے گھر میں پیدا ہوا بہت جلد باپ کے سایہ محبت سے محروم ہو کر اپنی ماں کی آغوش میں پرورش پائی۔ تھوڑی ہی عمر میں مع اپنے خاندان کے وطن چھوڑنا پڑا۔ معمولی کوئی نوکری شروع کی۔ پھر انجن جھونکنے لگا۔ پھر ایک امیر کا پالیسیاں لانے والا مقرر ہوا۔ اب وہ تعلیم کی جانب توجہ کرتا ہی کو اڈیٹر اور مصنف بننے کی آرزو اُس کے دل میں پیدا ہوتی ہی۔ پھر وہ تار بابو بن جاتا ہی۔ پھر ریلوے کمپنی میں اسے ۶۰ پونڈ سالانہ کی معزز ملازمت مل جاتی ہی۔ اس کے بعد وہ ایک امیر کا پرائیویٹ سکرٹری بن جاتا ہی اور تجارت میں پڑجاتا ہی اور رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے دنیا کا سب سے بڑا امیر سب سے بڑا تاجر اور سب سے بڑا معزز کہلاتا ہی۔

مسٹر اینڈرو کارنگی کے اقوال کا خلاصہ

(۱) تمام دن ایمانداری سے کام کرنا بہترین عبادت ہی۔

(۲) خاندانی اقتدار کوئی چیز نہیں۔

(۳) خالص تعلیم مدرسوں سے باہر حاصل ہوتی ہی کیونکہ ذہانت مدرسوں ہی میں نہیں بلکہ جنگلوں میں

بھی پائی جاتی ہے

(۴) کوئی شخص دنیا میں اپنی لیاقت کا پامال رکھنا نہیں چاہتا بلکہ اُسے دونوں ہاتھوں سے شہرت دینا چاہتا ہے

(۵) اگر دنیا وقت کی منھ مانگی قیمت دے تو بہت سے لوگ امیر کبیر بن سکتے ہیں۔

(۶) میں نے کالجیٹ نوجوان کم دیکھے ہیں جنھیں کالج کی تعلیم نے نقصان نہ دیا ہو۔

(۷) اگر میں بغیر آزمائش کے نوجوان پر روپیہ کا بار ڈالوں تو اُن کا بدخواہ ہوں

(۸) بدنی یا شرط تجارت کا جعلی سکہ ہے۔ ظاہر ہے کہ نقلی سکہ بھی اصلی ہی کے مانند ہوتا ہے۔

(۹) گروہ بتیوں کی بدخواہی غلطی ہے۔ کیونکہ وہ شہد جمع کرنے والی مکھیاں ہیں جو اپنا تمام سرمایہ چھتے میں تقسیم کرتی ہیں۔

ماخوذ از کوکب۔

زندگی کا بیمہ

زندگی کا بیمہ ہر مہذب ملک کے لیئے ایک تمدنی حاجت ہے۔ چنانچہ مسجد گرجا و مندر کا رہنا۔ تعلیم گاہوں کا قائم کیے جانا۔ شہر کی صفائی و روشنی کا انتظام ہوا جانا۔ غرض ہر ضروری بات کا بہم پہنچانا جیسا کہ ایک قوم کا تمدن قائم کرنے کے لیے ضروری ہے ویسا ہی ہر ملک کے ہر حصّہ میں زندگی کا بیمہ کرنے والی کمپنیوں کا ایجاد کرنا ضروری ہے۔ پچھلے زمانہ میں کیا ایشیا کیا یورپ ہر ملک میں خلق اللہ کی تعلیم صحت اور حفاظت کا انتظام ہمیشہ مفت کیا جاتا تھا۔ امیر غریب کسی کو بھی روپیہ فراہم کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ ثوابی درس گاہوں کی طرف سے جو شاہوں امرا اور شرفا کے ایجاد کردہ تھے۔ عوام الناس کو کھانا کپڑا۔ مکان اور طلبا کو کتابیں وغیرہ بھی ملتی تھیں۔ اب امیر ہو یا غریب ہر شخص کو ان سب چیزوں کے لیے روپیہ بہم پہنچانا پڑتا ہے۔ خواہ وہ اپنے پاس سے کرے یا قرض لے یا بھیک مانگے۔ اگر کوئی شخص فی الحال خوش حال بھی ہے تو اس سے یہ مطلب نہیں کہ وہ آیندہ چلکر پیسے کی ضرورت محسوس کریگا انسان کی زندگی کو کامل کرنے اور خوش حالی کو بہم پہنچانے کے لیے اب مشارکت عمل کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی **کفایت شعاری** دوسری اپنی آمد کا تھوڑا حصّہ پس انداز کرنا۔ اور زندگی کا بیمہ کرانا۔

معاشرتی فائدہ ۔ یہ تین نیکیاں اس زندگی کے بیمہ کی بدولت ہی عمل میں آتی ہیں اور اس کے بڑے پھل ملتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی جان کا بیمہ کرا دے تو مقررہ قسط ادا کرنے کے لیے اس کو مجبوراً روپیہ بچانا پڑتا ہے اور وہ اپنی فضول ضرورتوں کو روک کر اس ڈر سے روپیہ بچاتا ہے کہ اگر میں نے مقررہ وقت میں بیمہ کی قسط ادا نہ کی تو میرا گزشتہ روپیہ سوخت ہو جائیگا۔ جو میں نے بیمہ کمپنی کو دیا ہے اور اس طریقے سے رفتہ رفتہ اس کو کفایت شعاری اور بچت کی عادت ہو ہی جائے گی۔

بیمہ کیا ہے ۔ بالفاظ دیگر یہ نہ صرف انفرادی زندگی کے لیے ایک محافظ ہے۔ بلکہ ایک ذریعہ نیکی اور انسانی ہمدردی ہے خصوصاً اوسط اور نیچ خاندانوں کے لیے باعث خلوص و محبت ہے یہ انفرادی زندگی کا اصول متعلقین و وابستگان خاندان کے لیے سرمایہ۔ خلقت عامہ میں اتفاق کا وجہ قائم کرنے والا انسانی ہمدردی کا ایک وسیع میدان۔ حکومت کا سود و بہبود اور ملک کا خیر خواہ و ادارہ منظم ہے۔

ایجاد:- چند مورخین اِس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ بحری بیمہ مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ جبکہ وہ اسپین (اندلس) میں تجارت کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ جان کا بیمہ بیماری اور مرگ ناگہانی کے خوف سے کیوں نہ کرایا جائے۔ یہ خیال ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوا۔ جیسے مال کے آگ اور پانی سے تلف ہونے کے احتمالات ہیں۔ اس سے زیادہ جان کے تلف ہونے کے احتمالات بھی ہیں۔

بیمہ کس لیے کرانا چاہیے:- آدمی کا فرض ہے کہ حتی الامکان وہ اپنے مرنے کے بعد بیوی بچوں کے گزارہ کا سامان چھوڑ جائے۔ کیونکہ زندگی میں یہ فرض ہے کہ خاوند بیوی کے لیے، باپ اولاد کے لیے۔ روزانہ روٹی اور گزارہ کا انصرام کرتا ہے۔ مرنے کے بعد بھی بیچارگی، مفلسی و تنگدستی میں نہ چھوڑ جائے۔ ممکن ہے کہ لوگ خود اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ بچا کر جوڑ لیں۔ مگر اس میں اندیشہ ہمیشہ لگا رہتا ہے کہ وہ کسی خرچ میں نہ آجائے۔ موت کو غیر یقینی سمجھ کر آیندہ کے لیے جمع کی ہوئی پونجی کی کمی پورا کرنے کے اعتماد پر رہنا بے جا و سراسر غلطی ہے۔ اس کے علاوہ انسان کو بوقت مرگ اطمینان قلب تبھی ممکن ہے ضروری ہے کہ میں اپنے بیوی بچوں کو ایسی حالت میں نہیں چھوڑتا کہ میرے مرنے کے بعد اُن کا گزر نہ ہو کہ وہ اپنے بیگانوں، عزیزوں پر اپنا بوجھ ڈالیں۔ یا بیگانوں سے بھیک مانگیں۔ یا محتاج خانوں اور خیرات خانوں میں پڑے پھریں۔ سب سے مقدم اور ایک بات یہ ہے کہ انسان عمر طبعی کو پہنچنے کے بعد حس و حرکت کے ذریعہ کمائی کرنے سے مجبور رہتا ہے۔ خودداری کے ساتھ اپنی اخیر زندگی میں اپنے پیر پر سنبھلنا چاہتا ہے تو کچھ آیندہ کے لیے اندوختہ کرنا چاہیے۔ ان مقاصد کے واسطے سب سے زیادہ عمدہ معقول فائدہ مند و بجا تدبیر یہ زندگی کا بیمہ کرانے کی ہے۔

اصولِ بیمہ:- زندگی کا بیمہ کرنے میں کئی فضیلتیں بنی نوع انسان کو حاصل ہوتی ہیں۔ سلامتی برادرانہ ہمدردی و اجتماعی ذمہ داری اس بیمہ ہی کا فیض ہیں۔ بیمہ کرنے والے کے لیے یہ ایک آیندہ کا سالم سرمایہ بنتا ہے۔

ڈاکٹری امتحان جس کا کرانا لازمی ہے۔ بیمہ کرنے والے کو اپنی صحت کے متعلق اطمینان قلب بخشتا ہے سالانہ قسطوں کا سلسلہ وار پابندی کے ساتھ ادا کرنے سے کفایت شعاری و پابندی وقت جیسی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ برادرانہ ہمدردی کا اصلی نمونہ بھی اس میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ چنانچہ بیمہ کیے ہوئے۔ قبل از مدت بیمہ یا ناگہانی موت یا خودکشی کر بیٹھتے ہیں تو انھیں اُن کے خاندان کے لیے کافی روپیہ ملتا ہے۔ غربت جیسی بلائے بے درماں سے بری رہتے ہیں۔ زندوں کے پیسے سے مردوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ پس زندہ حصہ داران کمپنی کو ثواب دارین حاصل ہے۔ اور پسماندگان مرحوم

بیمہ کنندگان کو ... زندگی کا بیمہ کرنے والی کمپنیوں میں اجتماعی ذمہ داری بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ سابق پالیسی ہولڈرس کی خیرخواہی کا خیال رکھتے ہوئے نئے گاہک کا پیدا کرنا۔ ڈاکٹری امتحان میں دور اندیشی اور ہوشیاری سے کام لینا کمپنی کے افسروں و محکموں کا انتظام کرنا ایک معمولی بات نہیں۔ بلکہ اہم مجموعی ذمہ داری ہے۔

بیمہ کمپنیوں کے پیسے کا محفوظ استعمال :-

۱۹۱۲ء کے اگست کے بعد ہر انشورنس کمپنی پر یہ قانون وارد ہو چکا ہے کہ بغیر از سیکیورٹی انشورنس کمپنی ایجاد کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا۔ ساٹھ فی صدی گورنمنٹ سکیورٹی بانڈس خریدے جاتے ہیں باقی مادہ مبالغ جہازی۔ ریلوے و ٹرام وے کمپنیوں۔ کوئلہ و گیاس کے کارخوں اور منسپالٹی کو قرضے کے طور پر دیا جاتا ہے۔ سرکار کا پورے طور سے ہر کمپنی پر قبضہ ہے۔

ہندوستانی کمپنیوں میں بیمہ افضل :-

ہندوستان میں بیمہ کمپنیوں کی ترقی اب قابل اطمینان ہے۔ ہندوستانیوں کو ابھی اچھی بات محسوس ہونے لگی ہے کہ ہم بحیثیت ہندوستانی ہونے کے کافی و بہتر فائدہ ہندوستانی کمپنیوں میں اٹھا سکتے ہیں۔ انشورنس سالانہ رسالہ جو سرکار سے شائع ہوتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ سالانہ پندرہ سے بیس لاکھ روپیہ تک قسطوں کی شکل میں بیرونی کمپنیوں کو ہندوستان سے جاتے ہیں۔ ناظرین سے التماس ہے کہ خود آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس قدر روپیہ غیر ملک مستفیض ہوا چلا جاتا ہے۔ اکثر افسر یہ سمجھ کر کہ ہندوستانی کمپنیوں میں بیمہ کرانا ہماری کسر شان ہے۔ غیر ممالک کی کمپنیوں میں کرواتے ہیں۔ انھیں معلوم ہو جائے کہ وہ اپنی مادر وطن کے ساتھ بے وفائی کر رہے ہیں۔ چنانچہ ہمارے میسور میں میسور انشورنس کمپنی آمر لیالائینس کمپنی و اقعی اطمینان کلی کے ساتھ معاملہ کر رہی ہے۔ ہر ہندوستانی کا فرض ہے کہ اپنے ہمسایہ کو گمراہی سے نکالے اور اس کی ہمت افزائی کرے۔

پس ہمیں چاہیے کہ اجتماعی قوت کو کام میں لاویں۔ بالاجتماع سعی و کوشش کی عادت ڈالیں۔ اور دولت کمانے کا انتظام اچھی طرح کریں۔

خادم قوم

محمد ریاض الدین احمد آف مستان فیملی۔

چن پٹن (میسور)

مبارکباد ممبری

مہربانِ مخلصِ احباب مولانا طفیل!   ہو مبارک آپ کو یہ کونسل کی ممبری
ممبری سے کچھ ہوئی افزوں نہ عزت آپ کی   بلکہ اس نسبت سے خود ہی ممبری کو برتری
شک نہیں اس میں کہ اس درماندہ مفلس قوم کی   کونسل میں آپ کے جانے سے ہوگی بہتری

آپ کی اس کامیابی سے یہ ثابت ہو گیا   قوم میں پہلے سے اب کچھ کم ہے آشفتہ سری
جاگزیں لوگوں کے دل میں ہو گئی تبلیغ سنو   ورنہ حاصل آپ کو ہوتی نہ ہرگز ممبری

کامیابی سے زیادہ یہ مبارک فال ہے   موجب تبریک ہے یہ آپ کی مقصد وری
اس قدر وحشت ہو جس کے نام سے اور کام سے   اب وہی پبلک عطا کرتی ہے اُس کو ممبری
درحقیقت آپ کی جرأت سبق آموز ہے   ایسے کاموں کے لئے موزوں ہیں ایسے ہی جری
آپ کی آئندہ کوشش پر ہیں نظریں قوم کی   کاش کچھ معلوم ہوتا اس کا خاکہ سرسری

ہو بلائے سود کی قانون سے کچھ روک تھام   بیکسوں کی کیجئے قانون سے چارہ گری
کچھ تو ڈھیلی ہو مسلمان پر مہاجن کی گرفت   کچھ تو کم ہوں یہ مظالم اور یہ فتنہ گری
اب کسی حد پر تو ہو محدود یہ بلائے سود   جائدادیں کچھ تو ہوں بیعوں کے قرضے سے بری
قوم کے افلاس کی اب کوئی حد باقی نہیں   کفر تک پہنچا رہی ہے قوم کو یہ بے زری

کونسل کے آتے جاتے ہو بریلی بھی قیام   آپ کے مشہور ہیں الطاف بندہ پروری

شہباز بریلوی

ہماری کم پونجی کی تجارت کیونکر فیل ہو جاتی ہے

اس کے خاص وجوہ معلوم کیے جاویں تو محض ہماری کاہل وجودی اور بیجا اسراف ہی ہو سکتے ہیں اور ہیں اگر ہم کوئی کاروبار کرتے ہیں تو اپنی دوکان میں ایسی چیزیں رکھتے ہیں جن کی مہینوں اور برسوں کے بعد استعمال کی ضرورت پڑے اور روزمرہ کی ضرورت کی چیزیں اگر رکھتے ہیں تو وہ ایسی ہوتی ہیں کہ وقت پر اگر فروخت نہ ہوئیں تو وہ ایک دن میں سڑ جائیں یا گل جائیں وغیرہ۔ اس وقت ہمارے ہاتھ میں غلہ کا کاروبار عشر عشیر نہیں اگر ہم چاہیں اور محنت پر کمربستہ ہو جائیں تو ہر میوہ غریب غلہ کی آسان تجارت کو فروغ دیکر اپنی تمام مصائب کا خاتمہ کر سکتا ہے۔

باوجود مجبور اور کنگال ہونے کے ہماری سستی اور کاہلی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے مشکل تو یہ ہے کہ ہم نے اپنے علاوہ ساتھ ساتھ اپنی بی بی بچوں کو بھی آرام طلب اور ناکارہ بنا دیا ہے ایک غریب مزدور یا کم پونجی کے دوکاندار کے گھر میں بھی فلور مل پن چکی مشین کا آٹا پسکر آتا ہے۔ ہر گھر میں سے چکی کے آٹے کا رواج اٹھ گیا ہے اور اب ہماری گھروالی کا صرف یہی ایک کام باقی رہ گیا ہے کہ وہ خود ان سے پہلے صبح اٹھکر یا دن چڑھے آٹھ نو بجے بیدار ہو کر دو چار بیڑا پان کھائیں گی اور اس کے بعد بسم اللہ پڑھنے سے پہلے ہی کسی نہ کسی کی غیبت بدی میں لپٹ جائینگی اور دن بھر لڑتے لڑتے اپنی جان کو مفت میں ہلکان کرونگی۔ گویا تمام دن بلکہ تمام عمر ان کی اس بیکار لڑائی اور فضول بکواس اور غم و غصہ ہی میں گزر جاتی ہے کتنی مسرت کی بات ہو کہ ہمارے غریب کم پونجی کے دوکاندار یا مزدور یا ملازم پیشہ اپنے گھر میں روز کے روز آٹا پسوا لیا کریں اور اسی کو کام میں لاویں یہ کہیں زیادہ بہتر ہوگا۔ بہ نسبت بازار کے خریدنے سے۔ اور جب عورتیں گھر کی محنت کرنے پر زیادہ آمادہ ہو جائیں تو آٹے کی تجارت کر کے بھی خاطر خواہ نفع حاصل کر سکتی ہیں محنت کو بالکل عیب نہ سمجھیں کیونکہ محنت دولت حاصل کرنے کا خاص ذریعہ ہے۔

ایک روز علی الصباح ٹھیک چار بجے میں نے یہاں گلیوں اور محلوں میں جا کر دیکھا کہ برادران وطن کی نیچی سے اونچی ذات کی بچی جوان بوڑھی سب کی سب دھان اور مسور کوٹنے پیٹنے میں لگی ہوئی ہیں۔ کھٹ پٹ کھٹ پٹ کی آواز آ رہی ہے۔ گویا ان کے گھروں میں ایک کمپنی یا کارخانہ چل رہا ہو اور باقاعدہ کام لگا ہوا ہے۔ یہاں عموماً چودہ سیر مسور چھانٹنے میں چار سیر مسور محنت کا صلہ ملتا ہے۔ بال بچے اور مرد علیحدہ مزدوری کرتے ہیں اس آسودگی اور صرف محنت کی خیر و برکت کی وجہ سے اب یہاں کے ادنیٰ اور ذلیل تہوار بڑی دھوم دھام سے منائے جاتے ہیں گویا محنت نے ان کے لیے دن کو عید اور رات کو شب برات بنا دیا ہے اور زندہ دلی کی ایک نئی روح پھونک دی یہ ہے اصل محنت کی خوشی۔ اس کے بعد میں نے اپنے اور اپنے بھائیوں کے طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو در و دیوار پر ایک سناٹا ہے ہو کا عالم چھایا ہوا ہے۔ پوری خاموشی طاری ہے۔ گویا ایک بڑے گہرے خواب غفلت کی نیند میں سب سو رہے

اونہ بھائی سو پڑے ہیں یہ سماں دیکھ کر بخدا دل بہت دکھا اور نہایت قلق ہوا خدا نہ کرے اگر ہمارا اسی طرح ہمیشہ محنت سے منہ موڑنے اور دم چرانے کا سلسلہ رہا تو جو ہماری بری گت ہو وہ تھوڑی ہے اور اس کا خدا حافظ ہے۔

ہر روز جب ہماری صبح آنکھ کھلتی ہے تو آمدنی ہو یا نہ ہو سب سے پہلے چاء بسکٹ اور عمدہ قسم کا ناشتہ کرنے میں لگ جاتے ہیں اور چار چھ آنے پیسے خرچ کر ہی دیتے ہیں زیادہ فضول خرچی کرنے سے کاروبار میں گھن لگ جاتا ہے یعنی رفتہ رفتہ جمع تک صاف ہو جاتی ہے

آپ خیال کیجئے نئے اور پرانے مہاجن یا بنیوں کے ہاں ابتک یہ قاعدہ چلا آتا ہے کہ وہ صبح اٹھ کر جب تک کچھ پیدا نہیں کر لینگے ناشتہ نہیں کرینگے اُن کی تجارت بھی زیادہ تر غلہ کی ہوتی ہے کہ آفتاب طلوع ہونے نہیں پاتا کہ دوکانداری شروع ہو جاتی ہے اور ایک پیسے کی حیثیت سے لیکر لکھپتی اور کروڑپتی اور نیچی ذات سے لیکر اونچی ذات تک کے سب تجارتی کاروبار میں لگے ہوئے ہیں اگر سچ پوچھو تو وہ تمام ہندوستان کے مارکیٹ اور بازاروں کے مالک ہیں۔

ہم جب کسی غلہ کے آڑھتی یا بنیئے سے غلہ خریدتے ہیں تو ان کی تول کو ملتا ہے کہ کسی عمدہ کیمیکل بیلنس یا ایمان والی ترازو میں بھی وزن کیا جاوے تو ڈنڈی ترازو کی اونچی ہی رہیگی برابر ہونا مشکل ہو جائیگا۔ برخلاف اس کے ہم اپنی کسی نئی دوکان سے غلہ خریدیں اور گھر لاکر وزن کریں تو ایک پنسیری پر دو ایک چھٹانک زیادہ وزن بڑھ جاتا ہے ہمارے نئے دوکاندار جان بوجھکر قصداً کچھ زیادہ تولتے ہیں اصل میں اُن کا خیال رہتا ہے کہ ایسا کرنے سے دوکان جمیگی اور ترقی کریگی۔ کم پونجی کی دوکان میں مسلسل یہ طریقہ برتنے سے سخت نقصان ہوتا ہے ایسا کرنے والے چھ مہینے کی محنت میں پچاس روپیہ پیدا کیا کرتے ہیں تو سو روپیہ گھر سے دے بیٹھتے ہیں اور مفت میں تجارت کو بدنام کرتے ہیں غلہ کی نسبت میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ لوگوں کو سودا کم دیا جاوے اصل غرض یہ ہے کہ جس تول سے تم کو ملتا ہے اسی تول سے تم بھی دو۔ دوکانداری میں بہت زیادہ مروت کی ضرورت نہیں۔ ہاں یہ بات ضرور چاہئے کہ اپنے اسلامی اخلاق کے مطابق خریدار کی اتنی خاطر مدارات کرو کہ وہ تم سے خوش ہو جائے اور تمہارا ہمیشہ خریدار بنا رہے بس اسی طرح پرانے دوکاندار بھی دوکانداری چلاتے ہیں کیونکہ بداخلاقی تجارت کے لئے بہت مضر ہے

اگر ہمارے بڑے بھائی یعنی دولت مند خواہ کوئی ہوں) جن کے پاس درحقیقت پسماندہ روپیہ موجود ہے اور سات تالوں کے صندوق میں بند ہے۔ خدا اُن کے دل میں رحم دیدے کہ وہ اپنی خاص توجہ کر کے مہربانی کا یہ برتاؤ کریں کہ اپنے چھوٹے بھائی کم پونجی کے دوکانداروں کی مدد کریں امداد کرنے کے بہت آسان طریقے ہیں منجملہ ان کے ایک طریقہ مثال کے طور پر یہ ہے کہ اپنے پسماندہ اور جمع کیے ہوئے روپیہ کا اس سے ٹھیک فصل کے وقت گیہوں چاول گڑ گھی تیل وغیرہ خرید کر رکھ لیں اور کچھ عرصہ گذر جانے کے بعد قلیل منافع پر اپنے کاروباری بھائیوں کو نقد قیمت پر دیدیں اس طرح غریب دوکانداروں کو بازار کے نرخ سے چیزیں کفایت سے ملینگی اُن کو زیادہ منافع ہوگا بڑے لوگوں کو بھی منافع کی صورت دیکھکر تجارت کا شوق پیدا ہوگا اور چھوٹوں کی بہت بڑی ہمت بڑھ جائیگی بلکہ جان میں جان آجائیگی ایسے ایسے آسان طریقوں پر عملدرآمد کرنے سے ہم ضرور ترقی کے میدان میں پہنچ جائینگے۔ خدا ہر چھوٹے بڑے امیر غریب سب کے دل میں قوم کا درد پیدا کردے اور سب کو محنت اور تجارت کے صحیح راستہ پر لگا دے۔ آمین۔ فقط والسلام

ناچیز حقیر

محمد نفل کیپ سرجنٹ سہسرام ضلع آرہ

تاجر فائدہ اٹھائیں

چونکہ اب سودمند کی اشاعت اس قابل ہو گئی ہے کہ اس میں اشتہار چھپوانے کا وہی نتیجہ ہوگا جو مطلوب ہے یعنی سودمند اب مشہور قصبے سے لیکر ہر ضلع میں اور صوبہ میں حتی کہ ہندوستان سے باہر بھی نہایت معقول تعداد میں جاتا ہے اور کارخانہ داری کی نسبت والے خصوصیت سے اس کو منگاتے ہیں اور قابل اعتبار سمجھتے ہیں البتہ ایسے اشتہارات سودمند میں شائع نہ ہوں گے جن میں اشیاء کی تعریف کا انحصار مبالغوں پر ہو یا جن میں فائدے سے زیادہ اشتہار اور خوش معاملگی کی پروا نہ کی جائے۔

مقدار	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چہارم صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

چوتھائی صفحہ سے کم کی اجرت فی سطر ایک آنہ ہے

منیجر رسالہ سودمند بدایوں

اشتہار

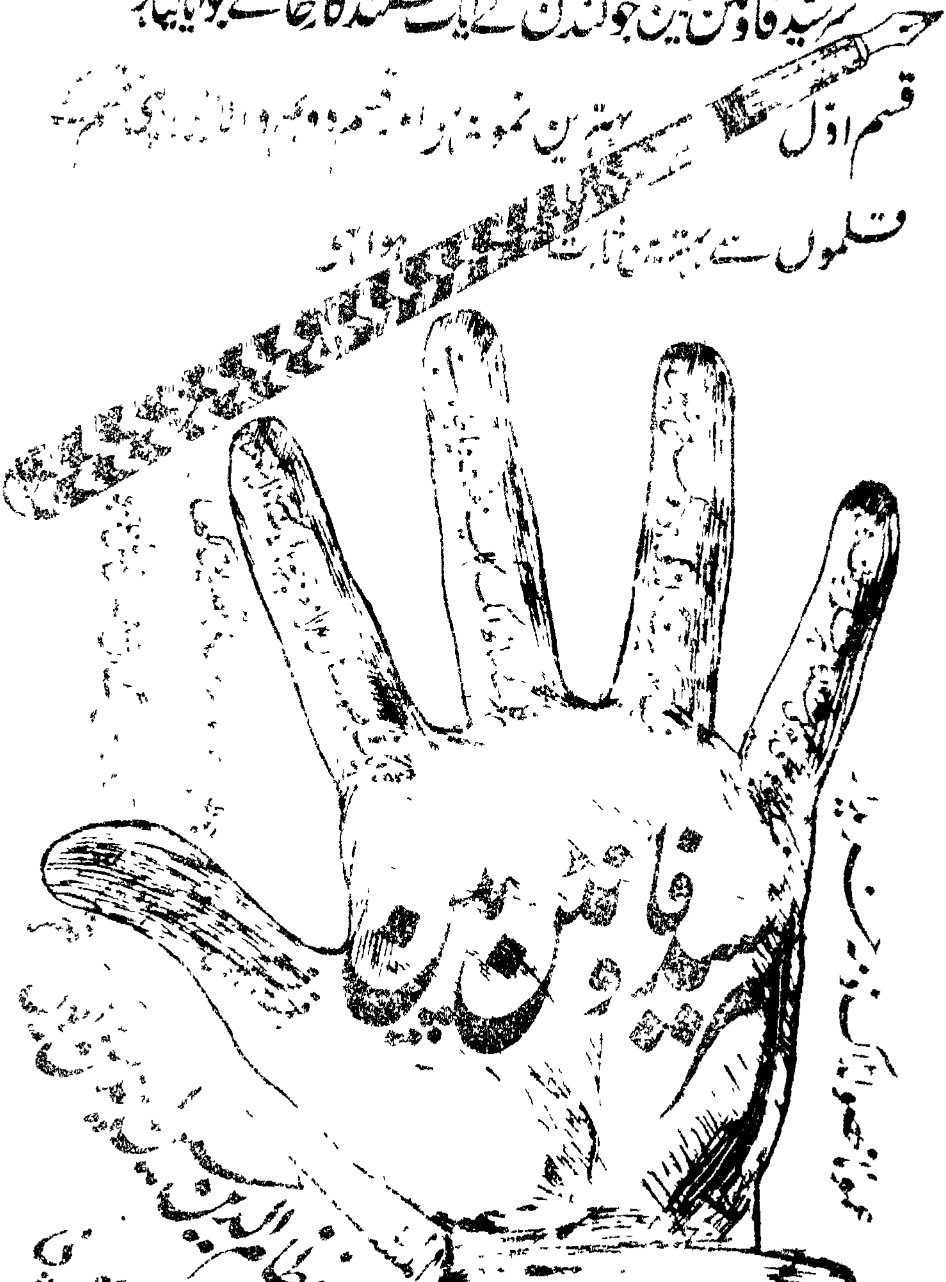
اردو میں اپنی قسم کا ...

۲۲×۲۹

منیجر نظامی پریس بدایوں

مسلم یونیورسٹی کی پنجاہ سالہ جوبلی کی یاد دلانے والا حسین تحفہ

سر سید فاونٹین پین جو لندن کے ایک مستند کارخانے سے بنوایا گیا ہے



[illegible]

سودمند

جلد ... نمبر ... ۱۹۲۵ء
آنریری ایڈیٹر سید طفیل احمد منگلوری علیگ ایم ایل سی
جو ... سے ماہوار نکلتا ہے



قیمت فی پرچہ ۳/

راہ گیر۔ یہ اصحاب کشاں کشاں کہاں جا رہے ہیں اور کس علت میں؟
سودمند۔ کوئی دفتر رجسٹری اور کوئی عدالت دیوانی میں اور کوئی کلکٹری کے نیلام اور کوئی دیہاتی کے جیل میں اور سب کے سب قرضہ کی علت میں
راہ گیر۔ پھر ان لوگوں کی رہائی کس طرح ہو؟
سودمند۔ تجارتی سود کی عادت ترک کرنے اور کو آپریٹو سوسائٹیوں میں شریک ہونے سے

چندہ سالانہ ... عام

مقاصد

(۱) افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کر کے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں۔

(۲) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ ... [illegible] ... اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں ... [illegible] ...

(۳) فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

(۴) مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات بہم پہنچانا اور ... [illegible] ... مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

(۵) مسلمانوں کی صحت جسمانی، تمدنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرنا۔

[illegible] پریس ... میں چھپا۔

قواعد خریداری سودمند

۱۔ سودمند کا سالانہ چندہ عما ہے۔ مگر ممالک غیر سے ۱۲ مقرر ہے وہ بالعموم ہر مہینے کے وسط میں شائع ہوتا ہے اس لیے پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۲۵ تاریخ تک آجانی چاہیئے اس کے بعد فی پرچہ ۲ قیمت لی جائے گی۔

۲۔ رسالہ کی درخواست خریداری مع قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجی جائے یا پرچہ بصیغۂ وی پی طلب کیا جائے اور دیگر امور متعلقہ اور اشتہار وغیرہ کی بابت منیجر سودمند بدایوں سے مراسلت کی جائے۔

۳۔ مضامین سودمند میں شائع ہونے کے لیے اور تبادلہ کے اخبارات و رسائل دفتر سودمند بدایوں میں بھیجے جائیں۔

۴۔ تین مہینے سے کم کے لیے پتہ تبدیل نہ کیا جائے گا۔ اس کے لیے ڈاک خانہ میں انتظام کیا جائے

۵۔ نمونہ کا پرچہ بلا قیمت ۔ا کے ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جائے گا لیکن خریداری پر مدت خریداری اسی نمبر سے شمار کی جائے گی۔

۶۔ خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھا جائے

۷۔ اطلاع خریداری کے ساتھ یہ بھی لکھا جائے کہ پچھلے پرچے بھی بھیجے جائیں یا نہیں جن کی ابتدا جون ۱۹۲۵ء سے ہے۔ مجلد قیمت سے

۸۔ جو صاحب ایک سال کے لیے پانچ خریدار یا ۱۰ روپیہ کی اجرت کا اشتہار بہم پہنچائیں گے وہ ایک سال کے لیے بلا ادائے قیمت سودمند کے خریدار متصور ہوں گے لیکن اشتہار فرضی دعووں کا حامل اور فحش نہ ہوگا

۹۔ معاونین سے التماس ہے کہ نئے خریداروں کے رسالہ کا وی پی روانہ کرنے کی ہدایت صرف اُس حالت میں بھیجیں جبکہ اُن سے کافی اطمینان کر لیا جائے بغیر استمزاج کے جو وی پی بھیجے جاتے ہیں وہ اکثر واپس آتے ہیں۔

مطالعہ سودمند

کو مکمل بنانے کے لیے حسب ذیل رسالے دفتر سودمند سے ضرور منگوائیے۔

رسالہ جواز سود مع فتاویٰ

جس میں مختلف طور پر سود کی حقیقت ربا اور سود کا فرق اور تجارتی سود کے جواز کی صورتیں مع علمائے کرام کے فتووں کے پیش کی گئی ہیں اور کفایت شعاری اور پیسہ جمع کرنے کے طریقے سمجھائے گئے ہیں ایک نسخہ ا/ کے ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے اور سو جلدوں کی قیمت عہ

رسالہ مالی اصلاح

جس میں پیسہ بچانے اس کو جمع کرنے اور بڑھانے کے متعلق طریقے مفصل طور پر بتائے گئے ہیں قیمت ا/

مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل قیمت ۲/ تعلیمی بیمہ قیمت ا/

مشتہر

رسالہ سودمند بدایوں

سودمند

جلد ۳	مارچ سنہ ۱۹۲۷ عیسوی	چندہ سالانہ عہ
نمبر ۳		قیمت فی پرچہ ۳ر

فہرست مضامین

مارچ ۱۹۲۶ء

(از محمد قمر الحسن صاحب قمر بدایونی)

اقبالمند وہی جو سرمایہ دار ہو

نادار بے حیائی سے اپنی جیا تو کیا — بے عزتی سے مانگ کے کھایا پیا تو کیا
کچھ انتظام بھیک سے اپنا کیا تو کیا — با رحم کھا کے ساتھ کسی نے دیا تو کیا
احساس ہو نہ جس کو وہ انسان ہی نہیں
غیرت جسے نہ ہو وہ مسلمان ہی نہیں

سوداگری وہ کیا جو چلائی اُدھار سے — ملتی نہیں ہے کوئی بڑائی اُدھار سے
بدتر نہیں ہے کوئی بُرائی اُدھار سے — جھگڑے اُدھار سے ہیں لڑائی اُدھار سے
لاکھوں گھروں کو قرض نے ویران کر دیا
بھرے گھروں کو جیل کا مہمان کر دیا

قرضہ وہ ہے بلا ہے خدا اس سے دے پناہ — ہم کیا پناہ مانگتے ہیں اس سے بادشاہ
قرضے کی دستبرد سے لاکھوں ہوئے تباہ — یہ دیکھ کر بھی کوئی یہ کہتا نہیں اب آہ
لِللہ اب تو ہوش میں ہو قرض سے بچو
حالت پر اپنی رحم کرو قرض سے بچو

جو قرض اور سود کی دلدل میں پھنس گیا — کیا اُس بلا نصیب کی شامت کا پوچھنا
کس سے بیان ہو اس کی مصیبت کا ماجرا — کہتے ہیں اُس سے لوگ کہ ہو جاؤ آریا
جو ایسی سخت بات سنائے وہ قرض ہے
ایسی بُری گھڑی جو دکھائے وہ قرض ہے

روباہ شیر کو جو بنا دے وہ قرض ہے — سطوت کو جو پہاڑ کی ڈھائے وہ قرض ہے
جو آدمی کے ہوش اُڑا دے وہ قرض ہے — ہنستے ہوئے کو دم میں رلا دے وہ قرض ہے
انسان وہ ہے قمر جو کفایت شعار ہو
اقبالمند وہ ہے جو سرمایہ دار ہو

روپیہ پیدا کرنا

کسی شخص کی کامیابی کا اندازہ عموماً اس کی روپیہ کمانے کی قابلیت سے کیا جاتا ہے۔ اگر آپ نے ایک معتدبہ سرمایہ فراہم کیا ہے تو دنیا آپ کو کامیاب کہے گی۔ تمول گویا نمایاں کارگذاریوں کا امتیازی نشان ہے اور اگرچہ کامیابی سے محض اندوختہ ہی مراد نہیں بلکہ اس کے سوا کچھ اور بھی۔ تاہم اس موقعہ پر ہم اس کو کلیتہً اسی نقطۂ نظر سے دیکھینگے۔

حصولِ زر کے لیے انسان میں ایسی خصوصیات ہونے کی ضرورت ہے جو عزم و خود اعتمادی کی موجودگی کی ضامن ہوں۔ آپ میں ایسی قابلیت ہونی چاہیے کہ موقعہ او روقت کو دیکھ سکیں اور اتنی جرأت ہونی چاہیے کہ جب وہ سامنے آئیں تو ان کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ آپ میں وہ اسپرٹ جو ایک تماریٔ میں ہوتی ہے وافر طور پر ہونا ضروری ہے۔ زندگی خود ایک پیہم خطرہ ہے اور انسان کو لازم ہے کہ مواقع کو قابو میں لانے کے لیے تیار رہے تاکہ گرانقدر معاوضات سے بہرہ مند ہو سکے۔

یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب آپ کا نظام جسمانی عمدہ حالت میں رہے۔ آپ کوئی مکان تعمیر نہیں کر سکتے جب تک کہ پہلے ایک مضبوط بنیاد قائم نہ کرلیں۔ اسی طرح بغیر ایک قوی جثہ کے یہ محال ہے کہ آپ اپنی زندگی کو قابلِ وقعت بنا سکیں۔ ایک صحیح اور توانا جسم ہی کی بنا پر ایک شاندار زندگی کی عمارت قائم ہو سکتی ہے۔

وہ وقت دور نہیں ہے جب وہ مرد یا عورت جو زندگی میں کوئی غیر معمولی اہمیت حاصل کرینگے وہ ہونگے جن کو جسمانی ترقی اور تکمیل کا خیال ہوگا۔ وہ اس اسپرٹ میں پوری طرح ڈوبے ہونگے جو ان اصولوں کی صحیح پابندی سے پیدا ہوتی ہے جن پر اعلیٰ قوت بدنی کا دار و مدار ہے۔

اگر آپ روپیہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اپنی زندگی کے ہر یوم واحد میں خود کو انتہائی بکار آمد ثابت کریں تو آپ کو اپنی انسانی مشین کا فکر رکھنا لازم ہے البانہ ہو کہ اس کے کل پرزوں کو تیل نہ ملنے کی وجہ سے اس کا فعل سست ہو جائے اگر آپ اپنے معدہ کو اچھی حالت میں رکھنا چاہتے ہیں تاکہ وہ صحیح طور پر کام کرتا رہے تو آپ کا فرض ہے کہ اس کو اپنا ایک دوست سمجھیں۔ آپ کو اُس کی عزت کرنا چاہیے۔ ان قوانین کی بجاآوری کی مہارت پیدا کرنا چاہیے۔ جن پر ان کی صحت کا انحصار ہے۔ اور اُن قواعد زندگی کو سیکھنا چاہیے جو آپ کے جسم کو مضبوط رکھنے اور آپ کے جوش اور امنگ کو

عنفوان شباب اور صحت کی پوری کیفیات کے ساتھ برقرار رکھنے کے لیئے لابدی ہیں۔ یہ زندگی کی کامیابی کے لیئے بمنزلہ اس لوح کے ہی جو طلسم کشائی کے لیئے ناگزیر ہوتی ہی۔ اور مستقبل کے "کچھ کر دکھانے والے"، مرد عورت انھیں مہتم بالشان اصولوں پر کاربند ہونگے۔

ایڈیٹر

بے پروائی اور اس پر غالب آنا

جو کام آپ کرتے ہیں اس کو اپنے حتی الامکان بہترین طریقہ پر کیجیئے۔ آپ کی کارگزاری خواہ کسی درجہ اور پایہ کی ہو مگر آپ کی ذاتی استعداد عمل کی روسے اعلیٰ اور اکمل ہونا چاہیئے۔

اس کی ہمیشہ احتیاط رہے کہ ایسا نہ ہو کہ جس بہترین طور پر آپ اس کام کو انجام دے سکتے تھے اس میں کوتاہی اور کسر رہ گئی ہو جس کو اور لوگ بھی مان لیں۔ اور جو شخص ثابت قدمی کے ساتھ اعلیٰ طریقہ پر کام انجام دیتا ہے وہ کبھی بے پروا نہیں ہو سکتا۔

اگر آپ بہترین طریقہ پر کام کرنا چاہتے ہیں تو جو مسئلہ آپ کو پیش ہے اس کے اندر غور کرنا لازم ہے۔ نہ اس کے اوپر کو خیال دوڑائیے نہ نیچے کو نہ اس کے گرد و پیش پر بلکہ ایک ہمہ گیر فیصلہ کرنے والے انداز میں اس کے بیچ میں نگاہ ڈالیئے۔

بے پروائی براہ راست نتیجہ ہے اس کام سے دلچسپی نہ ہونے کا جو آپ کر رہے ہیں اور اس کا آخری انجام دماغی کاہلی ہوتا ہے۔ اور اگر یہ عادت زیادہ عرصہ تک برقرار رہی تو اس سے نجات پانا محال۔

بے پروائی عجلت سے بھی پیدا ہوتی ہے۔ عجلت عموماً ایک کام کو آخری لمحات تک چھوڑ رکھنے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ عجلت کا علاج دستور العمل ہے۔

ہر کام کے لیئے دستور العمل قایم کرنا اور دستور العمل پر کام کرنا بے پروائی دفع کرنے کا قریب حکمی نسخہ ہے۔

ایڈیٹر

انجمن ہائے امداد باہمی کے اغراض اور اس سے عملی فائدہ اٹھانے کا طریقہ

ماہ گزشتہ میں بمقام گونڈہ (اودھ) میں ڈسٹرکٹ کوآپریٹو کانفرنس کا اجلاس ہوا تھا۔ اس موقع پر رائے بہادر پنڈت شیام بہاری صاحب منسٹر بھگت ڈائرکٹر کوآپریٹو بنک ضلع مذکور نے اپنی تقریر میں اس تحریک کے متعلق جو باتیں بیان فرمائیں وہ اس قابل ہیں کہ ناظرین سودمند کے سامنے پیش کی جائیں اور وہ ان کے مطالعہ سے فائدہ اٹھائیں۔

ایڈیٹر

رائے بہادر صاحب نے فرمایا کہ عوام کا خیال ہے کہ یہ سوسائٹیاں بس ایک ذریعہ ہیں کم سود پر روپیہ حاصل کرنے کا۔ اس میں شک نہیں کہ کم سود پر قرضہ دستیاب کرنا ان سوسائٹیوں کے اغراض میں سے ہے اور بجائے خود ایک بڑی چیز ہے۔ مہاجنوں کے ہاتھ سے جو تباہیاں کسانوں اور دیگر کم حیثیت پیشہ وروں پر آتی ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔

کوآپریٹو سوسائٹی نے اس مرض کے انسداد میں ایک نمایاں حصہ لیا ہے مگر کوآپریٹو سوسائٹی کے حلقۂ اغراض کو اس طرح محدود کر دینا ایک بڑی غلطی ہے۔ میرے نزدیک سب سے بڑا فائدہ ان سوسائٹیوں سے یہ ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے پیشہ وروں کیلئے سرمایۂ تجارت فراہم کرتی ہیں۔ ہمارے ملک میں سرمایۂ تجارت کی قلت ہے اور یہی وجہ ہے کہ تجارتی حیثیت سے ہم دوسرے ملکوں سے بہت پیچھے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ہم کسی شمار میں نہیں ہیں۔ اس قلت سرمایہ کے کئی وجوہ ہیں۔ کچھ افلاس۔ کچھ ہمارا طریقۂ زندگی۔ اور کچھ ہماری کم ہمتی جو صاحب دولت ہیں وہ نقصان کے ڈر سے اپنا روپیہ نہیں لگاتے۔

کوآپریٹو سوسائٹی میں چونکہ فائدہ اور نقصان جو کچھ بھی ہوتا ہے کئی آدمیوں کا ہوتا ہے۔ ذمہ داری مشترکہ ہوتی ہے۔ نگرانی کرنے والے کافی ہوتے ہیں۔ اور کئی آدمیوں کی چھوٹی چھوٹی رقموں کے ملنے سے ایک اچھی خاصی رقم ہو جاتی ہے۔ لہذا سرمایہ تجارت کی فراہمی میں دقت نہیں ہوتی۔

دوسرا بہت بڑا فائدہ جو کوآپریٹو سوسائٹی سے مقصود ہے وہ اخلاقی ہے دس آدمیوں کا مل جلکر کام کرنا محبت یگانگت اور اتحاد باہمی کا باعث ہوتا ہے۔ سوسائٹی کے اندر مذہب و ملت کی کوئی تفریق

نہیں ہوتی۔ ہندو مسلمان۔ برہمن۔ چھتری۔ ویش۔ سب ایک ہو کر غرض مشترک کے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کی طبیعت سے واقفیت ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کے معاملات سے ایک گونہ دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ چھوٹے موٹے جھگڑے بہ آسانی طے ایک دوسرے کے اثر سے ہو جاتے ہیں۔ ذمہ داری کا احساس بڑھ جاتا ہے۔ یہ خیال کہ ہم اپنی فضول خرچی۔ بدوضعی۔ اور بداطواری کی وجہ سے اپنے ممبران سوسائٹی کی نظروں سے نہ گر جائیں۔ بہت سی اخلاقی کمزوریوں اور لغزشوں سے باز رکھتا ہے۔ علاوہ بریں یہ خیال کہ ہمارا سرمایہ روز افزوں ہو تاکہ ہم اپنے اغراض کے لیے زیادہ روپیہ پا سکیں کفایت شعاری کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ان اخراجات میں جن سے کوئی مالی فائدہ متصور نہیں اور از خود کمی ہو جاتی ہے۔ الغرض جس نکتہ خیال سے بھی دیکھیے کوآپریٹو سوسائٹی ایک نہایت فائدہ مند چیز ہے۔ ہمارے ضلع میں اور غالباً دیگر اضلاع میں بھی بیشتر ایسی سوسائٹیاں ہیں جن کے ممبران اپنے اپنے ذاتی کام کے لیے روپیہ لیتے ہیں۔ کوئی مقصود واحد نہیں ہوتا۔ حالانکہ ملک کو ایسی سوسائٹیوں کی شدید ضرورت ہے جو ملکر کوئی بڑے پیمانہ پر کام چھیڑیں۔ مثلاً گھی دودھ مکھن تیار کرنا اور بیچنا۔ شکر یا گڑ بنانا یا آنکہ بڑے پیمانہ پر کھیتی کرنا۔ ظاہر ہے کہ کوئی ایک آدمی تاوقتیکہ بہت دولت مند نہ ہو ان اغراض کے لیے زیادہ روپیہ صرف نہیں کر سکتا۔ مگر دس آدمی مل کر بہ آسانی اس قسم کی تجارت کامیابی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ اس طرح کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ کپڑا بننے والے لوہے یا لکڑی وغیرہ کا کام کرنیوالے یا دیگر پیشہ ور اپنی سوسائٹیاں کیوں نہ قایم کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ حضرات اس طرف توجہ فرمائینگے۔ اور امتحاناً دو ایک سوسائٹیاں اس قسم کی قائم کر کے اندازہ کریں گے کہ اس تحریک میں کس حد تک کامیابی ہو سکتی ہے۔ اسی سلسلہ میں اس کا ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا کہ جناب ڈپٹی کمشنر صاحب کے مشورہ سے میں نے سکندر گنج میں کوآپریٹو سٹورز کی بنیاد ڈالی ہے۔ جس کے حصوں کی قیمت دس روپیہ فی حصہ ہے۔ اور ہر خریدار کو کم از کم تین حصے خریدنے ہوتے ہیں۔ حصہ لینے والوں کو ضرورت کی بیشتر اشیا اچھی اور بہ کفایت دستیاب ہو سکتی ہیں اور توقع ہے کہ اگر پبلک نے کافی دلچسپی لی تو رفتہ رفتہ قریب قریب ہر ضرورت کی چیز جو اس وقت آپ کو باہر سے منگانی پڑتی ہے اس اسٹور سے مل سکیگی۔ آپ کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوگی کہ ہمارے ضلع کی ایک سوسائٹی بھی دیوالہ نکال کر شکست نہیں ہوئی۔ اور ہماری سوسائٹیاں اس حد تک تشفی بخش سمجھی گئیں کہ ہمارے ضلع کو نمونہ کا ضلع قرار دیا ہے۔

یہ ہمارے لیے بہت ہمت افزا ہو مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہمارے کام میں کوئی نقص نہیں ہے اور ہم کو معراج کمال حاصل ہو گیا۔ میں بار بار آپ کی توجہ انتخاب ممبران سوسائٹی کی طرف

دلاوُنگا۔ آپ ممبران کے انتخاب میں جس قدر احتیاط صرف کریں گے اُسی حد تک آپ کو کامیابی حاصل ہو گی۔ آپ کی عمارت کی بنیاد یہی ممبران ہیں اگر یہ بنیاد مضبوط ہی تو آپ اس عمارت کو دو منزلہ سہ منزلہ حسب خواہش کر سکتے ہیں اور اگر خدانخواستہ یہ بنیاد کمزور ہوئی تو عمارت کی خیریت کب تک آپ کو ایسے اشخاص کا انتخاب کرنا چاہیے جو اپنے فرائض کے سمجھنے کی استعداد رکھتے ہوں۔ اور جن کو سوسائٹی کے کام میں واقعی دلچسپی ہو۔ اس بات کی جانچ لازمی ہی کہ سوسائٹی کا ممبر کس کام کے لیے روپیہ لے رہا ہی۔ آیا اس ضرورت کا وجود واقعی ہی اور اگر ہی تو اس کے لیے کس قدر روپیہ دراصل درکار ہی۔ نیز یہ کہ آیا جو روپیہ لیا گیا وہ اُس کام میں صرف کیا گیا یا نہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ ایک خاص ضرورت بیان کرکے روپیہ لیا گیا۔ مثلاً خریداری بل یا بیل یا دیگر زراعتی کام کے لیے مگر وہ روپیہ ایسے کاموں میں صرف کیا جاتا ہی جن سے کوئی مالی فائدہ نہیں پہونچتا نتیجہ یہ ہی کہ قرضہ کا بہ آسانی دستیاب ہونا بجائے فائدہ مند ہونے کے تباہی اور زیر باری کا باعث ہوتا ہی۔ اگر کہیں کسی سوسائٹی میں ایسے دو چار ممبر آ گئے تو اُس سوسائٹی کا حشر معلوم۔ ممبران سوسائٹی میں ہی سے آپ پنچ اور سرپنچ کا انتخاب کرتے ہیں جو دراصل سوسائٹی کے روح رواں ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس امر کا لحاظ لازمی ہی کہ آپ ایسے ممبران پنچایت کے لیے چنیں جو معاملہ فہم ہوں۔ بے لوث ہوں اور اپنے ذاتی فائدہ پر سوسائٹی کی بہبودی کو ترجیح دیں۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہی کہ تمام کام سرپنچ پر چھوڑ دیا جاتا ہی اُن کے اختیارات غیر محدود ہوتے ہیں اور وہ اپنے کو ہر قید سے آزاد سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ دور اندیشی سے ہی نہیں بلکہ مقاصد پنچایت سے بعید ہی۔ جس طرح بے لوث ہو کر آپ اپنے ممبران پنچوں اور سرپنچوں کا انتخاب کریں اُسی طرح بے تکلف ہو کر ایسے لوگوں کو خارج کرنا چاہیئے جو اپنے فرائض کو صحیح طور پر انجام نہیں دیتے اور اپنے اختیارات کو بے جا طور پر صرف کرتے ہیں اگر اسی اصول پر کاربند ہو جائیں تو پھر کامیابی ہی کامیابی ہی۔ بعدہٗ تجاویز ذیل بہ اتفاق رائے پاس ہوئیں۔

اوّل یہ کہ مقامی زراعت سے ہمدردانہ عمل بالاشتراک کیا جاوے تاکہ جو ترقیات تخم زراعتی اور آلات کشاورزی میں کیے ہیں اُن سے فائدہ اُٹھایا جاوے۔

دویم و دیہاتی کوآپریٹو سوسائٹیوں کو چاہیئے کہ وے محکمہ حفظان صحت کی اُن خدمات سے فائدہ اُٹھا دیں جو محکمۂ مذکورہ دیہات کی صفائی اور ذرائع آبنوشی کی ترقی کے لیے مفت کرنے کو تیار ہی۔

سویم یہ کہ صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کرنے کی کوشش کی جاوے۔

چہارم یہ کہ ممبران سوسائٹیوں کو چاہیئے کہ وہ مقامی مہاجنان سے معاملات دادوستد قطعی منقطع کردیں۔

پنجم:۔ یہ کہ ممبران سوسائٹیوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے سرمایہ ذاتی کو سوسائٹیوں میں جمع کیا کریں جو پیہ اُن کو سود بشرح مقررہ بہ لحاظ مدت برآمدگی دیا جاوے تاکہ سوسائٹیوں کے ذاتی سرمایہ میں زیادتی ہو۔

ششم یہ کہ: دیہات مملوکہ کورٹ آف وارڈس میں کسانوں کی آسائش وصفائی کی ترقیات کے لیے جو کام منجانب محکمۂ مذکور کیے جاتے ہیں اُن کی نسبت محکمۂ کورٹ آف وارڈس سے استدعا کی جاوے کہ اُن کی سرانجامی معرفت مقامی پنچایت کرائی جاوے۔ اس طریقہ سے خرچہ بھی بمقابلہ ٹھیکیدار کم ہوگا۔ اور ممبران میں بھی عمل بالاشتراک کا انہماک ہوگا۔

ہفتم:۔ چونکہ اس وقت تک ہماری ڈگریات کا روپیہ بذریعہ چپراسیان عدالت ہائے دیوانی وصول ہوتا ہے محکمہ سے استدعا کی جاوے کہ وہ گورنمنٹ سے احکام بدیں مضمون نافذ کرادے کہ روپیہ معرفت اہلکاران عدالتہائے مال وصول ہوا کرے۔

ہشتم یہ کہ چونکہ طریقہ حساب کتاب مروجہ نہایت طویل اور پیچیدہ ہے جس کے سمجھنے اور جس کے مطابق عمل کرنے میں ممبران کو سخت دشواریاں ہوتی ہیں اس لیے محکمہ سے استدعا کی جاوے کہ وہ جدید قواعد حساب کتاب مطابق بہی کھاتہ مہاجنی ضروری ترجمان کے ساتھ بنادے۔

نہم یہ کہ بہ نظر اُن جدید تجاویز کے جو دیہاتی سوسائٹیوں کے طریقۂ عمل اور اُن کی نگرانی کی نسبت منجانب محکمہ پیش کی گئی ہیں محکمہ سے یہ استدعا کی جاوے کہ وہ ضلع بنک اور سوسائٹیوں کے مالی نقصانات کے تحفظ کا بھی بخوبی انتظام فرمادیوے؟"

۱۰

فونوگراف کا موجد ٹامس الوا ایڈیسن کس طرح کروڑپتی بن گیا؟

ایڈیسن جسے ہم بجا طور پر دنیا کا سب سے بڑا موجد کہہ سکتے ہیں۔ عہدِ طفولیت ہی سے نئے نئے تجربوں کا دلدادہ واقع ہوا ہے۔ بچپن میں ایک دفعہ وہ ایک ٹوکری میں بطخ کے انڈوں پر بیٹھا ہوا دیکھا گیا۔ اُس کے پاس اُس کی ایک کمسن بہن کھڑی ہوئی تماشہ دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ ایڈیسن نے اُس سے کہہ رکھا تھا کہ وہ ان انڈوں کو جانوروں کی طرح سہ کر ان میں سے بچے نکالیگا۔ یہ تجربہ ناکام ثابت ہوا اور گھر میں ایک مدت تک ہنسی مذاق کا ذریعہ بنا رہا۔ لیکن فطرت نے ایڈیسن کی اُفتادِ طبیعت میں اختراع و ایجاد کا جو مادہ ودیعت کیا تھا اور جس کے طفیل بنی نوع انسان کی حیاتِ عمرانی کی تاریخ میں بعض نئے ابواب کا اضافہ ہوا ہے کسی طرح بھی دب نہ سکا۔

یہ بات اکثر لوگوں کو باعث تعجب معلوم ہوتی ہے کہ ایڈیسن نے کسی اسکول میں باقاعدہ تعلیم نہیں پائی بچپن میں وہ اپنے قصبہ کے مدرسہ میں داخل ہوا تھا لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ایک دن وہ روتا ہوا اپنی ماں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اُستاد نے میرا سبق سُن کر کہا کہ تمہارے سر میں دماغ نہیں۔ اس پر اس کی ماں بہت برافروختہ ہوئی اور اُس نے یہ کہہ کر ایڈیسن کو اسکول سے علیحدہ کر لیا کہ یہ بیہودہ سکول اور اُس کا کند ذہن ناتراش معلم اس قابل ہی نہیں کہ میرا بچہ وہاں تعلیم پائے ایڈیسن کی ماں اپنی شادی سے پہلے خود ایک سکول میں معلمہ رہ چکی تھی۔ چنانچہ اس نے ایڈیسن کو تعلیم دینے کا فرض اپنے ذمہ لیا اور ایک عرصہ تک نہایت باقاعدگی سے اس کی معلمی کے فرائض انجام دیتی رہی۔ مدرسہ کے حوصلہ شکن اور ناسازگار ماحول سے آزادی ایڈیسن کے لیے باعث رحمت ثابت ہوئی۔ لیکن سب سے بڑا فائدہ اسے یہ ہوا کہ اس کی ماں کے الفاظ نے اس کے دماغ پر اعتماد علی النفس کا ایک کبھی نہ مٹنے والا نقش ثابت کر دیا۔ اور اُس کے دل میں یہ لگن لگا دی کہ وہ اپنے آپ کو اپنی ماں کے محبت بھرے الفاظ کے شایانِ شان ثابت کرے۔

ایڈیسن غریب ماں باپ کا بیٹا تھا۔ سب سے پہلے اُسے ریل گاڑیوں پر اخبار بیچنے کا کام ملا۔ ریل میں بھی ہر وقت کیمیائی آلات اس کے پاس موجود رہتے اور وہ مختلف تجربوں میں منہمک رہتا تھا۔ ایک دفعہ ایک

تجربہ کے دوران میں گاڑی کے اندر آگ لگ گئی جو فرو تو ہو گئی لیکن ایڈیسن صاحب کو غضب آلودہ گارڈ کے حکم سے جو پہلے ہی ان کی جدت طرازیوں سے تنگ آچکا تھا بیک بینی و دو گوش ریل گاڑی سے نکلنا پڑا اور اس کے ساتھ ہی ان کے آلات بھی پلیٹ فارم پر پہنچ دیے گئے۔ اس زمانہ میں ایڈیسن کی عمر بارہ سال سے زیادہ نہ تھی ؛

اپنے کاروبار کی تباہی پر ایڈیسن کو افسوس ہوا لیکن اس کے بعد اس نے گھر پر اپنے تجربوں اور مطالعہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ پہلے تو اس کا باپ جسے ریل گاڑی کا واقعہ یاد تھا ڈرا کہ کہیں اس لڑکے کے تجربہ گھر ہی کے لیے برق فنا ثابت نہ ہوں۔ لیکن آخر ایڈیسن نے اسے اچھی طرح اطمینان دلا دیا کہ اب اُس کے پاس کوئی آتشگیر مادّہ موجود نہیں ہے اور نہ وہ اس سے کام لینا چاہتا ہے۔

اسی زمانہ میں ایڈیسن کو ٹیلیگرافی سے دلچسپی ہوئی، اور تارگھر کے ایک ملازم نے جس کی خورد سال بیٹی کی جان حسن اتفاق سے ایڈیسن نے بچائی تھی اسے تار کا کام سکھانے کا وعدہ کیا۔ ایڈیسن نے بہت جلد کام سیکھ لیا اور تارگھر میں رات کے کام پر ملازم ہو گیا۔ لیکن چونکہ دن بھر تمام وقت تجربوں میں گزرتا تھا اس لیے رات کو کام کرنے کی بجائے یہ اونگھنے لگتا تھا۔ جب اس کے بالادست افسر کو اِس کی غفلت شعاری کا علم ہوا اُس نے اسے حکم دیا کہ ہر آدھ گھنٹے کے بعد وہ اسے تاریکی میں کوئی اشارہ کیا کرے جس سے معلوم ہو کہ وہ بیدار ہے۔ ایڈیسن نے جلد ہی ایک ایسا آلہ ایجاد کر لیا جو ہر آدھ گھنٹے کے بعد اُسے جگا دیتا تھا اور اُس کے بعد اس آلہ میں اُس نے یہ صنعت پیدا کی کہ وہ خود بخود ہر آدھ گھنٹے کے بعد اُس کے افسر کو اس کے حسب ایما اشارہ کر دیتا اور ایڈیسن بہ اطمینان سوتا رہتا۔ اس زمانہ میں ایڈیسن کی عمر سولہ سال کے قریب تھی۔

اکیس سال کی عمر میں ایڈیسن نیویارک گیا۔ اور وہاں ایک کارخانہ میں اُس نے حسن اتفاق سے ایک بگڑی ہوئی مشین درست کر دی اس سے قبل بڑے بڑے تجربہ کار۔ اشخاص اُس کی درستی سے عاجز آچکے تھے۔ اسی بات پر ایڈیسن کو کارخانے میں ایک اچھی ملازمت مل گئی۔ آمدنی کے اضافہ کے ساتھ اس نے تجربوں پر بھی زیادہ روپیہ صرف کرنا شروع کیا۔ آخر اس نے اپنے کارخانہ والوں کے لیے ایک نئی اصلاح شدہ مشین ایجاد کی جس پر اسے کارخانہ سے آٹھ ہزار پونڈ کا انعام ملا۔ اب ایڈیسن پہلے سے بھی زیادہ اپنے تجربوں میں منہمک ہو گیا۔ اس نے پہلی ایجاد ٹیلیگراف ہی کے سلسلے میں کی۔ اس زمانہ میں ایک تار پر ایک وقت میں صرف ایک ہی پیغام روانہ ہو سکتا تھا لیکن ایڈیسن نے یہ اصلاح پیدا کی کہ ایک تار پر ایک ہی وقت میں دو مختلف پیغام مختلف سمتوں

میں روانہ ہونے لگے یعنی ایک تار پر ایک وقت میں چار مختلف پیغام پہنچنے لگے۔

ایڈیسن کی ایجادات اور اُن کے متعلق ضروری حالات کے بیان کے لیے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے اور اس مختصر مضمون میں کسی طرح اس کی گنجائش نہیں نکل سکتی ہر نئی ایجاد کے لیے اسے ہزاروں نئے تجربے اور بیش قرار مصارف کا سامنا ہوتا رہا۔ یہاں مختصر طور پر ہم اس کی بعض ایجادات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

۱۸۸۰ء میں جب اس کی عمر تیس سال کی تھی اس نے برقی لیمپ ایجاد کیا۔ نمائش کے لیے اس نے بیسیوں برقی قمقمے مختلف درختوں پر لگا دیئے اور رات کے وقت انھیں ہزاروں ہی آدمیوں کی متحیر نگاہوں کے سامنے روشن کیا۔ لوگوں کو یہ تماشہ دیکھنے کا اس قدر شوق تھا کہ انھیں پہنچانے کے لیے سپیشل ٹرینیں چلائی گئیں۔

ایڈیسن کو زیادہ اہم ایجادات سے جب کبھی فرصت ملی اس نے مختلف موقعوں پر ٹائپ رائٹر مشین، برقی ریلگاڑی کو گھمانے کا تختہ۔ ٹرالی گاڑی کو چلانے کی مشین۔ فلزات کو گلانے کا چولھا۔ ریلوے سگنل کرنے کا ایک خاص طریقہ اور اسی قسم کی دوسری مفید چیزیں ایجاد کیں، اسی طرح کوڈک فلم کی اصلاح اور بائسکوپ کے متعلق ایڈیسن نے جو کام انجام دیا وہ کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہے ۱۹۱۵ء میں ایڈیسن کا معمل عارضی طور پر متحرک تصاویر اور اُن کے متعلقات کے لیے وقف ہو گیا ایڈیسن کی ایجادات اتنی مختلف النوع اور اتنی کثیر التعداد ہیں کہ یہاں صرف اُن کا نام لینا بھی مشکل ہے تاہم یہاں اس کی ایک خاص ایجاد کا تذکرہ نہایت ضروری ہے جو بنی نوع انسان کے ہر طبقہ کی دلچسپی کا باعث ہے یہ فونوگراف کی ایجاد ہے، جس سے خود ایڈیسن نے اپنی تمام دوسری ایجادات کے مقابلہ میں زیادہ دلچسپی ظاہر کی ہے۔ ایڈیسن نے انسانی آواز کے موضوع پر سب سے زیادہ تجربے اور سب سے زیادہ وقت اور سب سے زیادہ غور و فکر صرف کی ہے۔

۷۰ سال کی عمر میں ایڈیسن اپنا مقام پیدائش دیکھنے کے لیے گیا۔ موٹر کاروں کا مشہور امریکن کروڑپتی تاجر ہنری فورڈ بھی اس کی معیت میں تھا۔ ایڈیسن بھی اب کروڑپتی تھا۔ لیکن اس نے وہ چھوٹا سا مکان جہاں وہ ۱۸۴۷ء میں پیدا ہوا تھا نہایت دلچسپی سے دیکھا اسے وہاں کی چیزیں دیکھ کر اپنے بچپن کا زمانہ یاد آگیا۔ اس نے اپنے جسم میں ایک نئی روح دوڑتی ہوئی محسوس کی اور وہ اس مختصر سفر کے بعد تجربہ خانے میں اپنے مرغوب مشاغل جاری رکھنے کے لیے دوبارہ تازہ دم ہو کر واپس گیا۔

(ماخوذ از ہمایوں)

تجارت کی عظمت اشتہاروں کی شوکت سے وابستہ ہے

دورِ حاضرہ میں یورپ اور امریکہ کی تجارت کی عظمت کا راز ان کے اشتہاروں میں مضمر ہے جن کی چھپائی، ڈیزائن (نقشہ) اور اشاعت پر کروڑوں روپیہ صرف کیے جاتے ہیں۔ اشتہار نویسی بجائے خود ایک فن ہے جس میں مہارت حاصل کرنے والوں کو اُن کی محنت کا اس قدر معاوضہ دیا جاتا ہے جو ہندوستان کے غریب تاجر کے قیاس میں بھی نہیں آسکتا۔ اشتہار سے اصلی مقصود یہ ہے کہ جس چیز کا اشتہار دیا جاتا ہے لوگ اس کی خریداری پر بے اختیار مائل ہو جائیں اور خریدار کا روپیہ اس ذریعے اشتہار دینے والے کی جیب میں چلا جائے مگر خریدار کا روپیہ اس وقت تک تاجر کے کیش بکس میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک خریدار اشتہار کے مضمون سے متاثر ہو کر اپنی فرمائش اس کو نہ بھیجے۔ عوام کے قلوب پر ایسا اثر ڈالنے کے لیے کہ وہ فرمائش روانہ کریں، اشتہار کو ہر پہلو سے ایسا دیدہ زیب و دلفریب بنایا جاتا ہے اور اپنے مال کی ایسے دلنشیں اور موزوں الفاظ میں تعریف کی جاتی ہے کہ دیکھنے والا اشتہار کو خاص توجہ سے پڑھے۔ چونکہ اشتہار دینے والا صرف ایسی چیزوں کو پبلک کے ہاتھوں تک پہنچانا چاہتا ہے جو خریدار کے مذاق، خواہش اور ضرورت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لیے اشتہار خریدار کے دل میں خریداری کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

مگر صرف ایک یا دو مرتبہ اشتہار دینے سے خریداری کا جذبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ یورپین تاجر اس نکتہ کو خوب سمجھتے ہیں اور اس معاملہ میں وہ انسانی فطرت کا خوب مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ اشتہار کو اپنے تجارتی کاروبار کے قیام و استحکام کے لیے آبِ حیات خیال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے سرمایہ میں اشتہار کے اخراجات کی ایک خاص اہمیت رکھی ہے۔ تجارتی سال کے آغاز پر فرم کے بجٹ میں کئی ہزار پاؤنڈ کی رقم اشتہارات کے لیے وقف کر دی جاتی ہے۔ پھر اخبارات میں ایسے وسیع پیمانہ پر مسلسل اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ دنیا کے ہر حصہ میں لوگوں کے کان اشتہار دینے والی فرم کے نام سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور وہ اس کے مال کی خوبی سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ ہزاروں پونڈ خرچ کرنے کے بعد اب

لاکھوں پونڈ سالانہ کی آمدنی کا سلسلہ باقاعدہ شروع ہوجاتا ہے۔

اشتہار دینے کے معاملہ میں یورپین اور امریکن تجارتی فرموں کی حیثیت بالکل ایک کسان کی سی ہے جو کھلے ہل سے اپنی زمین میں بیج چھڑکتا ہے۔ کیڑے چیونٹیاں اور کوے بھی اس بیج میں سے اپنا حصہ لیتے ہیں۔ لیکن اگر زمین اچھی طرح سے تیار کی گئی ہے۔ موسم موافق ہو اور محنت کا پورا حق ادا کیا گیا ہے تو کسان کی فصل امید سے زیادہ کامیاب ہوگی۔ جس پر نہ صرف اس کی ذاتی بلکہ قومی خوشحالی کا انحصار ہے۔ جس اولوالعزمی اور فراخ حوصلگی سے یورپین تاجر اشتہارات پر روپیہ صرف کرتے ہیں وہ ہندوستانی تاجروں کے لیے سبق آموز ہے۔

ہندوستانی تاجروں کے پاس اتنا سرمایہ اور حوصلہ کہاں؟ وہ اشتہار کے فوائد سے تو آگاہ ہیں۔ لیکن باوجود سرمایہ کی قلت کے وہ اشتہار کے خرچ کو اس قدر اہم اور ضروری نہیں سمجھتے جتنا کہ یورپین تاجر خیال کرتے ہیں۔ دونوں کا مقابلہ کیا جائے تو بلا مبالغہ ایک کو چھکڑے اور دوسرے کو ایروپلین سے تشبیہ دینی پڑیگی۔ ہندوستان میں جو لوگ بغیر معقول سرمایہ لگانے کے صرف اشتہار کے ذریعہ سے روپیہ کمانا چاہتے ہیں۔ ان میں ایسے اشخاص کی تعداد کچھ کم نہیں ہے جو صرف دس یا زیادہ سے زیادہ بیس روپیہ کی رقم اشتہار پر صرف کرکے ہفتہ عشرہ کے بعد امید بھری نگاہوں سے چھٹی رساں کی آمد کے منتظر رہتے ہیں۔ لیکن یہ انتظار آخر میں بیکار ثابت ہوتا ہے صرف دو چار مرتبہ کی اشاعت پر روپیہ صرف کرنا بہت کم فائدہ مند ہوسکتا ہے۔ .... ان بھلے آدمیوں کو یہ خیال ہوتا ہے کہ پبلک گویا ان کے اشتہار کی منتظر بیٹھی ہے کہ اس کو دیکھتے ہی فرمائش بھیجدے حالانکہ اشتہار اپنا اثر صرف اسی صورت میں دکھا سکتا ہے کہ وہ مسلسل دلاویز اور دلنشیں پیرایہ میں لوگوں کی نگاہوں سے گزرتا رہے۔

تجارتی اشتہار کا مضمون اس قدر اہم ہے کہ اس پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ہندوستان کے جو نوجوان تجارتی کاروبار کے ذریعہ سے اپنی زندگی کو کامیاب بنانا چاہتے ہیں۔ انہیں ایسی کتابوں یا رسالوں کا غور سے مطالعہ کرنا چاہیئے۔

ماخوذ از ہمدم

جیب دیکھکر عید کیجیے

یہ عنوان انجمن اصلاح الرسوم جبلپور نے اپنے اظہار خیال کے لیے مخصوص کیا ہی اور بذریعہ اشتہارات اُس کی اشاعت کی ہی۔ اس اشتہار کے پیرایہ میں انجمن مسلمانوں کو ناعاقبت اندیشی فضول خرچی قرض وسود کی نحوست پر غور دلاتے ہوئے اور انھیں اسباب کو اُن کی ناداری اور تباہی کا ذریعہ بتلاتے ہوئے ان کو مشورہ دیتی ہی کہ وہ عید کے موقعہ پر زرق برق کپڑے بناکر عارضی اور جھوٹی خوشی کی بدولت قرض لیکر وہ نحوست نہ خریدیں جو سالہا سال سے اُن کے حق میں ایک مستقل تباہی ثابت ہو چکی ہی۔ یہ مشورہ ایک مبارک مشورہ ہی اور اس سے بھی زیادہ مبارک وہ مسلمان ہونگے جو اس مشورہ سے نہ صرف خود فائدہ اُٹھائیں گے بلکہ اُن کو دیکھکر ہر مسلمان اُن کی تقلید کریگا۔ اسی غرض کے لیے ایک پوسٹر بھی شائع ہوا ہی جو حسب ذیل ہی۔ ایڈیٹر

جھوٹی عید

منانے کے بجائے سچی عید منائیے یعنی اپنی چادر دیکھکر پیر پھیلائیے روزانہ پہننے کے کپڑے ہوتے ہوئے قرض لے کر عید کے کپڑے بنانا ایسا ہی جیسے اپنا گھر جلاکر آگ تاپنا۔

قرض انسانی زندگی کا گھن ہی، سودی روپیہ جسمانی و روحانی عذاب ہی۔ سود لینا اور دینا دونوں حرام ہی۔

تن پوشی کے لیے سادہ لباس کافی ہی قیمتی کپڑے ہرگز نہ بنائیے اس لیے کہ یہ بربادی، نزاکت اور بزدلی پیدا کرتے ہیں۔ فضول خرچ کرنے والوں کو قرآن مجید میں شیطان کا بھائی اخوان الشیاطین کہا گیا ہی۔

مبارک ہیں وہ مسلمان جو رمضان شریف کی خوشی میں قرض لے کر نئے کپڑے بنانے کے بجائے دُھلے کپڑوں ہی میں عید مناتے ہیں۔

انجمن اصلاح الرسوم
محلہ بھرتی پور شہر جبلپور

خلاصۂ خطوط

از اسسٹنٹ اردو ڈیپارٹمنٹ ہمالیہ بیمہ کمپنی

یوں تو پچاس برس سے مسلمانوں کے سنبھالنے کے لیے ہزارہا تجاویز ہو رہی تھیں مگر حقیقت میں سود مند نے اس مردہ قوم کو جلانے کی تجویز کی ہی اگر جواز سود جلد نہوگا تو ہندوستان میں بیشک ہمارا خاتمہ ہو جائیگا ۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے اور مسلمانوں کو سمجھنے کی قابلیت۔

از جانب محمد مغل کیپ مرچنٹ سہسرام ضلع آرہ

نظم

یعنی ایک فطری نغمہ اپنی حیثیت میں

دنیا میں جب دھن پانا کل کے لیے بچانا
دولت بھی ہی ایک کھیتی جو بوئے اسے ہے پھل دیتی
رکھ دھن جو ہو پھل کھانا کل کے لیے بچانا
برے دن میں نہ بھائی اور نہ جایا کام آتا ہے — فقط اپنا کمایا اور بچایا کام آتا ہے
سبھی ہنستے ہوئے ملتے ہیں جبتک چار پیسے ہیں — نہ پوچھیگا کوئی بھی مفلسی میں آپ کیسے ہیں
مطلب کا یار زمانہ کل کے لیے بچانا
نہیں ہتی ہی مچھلی بھی ندی جب سوکھ جاتی ہی — جو دولت ہی تو تم دولہا ہو اور دنیا براتی ہی
جو کل سے بے خبر ہو کر نہیں ہی آج آپے میں — وہ در در بھیک مانگے گا غریبی اور بڑھاپے میں
ہاں مت دولت مفت گنوانا کل کے لیے بچانا
دنیا میں جب دھن پانا کل کے لیے بچانا

از منشی محمد الدین شیخوپورہ

آپ کا رسالہ نہایت ہی دلچسپ ہوتا ہی۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے واقعی آپ اس سلسلہ کے ذریعہ بڑا کام کر رہے ہیں جب ایک رسالہ پہنچتا ہی تو اس کو نہایت شوق اور محبت سے مطالعہ کرتا ہوں۔ پھر دوسرے رسالہ کی آمد تک مہینہ گذارنا بہت مشکل ہوتا ہی۔ جب زیادہ

دیر ہوتی ہے تو شکایتی خط لکھنا پڑتا ہے کہ جلدی بھیجیں۔ والسلام۔

از ولی محمد خاں دہباور ضلع اجمیر

اس رسالۂ سود مند کے جاری ہونے سے مسلمانوں کی حالت نہایت ترقی پر آ رہی ہے اور میری ہر وقت خداوند کریم سے یہی دعا ہے کہ مسلمانوں کو غیر قوموں کی غلامی سے بچائے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اتنی توفیق دے کہ وہ اپنے غریب بھائی و یتیم خانہ کی مدد کریں اور کسی سے اپنا ہاتھ نہ پھیلائیں رسالہ کے جاری ہونے سے کشتی ڈوبتی ہوئی بچ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہت بڑا اجر دے گا۔

از عبدالمجید ... بی۔ بی۔ اے ... سی۔ آئی

آپ کا رسالہ سود مند میرے نام پر عرصہ چھ یا سات ماہ سے آ رہا ہے اس میں شک نہیں کہ اسلام کی زبردست خدمت آپ کر رہے ہیں۔ کفایت شعاری۔ بیمہ زندگی پیسہ بچانے کے حالات۔ سادہ چال۔ اگر سب مسلمان اس پر خیال کر کے اپنی حالت درست کریں تو بہت سے مسلمان جلد اس قابل ہو جائیں کہ وقت پر اپنے بھائیوں کی مدد کر سکیں۔ میں نے بھی آپ کی ہدایت کے موافق اپنی زندگی کا بیمہ دو ہزار پر کرایا ہے جو امریکہ کی بڑی کمپنی ہے اور قریباً ایک ہزار روپیہ آمدنی کے معاملہ میں یعنی سود پر پھیلا دیا ہے اور لوگوں کی بھی ہدایت کرتا ہوں کہ کفایت شعاری اختیار کریں۔ والسلام

مسلمان کفایت شعار اور حساب داں کیوں نہیں ہیں

(یہ خط سود مند کے ایک معزز خریدار نے اپنے ایک عزیز کو لکھا ہی جو قابل ملاحظہ ہی)

برادر محترم، تسلیم۔ آج عرصہ تین روز کا ہوا کہ عزیزی کا خط آیا جس سے یہ خوشخبری حاصل ہوئی کہ جناب مسئلہ سود پر اپنی رائے تحریر کرنے کے لیے طیار ہیں۔ مجھے یقین ہی کہ آپ نے اس سے بہت پہلے قلم اٹھا لیا ہوتا۔ اگر مسلمانوں کی اصلی حالت آپ کے پیش نظر ہوتی۔ آپ عرصہ سے ایک جگہ مقیم ہیں اور صرف اپنے ضلع کی حالت آپ کے پیش نظر ہی نیز اتفاق سے اس ضلع کے مسلمانوں کی حالت بہت گری ہوئی نہیں نظر آتی کیونکہ مالی حالت اس ضلع کی پہلے بھی اس قدر اچھی نہ تھی جس قدر اور اضلاع کی تھی اور اب بھی یہاں شاید اس قدر انحطاط نہیں ہی جس قدر اور حصہ ہائے ہند میں ہی۔ لیکن خوش قسمتی یا بدقسمتی سے کم سے کم اس ہندی ساری حالت میرے پیش نظر ہو گئی ہی۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر مسلمانوں نے کچھ ... اور ... کی تو ان کی حالت کی اصلاح ہو جائے گی۔ میرے سامنے صرف ان کی ظاہری حالت نہیں ہی بلکہ اندرونی حالت کا بھی مجھ کو پورا پورا علم ہی جس سے میں دیکھتا ہوں کہ وہ سود سے کس قدر دبے ہوئے ہیں۔ یہ صرف سود ہی ہے جس نے ان کو اس اقتصادی پستی میں گرا دیا ہی اور اسی کی بدولت وہ پھر ابھر سکتے ہیں۔ سود نہ لینے میں اور بلا تامل سود دینے میں ہم نے اسلام کی صریحی خلاف ورزی کی ہی اور گو یہ خلاف ورزی بالارادہ نہ تھی۔ لیکن چونکہ اسلام قانون فطرت کے مطابق ہی اس وجہ سے اس خلاف ورزی سے وہی نتیجہ ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان کفایت شعار نہیں، یہ بالکل صحیح ہی لیکن میں نے ... غور کیا ہی کفایت شعاری ... کی بدولت آسکتی ہی۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہی کہ مسلمان حساب نہیں کرتے ... اور اپنا حساب بھی ... کے لیے نہایت ... یہ سب صحیح ہی ... سود ... ممکن ہی۔ مسلمانوں کو موجودہ پستی اور افلاس سے ... کے لیے ... ضروری ہی کہ ... جلد اس مسئلہ کی ... جائیں اور اپنی ... غلطی کو ... ظاہر کریں کہ کسی مسلمان کو کسی کوشش میں

بھی اس کے متعلق کوئی شبہ باقی نہ رہ جائے۔ سود کا رواج دینا موجودہ حالت کے لحاظ سے بہترین کام ہے اور جس سے ہو سکے اس ثواب کو حاصل کرنا چاہیئے۔

آپ مہربانی کرکے اپنی کتاب لکھنے کے وقت ذیل کی باتوں کا لحاظ رکھئے گا۔

(۱) یہ کتاب کسی خاص طبقے کے لیے نہ ہوگی بلکہ ہر خاص و عام اس سے مستفید ہوگا۔ اس لیے یہ کتاب نہایت عام فہم اور سلیس زبان میں ہونی چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ پیرایہ بیان نہایت دلکش ہو تاکہ قبولیت عام کا جلد شرف حاصل کر سکے۔

(۲) اس مسئلہ میں علماء کی طرف سے وہ توجہ نہیں برتی گئی جس کا وہ مستحق تھا۔ لیکن بے توجہی بیشتر محض راے کی غلطی پر مبنی تھی۔ اس لیے ہر امکانی کوشش سے علماء کو الزام سے بری رکھنا چاہیے۔ یہ بھی بھولنا نہیں چاہیے کہ ہم لاکھ سر پٹکا کریں۔ لیکن ہمارے خیال کی اشاعت میں جو مدد ہم کو علماء سے مل سکتی ہے وہ اور کہیں سے نہیں حاصل ہو سکتی۔ میں نے اس طرف اس وجہ سے توجہ دلائی ہے کہ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جب ہم اپنی پستی کی طرف نظر کرتے ہیں تو نہایت مضطرب ہو جاتے ہیں اور اسی حالت اضطراب میں اکثر علماء کو اپنی پستی کا سبب قرار دیتے ہیں۔ اس سے بحث نہیں کہ یہ الزام صحیح ہے یا غلط۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ الزام وہی غیر ضروری اور مضر ہے۔ ہم کو نہایت منت سماجت کے ساتھ علما کی خدمت میں اپیل کرنا چاہیئے کہ وہ اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اگر ہماری راے سے متفق ہوں تو ہماری پوری مدد کریں۔ میری یہ خواہش ہے کہ جب یہ کتاب مرتب ہو جائے تو علماء کی خدمت میں بطور اپیل کے ایک ایک جلد ضرور پیش کی جائے۔

(۳) گو دارالحرب ہونے کی حیثیت سے میرا یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان میں ہر قسم کا سود جائز ہے جیسا کہ آج سے سو برس پہلے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی نے فتویٰ دیا تھا۔ لیکن تجارتی سود کا تخیل بھی جو ہر ملک میں اور ہر جگہ جائز ہے ہمارے ذہن میں اچھی طرح نہیں آیا ہے کہ کیا ہے اس کو بہت اچھی طرح ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے سرسری طور پر تجارتی سود کی تعریف میرے ذہن میں یہ آتی ہے کہ وہ ہر منافع جو کوئی شخص اپنے روپیہ پر لینے والے کی تنگدستی اور مصیبت کا نفع اٹھائے بغیر قائم کرتا ہے۔ تجارتی سود ہے اس کی نوعیت اب بینکوں کے قیام سے بالکل متعین ہو گئی ہے۔ موجودہ صورت میں یہ ہرگز صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ بینک سے معاملات کرنے میں کوئی شخص بلا کسی کو نقصان پہنچائے ہوئے نفع نہیں

اُٹھا سکتا۔ زمانہ سابق میں جو سود کا رواج تھا اُس کا یہ اثر تھا کہ ایک شخص دوسرے کو بگاڑ کر بنتا تھا اس کو انگریزی زبان میں یوزری کہتے ہیں۔ لیکن تجارتی سود جس کو انٹرسٹ کہتے ہیں اس سے دونوں فریق فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ تجارتی سود کے بغیر بڑے بڑے کاموں کا سرانجام پانا دشوار ہے اور موجودہ ترقی میں اس کا بہت بڑا حصّہ ہے لمیٹیڈ کمپنیاں بھی ایک مخصوص اور بالکل نئی نوعیت رکھتی ہیں۔ جن کے وجود نے تجارتی سود کی نوعیت بالکل ممتاز اور متعین کر دی ہے۔

(۴) اگر مناسب ہو تو مسودہ سید سلیمان صاحب ندوی کو بھی دکھلا دیجیگا اور جہاں ترمیم طلب سمجھیں اس کی نظرثانی فرما لیجیگا۔ اگر سید صاحب تبصرہ لکھدیں تو بہت مناسب ہوگا۔

(۵) آپ کو معلوم ہے کہ اس کے رواج دینے میں مولانا طفیل احمد صاحب نے کس قدر مسلسل اور پرجوش کوشش کی ہے اور کیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ اُنھوں نے اس کے متعلق ضروری معلومات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ بھی بہم پہنچا لیا ہے۔ بہتر ہوگا کہ آپ دفتر سودمند بدایوں سے جو اعداد و شمار وہاں مہیا ہو چکے ہیں اور جو دیگر معلومات اور فتاوے موجود ہیں۔ ان کو بھی حاصل کر کے کام میں لائیے اور اس کتاب میں ان معلومات اور فتاوے کو اگر ضروری سمجھیے تو بطور ضمیمہ جات شامل کر دیجیے، تاکہ آپ کی کتاب ہر لحاظ سے مکمل ہو اور مسلمانوں کے لیے علم الاقتصاد کا مفید ترین باب ثابت ہو۔

اگر اس مسئلہ کو عام کرنے کی غرض سے کوئی صاحب اس بحث کو کسی افسانے کے ذریعہ سے عوام میں پھیلائیں تو زیادہ کامیابی کی امید ہے۔ کیونکہ بدقسمتی سے ہمارا مذاق اس قدر گر گیا ہے کہ شاعری اور افسانے سے آگے ہم نہیں جا سکتے اور کسی سنجیدہ مضمون کے پڑھنے کی طرف ہماری طبیعت بہت کم مائل ہوتی ہے۔

عبدالعلی کی تحریر سے یہ معلوم ہوا کہ آپ اور عبدالعلی ابتک تعلیم نسواں کے خلاف ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ زمانہ کی رفتار سے ناآشنا ہیں اور وہ زندگی کی کشاکش جو ہم سے زیادہ ہماری آیندہ نسلوں کے سامنے آنے والی ہے اس سے اپنے آپ کو بے خبر کیے ہوئے ہیں۔ ہندو صاحبان کے مدارس نسواں کی تعداد بھی اس طرح بڑھتی جاتی ہے کہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم دس سال کے بعد ان سے کتنے پیچھے ہو جائیں گے دہلی میں مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں سے کچھ ہی کم ہے لیکن ان کے پانچ فرسٹ گریڈ کالج قائم ہیں اور ہمارا صرف ایک کالج انٹرمیڈیٹ تک کا ہے۔ اسی طرح اُن کے زنانا اسکول بھی قائم ہیں لیکن

زنانہ اسکول غالباً ایک بھی نہیں ہے۔ تربیت گاہ بنات جس کا ہم بہت نام سنتے تھے وہ راشد الخیری صاحب کے مکان میں واقع ہے اور اس میں کل دس بارہ لڑکیاں ہیں بہرہ دون میں ہندو صاحبان کے دو مدرسے ہیں جن میں سے ایک ابھی دہلی سے آرہا ہے۔ اس میں ڈھائی سو لڑکیاں ہیں۔ یہ مدرسہ لڑکیوں کا گروکل ہے۔ کیا آپ کے خیال میں ہمارے گھروں کے لڑکے ہندو لڑکوں کے مقابل ہو سکیں گے۔ آپ کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ چند ہی روز بعد جتنی تعلیم کہ ہم اپنے لڑکوں کو مدرسوں میں پانچ سات برس تک رکھ کر دے سکینگے اس سے کہیں بہتر تعلیم ہندو لڑکے اپنے گھروں میں دو تین برس میں حاصل کریں گے۔

زراعت

(مولوی محمد عبد القیوم صاحب پروفیسر زراعتی کالج کانپور)

یہ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ پیشہ مبارک تمام دنیا کے قیام کا باعث ہے۔ انسان کی غذا سب ضروریات سے مقدم ہے۔ اس کے واسطے ہی تمام دنیا کے جھگڑے ہیں۔ اگر ایک وقت انسان کو غذا نہ پہنچے تو پورا کام کرنے کے ناقابل ہو جاتا ہے اس کے واسطے انسان اپنی پیاری سے پیاری چیز کو علٰحدہ کر دیتا ہے۔

چنانچہ اکثر ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں اولاد سی پیاری چیز کو بھی صرف فروخت ہی نہیں کر ڈالا گیا بلکہ اُس کو حلال کرکے اپنی دوزخ (پیٹ) کی آگ کو بجھایا گیا ہے۔ جب تک یہ خواہش پوری نہ ہو جائے اُس وقت تک کوئی دوسری ضرورت خیال میں بھی نہیں آتی۔ انسان کی عزت ذلت محنت سب کا دارومدار اس ہی پر ہے بھوکے جب تک ہیں تو اپنی عزت کا بھی خیال نہیں ہوتا کیونکہ وہ اُس کو مقدم سمجھتا ہے۔ اس خواہش کے پورا ہو جانے کے بعد ہی آرام اور دیگر ضروریات پر نظر جاتی ہے دنیا میں پیٹ بھرے ہی کی عزت ہے۔ کیونکہ خالی پیٹ والے کے پاس اس سے زیادہ مقدم خواہش ہے اور اس کے پورا کرنے کے بعد ہی عزت کا خواہاں ہوگا۔ ہر انسان کی خواہش ہے کہ وہ دنیا میں عزت سے رہے لیکن یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ سب سے پہلے اپنے پیٹ بھرنے کا انتظام کر لے۔

اللہ پاک نے ہمکو اپنی اس ضرورت کو ہی نہیں بلکہ تمام ضروریات دنیوی کے پورا کرنے کے واسطے کافی ذخیرہ اور اسباب پیدا کر دیئے اور ہم کو کافی تمیز دی کہ اُس سے فائدہ اُٹھائیں اپنی مقدم اور موخر ضروریات کو پورا کرکے عزت آبرو سے زندگی بسر کریں۔

اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اُس ذخیرہ سے زیادہ سے زیادہ کام لیں اور اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد اُن لوگوں کی ضروریات کو پورا کریں جو ہماری اُن ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ داری لیتے ہیں جو ہم خود بہم نہیں پہنچا سکتے۔ مثلاً اگر ہم غلّہ پیدا کرتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ اتنا غلّہ پیدا کریں کہ اپنی ضروریات پورا کرنے کے بعد اُن لوگوں کی ضروریات پوری کریں جو ہمارے واسطے ہل بنا کر دیتے ہیں یا ہمارا گھر بناتے ہیں یا ہمارے لیے کپڑا تیار کرتے ہیں۔ کیونکہ سب کام ایک ہی شخص نہیں کر سکتا اور ضروریات سب کی قریب قریب یکساں ہیں۔ لہذا سب کاموں کا بٹ جانا لازمی ہے۔ اگر دوسروں کی اس ضرورت کو ہم پورا نہ کریں گے تو ہم اپنی ضروریات

پورا نہیں کر سکتے۔ جیسے جیسے دنیا ترقی کرتی جاتی ہو ویسے ویسے اُس کی ضروریات بھی بڑھتی جاتی ہیں اور اُس کی خاص وجہ یہ ہو کہ ہر شخص دوسرے کے مقابلہ میں گر کر نہیں رہنا چاہتا بلکہ اُس کے ہم پلہ رہنا چاہتا ہی۔ اگر ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا ہی تو دوسرے کے بھی یہی خواہش ہوتی ہی کہ میں بھی گھوڑے پر سوار ہو کر چلوں کیونکہ گھوڑے کا سوار پیدل کو ایک حد تک اپنی برابر نہیں سمجھتا اگر اُس کے برابر سے ایک موٹر سوار نکلتا ہی تو یہ گھوڑے کا سوار اُس سے گرا ہوا معلوم ہوتا ہی اب اس کی سب سے بہتر ترکیب تو یہی ہو کہ جس کام کو ہم نے اپنے ذمہ لیا ہو یا قدرتاً ہمارے ذمہ پڑ گیا ہے اس کو تکمیل تک پہونچا کر زیادہ سے زیادہ پیدا کریں۔

دوسری ضروریات کو چھوڑ کر ہم کو زراعت پر بحث کرنا ہی۔ کیونکہ کام ہمارے ذمہ پڑا ہے شروع زمانۂ جاہلیت میں انسان کی قدرتی تمیز نے یہ بتایا کہ فلاں چیز بھوک کی خواہش کو پورا کر دیگی۔ اُس کے بعد یہ بھی تمیز نے سکھا دیا کہ اگر ہم چاہیں تو اپنے پاس ہی اس کو پیدا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح کاشت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ چونکہ اُس وقت ضروریات محدود تھیں۔ زمین کثرت سے تھی لہذا صرف اس قدر فکر تھی کہ اپنی ہی ضرورت کے مطابق پیدا کیا جائے اُس کی شکل یہ ہوتی تھی کہ ایک حصّۂ زمین پر کچھ عرصہ کاشت کی جاتی تھی۔ اور جب اُس کی پیداوار میں کمی معلوم ہوتی تھی تو اُس حصّۂ زمین کو چھوڑ کر دوسرے حصّہ کو کام میں لایا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ شکل بدل گئی اور اس قدر گنجائش نہ رہی کہ ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ کام میں لائی جائے۔ اب ضرورت اس بات کی محسوس ہوئی کہ اپنی زمین سے ہی اپنی ضرورت کو پورا کیا جائے جس کے معنی یہ ہوئے کہ اس کی قوت کو قائم رکھا جائے۔ اب دوسری طرف غور کیجیے۔ پہلے محض لکڑی پتھر سے کام لیا جاتا تھا۔ جس میں بہت دقت ہوتی تھی۔ لیکن جب رفتہ رفتہ لوہا دریافت ہو گیا تو یہ ایک علیحدہ کام ہو گیا کل سامان لوہے کا تیار کیا جائے۔ چونکہ یہ ایک دوسرا کام تھا اس وجہ سے اس کی تقسیم شروع ہو گئی۔ اب کچھ کام کرنے والے اور دوسرے اس کام سے فائدہ اٹھانے والے ہو گئے۔ زراعت والے کو اپنے اور لوہے کے کام کرنے والے دونوں کے واسطے اُس زمین سے ہی پیدا کرنا پڑا۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت آگئی کہ وہ چیزیں جن کا وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا ضروریات میں شامل ہو گئیں اور ایک غلہ پیدا کرنے والے کے مقابلہ میں بہت سے کھانے والے پیدا ہو گئے۔ غلہ پیدا کرنے والے کی یہ کوشش بڑھ گئی کہ زمین کے اُس ٹکڑے سے سب کی ضرورت کے مطابق پیدا کر سکے۔ جب یہ پیداوار ایک حد پر آ کر رک گئی تو ایک معینہ تعداد غلہ کی مانگ زیادہ

ہو جانے سے اُس کی قدر یا یوں کہئے کہ قیمت بڑھ گئی۔ جب اس غلہ کی مانگ اس جماعت کے باہر سے ہونے لگی تو قیمت اور بھی زیادہ ہو گئی اور اصول تبادلہ نے نئی نئی چیزیں بہم پہنچائیں اور اُس نے غلہ کی معینہ مقدار کی قیمت اور بھی بڑھا دی۔

آج وہ دن ہے کہ ضروریات میں سگریٹ۔ موٹر۔ اور دیگر فیشن ایبل چیزیں شامل ہو گئیں اور جس کے پاس سامان نہ ہو وہ چھوٹا آدمی سمجھا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کمی کو کیونکر پورا کیا جائے۔ امریکہ ہمارے واسطے بہترین مثال ہے گو ہمکو انگلینڈ۔ جرمنی۔ فرانس۔ جاپان بھی یہی سبق دیتے ہیں۔ لیکن وہ دوسرے پہلو سے ان ممالک کا حصّہ زیادہ تر غلّہ پیدا کرنے والوں کا نہیں ہے بلکہ زیادہ تر دوسری ضروریات بہم پہونچانا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ امریکہ اپنی ضروریات سے کہیں زیادہ اور فی بیگہ کہیں زیادہ پیداوار حاصل کرتے ہیں اور ہندوستان جو دنیا میں اس کام کے واسطے بہترین جگہ ہے امریکہ سو ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر خطہ سے کم پیداوار دیتا ہے۔

دنیا کی ترقی کا راز اور سبب محض اس قدر ہے کہ ایک شخص دوسرے سے زیادہ بہتر حالت اور عزت سے رہنا چاہتا ہے جس کی وجہ سے مقابلہ میں زیادہ سہولیت کے ساتھ ایک ہی وقت میں زیادہ فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کوشش میں نئی ایجاد کرکے ایک دوسرے پر فوق لے جاتا ہے۔

ہمارے ہندوستان کی رفتار زراعت کے بارہ میں اس قدر سست رہی کہ تمام ممالک اس سے آگے نکل گئے اور یہ سب سے پیچھے رہ گیا۔ دنیا کے مقابلہ کی اہمیت پر غور ہی نہ کیا۔ اور یہی خاص سبب اس کے پیچھے رہ جانے کا ہے۔

اس صوبہ یعنی صوبہ متحدہ میں خاص طور سے اس کی کمی ہے۔ یہاں محکمۂ زراعت ۱۸۸۱ء میں قائم ہوا اور اس مدت دراز میں اگر غور کیا جاتا ہے تو ترقی کا سوال بہت ہی محدود ہے گو اس سست رفتار کے سبب سے اسباب ایسے ہیں کہ اس ترقی کے مانع ہیں لیکن ہزار ہا باتیں ایسی ہیں کہ جن کو نہایت آسانی کے ساتھ عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ لیکن بجز بدقسمتی کے اور کیا کہا جائے۔

سب سے پہلی دقت جو میرے ذاتی تجربہ میں آئی وہ یہ ہے کہ عام خیال ہمارے کاشتکاروں میں یہ ہے کہ کسی نئی چیز کو کام میں لانا ایک اندیشہ ناک بات ہے ممکن ہے کہ اس کا اثر اُن کے مال یا جان پر بُرا پڑے۔ اس خیال کا نکالنا محض ہر نوع کے تعلیم یافتہ زمیندار یا اثر طبقہ یا سمجھدار کاشتکاروں کا کام ہے باہر والے کا وہ اعتبار ہی نہیں کرسکتے۔

دوسرا خیال جو عام ہے اور ایک حد تک ضرور ٹھیک ہے لیکن بہت سی باتیں ایسی ہیں جو محض اس خیال کی وجہ سے عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

کفایت شعاری کے معنی

(۱) ہر شخص کو خوراک۔ لباس۔ اور مکان کی حال اور مستقبل کے لئے ضرورت ہوتی ہے لیکن ان کی نصف
داد بھی فرداکے لئے لوازمات زندگی فراہم کرنے کی فکر نہیں کرتی اس حالت میں یا تو کفایت شعار
ضرات مسرفوں کا بار خود برداشت کریں یا مسرفوں کو یہ تعلیم دیں کہ جتنی چادر ہو اُتنے ہی پاؤں
پھیلانا چاہئیں اس نصیحت کا یہ نتیجہ مرتب ہوگا کہ کفایت شعاروں کے سر سے بار ہلکا ہوجائے گا اور مسرفوں
کی زندگی خوش گوار بن جائے گی۔ اولاً میرا خیال تھا کہ کفایت شعاری کے معنی روپیہ جمع کرنے کے ہیں
لیکن اب معلوم ہوا کہ وقت کی بچت۔ لیاقت کی بچت۔ موقع کی بچت۔ خوشی کی بچت۔ گھروں کو بربادی
سے بچانا۔ ملک اور تمدن کی حفاظت بھی کفایت شعاری میں داخل ہے۔

(۲) آجکل گھروں کی بربادی کا بڑا سبب فضول خرچی اور ظاہری ٹھاٹ بنانے کی احمقانہ کوشش
لیکن جب کوئی شخص اپنے مصارف کے لئے بجٹ تیار کرتا ہے اور اس کی ہر مد میں سے کچھ پس انداز
لیتا ہے تو وہ اپنے گھر بھر کے لئے ایک نئی زندگی پیدا کرتا اور شاہراہ ترقی پر گامزن ہوتا ہے۔ فی الحقیقت
ل آمدنی کو بڑے بجٹ پر پھیلانے سے دلی اور حقیقی مسرت حاصل ہوتی ہے۔

کفایت شعاری بہترین نیکی ہے جس ملک کے لوگ بیجا خیرات کے عادی ہیں وہاں پر ہمیشہ
ھکاریوں کی بڑی تعداد نظر آتی ہے۔ یہ بھکاری مسافروں کو گھیر لیتے ہیں اور بہت دق کرتے ہیں وہ
ہاں کی نصف آبادی بھی اس قابل نہیں ہوتی ہے کہ ان سب بھکاریوں کی مالی امداد کرے لیکن جن
ملک کے باشندے کفایت شعار اور جزرس ہوتے ہیں وہاں کے سب لوگ نہایت خوش وخرم اور
ترقی یافتہ نظر آتے ہیں اور خیرات لینے والا کوئی فقیر وہاں پر نہیں دکھائی دیتا ہے اس لئے بہترین امداد
ہے کہ لوگوں کو یہ سبق پڑھایا جائے کہ اپنی امداد خود کرو۔ اور یہ نصیحت امیر اور غریب دونوں کے
حق میں یکساں سودمند ہوسکتی ہے دنیا میں تونگر اور غریب دونوں قسم کے بھکاری ہیں لیکن دونوں
انجام ایک ہی ہوتا ہے کیونکہ امیر ہو یا غریب ہر شخص کے کام اُسی کی ٹانگیں آتی ہیں۔ اور دوزخ یا
جنت میں اسی کے قدم اس کو لیجائیں گے۔

(۳) ملک کی نجات کا واحد ذریعہ اور بربادی کا حقیقی علاج کفایت شعاری پر عمل کرنا ہے۔ یہ
انقلاب پسند کون لوگ ہیں جو عوام کے ہجوم کے روبرو موجودہ انتظام کو تہ و بالا کرنے کے لئے

ہرزہ سرائی اور یاوہ گوئی کیا کرتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ٹیلیفون، سٹیم انجن اور دیگر ایجادوں کی طرح صدیوں کی تدابیر کے بعد موجودہ حالت کو یہ انتظام پہونچا ہے تمدن کی مشینری نے سالہا سال کی مشقت اور جد و جہد کے بعد ترقی کر کے موجودہ صورت اختیار کی ہے۔ جس وقت ہم کو اس شکست و ریخت کی ضرورت محسوس ہو فوراً اس کی درستی کر دینی چاہیئے لیکن اس کو برباد کرنے کے آرزو مند زیادہ تر وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس درجہ نالائق ہیں کہ اپنی حفاظت کے قابل تو ہیں نہیں لیکن ملک کی حفاظت کی نصیحت کرتے ہیں یہ ایسے بے فکرے ہوتے ہیں کہ اپنی گرہ میں تو ٹکہ نہیں اسلیئے تمدن کی تخریب سے اُن کا کیا بگڑے گا اور اگر کچھ گڑبڑ پڑے تو وہ ضرور کچھ نہ کچھ لے بھاگیں گے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو اس غرض سے بچانے کے لیئے بہترین علاج یہ ہے کہ ان کو کفایت شعاری کی تعلیم دی جائے۔

(۵) پس آپ جہاں کہیں جائیں کفایت شعار کو ترقی کی حالت میں اور مسرف کو ذلت و خواری کی حالت میں پائیں گے۔ پاگل خانے۔ خیرات خانے اور قید خانے مسرفوں ہی سے بھرے پڑے ہیں ان کی پرورش کے لیئے کفایت شعار مختلف محصولات کا بار اُٹھاتے ہیں۔ جس ملک میں کفایت شعاری نہیں اس کی سلامتی کی بھی خیر نہیں۔ فضول خرچی کی ادنے صفت تو یہ ہے کہ وہ نہ صرف ہمارا روپیہ اُڑاتی ہے بلکہ ہماری طاقت۔ ہماری قابلیت۔ ترقی کے مواقع۔ ہماری تمیز و اخلاق کو بھی ہم سے چھین لیجاتی ہے۔

(۶) اگر سب مسرفوں کی ہم سے اصلاح نہ ہو سکے تب بھی ہم کو اپنی کوشش برابر جاری رکھنی چاہیئے ان کے لیئے محتاج خانے بنواؤ اور ان کو وظیفے اور پنشن دو کیونکہ وہ روز روشن میں ڈوب رہے ہیں ہم کو چاہیئے کہ اسکولوں میں جا کر بچوں کو کفایت شعاری کی تعلیم دیں قبل اس کے کہ وہ فضول خرچی کی قبیح عادت اختیار کرنے پائیں۔ لکھنے پڑھنے اور حساب کی تعلیم میں کفایت شعاری کو شامل کرنا چاہیئے اور اس کو سب سے مقدم رکھنا چاہیئے اور کفایت شعاری کی تعلیم مابعد ہر ایک درجہ میں جاری رہنی چاہیئے

حقیقی کفایت شعاری کی تعلیم

(۷) حقیقی کفایت شعاری کا سبق دو وہ کفایت شعاری جو خرچ کرنا اور پس انداز کرنا سکھائے مالی انجمنیں جب صرف روپیہ پس انداز کرنا یا روپیہ جمع کرنا سکھاتی ہیں تو وہ صرف مذاق ... روپیہ جمع کرنا البتہ مفید کام ہے لیکن صرف اسی کی کوشش کرنے کے معنی ہیں کہ

اس ملک کو بخیلوں، کنجوسوں اور تنگ دلوں کا ملک بنا دیا جائے میں اپنے بیٹے کو بخیل ہونے کی بجائے مسرف ہوجانا زیادہ پسند کرتا ہوں کیونکہ اپنا بوسیدہ لباس اور شکستہ حالی کو دیکھ کر مفلس کی آنکھ جلد یا بدیر کھل جاتی ہے اور وہ اپنے کو نونشک کے چھلکوں کی طرح بیکار محسوس کرتا ہے اور خواب غفلت سے بیدار ہوکر وہ اپنی آبائی دانشمندی سے مفید ہونے پر متوجہ ہوجاتا ہے گویا جب چند دانت منھ میں باقی رہ گئے ہیں تو ان ہی سے اپنے گھر جاکر گوشت کھانے لگتا ہے لیکن اس کے برعکس بیچارہ بخیل اپنی ساری عمر فاقہ کشی میں گزار دیتا ہے کیونکہ بقائے زندگی کا عرق اس کے اندر خشک ہوگیا ہے اور وہ سنہری نعش کی مانند فاقہ کشی کی گور میں داخل ہوجاتا ہے۔

(۸) ایسا کرنا کسی طرح زیبا نہیں اس لیئے ہم کو چاہیئے کہ ہم پس انداز کرنے اور صرف کرنے کی صحیح تعلیم دیں۔ کفایت شعاری کے معنی سرسبز ہونے کے ہیں۔ کفایت شعاری کا اول قدم روپیہ پس انداز کرنا ہے اور کفایت شعار بننے کا یہی ذریعہ ہے حقیقی کفایت شعاری یہ ہے کہ ہم روپیہ کا استعمال ایسی خوبی کے ساتھ کریں کہ ہمارا آج کا اور کل کا کام بھی اطمینان کے ساتھ نکل جائے اور ہماری حالت بھی بہتر ہو جائے بالفاظ دیگر کفایت شعاری کے معنی خود ترقی کرنے کے ہیں۔ ہم اپنی ہی ترقی کے لیئے روپیہ صرف کرتے اور روپیہ پس انداز کرتے ہیں لیکن کسی ایسے کام پر ہم ایک حبہ تک صرف کرنا نہیں چاہتے جو ہماری فلاح کا موجب نہ ہوگا۔ ہم اس غرض سے روپیہ پس انداز کرتے ہیں کہ ہم کو اپنی اور اپنے متعلقین کی آئندہ فلاح کی طرف سے اطمینان ہوجائے۔ ایک روز میں نے مالی انجمن کا ایک اشتہار دیکھا جس کو پڑھکر میں کانپ گیا۔ اس میں درج تھا کہ "کیا تم کو خرچ کرنے کا طریقہ معلوم ہے اگر نہ معلوم ہو تو ہمارے شعبہ ملازمت کے دفتر سے دریافت کرلو"

(۹) کفایت شعاری نہ جاننے والا تاجر سارا نفع ایک ساتھ حاصل کرنے کا خواہاں ہوتا ہے اور سارے نفع کو یا خرچ کر ڈالے گا یا جمع کرکے رکھ لے گا لیکن بہت جلد وہ اپنے کو اُجڑی ہوئی کھیتی کی مانند مفلس اور فلاش پاتا ہے اس کے برعکس کفایت شعار تاجر اپنی تجارت کو فروغ دینے یا اپنے میاں سے ضلہ کو دور کرنے کے لیئے جی کھول کر روپیہ خرچ کردیتا ہے لیکن جب جیسے جیسے وقت گزریگا ویسے وہ مرفہ الحال ہوتا جائے گا اور یہی حالت دیگر افراد کی ہے۔

(از بنکرس میگزین نیویارک)

اصول تعاون
مسلمان اور عمل بالاشتراک

(از قلم مولوی عبدالکریم خاں کسلیہ ڈاکخانہ ڈاسنہ ضلع میرٹھ)

مسلمان کاروباری دُنیا میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے کوئی ایسا ذریعہ نہیں رکھتے جس سے تجارت کو چمکائیں یا زراعت وصنعت میں لگائیں اور اہل سرمایہ کے لیئے منافع کا کوئی وسیلہ بہم پہنچائیں مسلمان ہنوز خواب خرگوشس میں سرمست ہیں فضول خرچی اور ایک دوسرے کی تباہی کی فکر میں سرگرم رہتے ہیں بلکہ فخر کیا کرتے ہیں مسلمان کسب دولت۔ عاقلانہ سعی و محنت صنعت و تجارت سے کوسوں دور ہیں مگر سود در سود کی فکر میں آکر روز بروز کمزور ہوتے جاتے ہیں یہ بھی دشوار نظر آتا ہے کہ وہ اپنی خاص قومیت اور موجودہ حیثیت کو بھی دوسری قوموں کے مقابلہ میں برقرار رکھ سکیں۔

مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے نہیں تو عرصہ سے روپیہ کو ٹھکری کے برابر سمجھتے رہے ہیں ان کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ باوجودیکہ اپنی محنت سے روپیہ پیدا کرتے ہیں بلکہ بعض وقت تھکا دینے والی محنت کرتے ہیں مگر بالعموم دوسری قوموں کا سرمایہ استعمال کرتے ہیں اور اپنی جان فشانی کے ثمرہ کا ایک حصہ تقریباً ہمیشہ سود کی شکل میں دیتے رہتے ہیں۔

روپیہ مسلمانوں میں مفقود ہی روپیہ ہوتا ہے نیک چلنی سے کفایت شعاری سے روپیہ کو روپیہ سمجھنے سے مگر مسلمانوں میں تمام دنیا کی بدچلنی اور فضول خرچی نے جنم لے لیا ہے عوام تو عوام علماء کرام کی تعلیم یہ ہے کہ روپیہ لغو بلکہ مضر چیز ہے حالانکہ

ترک دنیا بمردم آموزند خویشتن سیم وغلہ اندوزند

اکثر مسلمانوں کی زبان سے سُنا اور دیکھا جاتا ہے ؎

چلھ ڈال مال و دھن کو کوڑی نہ رکھ کفن کو جس نے دیا ہی تن کو وے گا وہی کفن کو

ہزاروں اشخاص خود بھی تباہ و برباد ہوئے اپنی اولاد کو بھی مبتلاء آفات کر گئے سات سو برس سلطنت کرنے کے بعد اس قدر محتاج ہونا ظاہر کرتا ہے کہ انھوں نے خدا کی بخشی ہوئی دولت کی جو اپنی عنایت سے اس نے انھیں دی تھی کس طرح بے قدری کی۔

مسلمانوں میں بالعموم اعلیٰ درجہ کا کھانا کھانے کی ضرورت ہے خواہ اپنی قوت بازو سے ہو ہ قرض سے خواہ خفیہ یا علانیہ خیرات سے۔ ایسی دعوت کے کھانے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا جس کا ئی بدل نہیں ہو سکتا مگر ہندوستان کی دوسری قومیں جو حقیقی طور پر دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ں انھیں ان نمایشی اور رسمی امور کی کچھ پروا نہیں۔

ضرورت ہے مسلمانوں میں کھانے پینے کے حد سے بڑھے ہوئے مذاق کو کم کیا جائے یہ نہ ہو کہ یب بھائیوں کے لیے تکلیف دہ مثال قایم کی جائے۔

مسلمانوں میں ہر خوری نمایش پسندی کا شوق زیادہ ہے وہ دولت کو امانت الٰہی نہیں سمجھتے جس ے نیک اور پائدار کام کیے جائیں اس کو ذاتی ملکیت اور حظ نفس کا آلہ سمجھتے ہیں کوئی دینی و دنیوی لیڈر عتراض نہیں کرتا مسلمانوں کا مروجہ مذہب اور تمدن دونوں عملاً خود غرضی سکھاتے ہیں لہذا قوم کی م عدالت و کفایت کے اصول سے بھاگتی ہے۔

مذہبی جنون میں وہ وقت بہت نازک ہوتا ہے جب کہ لوگ رسمی مذہب میں مشغول ہو کر مال صالح کو معطل کر دیتے ہیں یہ صداقت ہم مسلمانوں پر بالکل منطبق ہے۔

ہمارے ہمسایہ برادران وطن کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ کوئی پیشہ کیوں نہ کرتے ہوں کچھ کچھ ضرور پس انداز کرتے ہیں اور اس کو نفع بخش کام میں لگاتے ہیں۔

بڑے بڑے طرم بازخاں مسلمانوں کو دیکھا گیا ہے کہ خفیف نقصان کے بھی متحمل نہیں ہو سکتے ر معمولی بیکاری میں ہاتھ مل مل کر رونے لگتے ہیں مدت العمر دولت پیدا کرنا اور کچھ پس انداز نہ نا ایک تھکا دینے والی محنت کرنا ہے یہی مسلمانوں کا شیوہ ہے۔

ہندوستانیوں کے پاس عموماً اور مسلمانوں کے پاس خصوصاً دولت نہیں ہے جو ہے وہ بوجہ افلاس اسراف کے روز بروز کم ہوتی جاتی ہے تعلیم ضرور بڑھ رہی ہے مگر ذرائع معاش کو محدود کر رہی ہے اور اسراف کی بلا کو مہیب صورت میں سر پر چڑھا رہی ہے ملازمت کا دروازہ روز بروز تنگ و تاریک ہوتا جاتا ہے اگر جلد خبر نہ لی گئی تو تجارت و زراعت کا دروازہ بھی بیس تیس برس میں بند ہو جائے گا۔

تمام ترقیات سارے فوائد ہندوؤں کے لیے مخصوص ہیں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ہندو پرستش کر رہے ہیں مگر اپنے محدود دائرہ میں۔ یہ قدرتی امر ہے کہ وہی قوم متمتع ہو۔ مسلمان صرف مزدوروں کی فوج مہیا کرتے ہیں کیا وہ وقت نہیں آیا کہ ہم بھی تجارت کے میدان میں قدم رکھیں۔

ہرچند ہندوستان یورپ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ باوجود ہندوستان کے صریح افسوسناک تنزل کے کثرت سے مہاجنی اور تجارتی ترقی ملک میں ہورہی ہے مگر اس میں سب سے زیادہ اہل یورپ کا حصہ ہے مابعد ہمارے ہموطنوں کے بعض طبقوں کا۔ مہاجنی میں مزارعین و مسلمین کا کہیں کوئی شمار نہیں ہے۔

ہماری عادات ایسی پختہ ہوچکی ہیں کہ باوجود کوشش کے خود اپنے اصول پر عمل نہیں کرسکتے ایک قسم کے اخراجات بند کرتے ہیں تو دوسری قسم کے اخراجات کے دروازے کھل جاتے ہیں خالی دماغی ترقی کہاں تک فارغ البالی بخش سکتی ہے۔ مدت العمر تھکا دینے والی محنت کے بعد کمزوری ضعیفی میں انھیں کہاں تک بچا سکتی ہے۔

سود کا بہانہ۔ بیاہی مسلمانوں میں بعض امور کی شرعاً سخت ممانعت ہے مگر ان کا رواج ہے مسلمانوں کے مذہب میں لہو و لعب رقص و سرود کی جس شدت سے ممانعت ہے دُنیا کے کسی مذہب میں نہیں مگر اس وقت ہندوستان میں یہ سررشتہ زیادہ تر انھیں کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ کام اور بھی کرتے ہیں پر نہ ایسے   مسلمان بھائی سے بن آئیں جیسے

مسلمانوں کی تباہی بربادی پریشان حالی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان میں تجارتی ذوق کم بلکہ گم ہے اگرچہ مسلمانوں میں ایک قسم کی حرکت پیدا ہوئی ہے اور زمانہ کی رفتار نے مسلمانوں کو گونہ ہوشیار کردیا ہے۔ مگر افسوس تجارت کی طرف چنداں توجہ نہیں۔ تجارتی بازار بالکل دوسروں کے ہاتھ میں ہے۔

اصلی سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عملداری میں سرمایہ داری اور تجارت سلطنت کے اجزا ضروری نہ تھے بوجہ فاتح ہونے کے ذرائع معاش کی کمی اور تنگی نہ تھی اس لیئے وہ متوجہ ہونے پر مجبور نہ ہوئے۔

جب سے مسلمانوں نے ہندوستان میں قدم رکھا تجارت زراعت کو کبھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا انقلاب حالت اور اپنی غفلت سے چاروں طرف سے مسلمانوں پر پریشانحالی اور مصیبت چھا گئی جس طرف دیکھیئے نکبت فلاکت کی گھٹا نے تاریکی پیدا کردی ہے ضرورت ہے کہ تجارت کی جانب خاص توجہ کیجائے۔

تاریخ ظاہر کرتی ہے مسلمان ہندوستان میں بحیثیت فاتح کے آئے اور ملک رانی ہی سے کام رکھا اسلامی تجارتی گروہ بہت کمزور تھا۔ جو کچھ بھی تھا اس کی قدر و منزلت بہت کم ہوئی تجارت کا پیشہ

ذلیل و معیوب تھا یہی سبب تھا کہ تین روپیہ کی نوکری کو ترجیحاً عزت و آبرو کا پیشہ سمجھا جاتا تھا اور ہزار پتی تاجر کی قدر نہ تھی زمانہ کی ہوا دیکھ کر "اور کثیر حکم کل" سب ملازمت کی طرف جھک پڑے جب نظام سلطنت درہم و برہم ہو گیا بدامنی طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوا تجارت معیوب سمجھی جاتی تھی وسائل معاش میں دستکاری کے سوا کوئی بہتر سلسلہ نہ تھا لہذا مسلمان اس طرف جھک پڑے۔ آج ہزارہا امرار شاہی کی اولاد مزدوری کرکے اپنا پیٹ پال رہی ہے مگر صنعت کو یورپ کی صناعی نے کچل ڈالا مسلمانوں کو کہیں کا نہ رکھا۔

تعلیم عام نہ تھی جو کچھ تھی تجارت سے کوئی تعلق نہ رکھتی تھی بلکہ باہم ضد یک دیگر سمجھی جاتی تھی۔ پڑھیں فارسی بیچیں تیل۔ یہ دیکھو قدرت کے کھیل۔ عوام اہل اسلام کا بھروسہ فارسی پر تھا فارسی کا دستور بھی محدود تھا یہی وجہ ہے کہ کاروباری دنیا میں فارسی پر ہندی کو ترجیح تھی اب حساب مروجہ مدارس بہت کم کام آتا ہے۔

کاروبار بلاقرض کے نہیں چلتا بازار اس کا ہے جو وقت پر دے بازار میں جس کی ساکھ ہے وہ قلیل سرمایہ سے بہت سا کاروبار کر سکتا ہے۔ معاملہ داری کی بازار میں عزت ایک نواب سے زیادہ ہوگی جس شخص کی ساکھ نہیں اس کی تجارت فروغ نہیں پا سکتی بدقسمتی سے مسلمانوں میں آبائی اور قومی خصائص کی وجہ سے معاملہ داری بہت کم ہے۔

مالی کساد بازاری کی خاص وجہ یہ ہے کہ قوم میں بد معاملگی بہت کم ہے جس قدر بد معاملگی ہے اس سے کہیں زیادہ بدگمانی ہے اور بدگمانی سے بھی بڑھکر ناتجربہ کاری اور ناقابلیتی ہے۔

مسلمانوں کی حالت مالی اور غیرت مندی سخت خطرہ کی حالت میں ہے اور مدت سے خطرہ میں آ چکی ہے مقابلتہً وہ نادار مفلس قلاش کہے جا سکتے ہیں مالی جسم مادف ہے مگر ابھی کچھ جان باقی ہے۔ کچھ نہ کچھ روپیہ بعض کے پاس ضرور ہے مگر وہ یا تو زیورات و اسباب میں بند و بیکار ہے۔ یا چہ سنگ و چہ زر کا حکم رکھتا ہے یا غیر قوموں کو فائدہ پہونچا رہا ہے۔

کام کے شائق محتاج اور قابل ملسکتے اور بنائے جا سکتے ہیں مگر کوئی طبقہ کام میں لگانیوالا اور کوئی ذریعہ کام میں لگانے کا موجود نہیں ہے۔ پس سخت ضرورت ہے کہ جمہور کو فضول خرچی سے بچایا اور پس انداز کیئے ہوئے روپیہ کو ترقی پذیر کام میں لگایا جائے۔

لہذا اشد ضرورت ہے کہ ہر جگہ ہر قصبہ اور قریہ میں سرمایہ جمع کرکے ترقی زراعت صنعت تجارت کے وسیلہ سے جمہور کو کسب دولت کی طرف آمادہ کیا جائے ہر جگہ سیکڑوں روپیہ

زیور یا کسی دوسری شکل میں بیکار محض ہو اس کو باکار بنایا جائے تاکہ سرمایہ بڑھے اور نفع ترقی پائے اہل کاروبار کو فائدہ پہونچے۔ زمین کی قدرتی پیداوار کو عمدہ شکل میں تیار کرنے کے لیئے مشترک کارخانے قایم کیئے جائیں

بالخصوص مسلمانوں کو دولت حاصل کرنے اس کا صحیح مصرف سمجھنے اپنی ہستی کو خطرہ سے نکالنے کے لیئے اس بات کی ضرورت ہو کہ عمل بالاشتراک کے اصول پر ہر جگہ ذخائر کھولے جائیں ہر حصہ دار یہ لازم کریں کہ وہ اپنی تمام ضروریات اس کمپنی سے بہم پہنچائے کوئی حبہ بیکار نہ بچے بلکہ ترقی میں صرف کیا جائے اور مشترکہ منافعہ تقسیم ہو کر ہر خواستگار کو فیضیاب کرے کپڑے چمڑے کے علاوہ غلہ کی تجارت بھی نہایت ضروری ہو۔

جب تک ہم اپنی ضروریات وحاجات کے لیئے دوسروں کے محتاج رہینگے ہماری قومی ہستی ہمیشہ خطرہ میں رہے گی۔ غرض نیک نیتی کے ساتھ ذاتی فائدہ کے علاوہ اجتماعی فائدہ کے لیئے دیانت داری سے محنت وسعی کی جائے ضروری ہو کہ بہت جلد خواہ ادنیٰ پیمانہ پر کیوں نہ ہو چھوٹی چھوٹی تجارتی مشترکہ کمپنیاں بنائی جائیں اور اپنی بنیاد کو محفوظ و مضبوط کریں غور و فکر جاں فشانی دیانت داری سے کام انجام پائے گا تو کامیابی ضرور ہو گی۔

موجودہ مادی زمانہ میں سرمایہ پر ہی کل دینی و دنیوی قومی و ملکی قابل منحصر ہیں کسی قوم کی خوشحالی آمدنی کی کمی بیشی پر نہیں بلکہ اس سرمایہ پر ہو جو پس انداز ہو

اب وقت آگیا ہو کہ مسلمان ہر قصبہ قریہ محلہ میں سب جگہ متفقہ متحدہ منتظمہ قوت سے اپنی حالت کو محفوظ مضبوط بنانے کی فکر کریں ورنہ بہت جلد نمائشی ہستی مٹ جائے گی اور آئندہ نسلوں کو اسفل السافلین میں پہنچائے گی۔

جن کی لیاقت و دیانت مسلمہ ہو جو حساب کے اصولوں اور انتظام کے طریقوں سے واقف ہوں انھیں فی الفور ہر جگہ کھڑا ہو جانا چاہیئے اور اپنی واقفیت و قابلیت سے جمہور کی اقتصادی اصلاح میں منہمک ہو جانا چاہیئے۔ یہ کام نہایت ضروری نہایت مفید نہایت اہم ہو۔ اس کا دیانتداری شوق قلبی قابلیت علمی سے چلانا کسی تعلیمی تمدنی تحریک سے کم مفید نہیں ہو۔ ضرورت ہو کہ قابل اشخاص کی پوری علمی لیاقت انتظامی قابلیت اس میں صرف ہو اور تمام تر وقت وقف کیا جائے

شکستہ حالی مفلسی سستی۔ خود غرضی جہالت ایسی خرابیاں ہیں جن کی وجہ سے کم و بیش ہر ملک میں کمزور لوگوں کو دولتمند و قوی آدمیوں کے بس میں پڑ جانے کی ضرور توقع رکھنی چاہیئے

علاج یہی ہو کہ دور اندیشی پیش بینی کی عادت کو ترقی دی جائے۔ عام تعلیم کی اشاعت میں خاص کوشش کی جائے۔ قرض کا کبھی بھول کر بھی نام نہ لیا جائے۔

مغربی قومیں تجارت کی بدولت دولتمند ہوئی ہیں۔ اگر کوئی قوم موجودہ دور میں ترقی کریگی تو یاد رکھنا چاہیے تجارت ہی کی بدولت کریگی۔ آج کل ہر ایک بین الاقوامی تعلق جنگ و صلح میں تجارتی حقوق مضمر ہیں۔ مصر پر قبضہ کی علت غائی چین و جاپان کی لڑائی، ہسپین امریکہ میں جنگ، روس و جاپان کی معرکہ آرائی۔ بالآخر محاربۂ اعظم داویزش، روم و یونان بہت کچھ تجارتی حقوق کی وجہ سے ظہور میں آئے۔ ہر ایک دانا و بینا قوم کے سامنے تجارت کی قیمت اور قبضہ حکومت میں نہایت گہرا تعلق ہی۔ جب تک تجارت کی جانب خاص توجہ مبذول نہ ہو ہم پنپ نہیں سکتے۔

گرم جوشی سے تجارتی سعی ملک کے لیے آب حیات سے بڑھکر ہی۔ اگر توجہ ہو تو کروروں کی جائدادیں جو دیہ بار ہیں اور آئے دن اغیار کے ہاتھ میں انتقال کر رہی ہیں۔ لازمی نتیجہ یہ ہی کہ وہ بچ جاینگی۔ صرف عمل بالاشتراک ہی سے کاروبار کی ترقی اور روپیہ و جائداد کی حفاظت و بیشی ممکن ہی۔

ساتھ ہی ساتھ زبردست کوشش لوگوں کے اخلاق عادات و معاملات کی اصلاح کے لیے بھی کی جائے تو دس برس میں قوم کی حالت کچھ سے کچھ ہو جائے۔ اور نمایاں تغیر محسوس ہونے لگے۔

تعلیم یافتہ مسلمان اگر اس بڑی قومی ضرورت کی طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ اوبری فیشن۔ نمائشی یا لٹیکس تمنا ملازمت کی کشمکش میں گرفتار رہے تو افلاس برابر بڑھتا چلا جائیگا۔ اور جو کچھ حیثیت اب موجود ہی وہ بھی ضائع ہو جائے گی۔ عبدالکریم خاں

تاجر فائدہ اٹھائیں

مقدار	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	معہ	ہےعہ	سہ	وعہ
نصف صفحہ	للعہ	عہ	ہےعہ	للعہ
چہارم صفحہ	؁	ہے	عہ	ہےعہ

چوتھائی صفحہ سے کم کی اجرت فی سطر آٹھ آنے (۸)

کارآمد جنتری ۱۹۲۱ء مفت منگا لیجئے

نظامی پریس بدایوں

کی مطبوعات کا مکمل فہرست

ہندوستان

مشہور مصنفین کی تصانیف

فاؤنٹین پین

مفصل حالات

طلب کیجئے

نظامی پریس بدایوں

چھپائی

طلب کیجئے

المشتہر منیجر نظامی پریس - بدایوں - یو - پی

منظور کردہ ٹیکسٹ بک کمیٹی صوبہ متحدہ و بمبئی

اردو میں اپنی قسم کی سب سے پہلی کتاب ہے:-

جس میں ممالک شرقیہ بالخصوص ہندوستان کے مشاہیر زمانہ قدیم و جدید کے مختصر حالات بطور لغت دو جلدوں میں لکھے گئے ہیں حصہ اول میں الف سے بکرمی تک اور دوسرے میں ش سے ی تک کے نام درج ہیں سائز ۲۲×۲۹ دونوں حصوں کا حجم

قاموس المشاہیر

۸۰۰ سو صفحے کے قریب

کوئی درسگاہ کوئی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہیں رہنا چاہیے

طلبا مدرسین اخبار نویس مصنفین کو اپنی واقفیت عامہ بڑھانے کے لیے اس کی ایک کاپی ہر وقت اپنے پاس رکھنا چاہیے

بڑے بڑے ماہرین فن تعلیم اور ملک کے مشہور اخبارات نے اس کو نادر اور مفید کتاب بتایا ہے۔ ملنے کا پتہ

منیجر نظامی پریس بدایوں - یو - پی

قیمت ہر دو جلد ... علاوہ محصول ڈاک

سود بہبود اور اصلاح قوم ہو جس کو پسند قوم کا خادم ہے اسی کا نام ہے سود مند

سود مند

رجسٹرڈ نمبر ل ۱۴۳۵

آنریری ایڈیٹر سید طفیل احمد منگلوری علیگ ایم ایل سی

چودھویں سے ماہوار نکلتا ہے



قیمت فی پرچہ ۳ر

راہگیر۔ یہ اصحاب کشاں کشاں کہاں جا رہے ہیں اور کس علت میں؟

سود مند۔ کوئی دفتر رجسٹری اور کوئی عدالت دیوانی میں اور کوئی کلکٹری کے نیلام اور کوئی دیوانی کے جیل میں اور سب کے سب قرضہ کی علت میں

راہگیر۔ پھر ان لوگوں کی رہائی کس طرح ہو؟

سود مند۔ تجارتی سود کی داد و ستد کرنے اور کوآپریٹو سوسائٹیوں میں شریک ہونے سے

چندہ سالانہ عام

مقاصد

(۱) افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کر کے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں

(۲) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر ملک سے ربا کو جو بربادکن اور حرام ہے مٹا دے۔

(۳) فضول اور بربادکن رسم و رواج کی اصلاح کرنا۔ اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

(۴) مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار و تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

(۵) مسلمانوں کی صحت جسمانی۔ ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرنا۔

محمد احیاء الدین ایف آر ایس اے پرنٹر

نظامی پریس بدایوں میں چھپا۔

قواعد خریداری سود مند

۱۔ سود مند کا سالانہ چندہ ۶عہ ہے۔ مگر ممالک غیر سے ۶ مقرر ہے وہ بالعموم ہر مہینے کے وسط میں شائع ہوتا ہے اس لیے پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۲۵ تاریخ تک آجانی چاہیئے اس کے بعد فی پرچہ ۳ر قیمت لی جائے گی۔

۲۔ رسالہ کی درخواست خریداری مع قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجی جائے یا پرچہ بصیغہ وی پی طلب کیا جائے اور دیگر امور متعلقہ اور اشتہار وغیرہ کی بابت منیجر سود مند بدایوں سے مراسلت کی جائے۔

۳۔ مضامین سود مند میں شائع ہونے کے لیئے اور تبادلہ کے اخبارات و رسائل دفتر سود مند بدایوں میں بھیجے جائیں۔

۴۔ تین مہینے سے کم کے لیے پتہ تبدیل نہ کیا جائے گا۔ اس کے لیے ڈاک خانہ میں انتظام کیا جائے

۵۔ نمونہ کا پرچہ بلا قیمت ۱ر کے ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جائے گا۔ لیکن خریداری پر مدت خریداری اسی نمبر سے شمار کی جائے گی۔

۶۔ خط وکتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھا جائے

۷۔ اطلاع خریداری کے ساتھ یہ بھی لکھا جائے کہ پچھلے نمبر بھی بھیجے جائیں یا نہیں جن کی ابتدا جون ۱۹۲۵ء سے ہوتی ہے سالانہ قیمت ۶عہ

۸۔ جو صاحب ایک سال کے لیے پانچ خریدار یا دس روپیہ کی اجرت کا اشتہار بہم پہنچائینگے وہ ایکسال کے لیے بلا ادائے قیمت سود مند کے خریدار متصوّر ہوں گے لیکن اشتہار فرضی دعووں کا حامل اور فحش نہ ہوگا

۹۔ معاونین سے التماس ہے کہ نئے خریداروں کے رسالہ کا وی پی روانہ کرنے کی ہدایت صرف اُس حالت میں بھیجیں جبکہ اُن سے کافی اطمینان کر لیا جائے بغیر استمزاج کے جو وی پی بھیجے جاتے ہیں وہ اکثر واپس آتے ہیں

مطالعہ سود مند

کو مکمل بنانے کے لیے حسب ذیل رسالے دفتر سود مند سے ضرور منگوائیے۔

رسالہ جواز سود مع فتاویٰ

جس میں مختلف طور پر سود کی حقیقت دیا اور سود کا فرق اور تجارتی سود کے جواز کی صورتیں مع علمائے کرام کے فتووں کے پیش کی گئی ہیں اور کفایت شعاری اور پیسہ جمع کرنے کے طریقے سمجھائے گئے ہیں ایک نسخہ ۱ر کے ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے اور سو جلدوں کی قیمت ۶عہ

رسالہ مالی اصلاح

جس میں روپیہ بچانے اس کو جمع کرنے اور بڑھانے کے متعلق طریقے مفصل طور پر بتائے گئے ہیں قیمت ۱ر

مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل قیمت ۸ر تعلیمی بیمہ قیمت ۱ر

المشتہر

رسالہ سود مند بدایوں

سودمند

جلد ۳	اپریل ۱۹۲۶ عیسوی	چندہ سالانہ عہ
نمبر ۴		قیمت فی پرچہ ۳

فہرست مضامین

قرضہ

ہائے وہ دل کہ جسے روز جلائے قرضہ　　آہ وہ سر کہ پڑی جس پہ بلائے قرضہ
شیر غراں کو بھی روباہ بنائے قرضہ　　گھر وہ مٹ جائے جہاں شکل دکھائے قرضہ
راج برباد کیئے حیف ہزاروں اس نے　　شاہزادوں کو نہ کیوں بھیک منگائے قرضہ
کوئی دشمن ہو میری جان کا دشمن بھی اگر　　میرے اللہ اُسے مُنہ نہ دکھائے قرضہ
جس بچارے کی ہو تو جان کا لاگو ظالم　　موت ہی تجھ سے اُسے آکے چھڑائے قرضہ
جس کا تو دوست ہو ای دشمن دین و ایماں　　کیوں فلک کو وہ عدو اپنا بنائے قرضہ
چھوڑ دو عادتِ اسراف کو للہ چھوڑ دو　　یہی ظالم تو ہوئی راہ نمائے قرضہ
یہ تو ممکن ہی نہیں حشر تلک چھوٹ سکے　　دام میں اک دفع جس کو پھنسائے قرضہ
ہوگئے غرق یہاں آکے ہزاروں بیڑے　　تیرے چکر سے خدا سب کو بچائے قرضہ
جیل خانوں میں پڑے اور ہوئے خوار و ذلیل　　اب مسلمانوں کو للہ نہ ستائے قرضہ
یہ جو پھرتے ہیں سدا جامِ گدائی لیکر　　مل رہی ہے انھیں قدرت سے سزائے قرضہ
کس لئے گردشِ افلاک کا شکوہ کیفی　　کوئی دشمن ہی نہیں اپنا سوائے قرضہ

مانگ لے اب یہ دعا وقتِ سحر ہی کیفی
اہل اسلام کو پھندے میں نہ لائے قرضہ

محمد علی کیفی از جام پور
ضلع ڈیرہ غازی خاں (پنجاب)

تجارتی کامیابی کے پانچ زریں اصول

اگر کامیاب تاجر بننا ہی تو یہ پانچ باتیں یاد رکھو۔

(۱) صرف تقدیر پر کبھی بھروسہ نہ کرو۔　　(۲) ہمیشہ محنت سے کام کرو
(۳) سب لوگوں سے خوش مزاجی اور نرمی سے برتاؤ کرو۔　　(۴) منشی اشیا سے پرہیز کرو۔
(۵) ایمانداری کو کبھی ہاتھ سے مت جانے دو۔　　(احید الدین)

شہر بریلی کے مسلمان تانگے والے

اور

سود کا چکّر

(مولوی محمدؐ اکرام عالم صاحب بی۔اے (علیگ) وکیل بدایوں کے قلم سے)

مسلمانوں کو رسالہ سود مند کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اُس نے ہماری آنکھیں کھول دیں اور سود دینے کے خطرناک نتائج سے آگاہ کر دیا۔ غربا اور متوسط الحال مسلمانوں نے سود کے چکّر میں پڑ کر جو تباہی اپنے ہاتھوں مول لی ہی اور مسلمان سرمایہ داروں نے اپنے سرمایہ کو معطل رکھ کر اپنے ضرورتمند بھائیوں سے جس بے اعتنائی کا ثبوت دیا ہی اُس کے آثار چشم بینا کو قدم قدم پر نظر آتے ہیں مجھے اس وقت بریلی کا ایک عبرت انگیز معاملہ عرض کرنا ہی۔ بریلی نے تانگہ کی ساخت میں ایک خصوصیت حاصل کر لی ہی یہاں تک کہ بعض مقامات پر اس سواری کا نام "بریلی کارٹ" کہا جاتا ہی۔ کرایہ کے تانگے یہاں معقول حیثیت کے ہیں اور نرخ بھی ارزاں ہی۔ یہ دیکھ کر خوشی ہوتی تھی کہ تانگے والے اکثر مسلمان ہیں اور بظاہر اُمید ہوتی تھی کہ اتنے مسلمان فارغ البالی سے بسر کرتے ہونگے لیکن تجسس کرنے پر حالات دل خراش پائے گئے۔ یہاں تانگے والوں کی کل تعداد ۲۶۶ ہی جس میں ۱۸۲ مسلمان ہیں اور باستثنار معدودے چند یہ سب مسلمان تانگے والے ہندو ساہوکاروں کے روپیہ سے تانگے بناتے ہیں اور حیرت انگیز شرح سود ادا کرتے ہیں۔ اوسط لاگت ایک تانگہ اور گھوڑے کی چار سو روپیہ ہوتی ہی ساہوکار دونوں چیزوں کی خریداری اپنے نام کرتا ہی اور جبتک کل بیباقی نہ ہو جائے (جو عموماً محال ہوتی ہی) لائسنس بھی ساہوکار یا اُس کے کسی معتمد علیہ کے نام رہتا ہی گویا قانونی طور پر مالک اور قابض ساہوکار اور اُس کے آدمی ہیں۔ لیکن تانگہ حقیقتاً مسلمان بھٹیارہ یا پٹھان کے واسطے تیار کیا گیا ہی اور اُسی کے استعمال واقعی میں رہے گا۔ اس قصور میں یہ مسلمان بدنصیب چار سو روپیہ کا تمسک لالہ کے نام لکھتا ہی اور شرح سود تین روپیہ دو آنے سے شروع ہو کر چھ روپیہ چار آنے فی صدی ماہوار تک ہوتی ہی۔ اس پر طرہ یہ کہ قانون ربواخوری کی زد سے محفوظ رکھنے کو دستاویز میں ساہوکار رقم واقعی سے زائد درج کراتے ہیں۔ اور تانگے والے کا مکان مستغرق و مکفول کرا لیا جاتا ہے

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو بیکس رات دن محنت کرتا ہے اس کو حق محنت بہت کم ملتا ہے اور ساہوکار کو محض چار سو روپیہ کا معاوضہ ساڑھے بارہ روپیہ سے پچیس روپیہ ماہوار تک حاصل ہوتا ہے اگر گھوڑا مرجائے یا تانگہ ٹوٹ جائے تو مقروض مسلمان کا نقصان سمجھا جائے گا چنانچہ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ اس سودا کرنے میں بعض لوگ تانگہ گھوڑے سے محروم ہونے کے علاوہ اپنے مکان بھی کھو چکے اور قلاش محض ہو گئے۔ تانگہ والا کان دبائے ہوئے اپنی گاڑھے پسینے کی کمائی کا حصہ غالب ساہوکار کے حوالہ کرتا ہے اور رئیس بریں وقتاً فوقتاً اُس کو اور اُس کے رشتہ داروں کو مفت سواری دیتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صرف بمشکل قوت بسری تانگہ والا کر سکتا ہے اور زر اصل میں ایک پیسہ نہیں ادا کر سکتا۔ جو کچھ دیتا ہے سود کی نذر ہوتا ہے اور اگر سود بھی وقت پر ادا نہ ہوا تو نالش کی نوبت پہونچکر مکان کے ایک دو تین ہو گئے اور کچھ ڈگری ذاتی بمقابلہ مسلمان مقروض کے باقی رہی۔ گھوڑا تانگہ تو پہلے ہی سے لاد کا تھا۔ کیا یہ چھوٹا سا واقعہ مسلمانان بریلی کی آنکھیں کھولنے کے لیئے کافی نہیں ہے؟

بریلی میں ماشاء اللہ مسلمانوں کی موفر آبادی ہے اہل درد اور قومی کام کرنے والوں کا معقول مجمع موجود ہے جس میں اکثر میرے قابل قدر دوست ہیں لیکن کتنے اصحاب نے اس مسئلہ پر توجہ فرمائی ہے۔ میں ان احباب سے بمنت التجا کرتا ہوں کہ کو آپریٹو طریقہ پر ایک انجمن خاص اس کام کے لیئے قایم کریں اور سرمایہ مشترکہ سے تانگہ والوں کو قرض دینے کا سلسلہ شروع کر کے اُن کو مصیبت سے نجات دلائیں۔

اُس آدمی سے خبردار رہو

(۱) جو تحقیقات سے ڈرتا ہو۔

(۲) جو ایسے وعدے کرنے کا عادی ہو جو ایک شخص کو نہیں کرنا چاہئیں

(۳) جو ہمیشہ تمہیں مال رعایتی قیمت سے دیتا ہو۔

(۴) جو ایسا مال تمہارے ہاتھ فروخت کرے جس کو وہ خود کبھی استعمال نہیں کرتا۔

(۵) جو گفتگو کو یہ کہکر شروع کرے کہ میں تمہارا سچا بہی خواہ ہوں۔

(۶) جو ادھر اُدھر کی فضول خبریں سنانے کا عادی ہو کیونکہ وہ تمہارے یہاں کی بھی بغیر نئی خبر حاصل کیئے نہ جائے گا

(۷) جو تمہارے دفتر میں اُس وقت بھی مسلط رہتا ہو جبکہ تم اپنے کام کو ختم کر کے سیر کو نکل جاؤ (احیاالدین)

"اپنا کام اپنے ہاتھ سے"

معذور اشخاص کا ہاتھ بٹانا

آپ کے پڑوس میں ایک کمر جھکی ہوئی بوڑھی رہتی ہے جس کا کوئی والی و وارث نہیں۔ آپ کبھی اگر اس کے آگے دو چار پیسے پھینک دیتے ہیں تو گویا اپنے نزدیک حاتم طائی کی سخاوت کو مات کر دیتے ہیں لیکن کبھی ساری عمر میں یہ بھی توفیق آپ کو ہوئی ہے کہ اس کا کوئی کام اپنے ہاتھ سے کریں؟ آپ کی والدہ ماجدہ کا اب پیرانہ سالی کا زمانہ ہے نہ اعضا میں قوت باقی ہے نہ ہوش و حواس پوری طرح باقی ہیں۔ آپ اپنی ساری فضول خرچیوں کے مقابلہ میں کوئی حقیر رقم انھیں بھی دیتے ہیں اور اس طرح گویا ان کے سارے احسانات سے بڑھکر ان کے ساتھ سلوک کر چکے ہیں۔ یا اس سے بھی آگے بڑھے تو ان کی علالت کے وقت کسی ڈاکٹر یا حکیم کو بلا کر انھیں دکھا دیا۔ اور اس طرح گویا سارے فرائض فرزندی سے سبکدوشی حاصل کر لی۔ لیکن کتنی مرتبہ آپ نے ان کا کام اپنے ہاتھ سے کیا ہے۔ کتنی بار انھیں دوڑ کر آپ نے پانی پلایا ہے۔ کتنی مرتبہ ان کی جوتیاں صاف کر کے انھیں دی ہیں۔ کتنی بار اُن کے لیے طشت اور اگالدان صاف کر کے ان کے سامنے رکھا آپ راستہ میں جاتے ہوتے ہیں۔ ایک بوڑھے مزدور کو آپ دیکھتے ہیں کہ اس نے بوجھ سر سے اُتار کر رکھ دیا ہے۔ اور وہ اتنا بھاری ہے کہ بغیر کسی کے سہارے کے نہیں اُٹھا سکتا۔ وہ بیکس چاروں طرف نگاہ دوڑاتا ہے۔ آپ اس کی بیکسی کو اچھی طرح محسوس کرتے ہیں لیکن گزرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس لیے کہ مزدور کے بوجھ میں سہارا دینا آپ کے نزدیک آپ کی شان آپ کے مرتبہ آپ کی عزت۔ آپ کی شرافت آپ کی تعلیم کے منافی ہے۔

دوسروں کی خدمت جانے دیجئے۔ خود اپنے کام کاج اپنی ضروریات کو لیجیئے۔ آپ اپنے کتنے کام اپنے ہاتھ سے کرتے یا کر سکتے ہیں۔ اپنی کتنی ضرورتوں کو بغیر دوسروں کے دست نگر و محتاج ہوئے آپ خود پورا کرتے رہتے ہیں۔ اسٹیشن پر اپنا سامان آپ نہیں اٹھا سکتے اپنا پانی آپ نہیں بھر سکتے۔ اپنے صحن میں جھاڑو آپ نہیں دے سکتے۔ اپنا کھانا آپ نہیں پکا سکتے اپنا لباس آپ نہیں سی سکتے۔ اپنے کپڑے آپ نہیں دھو سکتے۔ زیادہ پیدل آپ نہیں چل سکتے۔ کہ ان میں سے ہر کام کے کرنے میں آپ کو اپنی توہین نظر آ رہی ہے آپ کے لیئے آپ ہی کے یہ سارے کام آپکے

بوڑھے نوکر کریں۔ ضعیف مزدور کریں۔ بیمار خدمتگار کریں۔ لاغر قلی کریں، نہ کریں تو ایک آپ ہی نہ کریں۔ اور آپ صرف اس لیئے نہ کریں کہ آپ شریف ہیں۔ اور آپ تعلیم یافتہ ہیں۔ آپ سواری کے کرایہ میں نوکروں کی تنخواہوں میں مزدوروں کی مزدوری قلیوں کی اُجرت میں ایک طرف دل کھول کر خرچ بھی فرماتے ہیں اور دوسری طرف زبان پر یہ فریاد بھی جاری ہی کہ آمدنی کافی نہیں ہوتی۔ خرچ پورا نہیں پڑتا۔ زیر باری بڑھتی جاتی ہی قرضہ کا سود گھوڑے کی طرح دوڑتا ہے

کیا تعلیم کے یہی معنی ہیں کہ وہ زندگی کو اس قدر پُرمصارف بنا دے کیا تعلیم کا یہی مفہوم ہی کہ انسان ان تمام غیر ضروری تعلقات کا غلام بنجائے؟ کیا تعلیم کا یہی منشا ہی کہ انسان کی زندگی بما متر مصنوعی ہو کر رہ جائے۔ کیا تعلیم یافتہ شخص کی یہی پہچان ہی کہ وہ اپنے بڑوں کی خدمت کرنے اور چھوٹوں کی دستگیری کرنے میں اپنی ہتک سمجھنے لگے؟ کیا تعلیم اسی لیئے دی جاتی ہی کہ بے کسوں اور اپاہجوں کی مدد کرنے میں عار کرنے لگے؟ کیا تعلیم سے یہی غرض ہوتی ہی کہ انسان اپنے ہاتھ پیر سے کام لینا بھول جائے؟ کیا تعلیم اسی کا نام ہی کہ انسان دوسرے کا بار اُٹھانے کی جگہ اپنا بار دوسروں پر ڈالدے؟ کیا یہی تعلیم دلوں میں ہمدردی و خدا ترسی یا خدمت خلق و خدمت قوم کے جذبات پیدا کر سکتی ہی؟ کیا اسی تعلیم سے اُمید ہی کہ وہ تصنع و نمائش کی زندگی کو مٹا کر خلوص اور سچائی کی تربیت کرے گی؟ کیا یہی وہ تعلیم ہی جو انسان کو اگر مرتبہ ملکوتی تک نہ پہونچا سکے تو بھی کم از کم مقام انسانیت ہی پر قایم رہنے دے گی۔ روحانی و اخلاقی حیثیتوں کو چھوڑیئے۔ خالص مادی اور اقتصادی پہلوؤں سے بھی سوچیئے اور غور کیجیئے کہ یہ تعلیم جس کے یہ کھلے ہوئے نتایج ہوں ملک و قوم کے حق میں رحمت و برکت ہی، یا ایک بار و ادبار؟

ن - ا -

روشنی کے ذریعہ رنگسازی

امریکہ کے ایک سائنس داں نے دریافت کیا ہی کہ روشنی کی مختلف رنگین شعاعوں سے رنگسازی کا کام لیا جا سکتا ہی۔ عرصہ کی کوشش کے بعد اس نے ایک آلہ ایجاد کیا ہی جسمیں رنگین شعاعوں کی مدد سے تصاویر میں رنگ بھرا جا سکتا ہی۔ اس نے اپنی لبوریٹری میں ایک ہندوستانی عورت کی تصویر بنائی جس کا لہنگا سرخ تھا۔ اس تصویر کی تیاری میں کسی مادی رنگ سے کام نہیں لیا گیا تھا۔ ایک عام نمایش کے وقت موجد نے جب اپنی مشین میں دوسری شعاعوں سے کام لیا تو تھوڑی دیر میں تصویر کا لہنگا سُرخ سے بالکل سیاہ ہو گیا۔ (احمد الدین)

اپریل ۱۹۲۰ء

گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے موزہ بافی کا ایک سرکاری مدرسہ

حال میں بمقام لدھیانہ جراب بافی کا سرکاری مدرسہ کھولا گیا ہی جو کامیاب ہو کر جراب بافی کی صنعت کو بہت کچھ ترقی دے سکے گا اور ہم جو مال چین اور جاپان سے لینے کے محتاج ہیں وہ ہمیں خود ہمارے ملک میں تیار ہو کر نسبتاً ارزاں قیمت پر مل سکے گا۔ مدرسہ کی رسم افتتاح ادا کرتے ہوئے سرملکم ہیلی ایک نہایت دلچسپ اور حوصلہ افزا تقریر کی جس کے بعض ضروری حصے نذر ناظرین کیے جاتے ہیں:۔

"لدھیانہ میں جراب بننے کی دستکاری کلوں کے ذریعہ ہوتی ہی۔ اس دستکاری کے متعلق ڈاکٹر رلٹے نے دلچسپ حالات بیان کیے ہیں بس اس ضمن میں صرف اتنا کافی سمجھتا ہوں کہ کاریگروں کو خاص مشورے دینے انھیں طرز جدید کی کلیں بہم پہونچانے اور رنگ سازی کی تعلیم دینے اور اُن کے کارخانوں کی بنی ہوئی چیزوں کی فروخت کرنے کا انتظام کرنے کی ضرورت ہی۔ اس دستکاری کے لیے بہت گنجائش ہی۔ چین اور جاپان سے اس قسم کے مال کی درآمد بہت ہوتی ہی۔ اس مدرسہ میں جو کام تیار ہوگا اس سے صرف یہی فائدہ نہ ہوگا کہ چین اور جاپان کے مال کی برآمدگی میں کمی ہو جائے گی بلکہ ہم ایک خاص مقدار میں مال کو باہر بھی روانہ کر سکینگے"

صنعت جراب بافی کی توسیع کے امکان پر اظہار خیالات فرماتے ہوئے ہز ایکسی لنسی موصوف گورنر پنجاب نے فرمایا تھا:۔

"یہ کام اس قسم کا ہی کہ ہندوستانی دستکار اس کو پسند کریں گے۔ یہ کام گھروں میں بھی ہو سکتا ہی اور چھوٹے چھوٹے خانگی کارخانوں میں عورتیں بھی یہ کام کر سکتی ہیں اور مرد بھی گویا یہ کام ایسا ہی کہ کسی گھر کے سب لوگ ملکر اس کو کر سکتے ہیں"

لدھیانہ انسٹی ٹیوٹ کے متعلق آپ نے فرمایا:۔

"لدھیانہ انسٹی ٹیوٹ نے بھی جسے کونسل نے گزشتہ موسم سرما میں منظور کیا تھا۔ ابھی یہ کام شروع کیا ہی اور اس کی الف اور ب جماعتوں میں ۲۶ طالبعلم داخل ہو گئے ہیں۔ آپ یقین رکھیں کہ

اگر یہ انسٹی ٹیوٹ کامیاب ہوگیا تو ہم اس کو ترقی دینے کے لیے حسب ضرورت روپیہ خرچ کرنے میں ذرا بھی دریغ روا نہ رکھیں گے صیغۂ وزارت کو اس سے بڑی ہمدردی ہے اور وہ اس کے انتظام کو بہتر بنا کر اور اُسے زمانۂ حال کی بہترین کلیں بہم پہونچا کر ہر ممکن امداد کرے گا۔

حکومت ہند کے آمد و خرچ کا سالانہ حساب

شرح تبادلہ کے تعین اور طلائی مبادلہ کا تصفیہ

(خاص سود مند کے لیے)

قانون اصلاحات کی رو سے صوبجاتی اور وسطی گورنمنٹوں کے شعبہ ہائے انتظام و وسائل آمدنی کی تفریق و تقسیم کی گئی ہے۔ گورنمنٹ ہند صیغہ سپاہ۔ معاملات خارجہ کہ جن میں ریاست ہائے ہند علاقہ جات آزاد سرحدات بھی شامل ہیں۔ ریلوے۔ ڈاکخانہ و تار۔ انکم ٹیکس۔ افیون و نمک اور محصولات بحر و بر وغیرہ پر حاوی ہے۔ اور باقی مقامی حکومتوں کے ماتحت ہیں۔ کہ جن میں پولیس نہر جنگلات۔ مالگذاری۔ عدالتیں وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ دو تین سال سے گورنمنٹ کے شعبہ ہائے آمد میں اصلاح کی گئی ہے۔ کہ جس کی وجہ سے ریلوے اور ڈاک خانہ و تار دیگر صیغہ جات سے الگ کرکے بنیا گری یا تجارتی قاعدہ انتظام کے تابع کیے گئے ہیں۔ ریلوے اپنے جملہ اخراجات آپ ادا کرتی ہے کہ جن میں چھ لاکھ کے قریب ملازمان کے مشاہرے اور الاؤنس۔ انجنوں کے کوئلہ مرمت کے کارخانوں کے مصارف شکست و ریخت کی مرمت کا صرفہ دیا جاتا ہے۔ نئے سامان کی بہم رسانی ریلوے لائنوں کی اصلاح نئی لائنوں کی تعمیر۔ اور نیز سرمایہ کے سود کی رقم شامل ہے۔ علاوہ ازیں وہ سرمایہ کے تناسب سے ایک روپیہ سیکڑہ سالانہ کے حساب سے خزانہ عامرہ کو منافع دیتی ہے۔ اب کے ریلوں کی مجموعی آمدنی ۹۰ کروڑ ۳۱ لاکھ روپے ہوئی کہ جس میں مارچ ۱۹۲۶ء کے اندازہ سے بقدر سوا چار کروڑ خسارہ پایا گیا ہے۔ کل منافع پانچ کروڑ ۴۹ لاکھ روپیہ مرتب ہوا۔ واضح رہے کہ خالص منافع جنگی ریلوں کا گھاٹا منہا کرنے سے برآمد ہوا ہے۔ جملہ اخراجات کہ جن میں جنگی ریلوے لائنوں کا خسارہ بھی شامل ہے۔ ۹۲ کروڑ ۳۷ لاکھ روپے ہوئے۔ ۲۶-۱۹۲۵ء میں خالص بچت ۹ کروڑ ۲۸ لاکھ روپیہ تک پہونچی تھی۔ کہ جس میں سے ساڑھے پانچ کروڑ سے ذرا کم خزانہ عامرہ میں اور باقی پونے چار کروڑ روپیہ سے چند لاکھ اوپر ریلوے کے محفوظ فنڈ میں جمع کیے گئے۔ اب کے چھ کروڑ ایک لاکھ روپیہ خزانہ عامرہ میں داخل کیا گیا۔ ۲۸-۱۹۲۷ء میں ریلوں کی آمدنی کا اندازہ ایک ارب چالیس لاکھ اور اخراجات کا (۹۱) کروڑ (۴۷) لاکھ فوجی مقاصد کی لائنوں کے خسارہ کا ایک کروڑ ۳۸ لاکھ اور منافع خالص کا سات کروڑ دس لاکھ روپیہ تخمینہ ہے۔

ڈاکخانہ و تار کی آمدنی اور خرچ برابر کیا جاتا ہے۔ اس سے گورنمنٹ کوئی منافع حاصل نہیں کرتی۔ بلکہ وافر آمدنی اسی کی اصلاح و توسیع پر صرف کر دی جاتی ہے۔ اب کے اس صیغہ سے پونے گیارہ کروڑ روپیہ وصول ہوئے۔ مصارف میں ۷۰ لاکھ روپیہ سود کا ہے کہ جو ڈاک خانہ و تار کے سرمایہ کی رقم پر ادا کرنا پڑتا ہے۔ اگلے سال دس کروڑ ۸۷ لاکھ روپے وصول ہونے کا تخمینہ ہے۔ ڈاک خانہ کے معمولی عملہ کے مشاہرے بڑھانے کے لیے سوا بارہ لاکھ روپے کی رقم علیحدہ کی گئی ہے۔

مارچ ۱۹۲۶ء میں گورنمنٹ ہند کی آمدنی کا تخمینہ ایک ارب تیس کروڑ ۴۲ لاکھ اور مصارف کا اندازہ ایک ارب تیس کروڑ ۳۰ لاکھ روپے تھا۔ مگر اب یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کل آمدنی ایک ارب سوا بیس کروڑ اور مصارف ایک ارب ۲۷ کروڑ ۱۵ لاکھ روپیہ ہوں گے تو خیر تین کروڑ دس لاکھ روپے برآمد ہونے کی پختہ امید بندھ گئی ہے۔ محصولات کی آمدنی بقدر ایک کروڑ تیس لاکھ زائد ہوگی انکم ٹیکس سے سولہ کروڑ ۱۵ لاکھ وصول ہونے کی بجائے اندازہ میں ۲۹ لاکھ کی کمی پائی گئی ہے صیغہ نمک سے تین کروڑ بارہ لاکھ اور افیون سے چھ کروڑ ستر لاکھ آمدنی کی توقع ہے۔ ۳۱ لاکھ روپیہ جرمنی کی رقم تاوان کی تحصیل سے ہندوستان کو دیا گیا ہے۔ جو کہ اپریل ۱۹۲۶ء سے پہلے کی مدت کی قسط ہے اخراجات میں سب سے بڑی رقم جنگی مصارف کی ہے کہ جو ۵۵ کروڑ ۵۵ لاکھ تک پہنچی ہے سپہ سالار بہادر نے فرمایا کہ انچ کیپ کمیٹی کی حسب قرارداد فوجی مصارف پچاس کروڑ روپے سالانہ کرنا محالات سے ہے۔ کیونکہ فوجی ماہروں کی رائے میں فوجوں کی آراستگی اور لڑنے بھڑنے کی اہلیت برباد کیے بغیر مزید تخفیف ناممکنات سے ہے۔ اگلے سال کے لیے پچپن کروڑ مخصوص کیے گئے ہیں۔ ۲۸-۱۹۲۷ء کے تخمینہ آمدنی کا اندازہ ایک ارب ۲۸ کروڑ ۹۶ لاکھ روپے ہے۔ اور اخراجات ایک ارب ۲۵ کروڑ ۲۶ لاکھ ہے۔ خالص توفیر کا تخمینہ تین کروڑ ستر لاکھ روپے ہے۔ صیغہ محصولات سے ۴۹ کروڑ سے بھی زیادہ روپیہ وصول کا اندازہ ہے۔ فوجی مصارف میں پانچ لاکھ روپیہ بحری دستہ کے قیام کے لیے علیحدہ رکھے گئے ہیں۔ قانون کرنسی کا مسودہ برٹش پارلیمنٹ سے تھوڑے ہی عرصہ میں پاس ہو کر نکلنے والا ہے۔

سالانہ حساب میں گورنمنٹ کے قرضہ کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ ہندوستان میں پانچ ارب ۲۳ کروڑ ۱۴ لاکھ روپیہ ہے۔ کہ جس میں ۶۵ کروڑ ڈاکخانہ کی امانتیں۔ اور پراویڈنٹ فنڈوں کا ۵۱ کروڑ اور عوام سے قرضہ لیا ہوا پونے چار ارب کے قریب اور نوٹوں کے وسیلہ سے ۴۱ کروڑ ۴۵ لاکھ روپیہ لیا گیا ہے۔ برطانیہ میں ۳۳ کروڑ ۹۰ لاکھ پونڈ ہے۔ یہ ۳۱ مارچ ۱۹۲۷ء کی کیفیت ہے

اس پر بعد ازاں تفصیلی بحث ہوگی۔

اسمبلی نے روپیہ کی شرح تبادلہ ڈیڑھ شلنگ مقرر کردی ہے اور روپیہ ورڈ بڑھ شلنگ کا مبادلہ آٹھ گرین سونا قرار پا گیا۔ اس کے حق میں ۶۸۔ اور مخالف ۶۲ رائیں تھیں۔ گورنمنٹ کے سالانہ مصارف ہر قسم کے دو ارب چار کروڑ اور آمدنی دو ارب ۸ کروڑ کے قریب ہوئی ہے

ج۔ آر۔ رائے۔ بیانہ۔ بھرتپور

حماقت کا اظہار اولوالعزمی کے پردے میں

ایک منچلے مسلمان نے شہر بریلی میں۔ ایک عقلمند لالہ صاحب سے ایک سو بیس روپیہ اوائل ماہ رمضان میں قرض لیئے شرط یہ ٹھہری کہ برابر تیس دن تک چار روپیہ کا دودھ روزانہ پانچ سیر فی روپیہ کے نرخ سے دینا پڑے گا۔ لالہ صاحب دودھ کی دکان کرتے ہیں۔ ان کے ہاں دودھ کا بھاؤ چھ آنے سیر ہے۔ گویا ایمانداری کے ساتھ وہ ایک روپیہ چودہ آنے یومیہ کا منافع کماتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک مہینے کے اندر ان کے ایک سو بیس روپیہ کم سے کم دوگنے ہو جائیں گے۔

احمقانہ اولوالعزمی کی تفصیل ملاحظہ ہو مسلمان شیر فروش کی صاحبزادی ۱۲۔۱۴ سال کی ہے اس نے امسال پہلی مرتبہ روزہ رکھا تھا اس تقریب کے لیئے ایک سو بیس روپیہ کی رقم درکار تھی تا کہ افطاری کا اہتمام بڑے ٹھاٹ کے ساتھ کیا جائے جو واقعی ہوا۔ ورنہ ساری برادری میں ناک کٹ جاتی اور جہاں لڑکی کی بات لگ رہی ہے، وہ لوگ سمجھ لیتے کہ لڑکی والا کوئی ننگا آدمی ہے۔ مسلمان صاحب نے نونک کٹنے کے غلط خیال سے یہ کثیر نقصان مالی اٹھایا اس کے مقابلہ میں اس ہندو مہاجن کو دیکھیے ایکسو بیس روپیہ پر ساڑھے تین روپیہ روزانہ کما کر ایکسو پانچ روپیہ پیدا کیے اور راس المال روپیہ بدستور رہا۔ اور اگر محض سادہ سود کا حساب لگایا جائے تو ۸۷½ فیصدی ماہوار یا ۱۰۵۰ فیصدی سود سالانہ کا منافع ہوتا ہے۔ (ایڈیٹر)

میں بخیل کیوں مشہور ہوا؟

(مترجمہ سید حسن زاہد صاحب جعفری شاہگنج آگرہ)

(نمبر ۱)

بچپن سے میں بخیل مشہور ہوں۔ مدرسہ میں اور کاروباری زندگی میں بھی یہ خطاب میرے ساتھ ساتھ رہا ہے۔ لیکن ہر تصویر کے دو رُخ ہوا کرتے ہیں اور مندرجہ ذیل مضمون کچھ تو اپنی وجہ سے اور کچھ دوسروں کی حمایت میں جو بخیل مشہور ہیں لکھا جاتا ہے۔

سال گزشتہ میری آمدنی قریب پچپن ہزار روپیہ کے تھی میں نے قریب تین ہزار روپیہ خیرات میں دیا۔ میں قانون پیشہ ہوں اور ظاہر ہے کہ جفاکشی سے روپیہ پیدا کرتا ہوں لیکن آمدنی کے مقابلہ میں خیرات کی مقدار کم تھی۔ میری خیرات براہ راست خدا نام پر بھی نہ تھی۔ خیرات کا حساب یہ ہے۔

اپنے مدرسہ کو (منجملہ تین ہزار موعودہ چندہ کے)	مبلغ	۶۰۰
گرجے کو	”	۴۵
دیگر خیرات کے کاموں میں	”	۵۰
غریب رشتہ داروں و ملازموں کی پنشن	”	۵۰۰
ناقابل وصول قرضہ کی معافی میں	”	۶۰۰
		[illegible]

مجھے اِس رقم پر فخر کرنے کا کوئی موقع نہیں لیکن عام شہرت یہ ہے کہ میں ایک چھدام بھی خیرات نہیں کرتا ہوں اور اپنے بخل کے لیے سخت بدنام ہوں۔ میں خاص طور پر آپ کی توجہ اخیر رقم پر دلانا چاہتا ہوں۔ اس پر نگاہ ڈال کر مجھے مجبوراً مسکرانا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہ وہ رقم ہے جو سال گزشتہ میں میں نے ایک دوست کو جو مشہور یار باش ہیں قرض دی تھی۔ وہ مدرسہ میں میرے ہم سبق تھے لیکن عدم ادائیگی کی وجہ سے میں نے بٹے کھاتے میں ڈالدی۔ ہمارے مدرسہ میں سال تمام پر اُن کو ”نہایت ہر دلعزیز“ ”نہایت حسین“ اور ”نہایت مخیر“ کے خطابات دیئے گئے اگرچہ فٹ بال اور ٹینس بال کی ٹیم کا کپتان میں ہی منتخب ہوا۔ اس وجہ سے نہیں کہ طلباء مجھے پسند کرتے تھے بلکہ اس وجہ سے

کہ میں سب سے بہتر کھیلنے والا تھا۔ اس اعزاز کے ساتھ مدرسہ کی بڑی جماعت نے مجھکو "سب سے زیادہ بخیل" کا خطاب بھی مرحمت فرما دیا۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس خطاب سے مجھے دلی کوفت ہوئی کیونکہ دُنیا میں بخیل مشہور ہونا قابل مسرت نہیں ہے لیکن جب میں گزشتہ زمانہ پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے ماننا پڑتا ہے کہ جو کچھ میں نے کیا وہ درست تھا کیونکہ اُن واقعات کے ہونے ہوئے جن میں میں مبتلا تھا میرے حق میں کوئی دوسری تدبیر نہیں ہو سکتی تھی۔

اور اب بھی اگر مجھ کو اپنی زندگی از سر نو شروع کرنی پڑے تو یقین ہے کہ مجھکو پھر "بخیل" کا خطاب دے دیا جائے گا۔

میرے والد قانون پیشہ تھے اور اپنی نیک مزاجی۔ فراخ حوصلگی و دریا دلی سے "قابل اعتبار دوستنا" کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ واقعی وہ ایک شاہ خرچ آدمی تھے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ عام جلسوں میں وہ کھڑے ہو جاتے تھے اور اپنے لانبے قد خوبصورت چہرہ۔ اور مسکراتی ہوئی صورت سے اپنی طرف سے تین تین سو روپے کے چندہ کا اعلان کرکے عام چندہ کی ابتدا کرتے تھے اور تمام جلسہ نعرہائے تحسین و آفریں سے گونج اُٹھتا تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرے والد نے ایک بڑا مقدمہ جیتا۔ اُن کی وکالت میں وہ سب سے بڑا مقدمہ تھا۔ تیس ہزار روپیہ فیس ملی۔ اُسی شب کو اُنھوں نے میری والدہ کے گلے میں ایک ہیرے کا ہار لاکر پہنایا۔ والدہ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اِن آنسوؤں کی تہہ میں خوف اور شکریہ پنہاں تھے کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ اس ہار سے زیادہ ضروری اور بھی اخراجات تھے جن کا پورا کرنا ضروری تھا۔

میرے کانوں میں اُس غریب عورت کی آواز تشکر اب تک موجود ہے جس کی حاجت مندی سے متاثر ہوکر میرے والد نے راہ چلتے چلتے رُک کر تیس روپیہ دیدیئے تھے۔

وہ عجیب و غریب صفات کے آدمی تھے۔ اور صحیح معنوں میں شاہ خرچ تھے مگر شاہ خرچ لوگوں کی اولاد کو شاید ہی شہزادوں کی زندگی نصیب ہوتی ہوگی۔

میری والدہ کی اور میری زندگی عبرتناک واقعات کا مجموعہ ہے۔ سب سے پہلے ہم کو اپنے مکان چھوڑنے کا تلخ تجربہ اُٹھانا پڑا۔ اس کا اثر ہنوز میرے دماغ پر موجود ہے، میری عمر کوئی سات برس کی تھی۔ مجھے ہدایت کی گئی کہ "جاؤ باہر کھیلو"۔ لیکن کمرے کی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اور میں اُمید

کی باتیں باہر سے سُن سکتا تھا۔

میری ماں کہہ رہی تھیں" نیل! یہ تم نے کیا کیا؟ تم نے سیم (میرا نام) اور میرا بھی کچھ خیال نہ کیا"!

میرے باپ کا جواب وہی حسب معمول مسرت آگیں اور ہمت افزا تھا لیکن اس مرتبہ اُن کی آواز میں بھرّاہٹ تھی وہ بار بار والدہ سے کہہ رہے تھے کہ ایک دوست کی خاطر اُن کو سب کچھ کرنا پڑا تھا۔ لیکن بہت جلد معاملات طے ہو جائیں گے۔

"ٹروزڈیل دُنیا میں بہترین آدمی ہے اُس کا یہ وقت بھی گزر جائے گا۔ ہم لوگوں کو چند روزہ پریشانی ضرور ہے۔ مگر فکر کی کوئی بات نہیں ہے انجام کار ہماری تمہاری مرضی کے موافق ہی ہوگا۔"

یہ کہکر وہ باہر نکل آئے اور اپنے مضبوط قدم زمین پر رکھ کر چلنے لگے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ قدموں میں آج لڑکھڑاہٹ تھی اور خلاف معمول بجائے سیٹی بجانے کے آج وہ خاموش تھے! کمرہ میں ماں پڑی ہوئی تھیں اور ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھیں۔

اُسی ہفتہ میں اجنبی لوگ ہمارے مکان پر آئے۔ اور گھر کے سامان کو بغور دیکھ دیکھکر اُٹھانے لگے۔ پیانو چلا گیا۔ کھانے کے کمرہ کا سامان اُٹھ گیا۔ نشست گاہ کی کُرسیاں چلی گئیں اور آخر میں مکان کے دروازہ پر ایک تختی ٹانگ دی گئی جس پر لکھا ہوا تھا" یہ مکان نیلام ہوگا۔"

مجھے خیال ہوا کہ شاید نیلام کوئی بیماری ہے۔ میں نے والدہ سے پوچھا کہ" کیا کچھ عرصہ کے لئے مجھے اسکول میں باہر رہنا پڑے گا" میری ماں نے جواب دیا" ہاں پیارے تم عرصہ تک باہر اسکول میں رہو گے میں تم کو بہت اچھی جگہ بھیجنے والی ہوں۔ تم اپنی نانی کے پاس کچھ دن رہو گے۔"

دوسرے دن مجھے نانی کے پاس روانہ کر دیا گیا۔ اُن کے یہاں کھیتی کا کام ہوتا تھا۔ میرا دل لگ گیا اور میری تندرستی کو بھی بہت فائدہ ہوا۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صرف پیٹ بھرنے کی خاطر صبح سے شام تک محنت کرنا آسان کام نہیں ہے۔ روپیہ کی جو قدر مجھے اُس وقت ہوئی وہ میرے سابق خیالات سے کہیں مختلف تھی۔ یہیں سے میری کنجوسی اور بخل کی ابتدا ہوتی ہے۔

برسوں کے بعد مجھکو تمام قصہ معلوم ہوا کہ کس طرح میرے والد نے ایک دوست کی خاطر ایک ہنڈی سکاری تھی۔ جس کی پاداش میں ہمارا گھر نیلام ہو گیا میری والدہ کو ایک دفتر میں ملازمت اختیار کرنی پڑی۔ اور میرے والدین ایک چھوٹے سے مکان میں صرف ایک کمرہ

کرایہ پر لیکر رہنے لگے اور قرضہ ادا کرتے رہے۔ میں اپنی نانی کے یہاں رہنے لگا جب رفتہ رفتہ قرضہ ادا ہوگیا اور ایک اچھا مکان کرایہ پر لیلیا تو مجھے بھی واپس بُلا لیا۔

جس وقت میری چھوٹی بہن پیدا ہوئی۔ ایک اور مصیبت کا سامنا ہوا۔ میں دس برس کا تھا اُس دن مجھے میری خالہ کے پاس پہونچا دیا گیا۔ میں اپنا چھوٹا سوٹ کیس لے جانا چاہتا تھا جو مجھ کو بڑے دن پر بطور تحفہ دیا گیا تھا۔ والدہ نے اس خیال سے منع کر دیا کہ میں اُسی روز سہ پہر کو واپس آنے والا تھا۔ مگر میں رات تک خالہ کے یہاں منتظر رہا اور مجھے گھر واپس نہ بُلایا گیا۔ اور بالآخر مجھے اپنے خالہ زاد بھائی ایڈورڈ کے کپڑے پہن کر شب کو سونا پڑا۔ اُس شب کو دو مشہور ڈاکٹر میری والدہ اور میری چھوٹی بہن کی جان بچانے کے لئے تمام شب موت کا مقابلہ کرتے رہے۔

لڑکی مرگئی اور ماں گھر کا کاروبار دیکھنے لگیں تو ڈاکٹروں کی فیس کی ادائیگی کی پریشانی سوار ہوئی ایک دن دوپہر کا ذکر ہے کہ ایک شخص بل لیکر آیا اور اُس نے میرے والد سے ملنے پر اصرار کیا۔ کمرہ کا دروازہ کھُلا ہوا تھا اور اندر کی آوازیں میرے کان میں آرہی تھیں۔

نووارد پستہ قد نے کہا "مگر تم تو اِس شہر کے قریب قریب ہر کلب کے ممبر ہو! اور وہاں خوب روپیہ صرف کرتے ہو؟"

میرے والد نے کہا "یہ میرا فعل ہے میں جو چاہے کروں"۔ لیکن اُن کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ اُن پر غصہ کا غلبہ بہت سرعت سے ہو رہا تھا۔

پستہ قد نے کہا "جو کلبوں میں گلچھرے اُڑائے لیکن اپنی بیوی کی زندگی بچانے والوں کی فیس ادا نہ کر سکے اُس کے متعلق میں خاص رائے رکھتا ہوں"۔ میں نے تمام عمر میں والد کو صرف اُسی وقت غصہ میں دیکھا تھا۔ دروازہ ایک دم زور سے کھُلا۔ اور پستہ قد آدمی بھی باہر نکلا۔ لیکن اس حالت میں کہ اُس کے کوٹ کا کالر میرے والد کے ہاتھ میں تھا اور دوسرے ہاتھ سے اُس کے پتلون کے پیچھے کے حصہ کو پکڑے ہوئے اُس کو ڈھکیل رہے تھے۔

اسی طرح وہ اُس کو کمرہ سے ڈھکیلتے ہوئے لائے اور باہر کا دروازہ کھول کر ایسا دھکا دیا کہ وہ لُڑھکتا ہوا گھانس پر قلابازیاں کھانے لگا۔ دوسرے دن میرے والد نے والدہ سے کہا کہ ڈاکٹر کا کل روپیہ ادا کر دیا گیا۔

لیکن سب سے سخت مصیبت میرے والد کے انتقال کے موقع پر آئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام شہر اپنی مصیبت اور اپنے غم کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ جنازہ کے ساتھ اُن کے احباب اور

شناسا لوگوں کا کثیر مجمع تھا جن سے ہم واقف تھے۔ لیکن بہت سے ایسے لوگ بھی موجود تھے جن کو ہم جانتے بھی نہ تھے۔ یہ اُن غریب اور مفلوک الحال مرد اور عورتوں کا مجمع تھا۔ جن کی تکالیف نے میرے والد کے قلب کو ہمیشہ متاثر کیا تھا اور انھوں نے اُن کی امداد کی تھی۔

والدہ اور میں مرحوم پر عاشق تھے۔ اس میں کلام نہیں ہے کہ اگر وہ اور لوگوں کی طرح ہوتے تو ہماری زندگیاں آسودگی کے ساتھ گزرتیں لیکن اُن کی فضول خرچیوں کے باعث ہمارے دل میں اُن کی مطلق بُرائی نہ تھی۔ اس زمانہ میں ہم لوگ اپنے ذاتی مکان میں رہنے لگے تھے۔ اور ہم کو علم تھا کہ مکان اپنی پوری قیمت پر رہن ہے۔ اور اُن کی زندگی کے بیمے ڈاکٹروں کی فیس کی ادائیگی کے لیئے رہن تھے۔ لیکن ہم دل سے اُن کے شیدا تھے۔ کیونکہ ہم لوگوں کی دلبستگی کا وہ بہترین ذریعہ تھے۔ تجہیز و تکفین کے بعد ہم لوگ ایک مکان میں اُٹھ گئے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ کرایہ میں شریک ہو گئے۔

اُس وقت بھی والد کے احباب آتے رہے لیکن والدہ نے ایک دفتر میں ملازمت کر لی تھی۔ اس لیئے میل جول کے مواقع کم ملتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُن لوگوں کی آمد و رفت بھی بند ہو گئی مجھے پانچ بجے صبح اُٹھنا پڑتا تھا۔ اور اخبارات گھروں پر پہونچانا پڑتے تھے پھر گھاس کاٹنی پڑتی تھی۔ اور گھر گھر تصاویر بیچتا پھرتا تھا۔ ہم ماں بیٹوں کی آمدنی مل جلکر ہماری ضروریات کو بمشکل پورا کرتی تھی۔ لیکن اُس میں سے بھی ہم پس انداز کرتے تھے تاکہ میرے کالج کی تعلیم کے کام آئے۔

مسٹر ڈولی کا قول ہے کہ "ایماندارانہ غربت کو ذلیل نہیں سمجھنا چاہیئے لیکن لوگ ذلیل سمجھتے ہیں"، محض میری غربت مجھکو بخیل مشہور نہ کراتی۔ لیکن میری والدہ کی کفایت شعاری کے ساتھ تمکنت بھی شامل تھی اور اُن کا ظاہر رکھاؤ اس پیمانہ کا تھا کہ ہم لوگوں کو سخت دشواریاں پیش آجاتی تھیں۔

مثلاً اسکول میں میرا لباس عام لڑکوں کا سا ہوتا تھا۔ اور چونکہ میرا لباس میرے ہم جماعت لڑکوں سے بُرا نہ ہوتا تھا۔ اس لیئے وہ تعجب کیا کرتے تھے کہ میں کچھ خرچ کیوں نہیں کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ یہ لڑکے ناچ کا جلسہ کرنا چاہتے تھے۔ فی طالب علم پندرہ روپیہ چندہ تھا۔ اور پندرہ روپیہ پھولوں اور سواریوں کا خرچ تھا۔ میں نے اپنے کانوں سے سُنا کہ چندہ کی فہرست میں میرا نام بھی لیا گیا۔ لیکن ہیڈ ماسٹر نے کہا کہ "روپیہ مانگنا بیکار ہے۔ وہ زلزلہ دیکھنے کے لیئے بھی ایک کوڑی خرچ نہ کرے گا" اس پر سب ہنسنے لگے اور مجھ سے چندہ نہ مانگا گیا۔

" فاسٹر کے باپ کا ایک ہوٹل تھا۔ اِس لیئے اس کو کافی روپیہ بطور جیب خرچ ملا کرتا تھا۔ وہ خوبصورت بھی تھا اور خراج بھی تھا۔ اسس لیئے ہر جگہ اُس کی قدر تھی۔ میں اور وہ فٹ بال کے کیپٹن کے عہدہ کے طلبگار تھے۔ وہ ہی کامیاب رہا۔ اگرچہ کھیل میں اکثر کامیابی محض میری وجہ سے ہوا کرتی تھی۔ مس نیلی نیسٹن سے بھی ہم دونوں شادی کے خواہش مند تھے۔ مگر اُس کی موجودگی میں وہ میری طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھتی تھی۔ تقدیر سے میں اور فاسٹر ایک ہی کالج میں گئے میں وہاں اس لیئے گیا کہ میرے والد دو برس تک اس کالج میں تعلیم پا چکے تھے۔ لیکن نیڈ فاسٹر اِس لیئے بھیجا گیا کہ اُس زمانہ میں اُس کی ملاقات ایسے لوگوں سے ہوگئی تھی۔ کہ جن کے لڑکے اسی کالج میں تعلیم پائے تھے۔ اور اُنھوں نے اصرار کرکے اُس کو وہاں بھجوا دیا تھا۔ (باقی آئندہ)

حسب ذیل اطلاع دلخوش کن ہے۔ کمپنی کا مقصد قابل قدر ہے۔ کمپنی کی باضابطگی اور اصول کی پابندی مستحق مبارکباد ہے کہ خان بہادر حافظ محمد حلیم صاحب ملک التجار کی اس حوصلہ افزا آمادگی پر (کہ وہ بقیہ کل حصے خریدنا چاہتے تھے) منتظمین نے اپنے اصلی مقصد کو حاصل ترقی کا زریں اصول ہے نظر انداز نہ ہونے دیا۔ ہم خان بہادر صاحب کی اولوالعزمی اور منتظمین کمپنی کی مصلحت بینی اور عاقبت اندیشی کی داد دیتے ہیں

ایڈیٹر

خان بہادر حافظ محمد حلیم صاحب ملک التجار نے مبلغ دس ہزار روپیہ سلف سپورٹنگ اسکول آف انجینیرس کو مرحمت فرمائے۔ خانصاحب موصوف نے ۸ مارچ حال کو اسکول مذکور کا معائنہ فرمایا اور طلبا اسکول نے حافظ صاحب کی خدمت میں اپنا ایڈریس پیش کیا جس میں اپنے اسکول کے دلچسپ حالات بیان کیئے جس کو حال میں مسٹر محمد خلیل الدین انجنیر نے موضع انجل ضلع سہارنپور میں تجارتی اصول پر جاری کیا ہے۔ اسکول کو لمیٹڈ کمپنی قرار دے کر اس کے حصے فروخت کیئے گئے ہیں قریباً دو لاکھ کے حصص فروخت ہو چکے ہیں۔ ہر حصہ دار کو اس کے سرمایہ پر سو فی صدی سالانہ منافع تقسیم کرنے کا طلباء نے اعلان کیا ہے اور کوئی چندہ (عطیہ) لینے سے جو اسکول کی شان کے خلاف ہے انکار کیا ہے۔ حافظ صاحب نے ایڈریس کا جواب نہایت موثر پیرایہ میں ارشاد فرمایا اور مبلغ دس ہزار کے حصے خرید فرمائے۔ حافظ صاحب نے اسکول کی کمیٹی مذکور کا ڈائرکٹر ہونا بھی منظور فرمایا ہے۔ حافظ صاحب بقیہ کل حصے جو ایک لاکھ کے موجود ہیں خریدنا چاہتے تھے مگر منتظمین نے تنہا حافظ صاحب کے ہاتھ فروخت کرنا منظور نہیں کیئے۔ فی کس ایک حصہ (جو ہزار روپیہ کا ہے) فروخت کرنے کی تجویز ہے۔ خاکسار ایل۔ ایچ۔ کے فتحپوری

مٹی کے تیل کی تجارت اور ہندوستان

مندرجہ ذیل مضمون جس کو ایک انگریزی رسالہ سے ترجمہ کرکے ہمعصر ہمدم نے "تجارت و کاروبار" کے عنوان کے ذیل میں شایع کیا ہی اس قابل ہی کہ ہم اس کو ناظرین "سودمند" کے مطالعہ کے لیئے پیش کریں اس مضمون کے پڑھنے سے یہ پتہ چلتا ہی کہ یہ تجارت بالکل یورپ کے اولوالعزم تاجروں کے ہاتھ میں ہی اور وہ اس کو فروغ دینے کے لیئے کیا کیا تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ اور مٹی کے تیل کی تجارت کے ذریعہ سے وہ کس قدر مالی نفع حاصل کرتے ہیں۔ امریکہ اور عراق وغیرہ کی طرح ہندوستان کی سرزمین کو بھی تیل کے چشموں کی دولت سے قدرت نے محروم نہیں رکھا ہی لیکن نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہی کہ اس دولت کو کام میں لانے اور اس سے مستفید ہونے کی ہم میں ہنوز قابلیت پیدا نہیں ہوئی اور یہی وجہ ہی کہ یہاں کے تیل کی دولت کی کنجی بھی تمام یورپین سوداگروں کے قبضہ قدرت میں ہی۔ ہندوستانی صرف اسی میں خوش ہیں کہ ان کو تیل کی یہ کمپنیاں جو اسٹنڈرڈ آئل کمپنی برما آئل کمپنی۔ ایشیاٹک پٹرولیم کمپنی وغیرہ ان کو اپنا کمیشن ایجنٹ بنالیں۔ امید ہی کہ یہ مضمون ناظرین سودمند کے لیئے فائدہ مند ثابت ہوگا۔ انگریزی رسالہ کے نامہ نگار نے اپنے مضمون کو اس طرح شروع کیا ہی۔

"جو لوگ مٹی کے تیل کی معدنی پیداوار کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔ ان کو اس امر کی اہمیت جتانا تحصیل حاصل ہی کہ تیل مشینری کو حرکت لانے والی اشیا میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہی۔ مشینری کی حرکت کا انحصار ایک عرصہ دراز تک کوئلہ پر رہا ہی لیکن اب تیل بتدریج کوئلہ کی جگہ لے رہا ہی۔ سمندر میں اس وقت تیل کی حکومت ہی کیونکہ جہازوں میں تیل کے استعمال سے بہت سی سہولتیں اور فوائد حاصل ہیں اور وہ زمانہ دور نہیں جبکہ ریلوے کے انجن بھی مٹی کے تیل سے چلا کریں گے۔ موٹر کاروں اور آلات ہوائی نے تیل کے استعمال کی بدولت دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کردیا ہی یہ ترقی اقتصادی اور تجارتی دنیا میں تیل کے مستقبل کی ایک امید افزا تشریح کی ہی۔

تقریباً ساٹھ سال ہوئے کہ زمین سے تیل نکالنے کی کوشش پہلی مرتبہ عمل میں آئی۔ آج تیل کی سالانہ برآورد کی قیمت کا اندازہ بیس کروڑ پونڈ سے بھی زیادہ کیا جاتا ہی۔ صرف امریکہ میں

ہر سال چار کروڑ ٹن تیل خرچ ہوتا ہے۔ دوسرے درجہ پر سلطنت برطانیہ ہے جس کا سالانہ خرچ ایک کروڑ ٹن ہے (ٹن - ۲۸ من)

مٹی کے تیل نے بین الاقوامی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ دُنیا کی سیاسیات میں یہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ موصل کے معاہدہ پر برطانیہ اور انگورہ کی حکومتوں کے درمیان ۵ جون ۱۹۲۶ء کے قریب دستخط ہوئے تھے۔ اس معاہدہ کی رو سے حکومت انگورہ کو عراق گورنمنٹ سے اس علاقہ کے تیل کے مالکانہ حقوق کا دسواں حصہ ملے گا جو عراق میں واقع ہے۔ ایران سے بھی گفت و شنید کا سلسلہ جاری ہے تاکہ اینگلو پرشین آئل کمپنی اور ٹرکش پٹرولیم کمپنی تیل کی تجارت سے پورے طور پر متمتع ہوں۔

یورپ کی گزشتہ جنگ عظیم میں تیل نے قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ لارڈ کرزن انجہانی نے ایک ڈنر میں جو ۲۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو بین الاقوامی پٹرولیم کونسل کے ارکان کے اعزاز میں دیا گیا تھا، بحیثیت صدر بجا طور پر یہ کہا تھا کہ تیل کی ایک زبردست لہر نے اتحادیوں کو نصرت کے اعلےٰ مقام تک پہنچا دیا۔"

تیل کی حرفتی حیثیت اور عظمت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ زمین کے پردوں سے تیل نکالنے کے عمل پر عظیم رقوم صرف کی جاتی ہیں۔ ٹرکش پٹرولیم کمپنی نے عراق میں تیل کی آزمائش کے پروگرام پر دس لاکھ پاؤنڈ خرچ کیے ہیں جس میں مشینری کے اخراجات شامل ہیں۔ صرف سالانہ تنخواہوں کی رقوم ایک لاکھ پونڈ سے زیادہ ہے؛

تیل کی تجارت میں منافع بھی اور کاموں سے زیادہ ہوتا ہے۔ گزشتہ سال برہما تیل کمپنی لمیٹڈ کو ۲۴ لاکھ ۴ ہزار ۵۸ ۹ پاؤنڈ ۴ شلنگ ۹ پنس کا خالص منافع ہوا حصہ داروں کو ایک پونڈ کے معمولی حصہ پر ۴ شلنگ ۹ پنس کا منافع تقسیم کیا گیا۔ اسی میں دو شلنگ ۵ پنس فی پونڈ کے حساب سے انکم ٹیکس کی رقم واجب الادا تھی چنانچہ بعد منہائی انکم ٹیکس کمپنی کے ۳ لاکھ ۹۵ ہزار ۸۰۳ پاؤنڈ ۸ شلنگ ۴ پنس کی رقم نئے سال کے حساب میں درج کی گئی۔

عام لوگ اس حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں کہ ہندوستان معدنی تیل کی پیداوار کے مقابلے میں کچھ کم حیثیت نہیں رکھتا۔ ملک کے مختلف حصوں پر تیل کے چشمے موجود ہیں۔ اب تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہے کہ آسام میں بھی مٹی کا تیل موجود ہے ۱۸۰۵ء کے ابتدائی زمانہ میں مسٹر ڈی بال نے جو ہندوستان کے طبقات الارض کے ایک بہت بڑے ماہر مانے گئے ہیں اپنی کتاب "اکانومک جیالوجی"

میں یہ لکھا ہو کہ "طبقات الارض کے ماہرین اور دوسرے مبصرین کے نزدیک ہندوستان میں معدنی تیل کی پیداوار اور اس کی تجارت کے منفعت بخش امکانات موجود ہیں، جیالوجیکل سروے آف انڈیا کی مطبوعات (جلد چالیسویں باب ۱۱ صفحہ ۲۰۴) میں آسام کے ان رقبوں کے متعلق جہاں تیل پایا گیا ہو آپنے دیکھا ہوگا کہ تیل کا رقبہ برہم پتر کی وادی سے شروع ہوتا ہو اور آسام کے سلسلۂ کوہستان سے گزرتا ہوا کچھار اور سرماویلی میں کارو اور گھاسیا کی پہاڑیوں تک چلا جاتا ہو جہاں یہ کم سے کم ۱۲۰ میل تک پھیل جاتا ہو اور پھر چاٹگام اور اکیاب ہر تاب تک چلا جاتا ہو"

آسام میں معدنی تیل کی پیداوار کے درخشاں مستقبل کے متعلق سرجان ٹی کارگل بیرونٹ نے "برھما آئل کمپنی لمیٹڈ" کے سالانہ اجلاس عام میں جو گزشتہ جولائی کو منعقد ہوا تھا، صدر کی حیثیت سے اپنی تقریر کے دوران میں یہ رائے ظاہر کی کہ آسام کے زیرین علاقہ میں جو معدنی تیل کے متعلق تجربے کیے جارہے ہیں وہ بہت اُمید افزا ہیں۔ بدر پور فیلڈ میں تیل کا چشمہ تجارتی حیثیت سے مفید ثابت ہورہا ہو آسام آئل کمپنی لمیٹڈ ان مایوسیوں کی پوری تلافی کر رہی ہو جو برھما میں تیل کے مزید تازہ سوتوں کے دریافت کرنے کی کوشش میں رونما ہوئیں" ان واقعات کے علاوہ جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہو، برھما آئل کمپنی لمیٹڈ اور آسام آئل کمپنی لمیٹڈ کے کامیاب تجربوں اور آسام کے زیرین علاقہ میں تیل نکالنے کی آزمائشوں سے ظاہر ہوتا ہو کہ ۱۱۵۴ فیٹ کی گہرائی کے اندر جس میں تیل دریافت کرنے کا عمل کیا گیا۔ اس امر کا کافی ثبوت موجود ہو کہ اس سے بھی زیادہ گہرائی پر تیل بمقدار کثیر موجود

صنعتی ترقی میں صوبہ پنجاب اَور بمبئی کا مقابلہ

جب لارڈ اروِن وائسرائے ہند لاہور تشریف لائے تھے تو آپ نے فرمایا تھا اور بجا فرمایا تھا ۔آئینی اصلاحات سے جن صوبوں نے زیادہ فائدہ اُٹھایا ہے۔ اُن میں پنجاب کا درجہ بہت ممتاز ہے ئینی اصلاحات سے فائدہ اُٹھا کر پنجاب نے جن باتوں میں ترقی کی ہے۔ ان میں سے ایک صنعت و رفت بھی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ پنجاب میں صنعتی ترقی کا جو وسیع پروگرام اس وقت زیر عمل آنے والا ہے ہ پنجاب کو صنعت و حرفت میں بمبئی کا حریف بنا دے گا کیونکہ کپڑے کی صنعت کو ترقی دینا اس روگرام کا ایک خاص مقصد ہے۔

پنجاب میں کھڈیوں کے ذریعہ کپڑا بننے کی وسیع صنعت عرصہ دراز سے قائم ہے۔ اس قت بھی پنجاب میں کم از کم ۲۵ ہزار کھڈیاں چل رہی ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس سرد بازاری کے وجود ہے جو دُنیا کے کپڑوں کی منڈیوں میں نظر آ رہی ہے۔ پنجاب میں ایک لاکھ جولاہے کپڑا بن کر اپنی وزی کماتے ہیں۔ اس فن کو وہ اپنا آبائی پیشہ سمجھتے ہیں۔ اور اس میں بڑی مہارت کا ثبوت دیتے ہیں۔ اگرچہ اُن کا تیار کردہ کپڑا مقامی ضروریات کو پورا کرنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ تاہم اس امر کے وجود کہ پنجاب دس پندرہ ۱۵ کروڑ روپیہ کا کپڑا ہر سال بمبئی لنکاشائر اور جاپان سے منگواتا ہے یہاں کے ڈیوں کا بنا ہوا کپڑا کچھ باہر بھی بھیجا جاتا ہے۔ جس کی برما اور مغربی ساحل کے علاقوں میں خاص طور پر ڑی مانگ ہے۔

صنعت و حرفت کے معاملہ میں پنجاب کو بمبئی پر جو فوائد حاصل ہیں اُن میں سے ایک تو ہ ہے کہ پنجاب میں مزدور سستے اور اچھے مل سکتے ہیں۔ دوسرے اب بمبئی کا مال چین میں نہیں لگتا س کی وجہ یہ ہے کہ چین بمبئی سے زیادہ سستا سوت خود تیار کرنے لگا ہے مگر پنجاب کی حالت یہ نہیں۔ پنجاب میں سوت کی تیاری پر بمبئی کے مقابلہ میں بقدر ½ ۲ ۔آنہ فی پونڈ کم خرچ آتا ہے۔ کیونکہ بمبئی میں جو سوت تیار کیا جاتا ہے۔ اُس کے لیئے کپاس لائل پور سے جاتی ہے اس طرح پر بمبئی والوں کو

لائل پور سے کپاس بمبئی لے جانے اور بمبئی سے سوت تیار کر کے امرتسر بھیجنے میں کرایہ ریل اور دلالی وغیرہ کی صورت میں بہت سا خرچ بڑھ جاتا ہے۔ تیسرے خود امرتسر تجارت کا ایک بھاری مرکز ہے۔ اس وقت تک کپڑے کی صنعت کو ترقی دینے میں پنجاب کو جو دقت پیش آتی رہی ہے وہ یہ تھی کہ یہاں کے جولاہے دیسی کھڈیوں کا استعمال کرنے پر مائل رہے۔ اب یہاں مشینی کھڈیاں رائج ہو جائینگی۔ جن پر دیسی کھڈیوں سے کم از کم پانچ گنا زیادہ کپڑا تیار ہو سکے گا۔ اس سے نہ صرف کپڑے کی ساخت میں اضافہ ہو جائیگا بلکہ اس کا خرچ بھی گھٹ جائے گا۔ ریاست منڈی میں سارے پنجاب کو بجلی مہیا کرنے کے لئے جو کارخانہ بنایا جا رہا ہے وہ پنجاب کے تمام کارخانوں کو بڑے سستے نرخ پر بجلی مہیا کرے گا اور اس بجلی سے مشین کھڈیاں بھی بہت تھوڑے خرچ سے چلائی جا سکینگی۔

خریداران سودمند

جن کی مدت خریداری مئی یا جون سے شروع ہوتی ہے آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر مرحمت فرمائیں۔ اور وی پی کی طوالت بیجا کی نوبت نہ آنے دیں۔ سودمند باوجود زیر باری مصارف مستقل طور پر ٹائٹل کو مصور کر دیا اور عنقریب تصویر موجودہ صورت سے زیادہ خوشنما اور قیمتی نظر آئینگی۔ سودمند اس ترقی پذیر خدمت کا جائز معاوضہ اپنے خریداروں سے یہی چاہتا ہے کہ اس کی توسیع اشاعت میں مستقل کوشش کی جائے۔
جن حضرات نے اس سلسلے میں سودمند کی اعانت کی ہے انکے معاون ہونے پر سودمند کو فخر ہے اور ان کے اسماء گرامی ہر نمبر میں حسب گنجائش شکریہ کیساتھ ناظرین کے ملاحظے سے گزرینگے۔ پہلی قسط ملاحظہ ہو:۔

نہایت فخر اور دلی شکریہ کے ساتھ

نذر اشاعت ہیں

(۱) عالیجناب خواجہ سید غلام السبطین صاحب اتالیق ولیعہد بہادر ریاست خیرپور۔
(۲) عالیجناب مولوی محمد عادل صاحب تحصیلدار ضلع علیگڈھ۔
(۳) عالیجناب مولوی انیس احمد صاحب تحصیلدار ضلع سلطانپور۔
(۴) عالیجناب مولوی سید جمشید علی صاحب رئیس اعظم گورکھپور
(۵) عالیجناب ڈاکٹر محمد عبدالکریم صاحب ملیح آباد ضلع لکھنؤ

رسوم بیجا اور مسلمانوں کا اسراف

ہندوستان کے مسلمانوں کا افلاس اپنے انتہائی نقطۂ عروج پر پہنچا ہوا ہے۔ کروڑوں سے ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جو رات کو بھوکے سوتے اور بمشکل اس قدر کما سکتے ہیں کہ وہ اپنے بال بچوں کا پیٹ بھر سکیں اس کے باوجود شادی و غمی کی صدہا ایسی قبیح اور مذموم رسوم ان میں رائج ہیں جو ان کی زندگیوں اور آسائشوں کو اندر ہی اندر تباہ کر رہی ہیں۔ اور انھیں اپنی جہالت کے باعث اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ یوم پیدائش سے لیکر دم مرگ صدہا رسوم رواج پذیر ہیں جن کی تکمیل و انصرام پر سیکڑوں روپیہ کا خرچ کرنا مسلمانوں میں ایک قومی فرض قرار پا گیا ہے پیٹ کاٹتے ہیں مصیبتیں اُٹھاتے ہیں۔ قرض و ام کرتے ہیں۔ لیکن برادری میں ناک کٹ جانے کے خوف سے رسمیں ضرور ادا کرتے ہیں۔

پیدائش۔ عقیقہ۔ ختنہ۔ منگنی۔ بیاہ اور موت۔ نیاز۔ نذر۔ مولود شریف گیارھویں سکڑوں تقریبیں ان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ بسا اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ کھاتے پیتے اور خوش حال گھرانے کی ایک بسم اللہ یا ختنہ کے مراسم کی تکمیل کے لئے اپنی تمام آسائش و مسرت کھو بیٹھے۔ اور قرض کے مہیب پنجہ میں ایسے گرفتار ہوئے کہ عمر بھر نہ نکل سکے۔ دیگر اقوام نے اس مصیبت کا احساس کرکے اصلاح کا کام کامیابی کے ساتھ شروع کیا اور ان کے غریب افراد عزت و اطمینان کی زندگی بسر کرنے کے قابل نظر آنے لگے۔ مسلمانوں نے بھی اس طرف توجہ شروع کر دی ہے۔ سرحدی صوبہ کے ایک شہر کے دو خوشحال اور فارغ البال خاندانوں نے شادیوں پر صرف دس دس روپیہ خرچ کئے اور برادری نے ان کی اس مثال سے متاثر ہو کر آئندہ کے لئے شادی و غمی کے مواقع پر تمام رسوم کے موقوف کر دینے کا اعلان کر دیا۔ دہلی کے قصابوں نے بھی اس سلسلہ میں قابل عمل فیصلہ کیا۔ جبلپور کے مسلمانوں نے اس مرتبہ عید دُھلے کپڑوں میں منائی۔ ترکی میں قانون وضع ہو گیا ہے اور زیادہ صرف کرنے والوں اور فضول رسوم ادا کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔

بعض بعض مقامات پر شادی کے علاوہ موت کی تقریب میں دنوں کیا مہینوں دیگیں کھڑکتی رہتی ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہر شہر کے سربرآوردہ مسلمان اصلاح رسوم کی طرف عملی کام شروع کر دیں اور اس بارہ میں جو کام کریں اس سے سود مند کو اطلاع دیں تاکہ اس کی مشتہری ہو کر دوسرے مقامات

مسلمانوں کو ترغیب ہو۔ موت کے کھانے کی رسوم یک قلم موقوف کردی جائیں۔ شادی پر صرف ولیمہ کا کھانا اور وہ بھی حسب حیثیت رکھا جائے۔ جہیز میں زیورات و ملبوسات کی تعداد بیحد کم کردی جائے اور کوئی ایسی چیز نہ دی جائے جو حیثیت سے زیادہ اور غیر ضروری و نمایشی ہو۔ بلکہ سب چیزوں کے عیوض نقد روپیہ لڑکی کے نام بنک میں جمع کر دیا جائے۔

کسی کو اجازت نہ ہو کہ وہ شادی پر کوئی روپیہ قرض لیکر خرچ کرے۔ اگر پاس نہ ہو تو کوئی ضرورت نہیں۔

زراعتی ترقی و اصلاح کے مضامین پر انعامی تمغے

حضور وائسرائے لارڈ ارون کی طرف سے گزشتہ ایام میں مشتہر کیا گیا تھا۔ کہ مویشیوں کی نسل کشی، دودھ مکھن کے کارخانوں کی اہمیت اور زراعتی کاروبار کی اصلاح و ترقی پر اعلیٰ مضامین لکھنے والے انڈر گریجویٹ طالب علموں کو تمغے دیئے جائیں گے۔ اب اس انعامی مقابلہ کا نتیجہ نکل آیا ہے۔ برٹش انڈیا کی چودہ یونیورسٹیوں کی طرف سے ۴۲ مضمون ایسے ملے ہیں جو قابل ذکر ہیں۔ اور ان میں زراعت کی آئندہ ترقی اور زراعتی تعلیم کی اشاعت کے لیئے معقول تجاویز بتائی ہیں۔ خالص دودھ کے نہ ملنے کی سب نے شکایت کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ کواپریٹو طریقے پر دودھ مکھن کے کارخانے کھولے جاہیں۔ اور ملاوٹ والے دودھ کی قانوناً بندش کر دی جائے۔ غیر ممالک کی جدید زراعتی ترقیوں کو ہندوستانی زراعت کاروں کے لیئے قابل تقلید بتایا گیا ہے۔ طلائی تمغہ بمبئی کے ایک پارسی کو ملا ہے اور باقی طلباء کو چاندی کے تمغے دلائے جانے کی سفارش کی گئی ہے۔ ان طلبا میں ایک کشمیری پنڈت پریم ناتھ (دہلی) بھی ہیں۔ لیکن تمام تمغہ پانے والوں میں ایک بھی مسلمان نہیں ہے۔ یہانتک کہ پنجاب سے بھی وزیر چند نامی ایک طالب علم کے لیئے سفارش کی گئی ہے۔ حالانکہ پنجاب خالص زراعتی صوبہ ہے۔ اور اس میں بڑے بڑے مسلمان زمیندار موجود ہیں۔ اور زمینداری کے حقوق کے لیئے کسی دوسری قوم کو نزدیک نہیں آنے دیتے۔ لیکن زرعی تحقیقات و فلاح میں عملاً کوئی حصہ نہیں لیتے۔

(کشمیری لاہور)

مالدار بننے کی ترکیب

تجربہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہی کہ آج سب سے زیادہ نفع بھیڑیں پالنے والے کو ہی۔ اگر سفید رنگ کی باریک اُون والی بھیڑیں پیدا کی جائیں تو اُن سے بہت قیمتی اُون حاصل ہوتا ہی۔ جو نہایت گراں قیمت پر فروخت ہوتا ہی۔ حصار کے گورنمنٹ کیٹل (مویشی) فارم میں ولایتی بھیڑیں رکھی گئی ہیں، جن کا اُون نہایت نرم و باریک ہوتا ہی حصار سے مادہ بھیڑ سات روپیہ سے دس روپیہ فی شاخ کے حساب سے مل سکتی ہی صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع ہذا نے اپنے ضلع کے لیئے بجائے پندرہ روپیہ کے مینڈھے کے ۱۰ روپیہ فی مینڈھا صاحب ڈائرکٹر بہادر زراعت سے قیمت منظور کرائی ہی۔ گویا تہائی قیمت ہوگئی ہی۔ اس کے علاوہ کرایہ ریل و مزدوری تھوڑا سا خرچ ہوتا ہی جو صاحب لینا چاہیں درخواستیں اپنے اپنے علاقہ کے ویٹرنری اسسٹنٹ یا براہ راست ویٹرنری انسپکٹر کی معرفت منیجر صاحب گورنمنٹ کیٹل فارم حصار کو بھیج دیں، اُن بھیڑوں اور مینڈھوں کا اُون ایک روپیہ کا ڈیڑھ دو سیر فروخت ہوتا ہی۔ ڈسٹرکٹ بورڈ گوڑگانواں نے بھیڑوں کی نسل کو ترقی دینے کے واسطے پچاس ولایتی مینڈھے حصار سے خریدنے کا رزولیوشن پاس کیا۔ ۲۵ بھیڑوں کے لیئے ایک نر مینڈھا کافی ہی۔ جب ولایتی مینڈھا گلے میں چھوڑ دیا جائے تو اپنے دیسی مینڈھے کو آختہ کرا دینا چاہیئے۔ ان دیسی بھیڑوں سے جو ولایتی مینڈھے کے بچے پیدا ہوں گے اُن کی اُون بھی نہایت باریک ہوگی، اور بتدریج جوں جوں نسل درست ہوتی جائے گی اُون بھی اُسی قدر باریک ہوتا چلا جائے گا۔ جس کی زیادہ قیمت وصول ہوگی زمینداروں کو بھیڑیں پالنے میں نسل بڑھانے کے علاوہ اُن کے اُون سے معقول فائدہ ہو سکتا ہی۔

واضح رہے کہ مرینہ کپڑا انھیں ولایتی بھیڑوں کی پشم سے تیار ہوا ہی جو نہایت قیمتی ہوتا ہے

زندگی کے بیمہ کی تاریخ

این رجب علی صاحب منیجنگ ایجنٹ "ہمالیہ انشورنس کمپنی کلکتہ" نے بیمہ کی حقیقت اور اُس کی تاریخ کے متعلق ایک نہایت جامع رسالہ لکھا ہی جس میں اس اہم اور مفید مسئلہ کے مالہ و ماعلیہ کو نہایت وضاحت سے بیان فرمایا ہی جو صاحب اُسے ملاحظہ فرمانا چاہیں وہ موصوف کو مندرجہ بالا پتہ پر لکھ کر طلب فرما لیں اُس میں کمپنی مذکور کا شرح نامہ بھی درج ہی اس سلیئے

درختوں سے مصنوعی ریشم کی پیداوار حاصل کرنیکا عمل

اس وقت برطانیہ قدرتی اور مصنوعی ریشم کی پیداوار کے لیئے ممالک غیر اور بالخصوص جاپان اور چین کا محتاج ہے لیکن برطانیہ کے مبصرین اس محتاجی کی تکلیف اور پریشانی کو ایک عرصے سے محسوس کر رہے ہیں اور مصنوعی ریشم کی پیداوار حاصل کرنے کے لیئے مختلف تجربوں کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ اس معاملہ میں نہ صرف حکومت بلکہ رعایا کے افراد بھی خاص دلچسپی لے رہے ہیں۔ چنانچہ بہت سے لوگ ملک کے مختلف حصوں کے اندر موزوں قطعات اراضی پر ایسے درخت لگا رہے ہیں۔ جن کی چھال سے مصنوعی ریشم تیار کیا جاتا ہے۔ مقامی حکام بھی محکمہ جنگلات کے کمشنروں کے مشورہ اور امداد سے درختوں کے لگانے پر خاص توجہ کر رہے ہیں۔

لنڈز اور بریڈ فورڈ کی انجمن تعمیرات نے اس تجویز پر کاربند ہونے کا فیصلہ کیا ہے کہ جنگلات کی ایک لاکھ ۴۰ ہزار ایکڑ زمین میں جو اس وقت بنجر پڑی ہوئی ہے اور جس میں بہت سی دلدلیں ہیں مصنوعی ریشم پیدا کرنے والے درخت لگائے جائیں۔ جن سے نہ صرف علاقہ کی خوبصورتی میں اضافہ ہوگا بلکہ صنعتی و حرفتی پہلو سے یہ درخت ایک قیمتی جائداد ثابت ہوں گے۔ اگر ریشم پیدا کرنے والے درخت بہ تعداد کثیر موجود ہوں گے تو برطانیہ مصنوعی ریشم کے لیئے ممالک غیر کا دست نگر نہ رہے گا۔

برطانیہ کے محکمہ جنگلات نے عملی کارروائی شروع کر دی ہے ۱۷ ہزار ایکڑ میں ریشم پیدا کرنے والے درخت لگائے جا چکے ہیں۔ اور موجودہ موسم کے خاتمہ پر یعنی اپریل یا مئی میں مزید ۲۲ ہزار ایکڑ پر درخت لگانے کا کام شروع کر دیا جائے گا۔ ان کے علاوہ پچاس ہزار ایکڑ کا رقبہ مقامی حکام اور پرائیویٹ اشخاص کو دیا جائے گا۔ جنہیں درخت لگانے کے لیئے حکومت کی طرف سے امدادی رقم دی جائے گی۔

زراعت پیشہ اشخاص کی مصیبت

مسٹر منیجنگ ڈائرکٹر بمبئی پراونشل کوآپریٹو بنک نے زراعتی کمیشن کے سامنے شہادت دیتے ہوئے بیان کیا کہ پرانے زمانہ میں ہر موضع عموماً اپنی ضروریات کی چیزیں خود پیدا کرلیتا تھا اب حالت دوسری ہے۔ معلوم ہوا کہ طبقۂ مزارعین میں آمدنی کا لحاظ کرکے خرچ نہیں کیا جاتا اسی وجہ سے زراعت پیشہ اشخاص کو اپنی ضروریات کے لئے قرض لینا پڑتا ہے قرض لینے کے خاص اسباب حسب ذیل ہیں۔

(الف) چھوٹے چھوٹے کاشتکار اپنی آمدنی میں اضافہ کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں رکھتے۔

(ب) کاشت اور مزدوری کے خرچ میں اضافہ۔

(ج) زراعت پیشہ اشخاص کو یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ قرض لیکر مزید زمین خریدیں اور زراعتی آمدنی سے جو کچھ بچت ہو اُس کو مزید زمینوں کی خریداری پر صرف کریں۔

(د) بارش کی کمی اور بے قاعدگی۔

(ہ) آبادی میں زیادتی کے ساتھ وسائل آمدنی کی کمی۔

(و) اجناس اور چارہ کی پیداوار میں رفتہ رفتہ انحطاط۔

(ز) زراعتی پیداوار کے لیئے بازار کی قیمتوں کا اندازہ نہ لگانا۔

(ح) تعلیم کی کمی اور اس کی وجہ سے اخراجات میں کفایت شعاری کا ملحوظ نہ رکھنا۔

آپنے کہا کہ پہلے اکثر اغراض کے لیئے خواہ وہ خانگی ہوں یا زراعتی جنس کی صورت میں قرض دیا جاتا تھا۔ لیکن اب قرض کا وہ قدیم طریقہ بھی موقوف کردیا گیا اور صرف نقد کی صورت میں قرض دیا جاتا ہے۔ اسی طرح زمانہ قدیم میں واپسی قرضہ پیداوار کی صورت میں ہوتی تھی۔ آپکے نزدیک ان تمام خرابیوں کا علاج یہ ہے کہ دیہی قرضہ بہم رسانی اور فروخت کے انتظامات میں یگانگت پیدا کی جاے۔ ثانوی پیشوں کو ازسرنو زندہ کیا جائے۔ زمین کی درستی اور ترقی کا انتظام کیا جائے زمانہ حال کے زراعتی طریقوں کا نفاذ کیا جائے۔ سوشل اصلاح کی جائے۔ معمولی شرح سود پر طویل مدت کے لیئے قرض دیا جائے۔ اور اس غرض کے لیئے گورنمنٹ کی طرف سے مالی امداد دی جائے۔ زمین رہن رکھنے والے بنک جاری کیے جائیں جو زمین کی درستی اور ترقی نیز پرانے قرض کی واپسی کے لیئے قرض دیا کریں تاکہ زراعت پیشہ اشخاص اپنی محدود آمدنی سے قرض ادا کرسکیں یہ نہایت ضروری ہے کہ آسان قسطیں مقرر کردیجائیں جو کئی

خلاصہ خطوط

مسئلہ سود اور موجودہ تجارتی مسائل پر اظہار خیال

ہمارے پاس تقریباً ہر ماہ میں ناظرین سودمند کے پاس سے متعدد خطوط ایسے موصول ہوتے ہیں جس میں سودمند کی ناچیز خدمات کا اعتراف کیا جاتا ہے لیکن ہم اس خیال سے کہ کہیں خود ستائی نہ سمجھی جائے ان سب خطوط کو سودمند میں درج کرنا ضروری نہیں سمجھتے لیکن ضرورت ہے کہ سودمند کے خریداروں میں تاہم تبادلۂ خیال کی صورت پیدا کرنے کی غرض سے ہم ایک صفحہ اس کام کے لئے مخصوص کر دیں چنانچہ گزشتہ مختلف پرچوں میں "خلاصہ خطوط" کے عنوان کے تحت میں ہم نے بعض خطوط کا خلاصہ درج کر دیا ہے۔ اس مرتبہ ہم ایک معزز خریدار سودمند (مسٹر این۔ رجب علی مینجنگ ایجنٹ ہمالہ ایشورنس کمپنی کلکتہ کا ایک خط شایع کرتے ہیں جس میں انھوں نے مسئلہ سود اور موجودہ تجارتی مسائل پر اظہار خیال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"آپ کے پرچہ کا مقصد اور اُس کا پروپگنڈا قابل تعریف ہے۔ اور ہم ہر مسلمان کا یہ فرض سمجھتے ہیں کہ ایسے پرچہ کی جہاں تک ہو سکے مدد کرے۔ کیونکہ اس بیسویں صدی میں وہی جی سکتا ہے جو طاقتور ہے۔ اور اقتصادی ترقی کے بغیر فرداً فرداً یا قومی ترقی پانا محال ہے۔ جرمن جیسی علم سائنس میں ترقی یافتہ قوم شکست کھا گئی اس لئے کہ وہ اپنی اقتصادی ترقی قایم نہ رکھ سکی۔ اپنی اقتصادی بہبودی و ترقی قایم اور سابق دستور رکھنے کے لئے یورپ کی قومیں جن میں آج بھی کیا کیا قربانیاں نہیں دے رہی ہیں۔ آفریں ہو کمال پاشا کی ذات پر جنھوں نے اس مسئلہ کی اچھی جانچ و تشخیص کی ہے اور ساتھ ہی اُس کو عملی جامہ بھی پہنایا ہے۔"

"مختصر یہ ہے کہ یہ تمام باتیں نہایت کڑی ہیں کہ بغیر اقتصادی ترقی کے کسی ترقی کا ہاتھ آنا محال ہے ایشورنس (بیمہ) بنکنگ (کاروبار زر) ہی بہترین حربہ ہیں جن سے اقتصادی ترقی ہو سکتی ہے یعنی جس نے یہ دو زبردست ستون پکڑ لیے اُس کو اقتصادی نجات (Economic Salvation.)

ل گئی۔ مسلمان سود سے نفرت کرتے ہیں۔ فرض کیجیے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد جو سات کروڑ نفوس پر مشتمل ہی اُس میں ضرور کچھ نہ کچھ پونجی والے سمائے ہوے ہیں۔ ہماری قوم بھکاری تو ہی نہیں۔ اب اُن سب کی پونجی کا سود کہاں جاتا ہی؟ اتنی بڑی تعداد میں سے فی صدی ایک آدمی کے حساب سے سات لاکھ اشخاص کے پاس اگر صرف ایک ہزار روپیہ کی پونجی ہو جس کا وہ سود نہیں لیتا تو آپ کو کچھ اندازہ ہی کہ کتنا روپیہ سود کی صورت میں بہہ جاتا ہی؟ مقام غور ہی کہ اُس سات لاکھ کی منجملہ پونجی کا مجموعہ ستر کروڑ ہوا۔ اگر یہ ستر کروڑ کی پونجی گورنمنٹ کے کاغذات جیسے مضبوط اور قابل اطمینان سکیوریٹی میں لگادی جائے (جس میں اصل پونجی کو ضرر پہونچنے کا بالکل شک وشبہ نہیں ہی) تو ساڑھے چار روپیہ سیکڑہ سود کے حساب سے ہر سال تین کروڑ پندرہ لاکھ روپیہ بصورت سود آمدنی کا چشمہ جاری ہو جائے اور وہی چشمہ قریب اکتالیس کروڑ روپیہ کے دیدے گا۔ اب اس میں اصل لگائی ہوئی پونجی بلا کسی قسم کے نقصان کے قایم رہی اور دس سال کے اندر اکتالیس کروڑ روپیہ لے آئی۔ اگر سود سے نفرت کرنے والے تھوڑی مدت کے لیئے یعنی صرف دس برس کے لیئے اپنی قوم کی ترقی کی نیت سے اس طرح اکتالیس کروڑ کی رقم پیدا کر کے قومی ترقی کے کاموں کیلئے محفوظ کر دیں تو اُن کی قوم کہاں سے کہاں پہنچ سکتی ہی؟

روپیہ بچانے کی عادت اور نیک کام

جس طرح ترقی یافتہ ممالک میں دولتمندوں کا مقصد یہ ہوتا ہی کہ وہ اپنی جمع کی ہوئی دولت سے اپنے ابنائے وطن کی خدمت کریں اس کی مثالیں اب ہمارے ملک میں بھی نظر آنے لگی ہیں لیکن اُسی قوم میں جو محنت شاقہ سے دولت پیدا کر کے اُس کو پس انداز کرنے کی عادی ہی اور یہ مثالیں ایک مفلس اور مصرف قوم کے لیئے باعث غیرت ہیں۔ صوبہ بہار اور اُڑیسہ کے وزیر مسٹر گنیش دت سنگھ نے ایک لاکھ روپیہ کی رقم اپنی تنخواہ سے پس انداز کر کے ایک انجمن کو اس غرض سے عطا فرمائی کہ وہ اس سے ہندوؤں کے یتیم بچوں کی امداد کرے۔

روزگار میں محمود کیوں ناکام رہا؟

محمود کی عمر ۲۵ سال کی ہے۔ بیس سال کی عمر میں اس نے روزگار شروع کیا پہلے نوکری کی کچھ دنوں کے بعد نوکری سے جب دل اُکتا گیا تو جوتہ کی دکان کی برسات کے موسم میں جب جوتہ کی بکری کا کام مندا پڑ گیا تو اس کو بھی سلام کیا اور جاڑوں میں چاء کی دُکان اور ریفرشمنٹ ہوٹل کھولا اُس کو بھی چھوڑا اور اب پھر نوکری کی تلاش ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے کوشش کی لیکن ۵ سال گزشتہ میں بد قسمتی کی وجہ سے کسی کام میں مجھ کو کامیابی نہیں ہوئی۔ اُس کو یقین ہے کہ خواہ کچھ کام کرے کبھی اُس کو فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ تقدیر اُس کے خلاف ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں دیکھتا کہ سارا قصور اسی کا ہے۔ دُنیا میں لاکھوں نوجوان اُس کے ہم خیال موجود ہیں۔ جو اپنا قصور تقدیر کے سر منڈھتے ہیں۔ اور اپنی کوتاہیوں کو ستاروں سے منسوب کرتے ہیں۔ محمود اول تو ایسے کام کی تلاش میں رہتا ہے جو بہت ہی آسان ہو۔ اگرچہ یہ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے۔ لیکن دنیا میں آسان کام بہت تھوڑے ہیں وہ خالی وقت میں مطالعہ کرنے یا اپنے منصب کے لائق بننے کی تیاری کرنے کی بجائے ورزش یا سیر تماشے میں مصروف رہتا ہے اگرچہ ورزش اور کھیل تماشے بھی صحت کے لیئے ضروری ہیں۔ لیکن ہر ایک شے کی ایک حد ہونی چاہیئے۔ محمود کام کا وقت بھی بعض دفعہ دل بہلاؤ میں صرف کرتا ہے اگر کوئی شخص اس کو صلاح دے کہ شام کے وقت تھوڑا مطالعہ کیا کرو تو وہ جواب دیتا ہے کہ مدرسہ کا زمانہ گذر گیا۔

حقیقت میں محمود کو اپنی ذات پر بھروسہ نہیں ہے۔ وہ اپنے کام پر دل نہیں جما سکتا۔ پس وہ کسی کارخانہ کو جس میں وہ ملازم ہو۔ کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ وہ مالک کارخانہ کس قدر قابل رحم ہے جس کے ہاں محمود جیسے ملازم ہوں۔ جن کو ہر وقت یہ بتلانے کی ضرورت ہے کہ فلاں کام کس طرح کرنا چاہیئے۔ ہر ایک مہتمم کارخانہ کے پاس اتنا وقت کہاں ہے کہ وہ ہر ایک ملازم کو سمجھاتا رہے کہ فلاں کام فلاں وقت اور فلاں طریقہ سے کرنا چاہیئے اور اس کے کرنے کی علت غائی کیا ہے۔ اس کو ایسا آدمی چاہیئے جیسا کہ حسن ہے۔ وہ ایک وکیل کا کلرک ہے اُس کا آقا جب گھنٹی بجا کر اُس کو طلب کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ کاغذات بہت جلد چاہئیں۔ کب تک تیار ہو سکتے ہیں حسن دستاویزات پر نظر ڈالتا ہے۔ کاغذوں کا شمار کرتا ہے اور فوراً جواب دیتا ہے۔ جناب تین بجے تک

یہ کہکر حسن اپنی میز پر آتا ہے۔ فوراً ایک بات پر غور کرتا ہے۔ اور اپنے آقا کو چھوٹے چھوٹے معاملات پر غور کرنے کی تکلیف نہیں دیتا۔ کارخانوں کے مالک ایسے ایسے ملازموں کی ہمیشہ قدر کرتے ہیں۔ جو اپنا کام دل و جان سے کرتے ہیں۔ اور اس طبیعت کے لوگ اگر کسی کے نوکر نہ ہوں۔ اور خود اپنا کام کریں تو بہت جلد ترقی کر لیتے ہیں۔ خواہ تم مدرس ہو یا واعظ۔ اخبار نویس ہو یا کلرک۔ عمدہ موقعوں سے فائدہ اُٹھانے کا دھیان رکھو۔ اگر موقعے خود بخود نہ ملیں۔ تو تم خود ان کی تلاش میں لگے رہو۔ جب تمہارے کام میں کامیابی نہیں ہوتی تو دل نہ ہار بیٹھو۔ بلکہ اپنی کوششوں کو دوچند کردو اور زبردستی اپنا رستہ نکالو۔ مضبوط دل کے ساتھ صدمے اور نقصان برداشت کرو۔ آخر کامیاب ہوگے۔ اگر تم نے کامیاب ہونے کا پکا ارادہ کر لیا ہے تو مشکلات کے سامنے سر مت جھکاؤ۔ مشکلات سے جنگ کرو۔ بلاشبہ فتح تمہاری ہوگی۔ ن۔ ا (بدایوں)

شاہراہِ کامیابی

ایک دانشمند تجربہ کار انگریز نے اُن لوگوں کے لیے جو دُنیا میں کامیابی حاصل کرنے کے شائق ہیں۔ چند سُنہری اصول بیان کیے ہیں۔ جن کا خلاصہ اُردو زبان میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) کامیابی کا سیدھا رستہ یہ ہے کہ جب کوئی کام شروع کرو تو اُس کی بابت غور کرو اور خود اس کا انتظام کرو۔ اور لوگوں سے مت پوچھو کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

(۲) ہر فن مولا بننے کی کوشش نہ کرو۔ کیونکہ اگر تم بہت ہوشیار بھی ہو تو بھی تم مختلف قسم کے کام اچھی طرح نہ کر سکوگے۔ صرف ایک کام کرو۔ مگر اس طرح جو کرنے کا حق ہے۔

(۳) پہلے اپنا ایک خاص مقصد بناؤ اور اس کے پورا کرنے میں بلا تامل تن من دھن سے مصروف ہو جاؤ۔ اور اگر مشکلات پیش آئیں تو ٹھہرو نہیں اور ہراسان نہ ہو بلکہ دشواریوں کے گرد چکر کاٹ کر گزر جاؤ۔ یا انکو راہ سے ہٹادو۔ یا ان پر سے چڑھکر آگے بڑھ جاؤ۔

(۴) جب تمہارا آقا یا افسر سختی سے پیش آوے تو ترکی بہ ترکی جواب نہ دو بلکہ برداشت کرو کیونکہ تمہارا کام یہ ہونا چاہیئے کہ تمہیں جو حکم دیا جائے اُس کی تکمیل کرو بحث مت کرو۔ کیونکہ تمہارا فرض منطق چھانٹنا نہیں بلکہ کام کرنا ہے۔ تجربہ سے ثابت ہو جائیگا کہ سخت باتوں کا پی جانا زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے بہ نسبت حاضر جوابی کے۔

(۵) یہ انتظار نہ کرو کہ جب آسانی پیدا ہو جائے گی۔ تو کام کروگے آگے بڑھے جاؤ۔ مایوسی یا ناکامیابی کا خیال کبھی دل میں مت لاؤ۔ کیونکہ جبتک تم روک نہ دیئے جاؤ۔ چلا جانا بہتر ہے۔

(۶) اگر تم ڈاکٹر ہو تو دوسرے کاروبار کے راز معلوم کرنے کی پرواہ نہ کرو۔ اگر دال آٹا بیچتے ہو تو عطاری کے لیے

چنانچہ سود مند کانفرنس نے بھی اپنے جلسہ منعقدہ ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء دہلی میں حسب ذیل رزولیوشن پاس کیا گیا۔

بیمہ کا اجرا۔ اس وقت تمام ترقی یافتہ ممالک میں ہر مرد و عورت اور بچہ کا۔ ہر مکان اور سواری کا ہر جہاز اور کشتی کا بیمہ کرایا جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان آفات ارضی و سماوی سے ایک حد تک محفوظ رہتا ہے اور درآنحالیکہ بیمہ بحری مسلمانوں کی اس زمانہ کی ایجاد ہے جبکہ وہ اسپین میں حکمراں تھے۔ اور اب وہ ہر قسم کے بیمہ سے محترز ہیں جس کی وجہ سے بزرگ خاندان۔ برباد و تباہ ہوکر۔ گداگری پر مجبور ہوتے ہیں اور یتیم بچے بعض اوقات دیگر مذاہب کا شکار بنتے ہیں۔ یہ کانفرنس مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہے۔ کہ وہ اپنے بزرگوں کی مفید ترین ایجاد سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اور اپنے پسماندگان کے لیئے اپنی زندگی کا بیمہ کرائیں اور اپنے بچوں کی تعلیم و شادی کے لیئے ان کا بیمہ کراکر انھیں حوادث سے محفوظ رکھنے کی امکانی کوشش کریں۔

غرض بیوہ کی تکلیف اور صدمہ کی قدر اگر شادی شدہ عورت محسوس کرے تو ہر عورت اپنے شوہر کو بیمہ کے لیئے مجبور کرے

دی ہمالیہ بیمہ کمپنی لمیٹڈ کلکتہ

صدر دفتر نمبر ۸ ڈلہوزی اسکوئر

دیکھیئے

ہندوستان کے مدبر اور تجربہ کار حضرات زندگی کے بیمہ کے لیئے کیا فرماتے ہیں

سر پرشوتم داس ٹھاکر داس۔ ہندوستان کے مشہور تاجر و ماہر اقتصادیات فرماتے ہیں کہ

"زندگی کے بیمہ کو اب تمام دنیا نے ایک مد فاضل نہیں بلکہ ضرورت شدید تسلیم کر لیا ہے"

آنریبل مسٹر کے۔ وی رنگا سوامی آئنگر فرماتے ہیں کہ

"اگر اہل ہند اپنی مصیبت ہٹانا چاہتے ہیں تو انھیں زیادہ تعداد میں بیمہ کرانا چاہیئے"

پروفیسر کے۔ بی مدھاوا۔ ایم۔ اے میسور یونیورسٹی کے محکمہ ریاضی و اقتصادیات کے افسر اعلے فرماتے ہیں کہ

"زندگی کا بیمہ نہ صرف لوگوں کو۔ انفرادی طور پر محفوظ کرتا ہے۔ بلکہ وہ ایک غیر محسوس خیرات ہے۔ ایک جماعتی خدمت ہے اور نہ صرف یہ بلکہ کم خوش قسمت اور مختصر الوقت خاندانوں کے لیئے ایک بڑی سخاوت ہے"

ہمالیہ بیمہ کمپنی تمام ہندوستان میں کیوں مقبول عام اور ہر دلعزیز ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے

کہ کمپنی کی طرف سے زر متدعویہ (کلیم) بغیر کسی تاخیر اور پس و پیش کے ادا کیا جاتا ہے جس کے متعلق بہت سے خطوط تعریفی۔ ہندوستان کے ہر گوشہ سے کمپنی کو مل چکے ہیں۔ جس کے لیئے ہمارا پراسپکٹس ملاحظہ فرمایئے۔

کاشتکار ہند

زمینداران ہند کا رہبر

بابت ماہ اپریل ۱۹۲۷ء

قیمت سالانہ [illegible]

قیمت سالانہ [illegible]

فہرست مضامین

…ضرورت یہی ہے کہ دور اندیشی پیش بینی کی عادت کو ترقی دی جائے۔ عام تعلیم کی اشاعت میں خاص کوشش کی جائے۔ قرض کا … بھول کر بھی نام نہ لیا جائے۔

… تجارت کی بدولت دولتمند ہوئی ہیں۔ اگر کوئی قوم موجودہ دور میں ترقی کریگی … دکھنا چاہیے تجارت ہی کی بدولت کریگی۔ آج کل ہر ایک بین الاقوامی تعلق جنگ و صلح میں تجارتی … مصر پر قبضہ کی علت غائی چین و جاپان کی لڑائی ہسپین امریکہ میں جنگ، روس و جاپان کی … آرائی۔ بالآخر محاربہ اعظم دآویزش، روم و یونان بہت کچھ تجارتی حقوق کی وجہ سے ظہور میں آئے … دانا و بینا قوم کے سامنے تجارت کی قیمت اور قبضہ حکومت میں نہایت گہرا تعلق ہے۔ جب تک تجارت کی جانب خاص توجہ مبذول نہ ہو ہم پنپ نہیں سکتے۔

گرم جوشی سے تجارتی سعی ملک کے لیے … سے بڑھکر ہے۔ اگر توجہ ہو تو کروروں کی جائدادیں جو دیہ بار ہیں اور آئے دن اغیار کے ہاتھ میں انتقال کر رہی ہیں۔ لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ بچ جاینگی۔ صرف عمل بالاشتراک ہی سے کاروبار کی ترقی اور روپیہ و جائداد کی حفاظت و بیشی ممکن ہے۔

ساتھ ہی ساتھ زیر و بہت کوشش لوگوں کے اخلاق عادات و … کی اصلاح کے لیے بھی کی جائے تو دس برس میں قوم کی حالت کچھ سے کچھ ہوجائے۔ اور نمایاں تغیر محسوس ہونے لگے۔

تعلیم یافتہ مسلمان اگر اس بڑی قومی ضرورت کی طرف متوجہ نہیں ہوئے محض … فیشن۔ نمائشی یا لٹیکس تمنا … کی کشمکش میں گرفتار رہے تو افلاس برابر بڑھتا چلا جائیگا۔ اور جو کچھ حیثیت … موجود ہے وہ بھی ضائع ہوجائے گی۔ عبدالکریم خاں

شرح نامہ چھپائی اشتہارات رسالہ سود …

تاجر فائدہ اُٹھائیں

ایک سال	چھ ماہ	تین ماہ	ایک ماہ	مقدار
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	ایک صفحہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	نصف صفحہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	چہارم صفحہ

چوتھائی صفحہ سے کم کی اجرت فی سطر آٹھ آنے (۸/)

سود بہبود اور فلاح قوم ہے مجھ کو پسند　　قوم کا خادم ہوں لقب ہے نام میرا سودمند

سودمند

رجسٹرڈ نمبر ا ے ۱۴۴۵

آنریری ایڈیٹر سید طفیل احمد منگلوری علیگ ایم ایل سی

جو بدایوں سے ماہوار نکلتا ہے



قیمت فی پرچہ ۳/

چندہ سالانہ عام ۲/

راہگیر۔ یہ اصحاب کشاں کشاں کہاں جا رہے ہیں اور کس علت میں؟

سودمند۔ کوئی دفتر رجسٹری اور کوئی عدالت دیوانی میں اور کوئی کلکٹری کے نیلام اور کوئی دیہاتی کے جیل میں اور سب کے سب قرضہ کی علت میں

راہگیر۔ پھر ان لوگوں کی رہائی کس طرح ہو؟

سودمند۔ تجارتی سود کی عادت ترک کرنے اور کوآپریٹو سوسائٹیوں میں شریک ہونے سے

مقاصد

(۱) افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کر کے مسلمانوں کو افلاس وگداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں۔

(۲) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بینکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر ملک سے ربا کو جو بلاکن اور حرام ہے مٹا دے۔

(۳) فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا۔ اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

(۴) مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار و تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

(۵) مسلمانوں کی صحت جسمانی۔ ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرنا۔

محمد احمد الدین ایف آر ایس اے پرنٹر　　نظامی پریس بدایوں میں چھپا۔

قواعدِ خریداری سود مند

۱۔ سود مند کا سالانہ چندہ عہ ہے۔ مگر ممالک غیر سے عہ۸ مقرر ہے۔ وہ بالعموم ہر مہینے کے وسط میں شائع ہوتا ہے اس لیے پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۲۵ تاریخ تک آجانی چاہیئے اس کے بعد فی پرچہ ۳ر قیمت لی جائے گی۔

۲۔ رسالہ کی درخواست خریداری مع قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجی جائے یا پرچہ بصیغہ وی پی طلب کیا جائے اور دیگر امور متعلقہ اشتہارات وغیرہ کی بابت منیجر سود مند بدایوں سے مراسلت کی جائے۔

۳۔ مضامین سود مند میں شائع ہونے کے لیے اور تبادلہ کے اخبارات و رسائل دفتر سود مند بدایوں میں بھیجے جائیں۔

۴۔ تین مہینے سے کم کے لیے پتہ تبدیل نہ کیا جائے گا۔ اس کے لیے ڈاک خانہ میں انتظام کیا جائے

۵۔ نمونہ کا پرچہ بلا قیمت۔ ۱ر کے ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جائے گا۔ لیکن خریداری پر مدت خریداری اُسی نمبر سے شمار کی جائے گی۔

۶۔ خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھا جائے

۷۔ اطلاع خریداری کے ساتھ یہ بھی لکھا جائے کہ پچھلے نمبر بھی بھیجے جائیں یا نہیں جن کی ابتدا جون ۱۹۲۵ء سے ہوتی ہے سالانہ قیمت عہ ۸ر

۸۔ جو صاحب ایک سال کے لیے پانچ خریدار یا دس روپیہ کی اجرت کا اشتہار بہم پہنچائینگے وہ ایکسال کے لیے بلا ادائے قیمت سود مند کے خریدار متصور ہوں گے لیکن اشتہار فرضی دعووں کا حامل اور فحش نہ ہوگا

۹۔ معاونین سے التماس ہے کہ نئے خریداروں کے رسالہ کا وی پی روانہ کرنے کی ہدایت صرف اُس حالت میں بھیجیں جبکہ اُن سے کافی اطمینان کر لیا جائے بغیر استمزاج کے جو وی پی بھیجے جاتے ہیں وہ اکثر واپس آتے ہیں

مطالعہ سود مند

کو مکمل بنانے کے لیے حسب ذیل رسالے دفتر سود مند سے ضرور منگوا لیجئے۔

رسالہ جواز سود مع فتاویٰ

جس میں مختلف طور پر سود کی حقیقت ربا اور سود کا فرق اور تجارتی سود کے جواز کی صورتیں مع علمائے کرام کے فتووں کے پیش کی گئی ہیں اور کفایت شعاری اور پیسہ جمع کرنے کے طریقے سمجھائے گئے ہیں ایک نسخہ ۱ر کے ٹکٹ بھیجنے پر مل سکتا ہے اور سو جلدوں کی قیمت عہ

رسالہ مالی اصلاح

جس میں روپیہ بچانے اس کو جمع کرنے اور بڑھانے کے متعلق طریقے مفصل طور پر بتائے گئے ہیں قیمت ۱۰ر

مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل قیمت ۸ر تعلیمی بیمہ قیمت ۱ر

سود مند

جلد ۳	مئی ۱۹۲۷ عیسوی	چندہ سالانہ عہ
نمبر ۵		قیمت فی پرچہ ۳ر

فہرست مضامین

از محمد عبدالکریم خاں صاحب کسانہ ضلع میرٹھ

قوم کی حالتِ زار

جب کہ قانونِ الٰہی کا یہ ٹھہرا مقتضا
وہ رہیگا ہو کے جو ہی مقتضا اسباب کا

دیکھنا یہ ہی کہ کیا اس قوم کا ہونا ہی حال
شاہراہِ عام سے ہی جس کی پگڈنڈی جدا

اور قومیں ہیں جہاں مال تجارت بیچتی
یہ وہاں گھر بار کے کرتے ہیں کوڑے برملا

کچھ کماؤ اور کچھ کھاؤ ہیں دنیا میں گر
یاں کماؤ ایک ہی تو کھانے والا افاد

اور مفلس ہوں تو وہ روزی کریں اپنی تلاش
یہ جو مفلس ہوں تو قسمت کا کریں اپنی گلا

اور ہیں سب سود لینے میں یہ دینے میں دلیر
اور ہیں سب لوٹنے پر یہ لٹانے پر فدا

جب کوئی اوروں میں ہو جاتا ہی دولت سے نہال
اپنی نسلوں میں وہ جڑ دولت کی جاتا ہی جما

یاں گیا بلی کے بھاگوں ٹوٹ گر چھینکا کہیں
پڑ گئی پشتوں تک اُس فاقہ مستی کی بنا

اور تنگی سے گزارا کرتے ہیں آج اس لیے
تا کہ غیروں سے نہ کل کرنی پڑے کچھ التجا

یاں کسی کو مل گیا گر آج تر لقمہ تو پھر
اس کو کچھ پروا نہیں اسکی کہ کل کھائیں گے کیا

زندگی جس قوم کی دنیا میں گزرے اس طرح
وہ رہے گی قوم دنیا میں بتاؤ کس طرح

۲

پست ہی ہمسر جو اپنے یہ سمجھا دو اُسے
خاک ہی وہ گو کہ ہی پہنچا ہوا افلاک پر

اپنی پستی کے نشاں پاتے ہیں ہر منزل میں ہم
کیا تجارت کیسی صنعت اور کیا علم و ہنر

کھل رہے ہیں جو کلاوں کے کارخانے ملک میں
جن کے مالک ہیں وطن کے اہلِ ہمت سر بسر

جو کہ ہیں ملکی ترقی کے لیے اِک فال نیک
جن سے امیدیں ہیں مثلِ روزِ روشن جلوہ گر

قوم کا حصہ نہ واں پاؤ گے تم اس کے سوا
دل چھپے قلیوں کی اِک فوج آئیگی تم کو نظر

کون سا پستی کا درجہ اب رہا ہی اس کے بعد
یہ وہ پستی ہی کہ بس تحت الثریٰ ہی اس کے بعد

۳

اُن کی کیا عزت ہے یارو قوم ہے جن کی ذلیل — اُن کو کیا راحت ہے جن کی قوم ہے خستہ حال
ہے وہ ایسا غول ہے قلیوں کے جیسے ایک میٹ — ہے ہزاروں مفلسوں میں ایک اگر آسودہ حال
شال گدڑی سے ہے واں سو مرتبہ بدتر جہاں — ہوں ہزاروں گدڑیاں اور ایک کے کندھے پہ شال
یاد رکھو ہے بہت دامن فراخ اسلام کا — دی ہے بنیاد اخوت اُس نے کل اُمت میں ڈال
ہیں اسی امت میں جو ڈھوتے ہیں دن بھر ٹوکری — ہیں اسی اُمت میں جو ہیں ڈھونکتے دن ات اکھال
ہیں انھیں میں خواب میں جن کی نہیں آیا سماں — جب سے آنکھ ان کی کھلی دیکھا ہے گھر میں ہے کال
ہیں انھیں میں جو کہ بہر نفقۂ فرزند و زن — سامنے ایک ایک کے پھیلائے ہیں دستِ سوال
ان عزیزوں کی اخوت سے جنھیں آتا ہو ننگ — نام لیں فہرست سے اسلام کی اپنا نکال
ورنہ ذلت سے نکالیں ان کو اور یہ جان لیں — ان کی ذلت میں انھیں عزت سے رہنا ہے محال
گھر میں اپنے بیٹھکر جو چاہے سو بن لے کوئی — غیر قوموں میں نہیں حاصل اُسے جز انفعال

ہیں یہی گر قوم کے ساتھ آج بے پروائیاں
تو یہ سُن لو کل بڑھیں گی اور یہ رسوائیاں

۴

بڑھ رہی ہے چار سو دوڑ دوڑ بڑھو کی یہاں پکار — نیند کے ماتو! نہیں اب وقتِ غفلت ہوشیار!!
ہو رہی ہے عرصۂ آفاق میں قوموں کی دوڑ — بڑھ رہے پیادوں سے پیادے ہیں سواروں سے سوار
تھوڑی تھوڑی غلطیوں پر ہو رہی ہیں بازیاں — چال چوکا اور ہوئی گردن پہ ہار آکر سوار
قوم جو اس دوڑ میں ہاری اُسے سمجھو کہ وہ — ہو گئی زور آزمائی میں حریفوں کی شکار
سایہ میں برگد کے جیسے جل کے رہ جاتی ہے گھاس — زور والوں میں نہیں ہوتی ہے مٹی اس کی خوار
حق ہی غالب کا کہ کچلے اور دلے مغلوب کو — ہے یہی مغلوب ہونے کا مآلِ انجام کار
کرتے آئے ہیں سب اپنی اپنی باری میں یہی — اور یہی جاری رہیگا دور تا روزِ شمار
قوم کا دبنے سے گرجانا ہے وہ قومی گناہ — مرتکب جس کا نہیں بچتا سزا سے زینہار
یاد رکھو دوستو! حکمت ہے یہ اللہ کی: — جو نہ بدلی ہے نہ بدلے گی الیٰ یوم القرار

جو بڑھیگا حوصلہ اُس کا بڑھایا جائیگا
جو گرے گا اپنے دبنے سے گرایا جائے گا

۵

وہ گئے دن جب کیا کرتے تھے چھوٹوں کو بڑا | انقلاباتِ جہاں یا اتفاقاتِ زماں
علاج
اب بڑائی کا ہی استحقاق پر سارا مدار | ہوگا جو کرار اسی کو مرحمت ہوگا نشان
تنبیہ
قسمتوں کی آزمایش کا زمانہ ہو چکا | ہے بس اب یاں ہمتوں اور غیرتوں کا امتحاں
ہے تمہاری اب تمہارے ہاتھ موت اور زندگی | ہو تمہیں اپنے مسیحا اور تمہیں ہو جانستاں
یا کرو کوشش کہ جان آجائے مردہ قوم میں | اور دکھا دو خلق کو اس راکھ سے اُٹھنا دھواں
یا رہو دنیا میں جھنگوں اور پِشّوں کی طرح | جن کا ہونا اور نہ ہونا ایک ہی سا ہے یہاں

قوم گنتی میں ہو گر مور و ملخ سے بھی سوا
مر گئے جب قوم کے دِل قوم میں پھر کیا رہا

سرمایہ اور اُس کی ضرورت

سرمایہ موجودہ مادّی زمانہ میں سرمایہ پر ہی کل دینی، دنیوی، قومی و ملکی وسائلِ ترقی منحصر ہیں۔ کسی قوم کی خوش حالی آمدنی کی کمی بیشی پر نہیں بلکہ اس سرمایہ پر ہے جو پس انداز ہو کر محفوظ ہو۔ اور موجود ہو۔

تجارت صنعت اور کاروبار میں کامیابی کی روح سرمایہ ہے۔ تمام تجارت کی جان غیر اقوام کے سرمایہ دار ہاتھ میں ہے ذرا مٹھی بند کر لیں تو مسلمان مجبور و لاچار اور بالکل تہی دست ہیں۔

تجارت جس قدر تعداد اچھی تجارت میں مسلمانوں کی نظر آتی ہے وہ محض برائے نام ہے۔ وہ بالعموم غیر اقوام کے سرمایہ داروں کا روپیہ استعمال کرتے ہیں۔ انھیں قدم قدم پر سود دینا پڑتا ہے نتیجہ یہ ہے کہ منافع کا بڑا حصہ سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں جاتا ہے۔ مسلمان آج کل اس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ ایک طرف تو وہ سودی قرض لیکر برباد ہو رہے ہیں اور دوسری طرف اگر انھیں سودی قرضہ ملنا بند ہو جاتا ہے تو انھیں زندگی کے دن بھی پورے کرنے مشکل ہو جاتے ہیں۔

چھوٹے دوکاندار تو سرمایہ داروں کے غلام ہیں۔ اعلیٰ تاجروں کا کام بھی روزانہ گرتا جاتا ہے۔ جو ایک نہایت اندیشہ ناک اور پُر خطر امر ہے۔ اُن مقامات میں بھی جہاں کی نسبت عام طور پر خیال ہے کہ دولتمندی اور کاروباری ترقی میں مسلمانوں کا غلبہ ہے کارخانہ داری میں ہندوؤں کے مقابلہ میں ان کی تعداد چوتھائی نمبر سے کم ہے۔ اور پارسیوں کے مقابلہ میں جو تعداد میں ان سے ایک ثلث سے بھی کم ہیں تقریباً مساوی ہے یہ صرف تعدادی نسبت کا بیان ہے۔ مگر صرف کارخانوں کی تعداد سے بھروسہ کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمانوں کے کارخانوں کی مالیت اُن کی تعدادی نسبت سے کیا ہے۔؟

مسلمان کاریگر مسلمان کاریگر مثل کولھو کے بیل کے سدا مفلس قلاش رہتے ہیں۔ ان کی محنت مشقت، عرق ریزی کا پھل دیگر اقوام کے لوگ کھاتے ہیں۔ یہ حال تمام ہندوستان کے مسلمان کاریگروں کا ہے وہ محنت کرتے کرتے ختم ہوئے جاتے ہیں۔ اور اگر چند روز کے لیے بیکار یا بیمار ہو جائیں تو اضطراب سے تنگ آکر بھیک مانگنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

صنعت سرمایہ مسلمانوں کے پاس نہیں جس سے وہ کارخانے کھولیں۔ اور جب کارخانے نہیں کھول سکتے تو صنعت و حرفت کے کام اختیار کرنے کے بجز اس کے کہ تمام عمر ہاتھ پاؤں کی مشقت میں مثل بے زبان مویشیوں کے گزار دیں اور کوئی صورت نہیں۔

صنعت میں مسلمانوں کی تعداد کم ہے۔ ہر پیشہ میں مال تیار کرنے والوں کی تعداد تو مسلمانوں کی زیادہ ہے۔ مگر تیار شدہ مال کو فروخت کرکے اُس سے حقیقی نفع اُٹھانے والے دیگر اقوام کے لوگ مسلمانوں سے بدرجہا زیادہ ہیں۔ اصلی نفع سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں جاتا ہے اور مسلمان مثل مزدوروں کے کام کرتے ہیں۔ مسلمان کاریگروں کی تعداد بہت ہے تاہم وہ دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کے غلام ہیں اور اس لیے صنعت وحرفت کے اصلی نفع سے محروم ہیں۔ کاریگروں مزدوروں میں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے وہ تمام دن سخت محنتیں کرتے ہیں جو کچھ کماتے ہیں اس کا ایک حصہ قرض اور سود میں مہاجن کو دیتے ہیں باقی کھا چاٹ کر ہمیشہ دوسروں کے دست نگر اور پریشان حال رہتے ہیں۔ غرض صنعت وحرفت کا اصلی نفع یا گودا دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں جاتا ہے اور اس کا چھلکا یا فضلہ مسلمان کاریگروں کو ملتا ہے جس سے وہ اپنی زندگی کے دن بمشکل پورے کر سکتے ہیں۔

مزدوروں کاریگروں میں مسلمانوں کی تعداد کم نہیں مگر ان کی محنت کے پھل کا گودا روپیہ والوں کے ہاتھوں میں جاتا ہے۔ ان کے پاس صرف چھلکا بچتا ہے جس کی وجہ سے وہ پریشانی اور بے اطمینانی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور معمولی واقعات زندگی ان کے لیے سخت حادثات ثابت ہوتے ہیں۔ چند روزہ بیماری بیکاری انھیں گداگری کے درجہ پر پہنچا دیتی ہے۔ زراعت اس وقت ادنیٰ درجہ کی مزدوری کی مترادف ہے۔ یہی حال صنعت وحرفت کا ہے۔ اگر سرمایہ نہ ہو تو وہ تجارت مزدوری اور سرمایہ داروں کی غلامی ہے جس میں ہر مقام کے مسلمان مبتلائے آلام ہیں۔

زمینداری صاحب جائداد و زمیندار طبقہ کے تنزل کی رفتار سب جماعتوں سے زیادہ تیز ہے مسلمانوں کی زمینداریاں سرعت سے تلف ہو رہی ہیں قرضہ کی علت میں زیادہ تر ہماری جائدادوں ہی کے نیلام ہوتے ہیں۔ بندوبست کی رپورٹیں بتلائیں گی۔ ہر تیس سال کے بعد کس قوم کی جائدادیں دیگر اقوام کے قرضہ و قبضہ میں کس مقدار میں پہنچ جاتی ہیں۔ اگر جلد خبر نہ لی گئی تو مسلمان زمیندار رفتہ رفتہ محض کاشتکار رہ جائیں گے اور اس حالت پر پہنچ جائیں گے کہ نہ ان کے پاس جائداد رہیگی اور نہ جائداد سے محروم ہونے کا انھیں کوئی کھٹکا باقی رہیگا۔

(مسٹر لائل ڈپٹی کمشنر (ڈیرہ اسمٰعیل خاں)

قانون انتقال اراضی ناکافی ہے۔ اب مسلمانوں کی جائدادیں بجائے بنیوں کے۔ جاٹوں۔ گوجروں سکھوں کے نام منتقل ہوتی ہیں۔ دیگر حصص میں بھی اگر یہ قانون پاس ہو جائے تو ہمارے لیے بہت کچھ بے سود ہوگا۔

مسلمان ہر شعبۂ زندگی میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں مگر ہر جگہ مغلوب و ناکام رہتے ہیں

وہ زمینداری سے اب تقریباً خارج ہو گئے جو کچھ باقی ہیں ان کی زمینداریاں بھی بیشتر مقروض و مکفول ہیں مسلمان زمینداریوں کی بربادی کی رفتار جاری ہے تمام ملک کے زمیندار برباد ہو رہے ہیں۔

ملازمت جب سے انگریزی اور علوم جدیدہ کی تعلیم لازمی ہو گئی ہے جس میں مسلمان ہنوز پیچھے رہ گئے ہیں مسلمان ملازمت سے خارج ہو رہے ہیں۔

اسراف و قرض بالعموم مسلمان مسرف ہیں اس لیے مفلس ہیں یہ ایک حد تک صحیح ہے۔ قرض کا مرض عام ہے مسلمانوں میں غریب سے لیکر امیر تک۔ کاریگر سے لیکر کارخانہ دار تک بساطی سے لیکر مالک التجارت تک ادنیٰ زمیندار بلکہ فقیر سے لیکر بڑی سے بڑی سلطنت تک دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کے غلام اور پریشان حال ہیں۔

عالمگیر تنزل "مسلمانوں کی موجودہ زندگی ہندوستان ہی میں نہیں تمام دنیا میں مالی اقتصادی اعتبار سے سود مندی سے قطعی محروم اور تعر مضرت میں گرتی چلی جا رہی ہے۔(خواجہ حسن نظامی) خاص سبب سود کا شکنجہ ہے۔ مسلسل سود دینے کا مرض انسان کے لیے تپ دق کا حکم رکھتا ہے جو ہر دم قومی جسم کو گھلا گھلا کر اسے فنا کرتا رہتا ہے۔

"حال میں اخباروں نے ایک کرنل کی خودکشی کی خبر شائع کی جو چٹھی اس بہادر سپاہی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ملی اس میں لکھا تھا کہ ساہوکاروں نے مجھے چنھاڑ ڈالا تنگ آکر جان دیتا ہوں جو جواں مرد توپوں اور رائفلوں سے نہ گھبرایا وہ ساہوکاروں کی دل دوز چٹکیوں کی تاب نہ لا سکا (شروانی)۔

تعلیم پر برا اثر تعلیم بھی بوجہ روز افزوں گرانی کے مسلمانوں کی دسترس سے روز بروز باہر ہوتی جاتی ہے۔ سرمایہ کی کمی سے تعلیم کے دروازے بھی مسلمانوں پر بند ہوتے جاتے ہیں۔

کاش ہمارا دین و ایمان محفوظ و سلامت ہوتا تب بھی غنیمت تھا مگر اب تو وہ بھی خطرہ میں ہے۔

دین و اخلاق پر برا اثر افلاس کی وجہ سے مسلمان ایسے حیا سوز پیشے اختیار کرنے پر مجبور ہیں جن سے اخلاق پست اور مذہبی روح فنا ہو جاتی ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ مذہب اسلام اختیار کرنے سے انسانوں کے اخلاق بلند ہوتے تھے اور اب وہ وقت ہے کہ اس کے خلاف ہو رہا ہے اور صدہا مسلمان غیر اقوام کا شکار ہو رہے ہیں۔

مسلمان روز بروز قعر ذلت میں گرتے چلے جا رہے ہیں اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ قومی جسم کے اعضا علٰحدہ ہو ہو کر دیگر مذاہب میں جذب ہوتے جاتے ہیں۔

المختصر ملک کے ادنیٰ خدمت کے کاموں میں مسلمانوں کی ترقی ہوتی جاتی ہے اور زیادہ تر ظلم کے

باعث فتنۂ ارتداد کا طوفان انھیں دینی و دنیوی ہر حیثیت سے اسفل السافلین میں گرانے کے خطرات کو آشکارا کر رہا ہو۔

علاج ہر سمجھدار شخص کے نزدیک جس نے اقتصادی حالت کا مطالعہ کیا ہو برابر عیاں ہی کہ سود خوروں کے پنجوں سے کوئی تعزیم قانون نجات نہیں دلا سکتی بجز اس کے کہ انجمن امداد ہائے باہمی کو وسعت دی جائے ،، (مسلم آوٹ لک)

آج کل دنیا کی تجارت صنعت حرفت کی ترقی کا انحصار صرف بنکوں کے قیام پر ہی اس وقت بھی جو تھوڑی بہت تجارت اور صنعت وحرفت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اس سے حقیقی نفع وہ اسی وقت اُٹھا سکتے ہیں جب وہ دیگر قوم کے سرمایہ داروں کی غلامی سے آزادی حاصل کریں اور یہ صرف اُس صورت میں حاصل ہو سکتی ہی جب کہ زیادہ تعداد میں مسلمان اپنے بنک قائم کریں۔

اہم ضرورت مسلمانوں کو اس وقت سب سے زیادہ اپنی مالی حالت کے درست کرنے کی ضرورت ہی کیونکہ وہ سب سے زیادہ مفلس ونادار ہیں۔ سردست ضرورت ہی جو کچھ کم وبیش کمایا جائے اس میں سے زیادہ سے زیادہ بچایا جائے۔

جب کہ ایک طرف ملک کے کاروبار پر سرمایہ داروں کا تسلط ہی۔ دوسری طرف انجمن ہائے امداد باہمی کے ذریعے ملک کا ادنیٰ طبقہ روز بروز بلند اور ساہوکاروں سے بتدریج کچھ نہ کچھ بے نیاز ہو رہا ہی۔ ان انجمنوں کی وجہ سے دیگر اقوام کا زراعت پیشہ طبقہ اپنی ادنیٰ حالت سے اُبھر کر ایک نسبت سے بڑھ رہا ہی۔ مسلمان اگر دونوں تحریکوں میں سے کسی میں بھی شامل نہیں ہوئے تو اندیشہ ہی کہ ان کے لیے عزت کے ساتھ ان دیہات میں بھی رہنے کی جگہ نہ رہے گی جہاں ثانی الذکر تحریک کی وجہ سے دیگر اقوام کی اقتصادی حالت بہتر اور تمدنی سطح بلند تر ہو رہی ہی چنانچہ

پنجاب میں گزشتہ دس سال میں امداد باہمی کی تحریک کی وجہ سے داد وستد کرنے والوں کی تعداد بقدر دس فیصدی کے کم ہو گئی ہی۔

اس وقت سرمایہ سب سے بڑی قوت ہی۔ سرمایہ کا انحصار تجارتی سود پر ہی۔ سود لینے سے تو مسلمان بچتے اور بچ سکتے ہیں مگر دینے سے کسی طرح نہیں بچ سکتے۔ آج اس سے کلیتاً بچا رہنا انسانی امکان سے باہر ہی۔ نتیجہ یہ ہی کہ وہ ہر شعبہ زندگی سے خارج ہو رہے ہیں۔

مسلمانوں کو سرمایہ داروں کی غلامی سے آزادی دلانے کا کام زیادہ وسیع پیمانہ پر کیا جائے اس اہم مسئلہ کو جلد سے جلد قابل ہاتھ اپنے قبضے میں لیں اور اپنے زیر اثر مسلمانوں کو کفایت شعار

ہونے روپیہ بچانے۔ بڑھانے کے طریقوں سے آگاہ کرکے قوم کے اعلیٰ ادنیٰ افراد کو حقیقی معنوں میں کارروائی بنائیں۔ جس سے مجموعی طور پر کل قوم معزز و مطمئن زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائے۔

از مولوی عبدالکریم خاں صاحب کیلی ضلع میرٹھ

میں بخیل کیوں مشہور ہوا؟

مترجمہ سید حسن زاہد صاحب حنفی شاہ گنج آگرہ

(۲)

سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو سودمند ماہ اپریل ۱۹۲۰ء

میں اور وہ ایک ہی دن صبح کے وقت کالج پہنچے اور سوا اس واقعہ کے کہ ہم وہ ایک ساتھ وارد ہوئے. میرے اور اُس کے حالات میں کوئی یکسانیت نہ تھی۔ اُس کے احباب نے اُن کا شاندار استقبال کیا اور اُس کو فوراً اپنی جماعت احباب میں لے گئے۔ میری طرف کسی نے رُخ بھی نہ کیا ہمارے قصبہ کے بنک کا میر مجلس اِس جماعت احباب کا ممبر تھا اُس کے یہاں میں کام کر چکا تھا اور مجھ سے خوش تھا۔ اُس نے طالبعلموں کے نام ایک خط لکھ دیا تھا جس میں میری تعریف تھی اور اُس نے سفارش کی تھی کہ وہ میرے ساتھ حُسن سلوک برتیں۔ اگر وہ مجھے اپنی جماعت کا ممبر بنانا چاہتے تو غالباً مجھے نامنظور کرنا پڑتا۔ کیونکہ چھ سو روپیہ سال کے اخراجات سے میں زیر بار نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن شکر ہے کہ طلبا نے میری طرف توجہ نہ کی اور مجھے ایک ناگوار پس وپیش سے من مانی نجات مل گئی۔ مجھے یقین ہے کہ طلبا نے میری بابت نیبڈ فاسٹر سے حالات دریافت کیے ہوں گے اور اُس نے میری اور میرے کھیل کی تعریف کی ہو گی لیکن یہ بھی کہہ دیا ہو گا کہ میں سخت کنجوس ہوں مجھ کو بہت جلد علم ہو گیا کہ میرے اسکول کی شہرت کالج میں پہنچ گئی تھی اور میں بہت زیادہ کنجوس خیال کیا جاتا تھا۔

بعض اوقات مجھے اس خیال سے کوفت ہوتی تھی۔ ہمارے کالج کا سالانہ فٹ بال میچ ایک دوسرے کالج سے ہوا جو ستر میل کے فاصلہ پر تھا۔ میچ سے ایک ہفتہ قبل طلبہ کا عام جلسہ ہوا کئی غریب طلبہ اس جلسہ کی اہمیت کو سمجھ کر غیر حاضر ہو گئے۔ لیکن ہم چند نو وارد غلطی سے چلے گئے اُس جلسہ میں طالب علموں سے میچ میں شرکت کا وعدہ لیا گیا تھا۔ تاکہ جب کالج فتحمند ہو تو کل طلبا مل کر فتح کے نعرے بلند کریں۔ ایک طالب علم نے کھڑے ہو کر پوچھا "صاحبو آپ کتنے آدمی چلنے پر آمادہ ہیں"؟

۶۰ فیصدی طالب علم اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے اپنی رضامندی کا اعلان کیا۔

"اُسی طالب علم نے چاروں طرف نظر دوڑا کر کہا "شاباش! ماشاء اللہ آپ سب صاحبان حوصلہ مند ہیں۔ لیکن مجھے چند صورتیں ہنوز اپنی کرسیوں پر بیٹھی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ وہ لوگ بھی اور ہمارے کالج کا ایک شخص بھی باقی نہ رہنے پائے" بہت سے بیٹھے ہوئے لڑکے فوراً کھڑے ہو گئے۔ بعض طوعاً و کرہاً اُٹھے تھے۔ اِس پر نعرہ تحسین بلند ہوا۔ مجھے چکر آنے لگے۔ کیونکہ ..میچ کی شرکت کا مجھے از حد شوق تھا۔ لیکن میرے پاس روپیہ نہیں تھا۔ اور میں قرض لیکر جانا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لیے اپنی نشست سے جدا نہ ہوا۔ اِس صدمہ کا اظہار ممکن نہیں ہے۔ تمام دن مغموم رہا۔ لیکن شام کو میرے کالج کے پرنسپل نے مجھے روکا اور کہنے لگے کہ میں تمہاری جرات کی قدر کرتا ہوں۔ کیونکہ ایک مجمع کے مقابلہ میں اپنی رائے پر قائم رہنا بہت دشوار کام ہے۔ تم یاد رکھنا کہ یہی ہمت کامیابی کا ذریعہ ہے"

اِن جملوں سے کچھ میری اشک شوئی ہو گئی۔ لیکن لڑکپن کا زمانہ تھا دل پر سخت تکلیف رہی اِسی قسم کے کئی واقعے پیش آئے۔ لیکن جس دن میں ڈگری اور قانون کا ڈپلوما لیکر کالج سے رخصت ہوا۔ اگرچہ میرے پاس پانچ روپیہ بھی نقد موجود نہ تھے لیکن کسی کا قرضدار نہ تھا اور میری تندرستی بہت اچھی حالت پر تھی۔ اس کے بعد میں نے وکالت کا دفتر کھولا۔ اور اپنے وطن میں وکالت کا پیشہ شروع کر دیا یہ وہ مقام تھا جہاں بچپن سے میں کنجوس مشہور تھا۔ جو لوگ وکالت کا پیشہ شروع کر چکے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ شروع کے دو سال کس مصیبت سے گزرتے ہیں۔ میں نے بھی بمشکل تمام رفتہ رفتہ روپیہ کمانا شروع کیا۔ میرے والد کے دوست کا ایک پیچیدہ مقدمہ تھا۔ خوش قسمتی سے اُس میں مجھے کامیابی حاصل ہوئی کچھ لوگوں نے مجھ سے وصیت نامے لکھوائے۔ اور لوگوں میں میری محنت اور توجہ کے چرچے ہونے لگے۔

ایک دن نیڈ فاسٹر میرے کمرے میں آیا۔ اُس کو میری سی مشکلات کا سامنا نہیں ہوا تھا وہ قانون کا ڈپلوما لیکر سیدھا باپ کے پاس گیا۔ جس کی وجہ سے اس شہر کے قانون کے سب سے بڑے دفتر میں وہ داخل ہو گیا۔ لیکن اُس کو تنخواہ کچھ نہیں ملتی تھی۔ اُس کے باپ نے دو برس تک اُس کے اخراجات کا بار اُٹھایا۔ اور پھر اپنے مقدمات دینے شروع کر دیئے۔ اور خود اُس کے باپ کے احباب نے بھی اپنے مقدمات اُسی کے سپرد کیے۔ غرضکہ وہ بہ آسانی اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ اُس کو آئندہ ترقیوں کے بھی مواقع تھے۔ لیکن اُس نے کمرہ میں داخل ہو کر جو گفتگو کی وہ حسب ذیل تھی:۔

"میک! میں علیحدہ کام کرنا چاہتا ہوں۔ دوسروں کے دفتروں میں بیٹھکر کام کرنا سخت حماقت ہے۔ تم صحیح عقل کے آدمی ہو لیکن جس رفتار سے ترقی کر رہے ہو وہ بہت سست ہے چونکہ تم خاموش طبیعت کے آدمی ہو اس لیے بہت دیر میں دوست پیدا کرتے ہو۔ لیکن ہم تم ملکر بہت کام کر سکتے ہیں۔ میں مقدمات حاصل کروں گا اور تم اچھے قانون داں ہو اس لیے اُن کی طیاری تمہارے سپرد ہوگی"

میں نے غور کیا تو اُس کی بات سمجھ میں آگئی اور ہم دونوں نے ملکر ایک بڑا دفتر "فاسٹر اور میکڈانلڈ وکلاء" کے نام سے قائم کیا۔

نیڈ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اُس کے ذریعہ سے بہت سے مقدمات آئے۔ اُس کا دستور تھا کہ وہ مقدمات میرے سپرد کر دیتا تھا اور میں رات کے بارہ بجے تک چراغ کا دھواں پیا کرتا تھا۔ اگرچہ ہماری آمدنی میں اضافہ ہوا لیکن تقسیم ذمہ داری سے میں گھبرانے لگا۔ بالخصوص اُس کی فضولخرچیوں سے مجھے بہت ملال ہوا کرتا تھا اور یہی اصل سبب ہماری شراکت کے خاتمہ کا تھا۔ اُس کی فضولخرچیوں نے میرے قلب پر گہرا اثر کیا۔ میں بھی روپیہ خرچ کرتا ہوں۔ لیکن مجھے فضول خرچی سے سخت نفرت ہے ایک دن ہم دونوں نے بیٹھکر معاملہ طے کر لیا اور جداگانہ دفاتر قائم کر لیے۔ اس کے بعد ہمارا ملنا جلنا بھی کم ہو گیا۔ اِس کے بعد جب کبھی اُس کو آنے کا اتفاق ہوا تو قرض لینے کی خاطر ہوا اور وہ ہمیشہ پابندی کے ساتھ قرضہ ادا کر جاتا تھا۔ البتہ گزشتہ سال جو اُس نے قرضہ لیا وہ ہنوز ادا نہیں کیا ہے۔ اس لیے میں نے اُس کو بٹے کھاتے میں ڈالدیا ہے۔

انفساخ شراکت کے بعد مجھے ایک نئی بات معلوم ہوئی۔ وہ یہ کہ بخیل ہونے کی شہرت بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ تجارت پیشہ لوگوں کا خیال ہے کہ جو شخص اپنے روپیہ کی قدر کرتا ہے وہ دوسروں کے روپیہ کا بھی خیال رکھے گا۔ چنانچہ ایک بوڑھے آدمی نے ایک دن مجھ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر موٹر کار پانچ روپیہ میں فروخت ہونے لگے تب بھی تم نہ خریدو گے۔ خیر یہ تو تمہارا فعل ہوگا۔ مگر مجھے اپنے روپیہ کی فکر ہے۔ تم میرے وکیل ہو جاؤ اور حتی الوسع مجھے نقصانات سے بچایا کرو۔ امتحاناً تم کو چند معاملات دیتا ہوں اگر تم میرا فائدہ کراؤ گے تو میں تم کو بھی فائدہ پہنچاؤں گا۔ میرے ذریعہ سے اُسے فوائد حاصل ہوئے اور وہ میرے کام سے اس قدر خوش ہوا کہ تمام شہر میں میری تعریف کرتا پھرتا تھا۔

اگر آپ کو میرے حلقۂ احباب میں جانے کا اتفاق ہو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جنہ

(۱) اگرچہ میری آمدنی ایک لاکھ روپیہ سالانہ ہی (حالانکہ یہ اندازہ میری اصلی آمدنی سے دو چند ہی) لیکن میں دوپہر کا کھانا بغل میں دبا کر روز دفتر لے جاتا ہوں۔

یہ غلط ہی۔ میرے شروع زمانہ وکالت کے ایک واقعہ کو لوگوں نے اب تک یاد رکھا ہی۔ اُس زمانہ میں میں سخت مصیبتوں میں گرفتار تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ ایک وکیل کا ٹرس ہیسٹنگز مجھے سڑک پر ملا میرے ہینڈ بیگ کو دیکھ کر کہنے لگا۔ کہ "بکس بالکل بھر رہا ہی۔ معلوم ہوتا ہی کہ بہت سے مقدمات مل گئے ہیں؟" میں نے ایمانداری سے جواب دے دیا کہ "میرے پاس ایک بھی مقدمہ نہیں ہی اس بکس میں پاؤ بھر دودھ۔ ایک سیب اور دو توس ہیں"

میری ایمانداری سے وہ بہت خوش ہوا اور تمام شہر میں ذکر کرتا پھرا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آج تک اس قصّہ کو دُہرایا جاتا ہی۔

(۲) آپ یہ بھی سُنیں گے کہ جب میرے کپڑے پرانے ہوجاتے ہیں تو میں اُن کو اُدھڑوا کر کو لوا لیتا ہوں۔ یہ صحیح ہی مگر کپڑوں کو لوٹوا کر میں خود نہیں پہنتا ہوں غریبوں کو بطور خیرات دیدیتا ہوں۔

(۳) آپ عام طور پر سُنیں گے کہ میں کبھی خیرات نہیں کرتا ہوں یہ بھی غلط بیانی ہی۔ میرا دعویٰ ہی کہ میں معمولی آدمی سے زائد خیرات کرتا ہوں۔ اکثر لوگ مجھ سے نصف روپیہ خیرات کرتے ہیں لیکن مشہور کاموں میں روپیہ دیتے ہیں اس لیے اُن کی معمولی خیرات بھی شہرت پا جاتی ہی۔

(۴) یہ عام طور پر مشہور ہی کہ میں اپنے بچّوں کے ساتھ بھی کنجوسی برتتا ہوں۔ میرے خیال میں اگر کسی قصہ میں کوئی اصلیت ہی تو اس میں ہی میں اپنے دونوں لڑکوں کو کبھی روپیہ پیسہ نہیں دیتا ہوں اُن کو روپیہ ضرور ملتا ہی اور میں خود بھی دیتا ہوں لیکن میں اُن کو مجبور کرتا ہوں کہ وہ میرے ذریعہ سے روپیہ کمائیں۔ گھر پر اُن کو مختلف کام دیئے جاتے ہیں اور باہر سے کمانے کی بھی اُن کو ترغیب دی جاتی ہی۔

میرا عقیدہ ہی کہ آج کل بچّے لاڈ اور پیار میں بگاڑے جاتے ہیں۔ فی زمانہ جو لوگ تجارت میں کامیاب ہیں۔ ان کے حالات کو بغور دیکھو تو معلوم ہو کہ اُن میں سے کسی کا باپ مالدار نہ تھا اور اُن میں سے ہر ایک شخص نے شروع عمر میں سخت سے سخت محنت کرکے تعلیم اور کامیابی حاصل کی ہی۔ ایسے ہی لڑکے دنیا پر حکومت کریں گے۔ اور پہلے زمانہ میں بھی ایسے ہی لڑکوں نے دُنیا پر حکومت کی تھی۔

میں اپنے بچّوں کی زندگیاں خوشگوار بنا کر اُن کو نکمّا نہیں بنانا چاہتا ہوں۔ اور بخل کے طعنے

مجھے میرے فرائض سے ہٹا نہیں سکتے۔

میرے متعلق اور قصے بھی مشہور رہیں کیونکہ قاعدہ ہی کہ جب کسی کی شہرت قائم ہو جاتی ہی تو اس کے متعلق بہت سے چھوٹے چھوٹے قصے شہرت پاجاتے ہیں اور لوگ عام طور پر حاشیہ بڑھایا کرتے ہیں۔ شروع شروع میں تو مجھے ملال ہوا کرتا تھا۔ لیکن میں عرصہ سے اُن کی مطلق پروا نہیں کرتا ہوں۔ اور اب کسی کو ہمت بھی نہیں ہوتی ہی کہ مجھے میری زندگی کے متعلق بہتا کرے۔ اس کے علاوہ اس عادت کے ذریعہ سے میں نے ایک ایسے کارخانہ کو بچا لیا کہ جس کے برباد ہو جانے میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا تھا۔ عدالت نے مجھے ۸۰ ہزار روپیہ بطور فیس دلوائے اور میرے متعلق فیصلہ میں لکھدیا کہ انتہائی درجہ کی کفایت شعاری سے یہ کاروبار بچا ہی۔ اور خود مجھ سے کہا کہ "تم نے اس کاروبار کو بچا لیا تمام شہر تمہارا احسان مند ہی"

میں اس تعریف کی بنا پر اپنی کنجوسی پر فخر کرتا ہوں۔ اس واقعہ کے دوسرے ہی سال میں اپنے شہر کی چنگی کا میر مجلس مقرر ہوا۔ کیونکہ میں کسی جماعت کا آدمی نہ تھا۔ اگرچہ میں نے اس عہدہ کے لیے کوشش نہیں کی تھی اور نہ خواہش ظاہر کی تھی۔ لیکن ۱۷ ہزار ووٹ میری موافقت میں دیے گئے۔ سیاست والوں نے مجھے بہت کچھ بُرا بھلا کہا۔ کیونکہ میں نے اُن میں سے ۰ د کی تنخواہیں بند کر دی تھیں۔

ایک اخبار نے میرے خلاف بہت مضامین لکھے۔ کیونکہ چنگی کے اشتہارات شائع کر کے وہ بہت روپیہ کماتا تھا اور میں نے یہ اشتہارات بند کر دیے تھے۔ اختتام میعاد پر چنگی کا معقول ا‌ندوختہ تھا جس کی وجہ سے اہل شہر کے ٹیکسوں میں تخفیف کر دی گئی اور میں باوجود مخالفتوں کے دوبارہ اسی عہدہ پر منتخب ہوا۔ میرا خیال ہی کہ مندرجہ ذیل حالات میں انسان کا فرض ہی کہ وہ بخل سے کام لے

(۱) جب کہ آیندہ زندگی کا دارومدار کنجوسی پر منحصر ہو۔ میری مثال لیجیے۔ وکیل بننے کے لیے مجھے کالج میں جانا ضروری تھا اور بغیر انتہائی درجہ بخل کے میں ہرگز وہاں کے تعلیمی اخراجات پورے نہیں کر سکتا تھا۔

(۲) جب کہ خانگی زندگی کی راحت کنجوسی پر منحصر ہو۔ اس بارے میں مجھے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہی۔ خود میرے فراخ دل والد کی مثال کافی ہی۔ انھوں نے جن لوگوں کی امداد دل کھول کر کی وہ بھی اُس روپیہ سے کوئی خاص فائدہ حاصل نہ کر سکے۔

(۳) اگر خانگی راحت کے لیے بخل لازمی ہی تو تجارت کے لیے بھی اس کی ضرورت ہی۔

فرزنٹس کو جب میں لوگوں کے دروازے صاف کرتا دیکھتا ہوں تو مجھے اِس بیان کی پوری پوری تصدیق ہو جایا کرتی ہے۔ وہ ایک دوکان میں کھانے پینے کا سامان فروخت کرنے پر ملازم تھا چودہ برس نوکری کرنے کے بعد میاں بیوی نے زیادہ فائدہ کی اُمید پر ذاتی کاروبار شروع کر دیا۔ اور خریداروں پر زیادہ اعتبار کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ غریب کو دیوالیہ ہونا پڑا۔ اُس کے خوش حال دوستوں کی ہمت نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ اُس کا روپیہ ادا کر دیں۔ اگر فرزنٹس اُدھار نہ دیتا تو یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔

(۴) جھوٹے نام نمود کی خاطر روپیہ خرچ نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ ایسے موقع پر بخیل بننے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔

ایک مرتبہ مجھے ایک شخص کے ہمراہ ہوٹل میں جاکر کھانا کھانے کا اتفاق ہوا کمرہ میں داخل ہوتے ہی ہوٹل کے ملازموں کے افسر نے ہم کو دیکھتے ہی ایسا فرشی سلام کیا کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید وہ بیچ میں سے ٹوٹ جائیگا۔ اُس کے ماتحتوں نے بھی ایسے ہی سلام کیے۔ میرا میزبان وہاں بہت ہر دلعزیز تھا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ اُس کے رشتہ داروں کو پندرہ ہزار روپیہ کا قرضہ ادا کرنا پڑا۔

یہ مضمون ادھورا رہ جائے گا۔ اگر میں یہ نہ لکھوں کہ کن صورتوں میں بخل ناقابلِ معافی ہے۔

(۱) خود غرضی کی خاطر بخل کرنا قطعی ناقابلِ معافی ہے۔

(۲) لالچ کی خاطر روپیہ بچانا قابلِ ذلت ہے۔

(۳) اور خوف کی بنا پر بخل کرنا اِس سے بھی زیادہ بُرا ہے

(شمع)

اسمائے گرامی معاونین سود مند

جن کی اعانت پر سود مند کو فخر ہے اور جن کا شکریہ سود مند پر فرض ہے

نمبر ۱ عالیجناب سید مصطفےٰ حسین صاحب ہندوستانی دواخانہ دھلی

نمبر ۲۔ عالیجناب ڈاکٹر حافظ محمد حفیظ اللہ صاحب اسسٹنٹ سرجن علیگڈھ

نمبر ۳ عالیجناب غلام محمد خاں صاحب لکچرار ایگریکلچرل کالج لائل پور

نمبر ۴ عالیجناب منشی اعجاز حسین خاں صاحب پٹنہ۔

نمبر ۵۔ عالیجناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل میرٹھ۔

کفایت شعاری کے عملی طریقے

نمبر ۵

از محمد احید الدین۔ ایف۔ آر۔ ایس۔ اے (لندن)

مندرجۂ ذیل آسان چٹکلے گھر کے روزانہ کاروبار میں بہت مفید ثابت ہوئے ہیں۔ ناظرین سود مند بھی تجربہ کریں۔

رومال میلے رومال دھوبی کے یہاں ڈالنے سے دس فیصدی کم ہو جاتے ہیں اس لیے بہتر ہو کہ اُن کو گھر دھو لیا جائے اِس میں نہ گم ہونے کا اندیشہ ہے اور نہ دُھلائی کا صرفہ ان کو صاف کرنے کی آسان ترکیب یہ ہے کہ تھوڑے سے نمک کو پانی میں گھول کر اس میں میلے رومالوں کو رات بھر بھگو دیا جائے صبح کو معمولی صابن سے دھو ڈالا جائے اس ترکیب سے بغیر کسی دقت کے رومال خوب صاف ہو جائینگے۔

انڈا گھروں میں خراب اور اچھے انڈے کی پہچان نہ ہونے سے اکثر خراب انڈے خرید ے جاتے ہیں جس سے نہ صرف داموں کا نقصان ہوتا ہے بلکہ اکثر اوقات جب کوئی مہمان باہر جا ر کا انتظار کرتا ہوتا ہے اور گھر میں انڈا گندہ نکل جاتا ہے تو سخت سوہان روح ہوتا ہے۔
انڈے کی اچھائی بُرائی دیکھنے کا آسان قاعدہ یہ ہے کہ ایک پیالہ میں پانی بھرو اور انڈے کو اُس میں چھوڑ دو۔ اگر انڈے کی پتلی نوک اوپر کو اُٹھ جائے تو انڈا خراب ہے ورنہ اچھا۔

لیمو ہر گھر میں لیموں کا استعمال عام ہے۔ اکثر اوقات لیموں کاٹ کر نصف حصّہ استعمال کر لیا جاتا ہے اور نصف حصّہ جو کٹا ہوا ہوتا ہے یا تو پھینک دیا جاتا ہے یا بچّے خراب کر دیتے ہیں کیونکہ دوسرے وقت کے لیے اس کو محفوظ کرنا نہیں آتا۔
باقی نصف حصّہ کو ایک پیالے یا گلاس میں اس طرح رکھو کہ اس کا ترشا ہوا حصہ اوپر کو رہے اب اس پر تھوڑی شکر چھڑک دو۔ اب یہ لیموں کا ٹکڑا بالکل خراب نہ ہوگا اور اس کو دوسرے وقت بلا تکلف استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مچھلی کا کانٹا اکثر مچھلی کھانے وقت حلق میں کانٹا اٹک رہتا ہے تو بڑی تکلیف ہوتی ہے اور جب تک ڈاکٹر وغیرہ کی مدد حاصل کی جائے مریض ادھ مرا ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں فوراً کاربونیٹ آف سوڈا پانی میں گھول کر خوب تیز سلوشن بناؤ اور اُس سے غرارہ کرو تکلیف فوراً دور

ہو جائے گی جن گھروں میں مچھلی کا استعمال ہوتا ہو اُن کو چاہیے کہ تھوڑا سا سوڈا کاربونیٹ بھی کسی انگریزی دواخانہ سے خرید کر رکھیں یہ بہت سستا آتا ہی اور گھروں میں اس کی اکثر ضرورت رہتی ہی۔ اسی سوڈے کو آٹے کا خمیر اُٹھانے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ سیر بھر آٹے کے لیے ایک چمچ سوڈا کافی ہی۔

بوتل سے کارک نکالنا جب کبھی پُرانی رکھی ہوئی بوتلوں کے کارک علیحدہ کرنا ہوتے ہیں تو بڑی مشکل پڑتی ہی کیونکہ وہ زیادہ عرصہ تک رکھے رکھے اس قدر سخت ہوجاتے ہیں کہ کسی طرح بوتل کے منہ سے علیحدہ نہیں ہوتے۔

اسی حال میں ایک رومال کو خوب کھولتے ہوئے پانی میں تر کر کے بوتل کے منہ سے لپیٹ دینا چاہیئے اور دو چار منٹ کے بعد کارک کھولنا چاہیئے۔ آسانی سے ڈاٹ کھُل جائے گی۔ شیشہ کی ڈاٹ بھی اس ترکیب سے آسانی سے کھل جاتی ہی۔

ریویو

گذشتہ ماہ سے ایک ماہوار رسالہ موسومہ "تنظیم" ڈاکٹر سیف الدین صاحب کچلو کے زیر نگرانی قریشی صاحب کی اڈیٹری میں امرتسر سے شائع ہونا شروع ہوا ہی۔ پہلے نمبر میں اکثر نامور اہلِ قلم کے مضامین نظر آتے ہیں۔ علامہ عبداللہ یوسف علی صاحب۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب مولوی انوار الحق صاحب۔ سید سلیمان صاحب ندوی و دیگر مشاہیر نے علمی۔ ملی اور قومی مضامین پر خوب قلم فرسائی کی ہی۔ شذرات کا ایک صفحہ خود ڈاکٹر کچلو صاحب کا لکھا ہوا ہی۔ نظم میں مولانا وحید الدین صاحب سلیم اور ڈاکٹر اقبال جیسے نامور شعرا کا کلام نظر آتا ہی۔ تبلیغ اور استیصال جذبۂ ارتداد کے خاص مضامین کو چھوڑ کر حفظ صحت اور اقتصادی مضامین سے بھی یہ رسالہ خالی نہیں ہی جس کو دیکھ کر امید پڑتی ہی کہ مسلمانوں کو افلاس اور بیکاری کے گڑھے سے نکالنے میں یہ ہمارا نیا ہمعصر سودمند کا قوت بازو ثابت ہوگا ہم تنظیم کی کامیابی کے لیے دست بہ دعا ہیں اور نہایت مسرت سے اُس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

تقطیع ۲۰×۳۰ حجم ۴۰ صفحوں پر قیمت سے سالانہ مقرر ہی۔

امید ہی کہ ناظرین سودمند کم سے کم اس رسالہ کا نمونہ طلب فرما کر اس کے مطالعہ کے بعد اس کی خریداری کا فیصلہ کریں گے۔ مینجر تنظیم امرتسر سے منگا لیجئے۔ (ایڈیٹر)

پوسا کی زراعتی تحقیقات سے

بعض اجناس کی نئی قسموں میں پیداوار کی ترقی

پوسا میں ایگریکلچرل انسٹی ٹیوٹ کا ایک شعبہ علم نباتات کی تحقیقات سے متعلق ہے۔ جو بیس برس سے اپنا کام کر رہا ہے۔ اس مسلسل تحقیقات کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ بہت سی ضروری اجناس کی ترقی یافتہ قسمیں پیدا ہو گئی ہیں۔ یہ کام مسٹر ہاورڈ سابق امپیریل اکانومک بوٹینسٹ پوسا اور مسز ہاورڈ کی نگرانی میں شروع ہوا تھا۔ جنہوں نے بہت سی ترقی یافتہ قسموں کا بیج مناسب مقامات پر بکثرت تقسیم کرایا تھا۔ محکمہ نباتات کی تحقیقات کے لیے جو اراضی ہے اس کے اکثر حصہ پر اب بھی ترقی یافتہ اجناس کی کاشت کی جاتی ہے۔ اور ہر سال اعلیٰ قسم کے تخم کی ایک خاص مقدار کاشتکاروں میں تقسیم کرنے کے لیے پیدا کی جاتی ہے جن اجناس کا اعلیٰ تخم اس محکمہ سے مل سکتا ہے ان کا مختصر بیان درج ذیل ہے:-

گیہوں

گیہوں کی تین قسمیں نمبر ۴ - ۱۲ - اور نمبر ۵۲ - عموماً تقسیم کی جاتی ہیں -

پوسا نمبر ۴ - یہ قسم جلد پکنے والی ہے۔ اس کے پودے مضبوط ہوتے ہیں اس لیے گرتے کم ہیں۔ سبز گیروی یا ہلدیہ روگ اسے کم لگتا ہے۔ بال منڈی (مرلی) اور روئیں دار ہوتی ہے دانہ بہت بڑا اور آٹا ستالیس دار ہوتا ہے۔ بہار میں عام طور پر اس کا تخم چالیس سیر پختہ فی ایکڑ کے حساب سے اکتوبر کے آخر میں ہونا چاہیے۔ بیج کی یہ مقدار نسبتاً زیادہ معلوم ہوگی۔ لیکن چونکہ اس کا دانہ بڑا ہے اور شاخیں بھی کم پھوٹتی ہیں اس لیے اور قسموں سے زیادہ بیج ڈالنا ضروری ہے۔

بہار کی آب و ہوا اور زمین پوسا نمبر ۴ کے لیے موزوں ہے۔ اضلاع بندیلکھنڈ۔ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ اور صوبہ سرحدی میں اس کی پیداوار اچھی ہوتی ہے۔ ملک آسٹریلیا کی شاہی زراعتی نمائشوں میں جو سنہ ۱۹۱۶ء و سنہ ۱۹۱۸ء و سنہ ۱۹۲۰ء میں منعقد ہوئیں۔ اُسے اوّل درجہ کا انعام ملا۔ اور اب اس قسم کا تخم وہاں کے محکمۂ زراعت کی طرف سے بھی باقاعدہ تقسیم کیا جاتا ہے۔ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء میں اشیاء خوردنی کی جو نمائش کلکتہ میں منعقد ہوئی تھی۔ اس میں بھی اسے خاص انعام عطا کیا گیا تھا۔ یہ قسم ایسے مقامات پر بھی اچھی ہو جاتی ہے جہاں زمین میں نمی کم ہو۔ چونکہ یہ جلد پکتی ہے اور

شاخیں بھی اس میں کم پھوٹتی ہیں اس لیئے عموماً پوسا کے دوسرے گیہوں کی بہ نسبت اس کی پیداوار کم ہوتی ہے لیکن پھر بھی خاص حالتوں میں اس کی پیداوار بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ۱۹۲۵ء میں جبکہ فصلیں عام طور پر اچھی تھیں اس کی پیداوار بمقام پوسا ۳۶ من فی ایکڑ ہوئی تھی۔ ۱۹۲۱ء میں بھاگلپور میں ایک کوٹھی والے کے یہاں اُس کی پیداوار چالیس من بیس سیر فی ایکڑ ہوئی اور اسی سال ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں ساڑھے پندرہ ایکڑ کی اوسط پیداوار سوا چھبیس من فی ایکڑ ہوئی جن لوگوں کو جلد پکنے والا بڑے اور اچھے دانے والا اور کم پانی مانگنے والا گیہوں درکار ہو وہ پوسا نمبر ۴ بو سکتے ہیں۔ اس کے دانے کا چھلکا بہت پتلا ہوتا ہے۔ اس لیے آٹا زیادہ اور بھوسی کم نکلتی ہے۔ اس کے تخم کو برسات میں خاص احتیاط سے رکھنا چاہیئے۔ ورنہ چھلکا باریک ہونے کی وجہ سے بیج کے اُگنے کی قوت جاتی رہے گی۔

پوسا نمبر ۱۲۔ یہ گیہوں نمبر ۴ کی بہ نسبت دیر میں پکتا ہے۔ اس کی بال منڈی یا مرلی ہے۔ پوسا نمبر ۴ کی بال سے لمبی ہوتی ہے جس میں رواں نہیں ہوتا۔ اس کا دانہ پوسا نمبر ۴ کی بہ نسبت حجم کے لحاظ سے ہلکا ہوتا ہے اس کے پودے سے شاخیں زیادہ نکلتی ہیں۔ اس لیے تیس سیر تخم فی ایکڑ کافی ہوتا ہے۔ ممالک متحدہ اور پنجاب کا موسم اور زمین اس کو بہت راس ہے۔ بہار میں بھی اسے خوب کامیابی ہوئی ہے گیہوں پیداوار کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔ ۱۹۲۱ء میں پچاس ایکڑ کی اوسط پیداوار صوبہ متحدہ میں سوا چھبیس من تھی۔ بہار میں دیسی گیہوں کی بہ نسبت اس کو ہلدیہ روگ کم لگتا ہے گرچہ پوسا نمبر ۴ کی مانند اس بیماری کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

پوسا نمبر ۵۲۔ یہ نئی قسم کا مخلوط النسل گیہوں ہے جو دو قسموں پنجاب نمبر ۹ و پوسا نمبر ۴ کے اختلاط سے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ ریشہ دار (ٹونڑ دار) اور زیادہ پیداوار دینے والا ہے۔ اس کا دانہ بھی اعلیٰ قسم کا ہے اور پودوں میں ہلدیہ روگ بھی کم لگتا ہے۔ پہلی دونوں خاصیتیں اس کو پنجاب نمبر ۹ سے اور آخری دو توصفیں پوسا نمبر ۴ سے ورثہ میں ملی ہیں۔ اس کا دانہ پوسا نمبر ۴ کے دانہ سے کسی قدر چھوٹا ہوتا ہے اس کی بال سفید ہوتی ہے جس پر رواں نہیں ہوتا۔ اس کے پودے مضبوط ہونے کے باعث بہار میں عام گیہوں کی مانند زمین پر کم گرتے ہیں۔ ہلدیہ روگ بھی ان میں کم لگتا ہے اور پیداوار بھی اچھی ہوتی ہے چنانچہ پوسا کے باغ میں چار ایکڑ سے زیادہ رقبہ پر اس کی پیداوار ۲۷ من فی ایکڑ ہوئی تھی۔ اس گیہوں میں شاخیں زیادہ پھوٹتی ہیں اس لیے ۴۰ سیر فی ایکڑ کے حساب سے بیج بونا چاہیے۔ ابھی تک یہ گیہوں پوسا نمبر ۴ اور ۱۲ کی طرح بڑے پیمانہ پر کاشتکاروں میں نہیں تقسیم کیا گیا لیکن ٹونڑ دار ہونے کی وجہ سے غالباً کاشتکار

اسے زیادہ پسند کریں گے۔ امید کی جاتی ہے کہ شمالی بہار اور اُن صوبوں کے لیے جہاں پوسا نمبر ۱۲ کی پیداوار اچھی ہوتی ہے۔ یہ گیہوں خاص طور پر مفید ثابت ہونگے۔

السی پوسا میں السی کی بہت قسمیں منتخب کی گئی ہیں۔ جن میں سے دو شمالی ہندوستان کے لیے خاص طور پر مفید ثابت ہوئی ہیں۔ ہندوستان کی السی کو دو جماعتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی جماعت میں وہ دو قسمیں ہیں جن کا بیج بڑا اور جڑ گہری جاتی ہے۔ ایسی قسمیں صوبہ متوسط کی زمین میں اچھی ہوتی ہیں دوسری جماعت میں وہ سب قسمیں شامل ہیں جن کی جڑ کم گہری جاتی ہے اور بیج چھوٹا ہوتا ہے۔ اس جماعت کی قسمیں شمالی ہندوستان میں اچھی پیداوار دیتی ہیں۔ مفصلۂ ذیل دو قسمیں جن کا تخم تقسیم کیا جاتا ہے اس جماعت میں ہیں۔

السی قسم نمبر ۱۲۔ اس قسم میں شاخیں زیادہ گنجان اور گھنی ہوتی ہیں۔ جن کا رُخ اوپر کی طرف ہوتا ہے پھول دیر میں آتا ہے جس کا رنگ سفید ہوتا ہے دانہ قد میں چھوٹا اور رنگ میں سرخی مائل بادامی ہوتا ہے۔

السی قسم نمبر ۱۲۱۔ یہ قسم پکنے میں اوسط درجہ پر ہے قسم نمبر ۱۲ سے عادات وخواص میں ملتی جلتی ہے لیکن اس میں پھولوں کا رنگ اُودا ہوتا ہے۔ تخم اس کا بھی قد میں چھوٹا اور رنگ میں سُرخی مائل بادامی ہوتا ہے ۱۹۲۳ء میں اِن دونوں قسموں کا مقابلہ اور قسموں کے ساتھ کیا گیا تھا۔ دیسی قسموں کی پیداوار کے مقابلہ میں ان دونوں قسموں کی پیداوار چالیس سے پچاس فیصدی تک زیادہ ہوئی۔ ۱۹۲۵ء میں بمقام پوسا السی نمبر ۱۲ کی پیداوار ½ ۱۴ من فی ایکڑ اور نمبر ۱۲۱ کی پیداوار ۱۶ من فی ایکڑ ہوئی تھی۔

نخود پوسا میں چنے کی پچیس قسمیں دریافت کی گئی ہیں۔ جن میں سے نمبر ۱۷ اور نمبر ۲۵ عموماً تقسیم کی جاتی ہیں۔

چنا نمبر ۱۷۔ یہ دیر میں پکنے والی قسم ہے۔ اس کے پودے کسی قدر پھیلے ہوئے پتے زردی مائل سبز۔ پتوں کے دندانوں پر کسی قدر سرخی کی جھلک۔ درمیانی رگیں۔ سرخ پھول گلابی پھول کے بازو اودے ہوتے ہیں۔ اس کے دانوں کا رنگ سُرخی یا زردی مائل بادامی ہوتا ہے۔

چنا نمبر ۲۵۔ یہ قسم نمبر ۱۷ کی بہ نسبت کسی قدر جلد پکتی ہے۔ شاخیں سیدھی اوپر کی طرف بڑھتی ہیں پتے گہرے سبز پھول سرخی مائل گلابی اور دانے پختہ ہونے پر سرخی مائل بادامی ہوتے ہیں۔ ان قسموں کی پیداوار ہلکی اور زمینوں میں جہاں پانی نہ ٹھہرتا ہو اور وہ بہت طاقتور بھی ہوں اچھی ہوتی ہے بہار میں چنا کسی قدر پچھیتا بونا چاہیئے۔ نومبر کا پہلا ہفتہ بونے کے مناسب ہے۔ اس وقت ہلکی زمینوں کی نمی کچھ کم ہو جاتی ہے۔ ۱۹۲۵ء میں بمقام پوسا ان کے دانے کی پیداوار ۲۶ من فی ایکڑ ہوئی تھی۔

تمباکو

پوسا کا تمباکو نمبر ۲۸۔ کاشتکاروں کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ قسم دیسی قسموں میں سے انتخاب کی گئی ہے اس لیے بیج کا بونا پودوں کا لگانا اور کاشتکاری کے دوسرے عمل بہار کے عام دستور کے مطابق ہونے چاہئیں۔ اس قسم کے پودے نسبتاً طاقتور اونچے پتلے ہوتے ہیں۔ جو زمین سے بلند رہتی ہیں ایک درخت سے چودہ اٹھارہ پتوں تک حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور زمین کی طاقت اور طریق کاشت کے مطابق ایک ایکڑ زمین میں دس پندرہ من تک خشک پتے پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ قسم سگریٹ بنانے کے لیے خاص طور پر موزوں ہے اس لیے انڈین لیف ٹوبیکو ڈیولپمنٹ کمیٹی نے بہار کے کاشتکاروں میں اس قسم کا تخم بہت کم تقسیم کیا ہے اس قسم کے پودوں کی تشریح حسب ذیل ہے۔

پودے:۔ بہت دیر میں پکنے والے۔ اونچے۔ اونچائی ۱۵۹ سنٹی میٹر[1]۔ پتے بہت زیادہ درخت جھاڑی نما نیچے کی گرہوں میں فاصلہ کم جس کی وجہ سے کئی پتے زمین پر گرے ہوئے یا اس کے نزدیک پہنچے ہوئے۔ اوپر کی گرہوں میں فاصلہ بہت زیادہ خوشے بہت بلند بے شمار لمبی اور پتلی ٹہنیوں پر لگے ہوئے پھول چھدرے۔

پتے۔ بے ڈنڈی شاخ کے ساتھ ۴۵ درجہ کا زاویہ بنانے والے۔ آدھی دور پر نیچے کی طرف جھکے ہوئے نیچے کے حصّہ کی طرف جھکے ہوئے نیچے کے حصہ سے تنے کو گھیرے ہوئے اور اس کے ساتھ دونوں طرف نیچے کے رُخ ۵[2] سے ½ ۷ سنٹی میٹر کی لمبائی تک حاشیہ بنائے ہوئے حاشیہ نیلا شکل بیضاوی۔ چوڑائی نیچے سے اوپر کی طرف کا دُم پتے کے نیچے کا ایک تہائی بہت کم چوڑا۔ سرا نوکدار اطرافی رگیں بیچ کی رگ کے ساتھ ۴۵ درجہ کا زاویہ بناتی ہوئی رگیں۔ پتوں کی بہ نسبت ہلکا رنگ رکھنے کی وجہ سے نمایاں۔ کنارہ بہت ناہموار سطح سکڑی ہوئی۔ اطرافی رگوں کے بیچ کا حصّہ اُبھرا ہوا جس سے سلوٹیں سی نظر آتی ہیں۔ پتا پورا پھیلا ہوا نہیں ہوتا۔ بلکہ درمیانی رگ کے قریب سے خمیدہ ہوتا ہے۔ رنگ چمکدار روشن سبز۔ ساخت موٹی یا اوسط درجہ کی لمبائی اوسطاً پچاس[3] سنٹی میٹر۔ چوڑائی سے ڈھائی گنی۔ پھول کی شاخوں کے پتے اصلی پتوں کے مشابہ لیکن شکل میں برچھی نما۔

پھول۔ لمبی۔ پتلی اور بلند شاخوں پر لگتے ہیں جو کسی قدر پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ پھول چھدرے رنگ گہرا گلابی جو کھلا ہونے پر بھی ہلکا نہیں ہوتا لمبائی ۴۴[4] ملی میٹر۔ پھول کی پتیوں کی نالی

---

[1] تقریباً ½ ۶۲ انچ [2] تقریباً دو انچ [3] تقریباً ½ ۱۹ انچ [4] پونے دو انچ۔

پھولی ہوئی اور پنکھڑیوں کی نالی کے نصف سے کم لمبی: دندانے چھوٹے اور نوکدار پنکھڑیوں کی نالی کے منہ کا قطر آٹھ ملی میٹر نالی خاصی چوڑی۔ چوڑے حصہ سے نہائی گاؤ دم۔ آخری پھیلا ہوا حصّہ آدھی دور تک چرا ہوا۔ پتوں کے جوڑ کے مقام پر سلوٹیں۔ دندانے نیچے سے گولائی اور چھوٹی نوک والے۔ آخری سرے والا حصّہ کچھ پورا نہیں پھیلتا۔ پھل لمبا گول۔ سرے پر سے کھُردرا پتیوں کی نالی سے جو آخر تک قائم رہتی ہی کسی قدر باہر نکلا ہوا۔

ریشہ ہائے زرکلی کے اندر پھول کھلنے سے پہلے ہی جب مادہ حصے کے سر کے قریب پہنچتے ہیں یا اس سے کسی قدر اونچے ہوجاتے ہیں تو پھٹ جاتے ہیں۔ پھول کھلنے پر بھی ان کا نسبتی مقام وہی رہتا ہی جو پھول کے منہ سے ہمیشہ نیچا ہوتا ہی۔

بتوا۔ یہ جنس جس سے ریشہ حاصل ہوتا ہی مقامی خرچ کے لیے تمام ہندوستان میں عام طور پر بوئی جاتی ہی قسم نمبر ۳ کے پودے بہت لمبے ہوتے ہیں اور ان میں اطرافی شاخیں بھی نہیں پیدا ہوتیں۔ اس لیے ریشہ حاصل کرنے کے لیے نہایت عمدہ ہی پیداوار بھی اچھی ہی بہار اور شمالی ہندوستان کے دوسرے مقامات کا موسم اس کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہی۔ اس کا تخم تھوڑی مقدار میں زمینداروں کو مل سکتا ہی۔ اس کے پودوں کی تشریح حسب ذیل ہی۔

پودے بہت مضبوط تیار جلد ہوجانے والے۔

بہت پھل دینے والے۔

تنا۔ لمبا دھاریدار۔ سرخ مگر اوپر کا چھ یا سات انچ لمبا حصہ سبز۔

گوشک سبز پتے سالم اور گرہ نما۔ اوپر کے پتے برچھی نما۔ پتے کا کنارہ اور ڈنڈی سرخ پھول کی ڈنڈی سبز۔ سرمسند سبز۔ مسند گل کی پتیاں سبز۔ جن پر چند سرخ دھبے۔ چہرہ گل زرد۔ جس میں ارغوانی داغ (چشمہ) پتے کی ڈنڈی سرخ۔ بیج والے پتے سبز۔

مذکورۂ بالا اجناس کے تخم کی مقدار جو محکمہ نباتات (بوٹینکل سکیشن پوسا) میں پیدا ہوتی ہی اور اس کا اکثر حصّہ فصل کے کٹنے کے بعد جلد ہی تقسیم ہوجاتا ہی اس لیے جو لوگ خریدنا چاہیں وہ صاحب امپریل اکونومک بوٹینٹ پوسا بہار کے نام اپریل سے پہلے پہلے درخواست بھیجدیں زمینداروں کو تخم معمولی قیمت پر دیا جاتا ہی (محکمہ اطلاعات پنجاب)

---

۵۵ پہ لیخ (ایڈیٹر)

کپاس کی کاشت کے متعلق ضروری ہدایات

دیسی اور امریکن کپاس کی فصل کے لیے سب سے نازک وقت بالترتیب ۱۵ ستمبر سے آخیر اکتوبر تک اور ۱۵ ستمبر سے کم از کم آخیر فروری تک ہے اس سال میں جن علاقوں میں فصل کپاس خراب ہوئی ہے وہاں محکمۂ زراعت نے تحقیقات کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسان بالعموم ماہ اکتوبر شروع ہونے کے بعد فصل کپاس کو پانی نہیں دیتے۔ فصل خراب ہو جانے کی یہی وجہ تھی امریکن کپاس کے چند کھیتوں میں جہاں کافی آبپاشی ہوتی رہی اور جہاں فصل ایسی زمینوں میں جہاں رطوبت دیر تک قائم رہتی ہے بوئی گئی تھی وہاں کسی قسم کی خرابی واقع نہیں ہوئی۔ علاوہ بریں جہاں کہیں امریکن کپاس راجباہوں کے متصل یا ایسے مقامات پر جہاں درخت تھے بوئی گئی وہاں کی اس کی فصل بہت عمدہ حالت میں رہی یہ امر اغلب ہے کہ جنوب مغرب کی خشک ہواؤں سے نازک وقت کے دوران میں موسم غیر معمولی طور پر خشک ہو گیا اور اس لیے قدرتاً فصل کو زیادہ آبپاشی کی ضرورت رہی۔ اقبال نگر ریلوے اسٹیشن کے قریب نہر ڈھلوال کے ریسٹ ہاؤس (بنگلہ) کو جانے والی سڑک کے دونوں طرف بڑے بڑے شیشم کے درخت ہیں اور ان درختوں کے ساتھ ساتھ امریکن کپاس کے کھیت ہیں ان درختوں کی قطار نے جن کھیتوں کو جنوب مغربی ہوا سے محفوظ رکھا ہے وہاں کپاس کے پتے نہ تو سرخ ہوئے ہیں اور نہ ان کے شگوفوں کے کھلنے میں کوئی دقت واقع ہوئی ہے اس کے برعکس جہاں فصل کپاس غیر محفوظ رہی وہاں اسے سخت نقصان پہنچا۔ لہٰذا کسانوں کو یہ امر اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ وہ امریکن کپاس ایسی زرخیز زمینوں میں بوئیں۔ جہاں آبپاشی ۱۵ ستمبر سے فروری کے آخیر تک اچھی طرح ہو سکتی ہے مختلف اقسام کی کپاس صرف ایسے رقبوں میں بوئی جائے جن کی آبپاشی وغیرہ کا اچھی طرح انتظام ہو سکتا ہو۔ دیسی کپاس امریکن سے خشکی کا بہتر مقابلہ کر سکتی ہے اور اس کی فصل خراب زمینوں میں نیز ایسی جگہ جہاں پانی کی بہم رسانی محدود ہو مقابلتاً عمدہ رہتی ہے ایسے حالات میں یعنی جب زمین اچھی نہ ہو اور وہاں آبپاشی بخوبی نہ ہو سکتی ہو یہی مناسب ہے کہ دیسی کپاس کے منتخب بیج محکمۂ زراعت سے حاصل کر لیے جائیں۔ (محکمۂ اطلاعات پنجاب)

(از زراعت لاہور)

اقتصاد کس کو کہتے ہیں

(از مولوی عبدالواحد صاحب ایم۔ اے علیگ)

روپیہ کو بجا ضرورت میں خرچ کرنے اور اس کے جائز طور پر جمع کرنے کا نام اقتصاد ہے۔ اس سے قبل کہ روپیہ جمع کرنے کے طریقے کے متعلق کچھ عرض کیا جائے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ روپیہ کو بجا ضرورت پر خرچ کرنے کی بابت چند سطور پیش کروں۔ اس واسطے کہ روپیہ بیکار باتوں میں نہ خرچ کرنا ہی جمع کرنے کا پہلا قدم ہے۔ میں نے کتابوں میں ایک حدیث شریف دیکھی "سافروا تصحوا وحجوا تستغنوا" یعنی "سفر کرو تندرست رہو گے۔ اور حج کرو مالدار ہو جاؤ گے" میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ حج کرنے سے آدمی کیسے مالدار ہو جاتا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ ارشاد من وعن درست ہے۔ اس کی شکل یہ ہے کہ آدمی اپنے سفر کے اخراجات کے واسطے برسوں پہلے سے اپنے بیکار خرچوں کو علیٰحدہ کر کے اس بہتر صرفہ کے واسطے کچھ پسماندہ کرنا شروع کرتا ہے۔ ۱۰ برس میں اس کو اتنا بچ رہتا ہے کہ وہ اتنے عظیم الشان سفر پر آسانی سے کمر کس لے اس عرصہ میں اس کو نادانستہ روپیہ جمع کرنے کی عادت ہو جاتی ہے اور وہ اپنے بیکار خرچوں سے پرہیز کرنے میں مشاق ہو جاتا ہے۔ اور یہی روپیہ جمع کرنے اور دولت بڑھانے کا سب سے پہلا اصول ہے اپنے فوری قلیل نفع کو آیندہ کے کثیر نفع کے واسطے قربان کر دینا یہی راز کامیابی ہے۔ بڈھا منسا رام چوکیدار جس کے ماہانہ صرف للعہ روپیہ ہیں جانتا ہے کہ وہ اپنی پوری تنخواہ کو اپنے فوری آرام پر خرچ کر سکتا ہے۔ مگر آیندہ کا آرام اس کو مجبور کرتا ہے کہ وہ جیسے تیسے عہ روپیہ ماہوار میں اپنا گزارہ کر لے اور سے روپیہ ماہوار میں اپنی کسی آیندہ ضرورت یا آرام کے واسطے بچا رکھے۔ منشی الطاف حسین مدرس اپنی پوری تنخواہ کو بچاتا ہے۔ جو گاڑھے کا تھان ہر ہفتے اس کے مکان سے بنا بنایا ہوا نکلتا ہے۔ وہ اس کے اور اس کے قبائل کے خورد نوش کے واسطے کافی ہے۔ کپڑے کا کارخانہ چونکہ گھر ہی میں موجود ہے کپڑے کے واسطے وہ کہیں باہر نہیں جاتا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ اپنی معلمی کے معاوضہ کا روپیہ کیوں بچاتا ہے اور کیوں ان کو دوسرے ظاہرا سفید پوش مگر باطنی مفلس مدرسوں کی طرح انگریزی جوتے۔ ترکی ٹوپی۔ بلوری عینک اور دستی گھڑی خریدنے میں صرف نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ یہ ضرورتیں باطل ہیں۔ ان جیسی ایک ضرورت پر بھی روپیہ لگانے کے بعد ہی جو سب سے پہلا صدمہ اس کو محسوس ہوتا وہ اس طور پر ہوتا ہے کہ افسوس اگر میں اس روپیہ کو کتابوں پر صرف کرتا تو اچھا ہوتا۔ اس کے پاس دری اور چادریں اچھی اچھی ہوتیں

وغیرہ وغیرہ ۔

نزلہ ہار میں پانی پینا بہت اچھا معلوم ہوتا ہے مگر پانی پیتے ہی حلق میں تکلیف دہ خراش اس فوری خوشی پر پانی پھیر دیتی ہے سچی ضرورت اور جھوٹی ضرورت میں بس یہی فرق ہے۔ بٹیر باز کل کے لمحوں کی واہ واہ کے لیے آج للعہ روپیہ فی بٹیر خریدنے کے لیے تیار ہے پڑھے لکھے والدین اپنی اکلوتی معصوم بچی کی گڑیا کے بیاہ کے واسطے دو ہزار روپیہ صرف کرنے کو تیار ہیں۔ ایک مفلوک الحال مقروض زمیندار اپنے صاحبزادے کو فنون تعیش کی سند حاصل کرنے کے واسطے ساڑھے چھ ہزار میل دور بھیجنے اور تین سال یا اس سے زائد عرصہ کے لیے پورے اخراجات برداشت کرنے کو بطیب خاطر آمادہ ہے۔ میدان انتخاب کے لڑنے والے اپنی وسعت سے زیادہ اپنے نقرئی زور کا اظہار کرتے ہیں۔ کیا یہ سب سچی ضرورت میں شمار کئے جانے کی بات ہیں ان میں سے کسی ایک کے متعلق دریافت کیجئے تو صاحب ضرورت یقیناً باوجود آپ کے حق بجانب ہونے کے آپ کو قائل کر دیگا ۔

اس واسطے کہ میرے اخراجات پر فضول بیجا کا اطلاق نہ ہو میں ضروری سمجھتا ہوں کہ کتب متعلقہ کے ذریعہ سے یا لوگوں کے نمونے دیکھکر میں دریافت کروں کہ صحیح ضرورتیں کیا ہیں ؟ سپاہی کے واسطے آلات حرب ایک جزو لاینفک ہیں اسی طرح زندگی کے اسباب میں مکان کپڑا اور کھانا ایسی ضرورتیں ہیں کہ ان کے بغیر دنیا میں انسان ہو کر گذارا کرنا مشکل ہے۔ اب انھیں ضرورتوں کو پھیلایئے تو آپ کی حیثیت آمدنی کے متعلق کہیں نہ کہیں انہی تینوں ضرورتوں کی ایسی شاخیں آپ کو ملیں گی جہاں سے آگے بڑھنے کے واسطے آپ کی آمدنی آپ کو اجازت نہ دے گی۔ بس جس حد تک اپنی آمدنی کے اندر اندر رہ کر ان اصولی ضرورتوں کے پورا کرنے میں آپ صرفہ کریں گے وہ خرچ بجا اور درست کہلائیگا اور اس حد سے آگے بڑھنے پر وہ بیجا کہلائیگا۔ اس سے یہ مدعا نہیں ہے کہ اگر میری آمدنی عللہ روپیہ ماہوار ہے تو للعہ میں صرف کرسکتا ہوں اور جس طرح بھی خرچ کروں وہ خرچ درست کہلائیگا۔ میرا مطلب یہ ہے اگر للعہ میں اپنی صحیح ضرورتوں میں صرف کروں تو وہ خرچ درست ہے۔

اس معاملہ میں اکثر حضرات نے اصول تجویز کئے ہیں وہ کہتے ہیں اپنے ماہانہ کا میزانیہ تیار کرو اسی میں پھر ہفتہ کا خرچ اندازہ کرکے اس کا علیحدہ میزانیہ بناؤ اس کے بعد خرچ کو سات دن پر تقسیم کرکے ہر روز کے واسطے ایک رقم معین کردو پھر اس معینہ یومیہ رقم کا علیحدہ میزانیہ بناؤ اور اس میں تم دیکھو کہ کہاں تک اس میں بچا سکتے ہو۔ یہ اصول واقعی قابل قدر ہیں اور برتنے کے لائق مگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو قوم ۵۰۔ ۶۰ صدیوں سے صرف اخراجات کی فہرست مرتب کرتی رہی ہو جس

ہیں صحیح ضرورت اور باطل ضرورت میں تفریق کرنے کی قوت مضمحل ہو گئی ہو جس سے اس زمانہ کے اکابر زیادہ تر خود اسراف بیجا کے مکمل نمونے بنے ہوئے ہوں جس کے موجودہ حکمانے ضرورتوں کو کم کرنے اور آمدنی کے بڑھانے کا ذریعہ واحد سرکاری ملازمت تصور کیا ہو جس کے نیچے درجۂ اول سے ہی ضرورتوں کے بڑھانے پر تیار کیے جاتے ہوں۔ کیا اس قوم کے افراد ان ذرائع کی طرف آسانی سے عود کریں گے جو ان کو پھر جیتی جاگتی قوم بنا دے۔ پھر ان میں محنت، جفاکشی، نفس کشی اور صبر و تحمل کی بہترین خوبیاں چمکا دیں۔ کسی کو امید ہو یا نہ ہو مگر میں ضرور وہ دن دیکھتا ہوں جبکہ ہم لوگوں کے نوجوان۔ بیکار عینکوں۔ دود کش ڈبیوں۔ داڑھی مونڈنے کے سامانوں۔ بیکار تصویروں کے بجائے نفس کشی کے تمغے میدان زندگی کی دوڑ میں سبقت کے پیالے اور صبر و تحمل کے ہتھیاروں سے اپنے آپ کو زینت دیتے ہوں گے۔ فقط۔

(نوٹ) جناب مولوی عبدالواحد صاحب نے کفایت شعاری کے متعلق بہترین طریقے بتائے ہیں ان پر میں صرف اس قدر اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ جو روپیہ پس انداز کیا جائے وہ کسی اگر ایسی جگہ محفوظ کیا جائے جہاں وہ بڑھتا رہے تو اس سے اس امر کی ترغیب ہوتی ہے کہ روپیہ جمع کرنے کا سلسلہ جاری رکھا جائے اور اسے مدت تک واپس نہ لیا جائے۔ اس لیے قوم میں کفایت شعاری کا حقیقی مذاق پیدا کرنا ہی تو ابتدا سے بچوں کو اس امر کا عادی کیا جائے کہ وہ ڈاک میں روپیہ جمع کرائیں اور کیش سرٹیفکٹ خریدیں جس سے انہیں روپیہ بڑھتا دیکھنے میں لطف آنے لگے۔ ایڈیٹر۔

ہندوستان ابھی بہت پیچھے ہے

تجارتی کاموں میں انگلستان اور ضلاع متحدہ امریکہ ایک دوسرے کے حریف ہیں۔ مثلاً امریکہ دنیا پر اپنی فولاد کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے عمدہ سے عمدہ کلہاڑیاں تیار کرتا ہے اور ادھر انگلستان یہ فخر اپنے نام سے منسوب کرتا ہے مگر ایک تیسرے ملک تسمانیہ نے ان دونوں ممالک کو نیچا دکھایا ہے۔ چنانچہ گذشتہ کلہاڑیوں کی نمائش میں تسمانیہ کے سوداگران ولیم نہٹ اینڈ سنز نے اپنے کارخانہ کی تیار کردہ کلہاڑیاں پیش کیں اور اگرچہ کمیٹی نمائش نے ان کلہاڑیوں کو اعلیٰ اور عمدہ قرار دیکر سوداگران مذکور کو ایک سنہری تمغہ بطور انعام کے عطا فرمایا۔ قابل توجہ امر یہ ہے کہ کیا کبھی ہندوستان بھی تجارت کے میدان میں قدم رکھیگا

تجارت کے تین ستون

امریکہ کے کروڑ پتی مسٹر فورڈ جو اپنے موٹروں کے کارخانہ کی وجہ سے تمام دنیا میں مشہور ہیں اور جن کا موٹر مترادف ہو گیا ہی۔ جب اُنھوں نے تجارت میں قدم رکھا تو معلوم ہوا کہ دنیا میں غلط اصول پر تجارت ہوتی ہی۔ تجارت کے لیے ہر وقت روپیہ کی آمد لازمی ہی۔ اور روپیہ کی آمد بموجب اقتصادی اصول کے بغیر نفع کے ناممکن ہی۔ لیکن پرانے ماہرین اقتصادیات پورا نفع حاصل کر کے اُس کو شرکا میں تقسیم کرتے ہیں یا خزانہ کی صورت میں بحفاظت اپنے پاس آیندہ نقصان کی تلافی کے خیال سے جمع رکھتے ہیں برعکس اس کے مسٹر فورڈ اپنے منافع کے بڑے حصّہ کو کاروبار کی ترقی اور محنت بچانے والی مشینوں کی خرید۔ اور ضروریات تجارتی کی پیداوار میں (تاکہ دوسروں کی جیبوں میں منافع نہ جائے) خرچ کرتے ہیں تاکہ ضروری اشیا دتجارت اُن کو ارزاں ملیں اور وہ اپنی ساختہ اشیا کو روز افزوں حلقہ خریداران تک بہ آسانی پہونچا سکیں۔

مسٹر فورڈ کا خیال ہی کہ تجارت کا انحصار تین ستونوں پر ہی:۔

(۱) خریدار پبلک یعنی استعمال کرنے والے۔

(۲) مزدور یعنی چیز کے بنانے والے۔

(۳) خود سرمایہ دار یعنی منیجر جو بظاہر نظروں سے نہاں رہتا ہی لیکن کاروبار کی باگ اُس کے ہاتھ میں رہتی ہی۔

ان تینوں کی شراکت یقینی اور لازمی ہی لیکن مسٹر فورڈ اپنے آپ کو علیحدہ کر کے صرف اس عمارت کے دو ستونوں کی طرف متوجہ ہیں اور بالخصوص خریدار یا استعمال کرنے والے کا بہت زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ کسی شے کا مجبور کر کے فروخت کرنا یا لالچ میں ڈالنے والے جھوٹے اشتہارات دینا اُن کے اصول کے قطعی خلاف ہی۔ اُن کا مقولہ ہی کہ خریدار کو کوئی چیز عجلت میں نہ خریدنے دو ورنہ وہ بعد کو اپنے احباب کو اُسی چیز کے خریدنے پر آمادہ نہ کریگا۔

اُن کا ایمان ہی کہ ایمان داری تجارت کی کامیابی کی سُنہری کُنجی ہی۔ اور ایک برگشتہ و فریب خوردہ خریدار کی صورت سے اُسی قدر خوف کرنا چاہیے جس قدر کہ زلزلہ یا آتش زدگی سے وہ اس خیال پر ہنستے ہیں کہ تجارتی مقابلہ کی وجہ سے تجارت پیشہ لوگ بے ایمانی کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بے وقوفوں میں ایسے خیالات ہوں کہ بغیر بے ایمانی کے کاروبار نہیں چلتا ہو۔ لیکن ایک مستقل

مزاج اور صحیح الدماغ شخص جس کے پاس کافی سرمایہ موجود ہے دنیا کی تمام مخالفتوں کو سر کر سکتا ہے۔
مسٹر فورڈ کا دوسرا ستون کارکن یا مزدور ہے۔ اس کی خدمت بھی وہ پہلی جماعت سے کم نہیں کرتے ہیں۔ اُن کا نصب العین یہ ہے کہ مزدور دل لگا کر اپنی خوشی سے کام کرے۔ اگرچہ وہ ملازمت کی وجہ سے محکوم ہے۔ لیکن ہر طریقہ سے مسٹر فورڈ اُس کو اپنے برابر سمجھتے ہیں۔ اُس کو لغو اور مہمل ممنوعات کا پابند نہیں کرتے اور نہ حتی الوسع اُس کی خدمات کو کسی خاص عہدہ سے موسوم کرتے ہیں۔ اُس کے سپرد ایک مقدار کام کی ہوتی ہے اور وہ شخص اپنی عقل اور ذہانت کے مطابق اُس کام کو انجام دیتا ہے۔

مسٹر فورڈ کے پاس روزانہ قریب قریب ۱۵ ہزار ایسے خطوط آتے ہیں جن میں قرضہ کی درخواستیں اور خیرات کی استدعائیں ہوتی ہیں۔ ایک بڑا دفتر ان خطوط کو روزانہ پڑھتا ہے اور جواب دیتا ہے لیکن مسٹر فورڈ کسی کو خیرات یا قرض نہیں دیتے ہیں۔ ہر ایک خط کے جواب میں عموماً صاف انکار ہوا کرتا ہے لیکن اُن کی دولت مندی کی شہرت تمام دنیا میں پھیل رہی ہے اور لوگ بلا تکلف اُن کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں۔

مسٹر فورڈ کو اِن خطوط کے پڑھنے کی فرصت کہاں؟ تاہم اُن کا ایک سکریٹری جو اُن کے خیالات سے واقف ہے خطوط کے جوابات لکھوایا کرتا ہے۔ مسٹر فورڈ کا خیال ہے کہ قرض دینا یا خیرات دینا انسان کو سست اور بیکار بنا دیتا ہے۔ اس لیے اُن کو وسیع اخراجات میں یہ دونوں مدیں مفقود ہیں۔ اُن کا اُصول ہے کہ انسان کی صرف اس قدر امداد کرنی چاہیئے کہ وہ اپنی آپ مدد کرنے کے قابل ہو جائے چنانچہ وہ ہر شخص کو جو ایمانداراانہ زندگی بسر کرنا چاہتا ہے اپنے کارخانہ میں نوکری دینے کے واسطے طیار رہتے ہیں۔ اور امریکہ کے کل کارخانوں سے زائد تنخواہ یا مزدوری دیتے ہیں۔

از شمع

شکریہ

ہم ان حضرات کے شکر گزار ہیں جنھوں نے ہماری درخواست مطبوعہ ماہ مارچ ۱۹۲۸ء منظور فرما کر ۲۹-۱۹۲۸ء کا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر مرحمت فرما کر ممنون کیا امید ہے کہ دیگر حضرات بھی جن کی مدت خریداری مئی یا جون میں ختم ہوگی چندہ بھیجکر مشکور فرمائینگے۔

منیجر

سود مند کے انعامات

جو اصحاب سود مند کی اعانت حسب ذیل طریقوں پر فرمائیں گے ان کی خدمت میں سود مند ایک سال کے لیے بلا قیمت ارسال ہوگا۔ یا دو روپیہ کی قیمت کی کتابیں جو دفتر سود مند سے شائع ہوتی ہیں حسب پسند ارسال ہونگی۔ ورنہ دو روپیہ نقد پیش کیے جائیں گے۔

(۱) جو اصحاب کسی مسلمان کی بربادی کے واقعات جو سودی قرضہ سے ہوئے ہوں لکھکر کسی مہینے کی ۲۰ تاریخ تک دفتر سود مند بدایوں میں روانہ فرمائیں گے اُن کے لکھے ہوئے واقعات میں سے ہر مہینہ سب سے بہترین کے لیے مندرجۂ بالا انعام پیش ہوگا۔ اس کے لیے عمدہ عبارت یا عمدہ زبان ہونا ضروری نہیں ہے۔ صرف حالات کا بیان ہونا کافی ہے۔

(۲) جو اصحاب کسی ایسے مسلمان کے حالات لکھ کر کسی مہینے کی ۲۰ تاریخ تک بھیجیں گے جس نے کفایت شعاری یا روپیہ کے کاروبار سے ترقی کی ہو۔ ہر مہینہ سب سے بہتر حالات کے لیے مندرجۂ بالا انعام پیش ہوگا۔ اس کے لیے عمدہ عبارت یا عمدہ زبان ہونا ضروری نہیں

(۳) جو اصحاب ذیل کے عنوانات میں سے کسی عنوان پر کوئی نظم یا نثر مضمون لکھکر کسی مہینے کی ۲۰ تاریخ تک ایڈیٹر سود مند کے پاس بھیجینگے ہر مہینہ سب سے بہتر نظم یا نثر کے مضمون کے لیے مندرجۂ بالا انعام پیش ہوگا۔

عنوانات یہ ہیں :- زمینداری اور زراعت۔ صنعت وحرفت۔ تجارت۔ کواپریشن کفایت شعاری اور روپیہ کا کاروبار۔ اشاعت تعلیم۔ اصلاح رسوم۔ سادگی اور صحت رہنمائے زندگی (یعنی درستیٔ اخلاق) ان عنوانات پر افسانہ بھی لکھا جا سکتا ہے۔

(۴) جو اصحاب کم سے کم دس روپیہ کا ایک اشتہار سود مند میں شائع کرائیں گے اُن کو سود مند ایک سال کے لئے مفت دیا جائیگا۔

(۵) جو اصحاب پانچ خریدار ایک سال کے لیے مہیا کر کے اُن کا چندہ مبلغ دس روپیہ نیجر سود مند کے پاس بھجوائیں گے وہ بھی انعام مذکور کے مستحق ہونگے۔

(۶) جو اصحاب سود مند کے دس پُرانے خریداروں کا چندہ جو جدید سال کے لیے ہو وصول کر کے نیجر سود مند کے پاس بھیجیں اُن کو بھی مذکورہ بالا انعام ملیگا۔

خریداران سود مند کی خدمات

ماہ اکتوبر کے رسالہ کے جواب طلب امورات کے متعلق مندرجۂ ذیل گزارش ہے۔

۱۔ میں اپنی آمدنی کا پچیس فی صدی ڈاک خانہ میں محفوظ رکھتا ہوں۔ یا کسی ایسے مقروض کو جو سودی قرضہ کا زیر بار ہو اور مجھے اُس سے رقم وایسی وصول کرنے میں دقت نہ ہو قرض دیتا ہوں۔ سود کی آمدنی میں اپنے لیے حرام سمجھتا ہوں۔ اس لیے ڈاک خانہ کا سود وصول کر کے کسی کار خیر میں دے دیتا ہوں۔

۲۔ مقامی انجمن امداد باہمی کا ممبر ہوں۔

۳۔ زندگی کا بیمہ کرانے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر مجھے روپیہ اپنے پاس جمع رکھنا زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے یہ ارادہ ترک کر دیا ہے۔

۴۔ نہایت سادہ زندگی بسر کرتا ہوں۔ شادی غمی کے مسرفانہ اخراجات بالکل ترک کر رکھے ہیں۔

۵ میں اسلامیہ سکول کا مدرس ہوں۔ طلبا کو وقتاً فوقتاً کفایت شعاری اور روپیہ پیسہ جمع کرنے کی ہدایت کرتا رہتا ہوں۔ سکول میں ایک بینک قائم کیا ہے۔ جہاں طلباء اپنی رقومات جمع رکھتے ہیں۔ مگر افسوس کہ بینک ابھی ابتدائی مراحل طے کر رہا ہے۔ بہت تھوڑے لڑکوں نے حساب رکھا ہوا ہے۔ چند ایک طلبا نے رقومات پس انداز کر رکھی ہیں انشاء اللہ میرا مصمم ارادہ ہے کہ یہ کام مستقل طور پر جاری رکھوں گا۔ اور ہر ایک طالب علم سے رقم پس انداز کراؤں گا۔ ان کے حسابات ڈاک خانہ میں کھلواؤں گا۔ خدا امداد فرمائے۔

۶۔ بہت ہی قلیل رقم تجارت میں لگا رکھی ہے۔ دو سال متواتر تھوڑا تھوڑا نقصان ہوا ہے لیکن بہتری کی امید پر ابھی ہمت نہیں ہاری خدا رحم کرے۔

۷۔ سود مند کا ہر ایک رسالہ بہت سے دوستوں سے مفصل مطالعہ کراتا ہوں۔ بعض شائقین خود بخود لے جاتے اور مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک مضامین مدرسین کی مجلس میں پڑھ کر سناتا رہتا ہوں۔ چنانچہ ماہ اگست ۱۹۲۶ء کے رسالہ کا مضمون "روپیہ کمانے کا راز" مدرسین کی مجلس میں پڑھ کر سنایا جس سے یہ نیک نتیجہ برآمد ہوا کہ اکثر مدرسین نے

فی روپیہ ایک آنہ ماہوار جمع کرنے کا تہیہ کر لیا ہی۔ مجلس کا ارادہ ہی کہ اس روپیہ سے کیش سرٹیفکٹ خرید کرتے جائینگے اور منافع کسی اسلامی کام میں منتقل کرتے رہینگے۔ چند آدمیوں کے حساب ڈاکخانہ میں رکھائے ہیں۔

۸۔ اس مد کے متعلق مجھے کام کرنیکا موقع نہیں ملا۔

میں جناب کو خوش خبری دیتا ہوں کہ رسالہ بہت ہی مقبول ہو رہا ہی۔ بہت سے لوگ بڑے چاؤ سے اسے پڑھتے ہیں۔ اس کے مضامین کو سراہتے ہیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ مسلمانوں کو اپنی مالی کمزوریوں کا احساس ہو رہا ہی۔ وہ اپنی مالی کمزوریوں کے وجوہات پر غور کرنے لگنے ہیں۔ انجمن امداد باہمی میں حصہ لینے کے لیئے آمادہ ہو رہے ہیں۔ یہ حال قومی بھلائی چاہنے والوں کے لیے بڑی مسرت انگیز ہی۔ خدا آپ کو اور آپ کے معاونین کو خاصکر محرک سید طفیل احمد صاحب کو جزائے خیر دے۔ آمین ثم آمین۔

عبید اللہ ہیڈ ماسٹر اسلامیہ مڈل اسکول جام پور

ضلع ڈیرہ غازی خاں پنجاب

تجارت کیسا معزز پیشہ ہی

یورپ کے لوگ کیوں ترقی نہ کریں؟ اور کیوں نہ غیر ملک کی دولت کھینچ لیں جبکہ وہاں شہزادے اور نواب بھی تجارت کو ایک معزز پیشہ سمجھکر اس میں شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ شاہ لیوپولڈ کی نسبت خبر ہی کہ اس نے انیٹر پ کی اُس کمپنی کا مربی ہونا منظور کیا ہی جو بلجیم کے لیے جہازوں کے بیڑے بنایا کریگی۔ امید ہی کہ اس صیغہ میں انگریزی تاجر اور لارڈ بھی توجہ کریں گے اور حسب مقدور حصہ بھی خریدینگے۔ یورپ میں یہ پہلی مثال ہی کہ ایک بادشاہ نے پبلک کے تجارتی کام کا حصہ دار بننا منظور کیا ہی۔

ہمارے شاہنشاہ حضور ایڈورڈ معظم بھی تجارت کے بڑے مشتاق تھے۔ ایک دفعہ جبکہ آپ پرنس آف ویلز تھے آپ نے دوران گفتگو میں ایک دولتمند دوست کے متعلق فرمایا تھا کہ اگر میں بھی اُس کی طرح دولتمند ہوتا تو آج فلاں تاجر کے ساتھ تجارت میں ضرور شریک ہو جاتا۔ بیشک کوئی وجہ نہیں کہ حضور پرنور تجارت کو عزت کی نگاہ سے نہ دیکھتے جبکہ وہ خوب جانتے تھے کہ انگلستان کی کامیابی اور ترقی کی بنیاد تجارت پر ہی یہی وجہ ہے کہ انگلستان کے باشندے اپنی ملک کو فخر سے تاجروں کا ملک کہتے ہیں۔

دی ہمالیہ بیمہ کمپنی لمیٹڈ کلکتہ

(جو ہندوستان کی ایک معتبر اور ہردلعزیز بیمہ کمپنی ہی)

نے

ہندوستان کے ہر امیر و غریب کے واقعات کو پیش نظر اور مطالعہ کرکے ممکن سے ممکن اور آسان سے آسان شرح ہائے نقشہ جات ترتیب دیکر بیمہ کرانے والوں کو۔ انتہائی سہولیت بہم پہنچانے کی کوشش کی اور مبلغ **دو لاکھ** روپیہ گورنمنٹ میں بطور گارنٹی جمع کردیے ہیں اور اس لیے ہمالیہ کمپنی کی ہر ایک پالیسی ہر قسم کے خطرے سے بالکل بری اور قابل اطمینان ہی

علاوہ ازیں

ہمالیہ کمپنی کا مبلغ پانچ لاکھ روپیہ کا کل سرمایہ بے ضرر ہی۔ کیونکہ سوائے گورنمنٹ کے کاغذات کے کمپنی کی کہ بی ... کسی جگہ اور استعمال نہیں کی جاتی ہی جس سے کمپنی کی بنیادیں نہایت مستحکم اور استوار ہیں

ہمارا۔ اردو پراسپکٹس جس میں مختصر تاریخ بیمہ معہ نقشہ جات شرح و قواعد۔ تصاویر اور خطوط تعریفی درج ہیں منگا کر ملاحظہ فرمایئے۔ ملنے کا پتہ

نور محمد رجب علی مینیجنگ ایجنٹ

صدر دفتر دی ہمالیہ انشورنس کمپنی لمیٹڈ نمبر ۸ ڈلہوزی اسکوائر کلکتہ

چنانچہ سودمند کانفرنس دہلی نے بھی اپنے جلسہ منعقدہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء میں حسب ذیل رزولیوشن پاس کیا ہے

بیمہ کا اجرا۔ اس وقت تمام ترقی یافتہ ممالک میں ہر مرد و عورت اور بچہ کا۔ ہر مکان اور سواری کا ہر جہاز اور کشتی کا بیمہ کرایا جاتا ہی جس کی وجہ سے انسان آفات ارضی و سماوی سے ایک حد تک محفوظ رہتا ہی اور درانحالیکہ بیمہ بحری مسلمانوں کی اس زمانہ کی ایجاد ہی جبکہ وہ اسپین میں حکمراں تھے۔ اور اب وہ ہر قسم کے بیمہ سے محترز ہیں جس کی وجہ سے بزرگ خاندان برباد و تباہ ہوکر گداگری پر مجبور ہوئے ہیں اور یتیم بچے بعض اوقات دیگر مذاہب کا شکار بنتے ہیں۔ یہ کانفرنس مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہی کہ وہ اپنے بزرگوں کی مفید ترین ایجاد سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں اور اپنے پسماندگان کے لیے اپنی زندگی کا بیمہ کرائیں اور اپنے بچوں کی تعلیم اور شادی کے لیے ان کا بیمہ کراکر انھیں حادثات سے محفوظ رکھنے کی امکانی کوشش کریں۔

غمزدہ بیوہ کی تکلیف اور صدمہ کی قدر۔ اگر شادی شدہ عورت محسوس کرے تو ہر عورت اپنے شوہر کو بیمہ کے لیے مجبور کرے۔

دی ہمالیہ بیمہ کمپنی لمیٹڈ کلکتہ

صدر دفتر نمبر ۸ ڈلہوزی اسکوئر

دیکھیے ہندوستان کے مدبر اور تجربہ کار حضرات زندگی کے بیمہ کے لیے کیا فرماتے ہیں

سر پرشوتم داس۔ ٹھاکرداس۔ ہندوستان کے مشہور تاجر اور ماہر اقتصادیات فرماتے ہیں کہ:۔

"زندگی کے بیمہ کو اب تمام دنیا نے ایک مد فاضل نہیں بلکہ ضرورت۔ یہ تسلیم کرلیا ہے"

آنریبل مسٹر کے وی رنگا سوامی آئر فرماتے ہیں کہ "اگر اہل ہند اپنی مصیبت ہٹانا چاہتے ہیں تو انھیں زیادہ تعداد میں بیمہ کرانا چاہیے"

پروفیسر۔ کے۔ بی۔ مدھاوا ایم۔ اے۔ میسور یونیورسٹی کے محکمہ ریاضی و اقتصادیات کے افسر اعلیٰ فرماتے ہیں:۔کہ

"زندگی کا بیمہ نہ صرف لوگوں کو انفرادی طور پر محفوظ کرتا ہے۔ بلکہ وہ ایک غیر محسوس خیرات نہ ایک جماعتی خدمت ہے اور نہ صرف یہ بلکہ کم خوش قسمت اور مختصر الوقت خاندانوں کے لیے ایک بڑی سخاوت ہے"

ہمالیہ بیمہ کمپنی تمام ہندوستان میں کیوں مقبول عام اور ہر دلعزیز ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ کمپنی کی طرف سے زر منذعویہ (کلیم) بغیر کسی تاخیر اور پس و پیش کے ادا کیا جاتا ہے جس کے متعلق بہت سے خطوط تعریفی ہندوستان کے ہر گوشہ سے کمپنی کو مل چکے ہیں جس کے لیے

ہمارا پراسپکٹس ملاحظہ فرمائیے

EXTRACT

واشرین انک اکسٹریکٹ

یعنی روشنائی کا جوہر۔ نہایت خوش رنگ اور رواں نب کو بالکل خراب نہیں کرتا۔ اوبالنے اور چھاننے کی ضرورت نہیں۔ بوتل میں پانی بھر کر یہ جوہر ڈالدیجیے۔ روشنائی تیار ہوجائیگی فاونٹن پن میں استعمال کی جاسکتی ہی بہت کم مقدار اس جوہر کی استعمال ہوتی ہی۔ اس کے پیکنگ اور پوسٹیج کا خرچہ بہت کم ہوتا ہی۔ فی الحال حسب ذیل قسموں کی روشنائی اسٹاک میں موجود ہی

قسم روشنائی	فی پیکٹ ۲۰ اونس روشنائی تیار ہوتی ہے	فی پیکٹ ۴۰ اونس روشنائی تیار ہوتی ہے	فی پیکٹ ۸۰ اونس روشنائی تیار ہوتی ہی
بلو	۳/ فی درجن پیکٹ	۱۲/ فی درجن پیکٹ	۸/ فی درجن پیکٹ
بلو بلیک	للعہ / " "	۶عہ / " "	۱۰/ " "
سرخ	۵/ " "	۶عہ / " "	۱۲ " "

بازار میں ہر جگہ فروخت ہوتی ہی۔ نمونہ ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجکر ہم سے منگا لیجیے

مسسرز نظام الدین حسین اینڈ سنس بدایوں

سودمند کا مفید اور کارآمد لیٹریچر

نمبر ۱۔ مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل قیمت فی نسخہ ۸/ محصول ۱/ ۔ نمبر ۲ کشف الغطاء عن وجہ الربوا قیمت ۲/ محصول ۱/

نمبر ۳۔ رسالہ جواز سود مع فتاویٰ " ۱/ " ۱/ ۔ نمبر ۴ رسالہ مسلمانوں کی مالی اصلاح ۸/ ۱/ ۸/ ۱/

نمبر ۵۔ بچوں کی تعلیم اور شادی کا بیمہ " ۱/ ۸/ ۱/

نمبر ۶۔ مسئلہ سود کے متعلق فتویٰ معہ تجاویز منظور کردہ سودمند کانفرنس دہلی قیمت فی نسخہ ۱/ محصول ڈاک ۱/

دفتر سودمند بدایوں سے منگائیے

[illegible] ہی ہو کہ دور اندیشی پیش بینی کی عادت کو ترقی دی جائے۔ عام تعلیم کی اشاعت میں خاص کوشش کی جائے۔ قرض کا [illegible]ل کر بھی نام نہ لیا جائے۔

مغربی [illegible] تجارت کی بدولت دولتمند ہوئی ہیں۔ اگر کوئی قوم موجودہ دور میں ترقی کر[illegible] یاد رکھنا چاہیے تجارت ہی کی بدولت [illegible]گی۔ آج کل ہر ایک بین الاقوامی تعلق جنگ و صلح میں تجارت[illegible]ق مضمر ہیں۔ مصر پر قبضہ کی علت غائی چین و جاپان [illegible] لڑائی۔ ہسپین امریکہ میں جنگ، روس و جاپان [illegible] معرکہ آرائی۔ بالآخر محاربہ عظیم دآویزش، روم و یونان بہت کچھ تجارتی حقوق کی وجہ سے ظہور میں آ[illegible] ایک دانا و بینا قوم کے سامنے تجارت کی قیمت اور قبضہ حکومت میں نہایت گہرا تعلق ہے۔ جب تک [illegible] کی جانب خاص توجہ مبذول نہ ہو ہم پنپ نہیں سکتے۔

گرم جوشی سے تجارتی سعی ملک کے [illegible] سے بڑھکر ہے۔ اگر توجہ ہو تو کروڑوں کی جائدادیں جو زیر بار ہیں اور آئے دن اغیار کے ہا[illegible] انتقال کر رہی [illegible] لازمی نتیجہ یہ ہو کہ وہ بچ جائینگی۔ صرف عمل بالاشتراک ہی سے کاروبار کی [illegible] اور روپیہ و جائداد کی [illegible] و بیشی ممکن ہے۔

ساتھ ہی ساتھ [illegible] کوشش لوگوں کے اخلاق عادات و [illegible] کی اصلاح کے لیے بھی کی جائے تو دس برس میں قوم کی حالت کچھ سے کچھ ہو جائے۔ اور نمایاں تغیر محسوس ہونے لگے۔

تعلیم یافتہ مسلمان اگر اس بڑی قومی ضرورت کی طرف متوجہ نہیں ہوئے محض [illegible] فیشن نمائشی یا پالٹکس تعلیم[illegible] کی کشمکش میں گرفتار رہے تو افلاس برابر بڑھتا چلا جائیگا۔ اور جو کچھ حیثیت [illegible] موجود ہے وہ بھی ضائع ہو جائے گی۔

عبدالکریم خاں

سود بہبود اور فلاح قوم ہی مجھکو پسند   قوم کا خادم ہوں ہیں ہے نام میرا سودمند

سود مند

رجسٹرڈ نمبر ل ۱۳۴۵
آنریری اڈیٹر سید طفیل احمد منگلوری علیگ ایم ایل سی

جو بدایوں سے ماہوار نکلتا ہے



چندہ سالانہ عاہ

راہگیر۔ یہ اصحاب کشاں کشاں کہاں جارہے ہیں اور کس علت میں ؟
سُود مند۔ کوئی دفتر رجسٹری اور کوئی عدالت دیوانی میں اور کوئی کلکٹری کے نیلام
اور کوئی دیوانی کے جیل میں اور سب کے سب قرضہ کی علت میں
راہگیر۔ بیچارے لوگوں کی رہائی کس طرح ہو؟
سود مند۔ تجارتی سود کی داد و ستد کرنے اور کواپریٹو سوسائٹیوں میں شریک ہونے سے

قیمت فی پرچہ ۳/

مقاصد

(۱) افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرکے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں۔

(۲) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام سخیج سود گھٹ کر ملک سے ربا کو جو برباد کن اور حرام ہے مٹادے۔

(۳) فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا۔ اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

(۴) مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار اور تجارت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

(۵) مسلمانوں کی صحت جسمانی۔ ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرنا۔

محمد حمید الدین ایف آر ایس اے پرنٹر و پبلشر   نظامی پریس بدایوں میں چھپا۔

قواعد خریداری سُود مند

۱۔ سود مند کا سال بھر کا چندہ صرف دو روپیہ مقرر ہی۔ ممالک غیر سے دو روپیہ آٹھ آنہ لیا جاتا ہی۔

۲۔ سود مند ہر مہینہ کی پندرہ تاریخ کو شایع ہوتا ہی۔ اس لیئے پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۲۵ تاریخ تک دفتر میں آجانی چاہیئے اس کے بعد فی پرچہ تین آنہ قیمت لی جائے گی۔

۳۔ رسالہ کی درخواست خریداری معہ قیمت (منی آرڈر) بھیجی جائے یا پرچہ بصیغہ وی پی طلب کیا جائے۔ مگر منی آرڈر بھیجدینے میں آسانی اور کفایت ہی

۴۔ پتہ میں اگر کچھ تبدیلی واقع ہو تو اس کی اطلاع فوراً دفتر کو دینی چاہیئے ورنہ پہونچنے کا دفتر ذمہ دار نہیں۔

۵۔ نمونہ کا پرچہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جاتا ہی۔

۶۔ خط وکتابت کرتے وقت نمبر خریداری جو پتہ کی چٹ پر لکھا ہوتا ہی ضرور تحریر فرمایئے بعض لوگ بجائے نمبر خریداری لکھنے کے سود مند کا رجسٹرڈ نمبر اے (۱۴۳۵) لکھدیتے ہیں اس کا لکھنا بے سود ہی کیونکہ یہ خریداری نمبر نہیں ہی۔

۷۔ جو لوگ پچھلے سال کے رسالے بھی خریدنا چاہیں ان سے سال بھر کے بارہ نمبروں کی قیمت صرف دو روپیہ لی جائے گی۔

۸۔ اکثر معاونین اپنے دوستوں کے نام رسالہ کا وی پی روانہ کراتے ہیں ان سے التماس ہی کہ وہ رسالہ کا وی پی کرانے سے پہلے کافی اطمینان کر لیا کریں کیونکہ اکثر ایسے وی پی واپس آتے ہیں اور کارخانہ کو زیر بار ہونا پڑتا ہی۔

۹۔ جو صاحب ایک سال کیلیئے پانچ خریدار یا دس روپیہ کے اشتہار بہم پہنچائینگے ان کے نام سود مند ایک سال تک بلا کمیشن جاری رہیگا۔ مستقل ایجنسی کے متعلق خط وکتابت سے فیصلہ ہوسکتا ہی۔

المشتہر منیجر سود مند بدایوں۔

تصحیح و معذرت — سود مند بابتہ ماہ مئی ۱۹۲۷ء میں صفحہ ۲ پر مولینا حالی کی مشہور نظم محمد عبدالکریم صاحب کی مرسلہ نقل کی گئی تھی اس کا عنوان "از بیاض محمد عبدالکریم صاحب" کی جگہ "از محمد عبدالکریم صاحب" درج ہوگیا۔ ناظرین تصحیح فرمالیں۔

(ایڈیٹر)

سودمند

جلد ۳ | جون ۱۹۲۷ عیسوی | چندہ سالانہ عہ
نمبر ۶ | | قیمت فی پرچہ ۳ر

فہرست مضامین

تجارت کی بدولت آج دُنیا میں وجاہت ہے

وہ کیا شے ہے کہ جس کے ہم قدم اقبال و دولت ہے؟
تجارت ہے تجارت ہے تجارت ہے تجارت ہے

جو کل گمنام تھے وہ آج نام آور ہیں عالم میں
تجارت کی بدولت آج دُنیا میں وجاہت ہے

جو آپ اپنی مدد کرتا ہے حق اُس کا معاون ہے
یہی قانون فطرت ہے۔ یہی قانون قدرت ہے

تجارت چھوڑ دی جس قوم نے اُس کو زمانہ میں
الم ہے رنج ہے افلاس ہے ادبار نکبت ہے

تجارت میں نہیں ہے دخل جن کا اس زمانہ میں
اکارت زندگی ہے مال و زر کو اُن سے نفرت ہے

مدد قومی تجارت کی نہ خود شوق تجارت ہے
نحوست پر نحوست ہے۔ قیامت پر قیامت ہے

جو تاجر ہم میں ہیں بھی وہ شکار کس مپرسی ہیں
نہ ہمدردی ہے کچھ اُن سے نہ کچھ ان کی اعانت ہے

خیال اس کا نہیں مشرک نجس آیا ہے قرآن میں
جنھیں نفرت ہے۔ دل سے آپکو اُن سے محبت ہے

کہاں ایثار نفس و پیروی دین حق لیکن
خلاف عقل اب اخلاق کی معدوم جرات ہے

نہ چونکے آپ افسوس انقلابات زمانہ سے
جہاں میں آپکی غفلت بھی اک تصویر عبرت ہے

مگر پھر بھی نہیں مایوس ہونے کی ضرورت کیا
کھلا چاروں طرف دنیا میں میدان تجارت ہے

بتو اب دستکار اور اپنی صنعت کو ترقی دو
کرو ضائع نہ وقت اپنا کہ جو دم ہے غنیمت ہے

قلیل انسان کی عمریں کثیر اشغال دُنیا میں
تعجب ہے دو روزہ زندگی میں جن کو فرصت ہے

اسی پر منحصر ہیں کاروبار عالم ہستی!
ضروری آدمی کے واسطے دنیا میں محنت ہے

بڑے جو لوگ گزرے ہیں جو مشہور زمانہ ہیں
تواریخ جہاں میں وصف جن کے جنکی شہرت ہے

اُنھیں محنت کی عادت تھی ریاضت سے محبت تھی
ہوئے مخدوم وہ جس فخر سے وہ فخر خدمت ہے

حقیقت میں تجارت کی اگر ہے جان سرمایہ
تو ایمان تجارت واقعی تاجر کی محنت ہے

تجارت میں بڑھے گا اعتبار ایمانداری سے
یہ ہے ایمان کی ایمانداری سے تجارت ہے

کلہاڑی پاؤں میں ماری ہے ہم نے اپنے ہی ہاتھوں
گلہ تقدیر کا ہے اور نہ گردوں کی شکایت ہے

کہانی درد و غم کی اہل دل کے روبرو کہدی
نہ کچھ رنگیں بیانی ہے نہ اظہار فصاحت ہے

نہ کی قدر تجارت جس نے اُس کی قسمت میں
ترقی ہے نہ عزت ہے۔ نہ بے فکری نہ راحت ہے

سید امیر حسین
بہجت اکبر آبادی
کانپوری

مسلمان تجارت وصنعت میں کس طرح کامیاب ہوں؟

جب تک ہندوستان میں انگریزی کا رواج نہ ہوا تھا ملازمت مسلمانوں کا مخصوص پیشہ تھا۔ انگریزی رائج ہوتے ہی مسلمان اعلےٰ عہدوں سے خارج ہونے لگے اور اب جب کہ تمام محکمے دیگر اقوام کے ہاتھوں میں ہیں مسلمانوں کو ادنیٰ ملازمیں بھی ملنی مشکل ہو گئیں جن کی تفصیلات سے ہمارے اخبارات کے کالم پُر ہوتے ہیں۔ ملازمتوں کی طرف سے مایوس ہو کر مسلمان اب تجارت وصنعت کی طرف متوجہ ہیں اور قومی اخبارات کی زیادہ تر توجہ اس طرف ہے کہ طرح طرح سے تجارت اور صنعت کی خوبیاں مسلمانوں کے ذہن نشین کی جائیں۔ اس کے لئے صحابہ کرام اور علمائے سلف کے جو تجارت کرتے تھے حالات بیان کئے جاتے ہیں اُن کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں تاکہ مسلمان تجارت وصنعت اختیار کریں۔ مگر جہاں تک مجھے علم ہے مسلمان صنعت میں تو پہلے ہی اپنی مردم شماری کے اعتبار سے زیادہ ہیں چنانچہ صوبہ متحدہ میں مسلمان تعداد میں ۱۴ فی صدی اور کاریگری میں ۴۴ فی صدی یعنی اپنی مردم شماری سے تین گونے ہیں مگر وہ تمام تر غیر اقوام کے سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں ہیں اُس کے بعد تجارت کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ ہر سال صدہا مسلمان اپنا تمام تر اثاثہ لگا کر اور قرض دام لیکر نئی دوکانیں کھولتے ہیں مگر بجز دس پانچ فیصدی کے عام طور پر نقصان اُٹھا کر اپنی دوکانیں بند کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور نہ صرف نئے دوکاندار بلکہ مسلمان پشتینی تاجر بھی اب تجارت کی نوعیت بدل جانے پر تجارت سے خارج ہو رہے ہیں اور جو باقی ہیں وہ دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کے مستقل دست نگر ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ اب تجارت کا تمام تر دار و مدار بنکوں اور سرمایہ کی فراوانی پر ہو گیا ہے جن لوگوں کا بنکوں میں اثر ہے اُنھیں ضرورت کے وقت کم شرح سود پر بکثرت روپیہ ملسکتا ہے اور جس قدر وہ سود دوسروں کو دیتے ہیں کم سے کم بقدر اتنے کے وہ دوسروں سے وصول کر لیتے ہیں اس لئے وہ اپنی حالت پر قایم ہیں یا بڑھتے رہتے ہیں بخلاف اس کے مسلمانوں کو اول تو روپیہ ملنے میں دقت ہوتی ہے اور جو ملتا ہے تو زیادہ شرح سود پر اور پھر وہ دوسروں سے سود لیکر اُس نقصان کو پورا کرنا ناجائز سمجھتے ہیں اس کا نتیجہ جو ہونا چاہیئے وہ ہوتا ہے یعنی وہ بالعموم تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ اس لئے جو اصحاب مسلمانوں میں تجارت و صنعت جاری کرنے کے حامی ہیں اُن کا فرض ہے کہ اُسی کے ساتھ وہ مسلمانوں میں تجارتی سود کی ترویج کی کوشش کریں جب سے ہندو مسلمانوں میں اختلاف بڑھ رہا ہے اکثر مقامات میں مسلمانوں کی دوکانیں کھلنے کی

تحریک ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کا تجارتی مقاطعہ (بائیکاٹ) کیا جاتا ہے۔ مٹھائی، غلہ اور کپڑے کی دوکانیں مسلمان کھولتے ہیں مگر کم روپیہ اور اپنا روپیہ۔ ہونے کی وجہ سے دوسروں کے مقابلہ میں وہ قائم نہیں رہتی ہیں اور نتیجہ ناکامی ہوتا ہے۔ پس اگر مسلمان بحیثیت قوم کے ہندوستان میں زندہ رہنا چاہتے ہیں تو انھیں جلد سے جلد روپیہ کا کاروبار شروع کرنا چاہئیے جو تمام تجارت وصنعت کی بنیاد ہے۔ مسلمان روزانہ لاکھوں کا زیور دیگر اقوام کے لوگوں کے یہاں رہن رکھ کر روپیہ لاتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان اس کام کو شروع نہ کریں اور مثل ایران کے صرافہ کی دوکانیں اور مہاجنی کی کوٹھیاں اور تجارتی اور کوآپریٹو بنک نہ کھولیں بغیر اس قسم کے انتظامات کے مسلمانوں کو تجارت وصنعت کی ترغیب دینا انھیں بربادی کی خندق میں گرانا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں کی اقتصادی کمزوری کو محسوس کر کے بعض علمائے کرام نے سود کی بعض صورتوں کے جواز کے فتوے دیدیئے ہیں اور گزشتہ دسمبر میں سود مند کانفرنس دہلی نے تجارتی سود کے متعلق چند تجاویز منظور کی تھیں۔ یہ سب ایک رسالہ کی شکل میں مرتب ہوگئی ہیں۔ جو اصحاب فتووں اور تجاویز کو ملاحظہ فرمانا چاہیں وہ منیجر صاحب سود مند بدایوں کو ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجکر طلب فرمالیں۔

(ایڈیٹر)

دُنیا کے اہم مسائل

تہذیب جدید کے روبرو سب سے بڑا مسئلہ یہ در پیش ہو کہ غور و فکر کس طرح کرنا چاہیئے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ایسی صفائی اور منطقی دلائل کے ساتھ غور و فکر کیا جائے جس سے صحیح نتائج مرتب ہوں تاکہ جو موقع بھی پیش آئے اس کے متعلق صحیح رائے قایم کی جاسکے۔

حقیقت حال یہ ہو کہ نوع انسان نے ابھی یہ سیکھا ہی نہیں کہ غور و فکر کس طرح کرنا چاہیئے اور اس سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد وہ اس قابل ہو جائے گی کہ اپنی ہی سمجھ فہم و فراست سے اپنے ہر ایک مسئلہ کو خود طے کر سکے گی۔

یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ ابھی دنیا کا تمدن و تہذیب بالکل ابتدائی حالت میں ہو اور ہم جو کچھ کوشش نوع انسان کی ترقی کے لیئے کر رہے ہیں وہ کسی ترقی کو ابتدائی مدد دینے کے مانند ہو لیکن کسی قسم کی حقیقی ترقی کرنے کی توقع اور نوع انسان کو کچھ فلاح پہونچانے کے قابل بننے سے پیشتر ضروری ہو کہ ہم صحیح غور و فکر کرنے کا طریقہ سیکھ جائیں۔

بین الاقوامی دل مدبرین صرف ایوان پارلیمنٹ اور کانگرسوں ہی میں نہیں ہوتے ہیں بلکہ تجار کے طبقہ میں بھی بعض مدبرین نہایت اعلےٰ پایہ کے موجود ہیں چنانچہ میری ملاقات مسٹر ایڈورڈ اے فلین سے ہوئی جو ایک زبردست تاجر ہیں۔ میں بمقام بوسٹن اُن سے ملاقات کرنے گیا تاکہ دنیا کے بعض اہم مسائل پر اُن سے بات چیت کروں۔ آپ کے کارخانہ کی آمدنی ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ ڈالر سالانہ ہو اور اس میں تین ہزار آدمی کام کرتے ہیں۔ جب میں نے مسٹر موصوف سے کلام کیا تو ایسا معلوم ہوا کہ میں کسی بڑی سلطنت کے وزیر یا سفیر سے بات کر رہا ہوں جو نہایت روشن خیال ہو اور جس کا دماغ مفید معلومات سے لبریز ہو۔ ابھی حال ہی میں مسٹر موصوف نے نوع انسان کی سوشل اور اقتصادی فلاح اور یورپ میں امن و سکون قایم ہونے کے متعلق مضامین تحریر کرائے اور متعدد انعامات خود مرحمت فرمائے چنانچہ انگلستان۔ جرمنی۔ فرانس۔ اور اٹلی کے اہل قلم نے ان مسائل پر ۲۰ ہزار مضامین تحریر کیئے

میں نے دوران تقریر میں مسٹر فلین سے دریافت کیا کہ موجودہ تہذیب و تمدن کا رجحان کس طرف ہو ہم کہاں جا رہے ہیں اور منزل مقصود کہاں ہو؟

مسٹر فلین۔ یہ زمانہ سخت مقابلہ کا ہو اور یورپ کی مرفہ الحالی میں اضافہ ہونے سے یہ مقابلہ اور بھی

زیادہ سخت ہو جائے گا کیونکہ ہم اپنے یہاں کی زائد چیزیں یورپ کے سامان کے مقابلہ میں فروخت کرنے کے لئے جدوجہد کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ ہم اپنے ملک کی صنعت و حرفت کی از سر نو تنظیم کریں۔

موجودہ طرز میں ہم کو بہت کچھ ترمیم کرنی ہوگی کیونکہ یہ طریقہ برباد کن ہے۔ اس سخت مقابلہ کی تاب صرف بڑے بڑے کارخانے لاسکیں گے یا وہ چھوٹے کارخانے اس مقابلہ میں ٹھہر سکیں گے جو اشتراک عمل سے ایک نظام کے ماتحت کام کریں گے۔ کیونکہ صرف یہی کارخانے کم سے کم لاگت پر مال تیار کر سکیں گے اور پھر تھوڑے سے نفع پر اس کو فروخت کرنے کے قابل ہوں گے۔

ضروریات زندگی کی قیمت زمانہ گزشتہ کے صنعتی انقلاب کے باعث صنعتی کارخانے زیادہ تر شہروں میں قایم ہوئے جس کے سبب سے کاریگر اور مزدور میلی گلیوں اور کثیف محلوں میں رہنے لگے۔ مال کی تیاری اور کارخانوں کی ملازمت کی باقاعدگی جاتی رہی اور کاریگروں کی صنعتی جدت اور ذہانت میں بہت کمی واقع ہو گئی لیکن جدید صنعتی انقلاب سے اس کے برعکس نتایج برآمد ہوں گے اور اگر ہم پیشتر سے سوچ سمجھ کر اس کا نظام مرتب کر لیں تب البتہ حسب مراد نتیجہ نکل سکتا ہے۔

دور جدید میں صنعتی نظام آئندہ کی سوشل ترقی کی تحریک کا موجب اور آلہ کار ثابت ہو گا امریکہ کی تجارت ابتدائی زمانہ کے رہبروں کی مانند مالی خسارہ کی آخر حد کو پہونچ گئی ہے آئندہ تجارتی ترقی کا انحصار حسب ذیل امور پر ہو گا۔

مال کی تیاری کے طریقوں میں اصلاح کرنا اور لاگت کے پڑتے میں کمی کا ہونا ضروریات زندگی کی قیمت میں امکانی کمی کرنا۔

کام کرنے کے اوقات میں کمی اور کاریگروں کے آرام کے وقت میں اضافہ کرنا

تجارت کی کشادہ بازاری اور بار بار کی بیکاری کو رفع کرنا

صنعتی جنگ کے میدان کو مختصر کرنا اور دارالمشورہ کی توسیع کرنا

مزدوری کی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کرنا۔

معقول مزدوری دینا اور مزدوروں و خریداروں دونوں کے آرام اور فلاح کا خیال رکھنا۔

مرقومہ بالا اصولوں پر ان لوگوں کو کام کرنا ہو گا جو آئندہ ۱۰ یا ۲۰ سال میں اپنی تجارت کو کامیابی سے چلانے کے خواہاں ہیں اور ان ہی پر عمل کرنے سے معقول سوشل ترقی بھی ہو جائے گی۔

گراں قیمت میں کمی کرو۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ مسٹر فلین کے سٹور میں تین ہزار آدمی ملازم ہیں لیکن اس کا

انتظام جمہوری طریقہ پر ہی چنانچہ اس کا کوئی ملازم اُس وقت تک ملازمت سے برخاست نہیں ہو سکتا ہی جب تک کہ ملازمان کی انجمن اس کے مقابلہ پر برخاستگی کا حکم نہ صادر کرے اور اس انجمن کا فیصلہ ناطق سمجھا جاتا ہی علاوہ بریں ملازمان کے نمائندے بورڈ انتظامیہ کے بھی ممبر ہیں جو اسٹور کے سرمایہ کا مالک ہی

مسٹر فلین ارتقاء تمدن کی منطق کو حسب ذیل سلسلے سے بیان کرتے ہیں۔

کہ تمدن کی ترقی اور کامیابی کا انحصار صحیح غور وفکر پر منحصر ہی۔ صحیح غور وفکر صحیح تعلیم سے پیدا ہوتا ہی۔ اشیا کی گرانی کے باعث صحیح قسم کی تعلیم ہم میں سے اکثر حضرات کے اختیار سے باہر ہی۔ گرانی صرف اس صورت میں رفع ہو سکتی ہی کہ ہم مال کی تیاری اور اس کی تجارت میں اقتصادی نقصانات سے بچنے کی کوشش کریں اور ہم صرف اس صورت میں اقتصادی نقصانات سے بچ سکتے ہیں کہ ہم زیادہ سے زیادہ مقدار میں مال تیار کریں اور کم سے کم نفع لیکر اس کو فروخت کریں۔

میرے سوال کے جواب میں فلین نے فرمایا کہ میں مسٹر فورڈ کے اس اصول کا مخالف ہوں کہ بڑی مقدار میں مال تیار کیا جائے کیونکہ زیادہ اُجرت دینے اور بہت زیادہ نفع حاصل کرنے سے اقتصادی نقصان بھی بہت زیادہ برداشت کرنا پڑتا ہی اور یہ ایسا اصول ہی کہ جس کی غلط پیروی بہت سے بڑے کارخانے کریں گے۔

مہلک علیحدگی مسٹر فورڈ نے بڑی مقدار میں موٹر تیار کیے اور فروخت کر دیئے اس کی بدولت گو یا اُنھوں نے انسانی قدم کو سو گنا طویل کر دیا ہی کیونکہ فورڈ کار کے استعمال سے اب دیہات کے لڑکے صدہا مدرسوں میں بآسانی جا سکتے ہیں۔ فورڈ کار کی ایجاد سے پیشتر ایک شخص ۵ میل کی مسافت طے کر سکتا تھا اب وہ کم از کم ۵۰ میل جا سکتا ہی۔ فورڈ کار پر سفر کر کے دیہاتی باسانی شہروں میں جا سکتے ہیں۔

لیکن حصول مقصد کے لیئے صرف صحیح اصول کافی نہیں ہوتے۔ دو سو سال پیشتر یہ زریں اصول بتایا گیا تھا کہ صحیح اصولوں پر عملدرآمد کرنے کے لیئے زیادہ تعلیم اور صحیح غور وفکر کی ضرورت ہی اور خاص خاص خرابیوں کے دفعیہ کا اب بھی یہی واحد علاج ہی۔

زمانہ حال کے وسائل سفر اور مراسلت نے دُنیا کے دونوں سروں کو ملا دیا ہی۔ اس لیئے اب کسی مسئلہ پر غور کرنے کے لیئے ضروری ہی کہ ساری دُنیا کے حالات کو ہم پیش نظر رکھیں۔ اور جیسی صفائی کے ساتھ ہم غور کریں گے ویسی ہی آسانی سے وہ مشکلات رفع ہو جائیں گی جو ہماری ترقی میں سدراہ ہوتی ہیں۔

جون ۱۹۲۳ء

سود

ہم سب کو اچھی طرح معلوم ہی کہ بالآخر کسی ایک ملک کی مرفہ الحالی اور امن و امان ساری دنیا کے جملہ ممالک کے امن اور خوشحالی پر منحصر ہی دنیا کے سارے ممالک کے تعلقات اب ایسے قریب ہو گئے ہیں کہ ساری دنیا ایک شہر بن گئی ہی اس لیئے اپنے ملک کی فلاح کی تدابیر سوچنے کے وقت ساری دنیا کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

جو مشینری کہ اس وقت موجود ہی اُس سے کام لیکر ساری دنیا میں امن قایم رکھنے کی کوشش میں ہم کو بھی ضرور شرکت کرنی چاہیئے اگر ہمارا ملک امریکہ دیگر ممالک کی طرح اُس ملک کو جو اپنا معاملہ بین الاقوامی انجمن میں پیش کرنے کی بجائے خود جنگ کرنے پر آمادہ ہو سامان جنگ اور رسد وغیرہ دینے سے انکار کردے تو عملاً جنگ کرنا ناممکن ہو جائے گا اور ہم اس طریقے سے دنیا میں امن اور مرفہ الحالی میں اضافہ کرکے دنیا کی تاریخ میں معقول اضافہ کرنے کے موجب ہونگے

اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ ہم اپنی ساری فوج برخاست کردیں کیونکہ جنگجو زمانہ میں اپنے ملک کی حفاظت کا کچھ نہ کچھ بندوبست کرنا ضروری ہی فوجی قوت توڑنے سے قبل دماغی جنگجو سے پرہیز کرنا چاہیئے اور یہ بات صحیح تعلیم اور بین الاقوامی اتحاد عمل سے حاصل ہو سکے گی۔

اس زمانہ میں جنگ کی روک تھام اقتصادی دباؤ سے ہو سکتی ہی اور میں اُمید کرتا ہوں کہ امریکہ بھی بہت جلد دیگر ممالک سے جنگ کی روک تھام میں اشتراک عمل کرکے اپنے اقتصادی اثر سے کام لیگا۔

میں نے مسٹر فلین سے عرض کیا کہ اب آپ ان اصولوں کو ساری دنیا اور ملکوں سے علٰحدہ کرکے افراد کے متعلق بیان کیجیئے کہ بحیثیت افراد ہماری کیا حالت ہی۔

مسٹر فلین نے فرمایا کہ ہمارا دماغی نظام عمل غیر ترقی یافتہ ہی ہم کو یہ سیکھنے کی ضرورت ہی کہ صحیح رائے کسی طور پر قایم ہوتی ہی۔ عداوت۔ تعصب اور نفرت کیونکر دور ہو سکتی ہی خوف و دہشت کس طرح رفع کی جا سکتی ہی۔ ہم ایماندار کیونکر بن سکتے ہیں۔ رواداری کس طرح سیکھیں اور خود غرضی کو کس طرح دور کریں۔

ذاتی مفاد حاصل کرنے کی بجائے ہم کو بنیادی اصول سیکھنے کی ضرورت ہی اور پھر اپنے میں اس قدر اخلاقی جرات پیدا کرنی چاہیئے کہ اپنے ضمیر کے موافق ہم سوچیں اور عمل کریں ہم میں سے اکثر حضرات کو ناکامی کا خیال دامنگیر رہتا ہی اگر ہم سے کوئی فاش غلطی ہو جاتی ہی اور دوسرا شخص کامیاب ہوتا ہی تو ہم یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس معاملہ میں ہم کو سخت زک نصیب ہوئی کسی غلطی اور کامیابی دونوں کا

نہ ہونا بہت نا زیبا کارروائی میں داخل ہے۔

یہ بات ہمارے احاطہ قیاس سے باہر رہتی ہے کہ ہماری غلطی ہماری آئندہ کامیابی کی دلیل ہے اور اس کی وجہ دماغی تربیت کا فقدان ہے۔ دماغی تربیت کا جزو اعظم غلطی کی اصلاح کرنا ہے۔

اگر ہم کو دھندلا نظر آنے لگتا ہے تو ہم عینک لگاتے ہیں اگر ہماری کمر میں درد ہوتا ہے تو ہم مالش کرتے ہیں۔ یا ڈاکٹر سے رجوع کرتے ہیں لیکن اگر اپنی کسی غلط رائے کی وجہ سے ہم کو ناکامی ہوتی ہے تو اس کا سبب تلاش کرنے کی بجائے ہم اپنی ناکامی کو اپنی بدنصیبی پر محمول کرتے ہیں۔ میری رائے میں تقدیر کے معنی اتفاق کے ہیں اور جب کوئی اتفاق کسی ایسے شخص کو پیش آتا ہے جو اس کے استقبال کے لیئے تیار رہتا ہے تو یقیناً وہ خوش نصیب ثابت ہوتا ہے۔

جبتک کہ ہمارے دماغ میں خامی باقی رہے اور ہم تربیت پانے کے لائق رہیں اُس وقت تک ہم کو کامیابی اور ناکامی دونوں سے دماغی تعلیم و تربیت یکساں طور پر حاصل کرنی چاہیئے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ جب ہماری کامیابی میں کوئی امر سدراہ ہوتا ہے تو اپنی غلطی کی اصلاح تو ہم کرتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارا مستقبل اور زیادہ دقت طلب ہو جاتا ہے۔

ناکامی کی اصلاح انسان کی اُس قابلیت پر منحصر ہے جو ناکامی کے دوبارہ رونما ہونے کی تدابیر اور کوشش میں صرف کی جائے۔ کامیابی اور ناکامی کے فرق کا نام دماغی تربیت ہے اکثر آدمی کامیابی سے اس لیئے محروم رہتے ہیں کہ وہ کرامات کے قائل ہوتے ہیں حالانکہ معمولی اشخاص کی زندگی میں کوئی کرامت نہیں ہوتی اُس کی کامیابی یا ناکامی کا موجب اُس کی رائے کی خوبی یا خرابی ہوتی ہے۔

کامیابی کا انحصار اصابت رائے پر بھی نہیں اس کا انحصار تجربات کرنے کی جرات اور اپنی غلطیوں سے سبق حاصل کرنے کی قابلیت پر ہے۔

میں اپنے ہی کام میں اپنی کسی پالیسی کو مختتم نہیں قرار دیتا ہوں۔ میں ہمیشہ اس بات کی توقع میں رہتا ہوں کہ کوئی نہ کوئی ایسا نیا واقعہ پیش آجائے گا جس سے مجھ کو اپنا اصول تبدیل کرکے عملی اشکال میں بعید انقلاب پیدا کرنا پڑے گا۔

اس پر میں نے مسٹر فلین سے کہا کہ آپ جیسے محتاط اور صائب الرائے سے تو پھر کسی غلطی کے ارتکاب کی اُمید نہ کرنی چاہیئے۔

مسٹر فلین۔ جی نہیں۔ میں اب بھی بہت سی غلطیاں کرتا ہوں لیکن صرف فرق اس قدر ہے کہ اگر

قدم ڈگمگانے سے میں پہلے پیچھے کی طرف گرتا تھا تو اب آگے کی جانب گرتا ہوں اور اس گرنے میں دو قدم کا تفاوت واقع ہوجاتا ہے۔ میری رائے میں حقیقی کامیابی کے لیئے تین باتیں ضروری ہیں:۔

(۱) اصابت رائے۔ (۲) سخت محنت (۳) عمدہ صحت

ان تینوں باتوں میں سے اگر ایک میں کمی ہے تو اس کی تلافی دوسرے کی زیادتی سے نہ ہوسکے گی مثلاً ایک شخص نے بہت سی دولت جمع کرلی ہے لیکن اس کی صحت خراب ہے اور اس وجہ سے وہ اپنی کثیر دولت سے کسی قسم کا حظ نہیں اٹھا سکتا ہے اب یہ اس کی سخت غلطی ہے کہ اس کو وہ اپنی بدنصیبی پر محمول کرے حالانکہ اس کا سبب یہ ہوا کہ اس نے دولت جمع کرنے کے ساتھ ہی اپنی صحت کو درست کرنے کی طرف کچھ توجہ نہیں کی۔

میں نے مسٹر فلین سے دریافت کیا کہ اگر تجارت میں کامیابی کا معیار دولت جمع کرنا یا زیادہ مقدار میں مال کا فروخت کرنا نہیں تو اور کیا معیار ہے؟

مسٹر فلین۔ انجیل مقدس ہم کو حکم دیتی ہے کہ اپنے ہمسایہ سے محبت کرو، اس کے معنی صرف اس شخص سے محبت کرنے کے نہیں ہیں جو ہماری دیوار کے زیر سایہ رہتا ہے بلکہ اس سے یہ مطلب ہے کہ اپنے ابنائے جنس سے محبت کرنی چاہیئے۔ اگر میں زیادہ تعداد میں مال فروخت کرتا ہوں تو اس کا باعث اور دثیقہ وہ امداد ہے جو میرے گاہک۔ میرا شہر اور میرا ملک بلکہ دنیا کے دیگر ممالک مجھ کو دیتے ہیں اس لیئے اس کے معاوضہ میں ان سب کا شکریہ بھی میرے ذمہ واجب ہے۔

اگر میں کسی شخص کی تواضع سگار نوشی کی نہ کروں تو مجھ کو بھی یہ اُمید نہ کرنی چاہیئے کہ وہ ہمیشہ مجھ کو مفت سگار پلایا کرے گا اس لیئے میری رائے میں کامیاب وہ شخص ہے جو ہمیشہ اس کوشش اور فکر میں رہتا ہے کہ تمدن عالم میں اضافہ کرنے کی کچھ نہ کچھ تدبیر کرنی چاہیئے چونکہ مجھ کو جو کچھ کامیابی حاصل ہوئی ہے وہ دیگر اشخاص کی اعانت سے ہوئی ہے۔

مسٹر فلین نے فی الحقیقت یورپ کے لیئے جو کچھ کیا ہے اس کی مفصل کیفیت معلوم ہونا تو امکان سے باہر ہے کیونکہ وہ شہرت کے طالب نہیں ہیں اور نہایت خموشی کے ساتھ مشکلات کو رفع کرنے کی تدابیر کرتے رہتے ہیں اور اُن کی خدمات کی قدردانی کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ یورپ کے مختلف ممالک نے ان خدمات کے صلہ میں ان کو بے شمار تحفے عطا کیئے ہیں۔

۶۵ برس ہوئے کہ مسٹر فلین بمقام سلیم پیدا ہوئے تھے آپ کے باپ اس شہر میں اسٹور کیپر تھے اور پھر نیویارک میں جاکر کاریگر بن گئے ۲ در پھر آپ نے اپنے ذاتی دو اسٹور اور قایم کیئے۔

مسٹر فلین اس وقت ہاورڈ یونیورسٹی میں داخل ہونے والے تھے کہ ان کے والد صاحب بیمار ہوئے اور پھر رحلت کر گئے اس لیے مسٹر فلین کو مجبوراً کالج کی تعلیم کو خیرباد کہکر اسٹور کا انتظام کرنا پڑا

چند سال بعد مسٹر فلین کے بڑے بھائی نے بوسٹن میں ایک اسٹور کھولا اور ۱۹۰۰ء میں دونوں بھائیوں نے اس میں بہت کچھ اضافہ کر لیا ۱۸ سال بعد مسٹر فلین فلین سنز کمپنی کے پریسیڈنٹ ہوگئے۔

مسٹر فلین کا ابتدائی زمانہ یہ ہے کہ اپنے بوسٹن میں وسائل آمدورفت میں سہولتیں پیدا کیں اور سارے شہر کے لیے بہت ارزاں نرخ پر گیس مہیا کرنے کا بندوبست کیا۔ اس کے بعد آپ نے بوسٹن سٹی کلب قایم کیا جس میں بلا تفریق ہر شخص ممبر ہوسکتا تھا اور جس کے ممبروں کی تعداد ۸۰۰۰ تھی۔ اس کے بعد آپ نے بوسٹن میں ایوان تجارت قایم کیا اور پھر ایوان تجارت امریکہ کے قایم ہونے کے لیے خاص کوشش اور تدابیر کیں جس کے آپ ڈائرکٹر بھی ہوگئے۔

مسٹر فلین نے جرمنی کے نمونہ پر Credit Union کریڈٹ یونین قایم کی تاکہ لوگوں میں کفایت شعاری کا شوق پیدا ہو۔ اب امریکہ کی ۱۶ ریاستوں میں کریڈٹ یونین قایم ہیں جن کے متعلق ۹۰ اسٹور ہیں اور ان کا سرمایہ ۱۰ لاکھ ڈالر ہے اس کے علاوہ آپ نے بیسویں صدی فنڈ قایم کیا ہے جو امریکہ کے ہر ایک شہر میں کریڈٹ یونین قایم کرنے کے لیے ہر سال ۵ ہزار ڈالر صرف کرتا ہے۔

ایک زمانہ میں مسٹر فلین بین الاقوامی ایوان تجارت کے وایس پریسیڈنٹ تھے اس انجمن نے اپنی حسن تدبیر سے ایک نظام تجارت قایم کیا ہے جس کو سب نے بخوشی منظور کر لیا ہے اور جو Dawes plan کے نام سے موسوم ہے۔

اس کے علاوہ مسٹر فلین امریکہ کی کئی زبردست علمی۔ سیاسی۔ تمدنی اور اخلاقی انجمنوں کے سرگرم ممبر ہیں۔

مترجمہ

منشی شان الہی صاحب زبیری علیگڑھ

اس کو پڑھ لیجیے۔ جن حضرات نے اپنا ذاتی چندہ عطا فرما دیا ہے وہ دلی شکریہ قبول فرمائیں اور جن حضرات کے ذمے باقی ہے وہ بذریعہ منی آرڈر مرحمت فرمائیں ورنہ بجبوری جولائی نمبر بصیغہ وی پی روانہ کیا جائے گا اور اس کی وصولی اخلاقاً فرض ہوگی۔ منیجر

اسلامی ممالک میں روپیہ کا کاروبار

ہمارے ایک معزز دوست آغا اعجاز احمد صاحب امروہوی نے ایران اور روس کے مسلمانوں کی اقتصادی حالت کے متعلق دوران ملاقات میں جو کیفیت بیان کی وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے بغور پڑھنے اور اس سے سبق سیکھنے کے قابل ہے آغا صاحب موصوف نے مدتوں سطِ ایشیا اور ایران میں سفر کیا ہے اور وہ وہاں کے حالات سے پوری واقفیت رکھتے ہیں۔ وہ حالات یہ ہیں :-

(۱) ایران میں مسئلہ سود عرصہ ہوا حل ہو چکا۔ جس طرح سے کہ اہل انگلستان نے ربوٰا اور تجارتی سود میں مابہ الامتیاز قایم کر کے انٹرسٹ کو یوزری سے علحدہ کر لیا ہے۔ اسی طرح سے ایران کے مسلمانوں نے تجارتی سود کا نام نزول قرار دیا ہے اور وہ نہ صرف یہ کہ اُسے جائز سمجھتے ہیں بلکہ روپیہ کا کاروبار اس قدر وسیع پیمانہ پر کرتے ہیں کہ ملک کے بڑے بڑے بینک اُن کے ہاتھوں میں ہیں۔ وہاں مسلمان ہی ہنڈی کا کام کرتے ہیں جس کے جواز کے متعلق ایک سو سال کا عرصہ ہوا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے ہندوستان میں فتویٰ دیا تھا۔ ایران میں ہنڈی کو "برات" کہتے ہیں۔

(۲) ایران میں ہر شہر میں صراف مسلمان جو روپیہ کا کاروبار رکھتے ہیں۔ زیور رکھ کر روپیہ دیتے ہیں۔ ہر شہر میں بورڈ آف کامرس یعنی "انجمن تجارت" قایم ہے جو رئیس التجار کے تحت میں کام کرتی ہے اور یہ رئیس التجار بالعموم شہر یزد کا رہنے والا ہوتا ہے۔

(۳) شہر باکو میں اخوان رضایوت ایک بہت بڑے بینکر (مہاجن) ہیں اور اُن کے بینک کی شاخیں شنگھائی (ملک چین) میں اور ننگولیا میں ہیں۔

(۴) حاجی زین العابدین تقیوف آذربائیجان میں اتنے بڑے تاجر ہیں کہ وہ اپنے صرف سے دس ہزار طلبا کو تعلیم دیتے ہیں۔

(۵) اسی طرح حاجی موسیٰ نقیوف شہر باکو کے ایک بڑے تاجر ہیں جنھوں نے پانچ لاکھ کی لاگت سے ایک اسپتال بنایا ہے اور پچیس لاکھ روپیہ تعلیم کے لیئے دیدیا۔

(۶) شہر یزد کے مسلمان تجارت میں سب پر فوقیت رکھتے ہیں۔ وہ لوگ نہایت دیندار ہیں اور اُن میں سے ہر شخص نمازی ہے۔ جس کی وجہ سے شہر یزد، دار الایمان کے نام سے مشہور ہے وہاں ہر صراف حاجی ہوتا ہے کیونکہ بغیر حج کے صراف کی ساکھ قایم نہیں ہوتی۔ اس لیئے ایران میں

حاجی کے معنی لکھپتی کے ہیں

برخلاف اس کے ہندوستان میں حاجی، کا جو مفہوم ہے اُسے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ افسوس کہ یہاں بے زری کی وجہ سے امرا سے لیکر غربا تک مسلمان دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کے غلام ہیں اور افلاس کی وجہ سے وہ اب شدھی کے شکار بن رہے ہیں۔ اور باوجود اس کے وہ "روپیہ کے کاروبار" سے جو تمام تجارت، صنعت و حرفت، کی روح ہے محترز ہیں۔

(ایڈیٹر)

زراعت

(سلسلہ کے لیئے سودمند ماہ مارچ ۱۹۲۶ء ملاحظہ ہو)

(مولوی محمد عبدالقیوم صاحب پروفیسر زراعتی کالج کانپور)

مثلاً پہلا خیال کہ سرکاری فارموں یا دیگر ممالک کے بڑے فارموں کی طرح یہاں کے عام کاشتکار فارم نہیں کھول سکتے۔ اس میں بہت زیادہ روپیہ لگانے کی ضرورت ہے۔ کاشتکاروں کے واسطے تو یہ ضرور ٹھیک ہے۔ لیکن بڑے زمیندار یہ سوال پیدا نہیں کرسکتے اور اب چند زمینداروں نے اس کام کو شروع بھی کیا ہے اور جو واقعی دلچسپی سے کام لے رہے ہیں اُس سے فائدہ بھی اُٹھا رہے ہیں۔ جو زمیندار اس سے نقصان اُٹھا رہے ہیں وہ اُن کا اپنا ہی کام ہے طریقہ کاشت کی خرابی نہیں ہے اس کی خاص وجہ محض اول تو اُس کی باریکیاں نہ جاننا اور دوسرے کارکنان پر ہی کل کام کو چھوڑ دینا ہے۔ ہندی مثل مشہور ہے۔

پوری کھیتی اُس کی جو ہر گہا (کھیتی سے پورا فائدہ وہ ہی اُٹھا سکتا ہے جو کام کرنے والوں کے ساتھ ایک ہل خود بھی چلائے)

آدھی کھیتی اُس کی جو سنگھ رہا جو کاشتکار محض ساتھ رہتا ہے اور کام میں خود حصہ نہیں لیتا وہ اپنی آمدنی کا آدھا حصہ کھو بیٹھتا ہے۔

ڈوبی کھیتی اُس کی جو پوچھے آج ہر کہاں۔ جس کو اپنی کاشت سے محض اس قدر دلچسپی ہے کہ اپنے کارکنان سے اس قدر پوچھ لیتا ہے کہ آج ہل کہاں چل رہے ہیں۔ وہ اپنا سراسر نقصان ہی کرتا ہے اُس کو منافع کی کوئی اُمید نہیں رکھنا چاہیئے لہٰذا بڑے کاشتکاروں اور زمینداروں کا پہلا فرض تو یہ ہے کہ کاشت کی تمام باریکیوں سے واقف ہوں اور یہ محض تعلیم اور کل کام اپنے ہاتھ سے کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔

زراعت کی تعلیم کے واسطے ایک اسکول بلند شہر میں اور ایک کالج کانپور میں ہے جن میں اُن طلبا کے واسطے انتظام ہے جو اردو مڈل یا قریب قریب تعلیم پائے ہوئے ہیں۔ کانپور کالج میں ایک درجہ اُن طلبا کے واسطے بھی ہے جو اسکول لیونگ پاس کر چکے ہیں۔ اس درجہ میں سائنس کے اصول زیادہ تشریح کے ساتھ بتائے جاتے ہیں اور سلسلۂ تعلیم چار سال رہتا ہے۔ اور ایک بہت بڑی کمی جو اس سلسلہ میں ہے اُس کو بھی بتا دوں۔۔

کان پور اور بلند شہر دونوں درسگاہوں میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ کس جانب بہت زیادہ توجہ پبلک کر رہی ہی کیونکہ اس قدر درخواستیں آتی ہیں کہ اکثر ۲۵ فی صدی کا بھی داخلہ ممکن نہیں ہوتا۔ لیکن جب اصل دلچسپی کی طرف غور کیا جاتا ہی تو محض طبل بلند بانگ ہی ۹۹ فی صدی محض اس غرض سے شریک ہونا چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ کی نوکری مل جائے اور اگر گورنمنٹ کی نہیں تو کہیں اور ہی سہی بہرحال ہو نوکری یہ کیفیت معمولی کاشتکاروں یا چھوٹے زمینداروں کی ہی نہیں ہی بلکہ بڑے بڑے زمیندار جن کی مالگذاری کا حساب دس بیس ہزار روپیہ سالانہ سے بھی زیادہ ہی۔

میں یقین دلاتا ہوں کہ جو طالب علم یہاں سے کامیاب ہوکر باوجود زمیندار ہونے اور کافی زمین اپنی کاشت میں لاسکنے کے بھی بجائے کاشت کے ملازمت نہیں بلکہ غلامی کے چکر میں ہیں ہندوستان کے نہایت بدقسمت گروہ میں سے ہیں۔

اگر یہ لوگ اپنی سو بیگہ کی کاشت کرتے تو میں اعداد سے دکھا سکتا ہوں کہ وہ علاوہ اپنی آزادی اور دلچسپی کی اُس تنخواہ سے زیادہ کما لیتے جس کے واسطے وہ در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔

بہت سی مثالیں ایسی ہیں کہ محض اس امید پر کہ کہیں نوکری ملجائے اپنی سیر تک ہی نہیں جاتے اور نہ کچھ ترقی کرتے ہیں کیونکہ نوکری کی اُمید لگی ہی اور خیال ہی کہ اگر نوکری مل گئی تو یہ اسباب ترقی بیکار ہو جائینگے۔

اب میں پہلے وہ تدابیر بتاتا ہوں جس میں چھوٹے سے چھوٹا کاشتکار بلا کسی فاضل خرچ کے حصہ لیکر زراعت اور ملک کی ترقی میں پورا حصہ لے سکتا ہی۔

سب سے پیشتر بدترین حالت لیجئے یعنی ایسا کاشتکار جس کے پاس محض سال دو سال کے پٹہ پر زمین ہی۔ اور وہ اس خیال سے کوئی ترقی نہیں کرنا چاہتا کہ وہ اس سے فائدہ نہ اُٹھا سکیگا (باقی آئندہ)

عملی جمع وتفریق (اندھوں کی جمع و باقی)

خاکسار نے ایک عرصہ کی کوشش وتجربہ کے بعد ایک سیدھا سادہ آلہ تیار کیا ہی جس کی مدد سے مادرزاد اندھے تھوڑی مشق کے بعد بڑے بڑے جمع و تفریق کے سوالات پٹھیاروں کی طرح نکال سکتے ہیں۔ منٹوں میں بڑی بڑی میزانیں لگا سکتے ہیں۔ ابھی اس کے فروعی متعلقات میں خفیف سی ترمیم کی ضرورت ہی انشاءاللہ جلد درست کرکے پبلک کے

خلاصہ خطوط

ناظرین اس تحریر کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ تجارت جیسے مفید کام میں بھی قابو سے زیادہ کام کے فائدہ کی ہوس کرنے کا انجام کیا ہوتا ہی لیکن تاجر کا استقلال اور اس کی جاں فشانی اس مصیبت کی آسان کر دیتی ہی۔　　　ایڈیٹر

جناب منیجر صاحب السلام علیکم

چار پوسٹل آرڈر فی ایک ایک شلنگ کے روانہ خدمت ہیں مہربانی فرما کر رسالہ سود مند میرے نام جاری کر دیا جائے۔ پتہ پر انگریزی کا ہونا اور بکس کا نمبر ہونا ضروری ہی۔ مہربانی کر کے ایک جلد رسالہ مجموعہ سود معہ فتاوی اور ایک جلد مسلمانوں کی مالی اصلاح ارسال کر دی جاوے۔

ایک اور عرض کرتا ہوں اُمید کہ آپ غور فرما کر جواب سے مشکور فرمائینگے افسوس کہ مجھے اتنی تعلیم نہیں جو آپ کو عمدہ طرز پر عرض کرسکوں خیر جو کچھ ہی اس کے مطابق عرض کرتا ہوں آپ چونکہ مسلمانوں کی ہر طرح مدد کرنے والے معلوم ہوتے ہیں۔ اور آپ کے رسالہ سے مجھے کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہی اس لیے آپ میری تحریر سے کچھ بُرا خیال نہ کرنا اور ساتھ ہی عرض ہی جو کچھ بھی عرض کرتا ہوں یہ میری حالت ہی یعنی آپ کو اپنا پورا حال تحریر کرتا ہوں اور اصلی اور سچا واقعہ عرض کرتا ہوں۔

میرا والد ملک افریقہ میں ۲۵ سال رہا اور میں جب ۱۴ سال کا تھا تو اپنے والد کے پاس گیا جب میرے والد کو معلوم ہوا کہ اب یہ کام سنبھال لے گا تو وہ انڈیا چلے گئے اور اُس وقت میں ہماری چھ دوکانیں ملک افریقہ میں وہ چھوڑ کر انڈیا روانہ ہوئے اور قریب پانچ لاکھ روپیہ کا مال تھا ان سوائے جائداد کے میرے چارج میں دے گئے اُن کے جانے کے دو سال بعد میں نے بڑے بڑے کام کیئے اور دوکانیں قریب ۱۲ کر دیں اور زیادہ تر ہمارا کام چمڑے کا تھا میرے نہایت تجربہ کار آدمی تھے جوں جوں میں نے کام زیادہ کیا انھوں نے بار بار یہی بات کی گو تمہارے کو فائدہ زیادہ ہی لیکن تم بڑے کاموں سے بالکل باز آجاؤ اگر تم میری نہ مانوگے تو یاد رکھنا تم لیسے گروگے نہ تمہارا اُمنہ اور نہ دانت رہے گا۔ خیر وہ مکہ شریف چلے گئے حج کے لیئے جو کہ وہاں ہی ایک سال رہ کر فوت ہوگئے چمڑہ ہم نے بہت زیادہ ولایت روانہ کیا تھا اور مارکیٹ گرگئی ہم کو قریب ۱۳ لاکھ روپیہ نقصان ہوا مطلب یہ کہ میری حالت ایسی

نازک ہوگئی کہ میرے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ رہا اور نوکر تمام بگاڑ گئے یہاں تک کہ والد صاحب نے اپنے ہاتھ سے جنگل میں لکڑیاں کاٹ کر کوئلہ تیار کیا اور اس ملک کے جنگلیوں کے ہاتھ فروخت کر کے کچھ بنایا۔ اب نہایت عمدہ کام چل رہا ہے اور میں یوگنڈہ میں ہوں اور میرے کو کم از کم دو ہزار شلنگ ماہوار کا فائدہ ہے جو کہ انڈیا کا کم از کم ۱۳ صد روپیہ ہوتا ہے۔

تابعدار گل محمد از کمپالہ بکس نمبر ۳۰۲

جناب منیجر صاحب رسالہ سود مند بدایوں سلامت۔   تسلیم بصد تعظیم

کل $\frac{4}{27}$ 25 کو جناب کا ارسال کردہ رسالہ سود مند مارچ ۱۹۲۷ء جو کہ اسم بامسمیٰ رسالہ ہے ملا۔ میں امید کرتا ہوں کہ جناب مجھے سود مند ماہ اپریل فوراً ارسال کرینگے عین نوازش ہوگی۔ رسالہ کے دلفریب مفید ترین مضامین نے لکھنے پر مجبور کیا ہے۔ مہربانی کر کے جلد تر رسالہ ماہ اپریل ۱۹۲۷ء ارسال فرمایئے۔   راقم خاور الحق ہیڈ ماسٹر لوئر مڈل سکول چک $\frac{96}{12}$

ڈاکخانہ کسووال ضلع و تحصیل منٹگمری

جناب ایڈیٹر صاحب سود مند السلام علیکم

آپکا رسالہ سود مند واقعی برادران وطن کا ہمدرد ہے خدا اس کو سلامت رکھے۔ قیامت تک۔ اگر جناب کا وجود سلامت رہا تو ہندوستان کی حالت عمدہ ہوجائے گی۔

انصار حسن۔ عبدالکریم از آسٹریلیا۔

شکریہ معاونین کی تیسری قسط

نمبر ۱۔ عالیجناب محمد فیاض الدین صاحب تاجر کلکتہ   نمبر ۲۔ عالیجناب محمد عبدالغفور صاحب ڈویژنل انجینیر نہر گنگ علی گڈھ

نمبر ۳۔ عالیجناب مولوی سراج احمد صاحب ایم اے۔ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر جلپور۔

نمبر ۴۔ عالیجناب بابو اقدس حسین صاحب اسسٹنٹ ماسٹر پانی پت ضلع کرنال

نمبر ۵۔ عالیجناب محمد امین صاحب انڈین مسلم اسکول رنگون۔

حضرات موصوف میں معاون نمبر ۱ علاوہ ڈبل چندہ مرحمت فرمانے کے اپنی جیب خاص سے دوسرے خریداروں کا چندہ بھی ادا فرماتے ہیں۔ حضرات نمبر ۲ و ۳۔ تعداد چندہ معینہ کے علاوہ چندہ سے زیادہ رقم بطور اعانت عطا فرماتے ہیں۔ بقیہ حضرات توسیع اشاعت کی ترقی بذریعہ کوششوں سے ممنون فرماتے ہیں

سود در سود کی قوت

بالعموم لوگوں کو اس کا اندازہ ہی نہیں کہ اگر وہ اپنی آمدنی کا ایک حصّہ پس انداز کر کے کسی ایسے کام میں لگائیں جس میں سالانہ سود اضافہ ہو کر اصل میں شامل ہوتا رہے تو وہ تھوڑے عرصہ میں کس قدر زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ ذیل کے نقشے سے معلوم ہوگا کہ اگر کوئی شخص اپنی ماہوار آمدنی کا دسواں حصہ کسی ایسے بنک یا کام میں لگائے جو مندرجہ ذیل طریقے سے بڑھتا رہے تو وہ دس سال میں بحساب چار فیصدی سالانہ کس قدر ہو جائیگا۔

ماہوار آمدنی	دسواں حصہ جو جمع کیا جاوے	رقم جو دس سال بعد مع سود کے ہوگی۔
۲۵ روپیہ	۲½ روپیہ	۳۶۸ روپیہ
۳۰ "	۳ "	۴۴۲ "
۴۰ "	۴ "	۵۸۹ "
۴۵ "	۴½ "	۶۶۳ "
۵۰ "	۵ "	۷۳۷ "
۶۰ "	۶ "	۸۸۵ "
۷۵ "	۷½ "	۱۱۰۶ "
۱۰۰ "	۱۰ "	۱۴۷۵ "

مندرجۂ بالا نقشے میں صرف ۴ فیصدی سالانہ کا حساب لگایا ہے حالانکہ ہندوستان میں کم سے کم پانچ فیصدی سالانہ بالعموم ملتا ہے اور جو لوگ داد و ستد کرتے ہیں تو وہ بارہ روپیہ سیکڑہ سے لیکر ۲۴ روپیہ سیکڑہ تک کماتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ مسلمانوں میں کتنے ایسے لوگ ہیں جو اپنی آمدنی کے ایک جزو کو کسی ایسے کام میں لگا کر دس سال کے لیے اُسے بھول جائیں۔ انھیں تو بڑی اور بالائی کے لیے روز مرہ قرض لینے کی ضرورت رہتی ہے۔ چنانچہ حال میں ایک پریوی کونسل کا ایک مقدمہ چھپا ہے جس میں ایک شخص نے تین سو روپیہ قرض لیا تھا جس کی تین لاکھ روپیہ کی ڈگری ہوئی۔

(ایڈیٹر)

جدید تنظیم پنجاب

یہ لیکچر جناب ایچ کیلورٹ صاحب سابق رجسٹرار کواپریٹو سوسائیٹز پنجاب و حال ممبر زراعتی کمیشن نے طلبار دہلی یونی ورسٹی کے سامنے دیا تھا۔ صاحب موصوف نے پنجاب کے غریب کاشتکاروں کو ابھارنے میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ لاجواب ہیں۔ اور تمام اہل ملک کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

۱۹۲۳ء میں جناب کیلورٹ صاحب موصوف نے دہلی یونی ورسٹی کے طلبا کی دعوت پر ریکنسٹرکشن آف دی پنجاب" (جدید تنظیم پنجاب) کے عنوان سے ایک بڑی پر مغز اور نفع بخش تقریر ارشاد فرمائی تھی ہم بھی آج اپنے ناظرین کی آگاہی کے لیے، اس تقریر کو رسالہ کواپریشن لاہور سے نقل کرتے ہیں۔

"میں کل ایک بڑی دلچسپ کتاب حالات جاپان کے متعلق پڑھ رہا تھا۔ وہاں کے لوگ اپنی ترقی کے لیے غیر معمولی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی حیرت انگیز جد و جہد نے دل پر بڑا اثر کیا جاپانی اپنی حالت پر بڑی متانت سے غور کر رہے ہیں۔ وہ کھلے لفظوں میں اپنی کمزوریوں کا اعتراف کر رہے ہیں۔ کمال بے باکی سے اپنے نقائص کا اظہار کر رہے ہیں۔ صاف صاف تسلیم کر رہے ہیں کہ ان کا اپنا کیا ہوا ہی اپنے آگے آ رہا ہے۔ اور علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ جاپان کی غریبی کا سبب وہ آپ ہی ہیں کوئی غیر نہیں ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ہی وہ اپنی بیماریوں کا علاج کر رہے ہیں اس دوڑ دھوپ کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ اپنے بھائیوں کی بہتری اور اصلاح کی غرض سے عملی تجاویز اختیار کرنے کے لیے وہاں بیشمار انجمنیں قائم ہیں۔ ایک لحاظ سے جاپان کو ہندوستان پر فوقیت حاصل ہے اور دوسرے اعتبار سے ہندوستان جاپان سے زیادہ خوش قسمت ہے۔ فوقیت اس بارے میں ہے کہ جاپان ذات پات کے امتیازات سے پاک ہے۔ ہندوستان کی برتری اس امر میں ہے کہ اس کا حوصلہ بڑھانے اور پیٹھ ٹھونکنے کے لیے حکومت برطانیہ کا ہاتھ موجود ہے۔ ترقی کی دوڑ میں جاپان ہندوستان سے پیچھے شروع ہوا۔ یورپ کا نیاز اسے بعد میں حاصل ہوا۔ اس کی اقتصادی حالت مقابلتہً کم درخشاں ہے۔ اس کا افلاس زیادہ باعث آزار ہے۔ اس کے قدرتی دولت اتنی زیادہ نہیں ہے اور اس کا مستقبل نسبتاً زیادہ احتیاط طلب ہے۔

سچّی حب الوطنی کا معیار

البتہ ایک بات ایسی ہے جس میں ہندوستان جاپان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اور وہ بات یہ ہے کہ وہ سچ کو چھپاتا نہیں وہ واقعات کو واقعات کے رنگ میں دیکھتا ہے اپنی برائیوں کو خواہ وہ کیسی ہی مکروہ کیوں نہ ہوں۔ پردے میں ڈھانپنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اُن کو صاف صاف بیان کردیتا ہے۔ لیکن وہ پورے یقین کے ساتھ محسوس کرتا ہے کہ ناقابلِ برداشت غریبی کے دور کرنے کا واحد علاج یہی ہے کہ اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لیے پورے استقلال اور ان تھک کوششوں سے کام لیا جائے۔ جاپانی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ہندوستان جیسے مذہب پسند اور فلسفی نہیں ہیں۔ لیکن ان کا دعویٰ ہے کہ وہ عمل کے بندے ہیں اور زمانہ کی ہوا کو بہت جلد تاڑ لیتے ہیں اور اسی کے مطابق کام کرنے لگتے ہیں۔ اُن کی سب سے بڑی خوبی اُن کی پرجوش اور مخلصانہ حب الوطنی ہے اور وہ اکثر اوقات اپنی حب الوطنی کو اپنے قریبی حلقے کی اصلاح اور خدمت کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں۔ جس کتاب کا میں نے تذکرہ کیا ہے اس کے مصنف نے ساڑھے چار سال جاپان میں گزارے ہیں۔ اور ملک کا خوب مطالعہ کیا ہے۔ اس نے مجبور ہو کر اپنے جاپانی دوستوں کو آنے والے خطروں سے ڈرانے کے لیے ایک تنبیہ کی ہے۔ اس تنبیہ نے میرے دل پر بڑا اثر پیدا کیا۔ اور یہ نصیحت ہندوستان کے لیے واقعی بڑی موزوں ہے اور نہایت ہی اہم ہے۔ میں اس نصیحت کو بیان کرتا ہوں۔

جاپان اور دوسرے ملکوں کے بعض حب الوطن جس چیز کو معلوم ہوتا ہے کہ محسوس نہیں کرتے وہ یہ ہے کہ سچّی حب الوطنی ایک نہایت ہی پیاری۔ دل میں گھر کرنے والی روزمرہ کے واقعات کے ساتھ ملی ہوئی شور و شر سے بچی ہوئی چیز ہے۔ جو ہر روز اپنے جلوے دکھاتی ہے۔

میرے خیال میں یہ ایک ایسی سچائی ہے کہ جس کا وسیع پرچار نہایت ہی ضروری ہے۔ آج حقیقت ہندوستان کے زیادہ مناسب حال معلوم ہوتی ہے اور یہ ایک ایسا کھرا معیار ہے کہ جس پر ہندوستان کے بہت سے رہنماؤں کو پرکھا جاسکتا ہے۔ اگر ان لیڈروں کی دیش بھگتی اس معیار پر پوری نہیں اُترتی تو وہ حب الوطنی سچی حب الوطنی اور ایسی نہیں جس کی ہندوستان کو ضرورت ہے۔

ہندوستان کی سب سے بڑی ضرورت

بسا اوقات حب الوطنی کی تعریف اپنے ملک کی محبت کی جاتی ہے

لیکن سوال یہ ہے کہ اپنے ملک سے ہم کیا مراد لیتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ہندوستان دیہات کی سرزمین ہے۔ ۹۰ فی صدی سے زیادہ آبادی قصبات سے باہر زندگی بسر کرتی ہے۔ بدیں لحاظ اگر حب الوطنی حُبّ ملک کا دوسرا نام ہے تو ہم کو زیادہ تر تعلق دیہات اور وادیوں سے رکھنا چاہیئے۔ اور جس حب الوطنی میں دیہات سے غفلت برتی جاتی ہے اس کو حب الوطنی نہیں خیال کرنا چاہیے۔ میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ "صنعتی کمیشن" نے اپنی رپورٹ میں بیّن الفاظ میں بتا دیا ہے کہ ہندوستان کی اشد ترین ضرورت یہ ہے کہ ہر ممکن کوشش سے کام لیکر زرعی حالت کو بہترین بنایا جائے "مالی کمیشن" نے بھی اس کی تائید میں بیان کیا ہے کہ ہندوستان کی اقتصادی حالت کے معائنہ کے وقت یہ حقیقت ضرور پیش نظر آجاتی ہے کہ اس کی اہم ترین ضرورت زراعت کو ترقی کے انتہائی مقام تک پہنچانا ہے۔ بلاشبہ یہ کہانی پرانی ہے اور اس کو کئی مرتبہ دھرایا جا چکا ہے۔ لیکن اصلیت یہی ہے کہ اس کی بار بار اور متواتر تکرار لازمی ہے۔ زراعت زندگی کی بنیاد ہے۔ ہندوستان کی جدید دولت کا سب سے بڑا ذریعہ زراعت ہے اور اگر یہاں کوئی صنعت سب سے بڑھ چڑھ کر کامیاب ہو سکتی ہے تو وہ صنعت صرف زراعت ہے آیندہ بھی جس قدر صنعتیں ممکن طور پر ہندوستان میں فروغ حاصل کر سکتی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی زراعت کا مقابلہ نہیں کر سکتی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اہل ہند کی خوراک کے لیے پیداوار کی افزائش اور اپنے کارخانوں کے لیے کچے مال کی بہم رسانی کے متعلق ہمیں کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھنا چاہیئے اور اس باب میں ادنیٰ ترین غفلت اور حوصلہ شکنی گوارا نہیں کرنی چاہیئے۔ یوں تو اس کلیہ پر سب کا اتفاق ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اس کو بہت جلد بھلا دیتے ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کونسی حب الوطنی ہے جس میں زراعتی ترقی کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا وہ محب وطن کس شان کا ہے۔ جو دیہات اور کسان کی ضروریات کو نظرانداز کر دیتا ہے؟ ہم اس ولولہ خدمت وطن" کو کس لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ جس میں آبادی کے ۹۰ فیصدی حصے کو شمار میں ہی نہیں لایا جاتا؟ بتاؤ سچی حب الوطنی وہ ہے جس میں عامۃ الناس کی بھلائی اور بہتری کا خیال رکھا جائے۔ یا سچی حب الوطنی وہ ہے جس میں فقط مختصر سی جماعت کے مفاد پر جان فدا کر دی جائے؟ ہندوستان میں ان دونوں فرقہ داری کی ہوا چل رہی ہے۔ مجالس وضع قوانین۔ بلدیہ جات

اور دفاتر حکومت میں " فرقہ داری " کا زور شور رہی اور یہ شور اس حد تک بڑھا ہوا ہی کہ ہم مدرسوں ۔ کرکٹ کی ٹیموں ۔ بنکوں ۔ دکانوں اور مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کو بھی فرقہ وارانہ بنیادوں پر چلانا چاہتے ہیں ۔ کیا حب الوطنی بھی ہم کو ایسی ہی مطلوب ہی جو جماعتی رنگ اپنے اندر لیے ہوئے ہو ؟ یعنی جس کا مقصد فقط ایک خاص جماعت یا فرقہ کے سود و بہبود کو ترقی دینا ہو ۔ اگر آپ گردوپیش کی تمام تحریکوں کا جائزہ لیں گے تو آپ پر کھل جائیگا کہ بہ حیثیت مجموعی تمام ملک یا عوام کے لیے بہت ہی تھوڑا کام کیا جارہا ہی ۔ اگر ہم حب الوطنی کے بیان کردہ معیار پر اپنی تمام تحریکوں کو پرکھیں اور جانچیں تو معلوم ہوجائیگا کہ بہت ہی کم تحریکیں ایسی ہیں جن کو حب الوطنی کے تحت میں داخل کیا جاسکتا ہی ۔ لیکن اس سے آپ کو یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے کہ اس وقت جذبہ " حب الوطنی " بالکل ناپید ہی ۔ مگر جس "حب الوطنی" پر بحث کی جارہی ہی ۔ اس کے شیدا اور اُس کے کارکن پلیٹ فارموں پر نہیں ملینگے ۔ بلکہ وہ اپنے دیہات میں کام کرتے ہوئے نظر آئیں گے ۔ سچی حب الوطنی کسی ایک فرقہ یا ذات ۔ یا قوم کے فوائد کی متلاشی نہیں ہوتی وہ کسی ایک کی برتری کی خواہاں نہیں ہوتی ۔ بلکہ وہ اُن قیود کو بالائے طاق رکھتی ہوئی عامتہ الناس کے سود و بہبود کی طالب ہوتی ہی ۔

دنیا بھر کے انسانوں کی تمام کوششوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہی ۔ ایک کو کسی چیز کے بنانے کی جدوجہد یعنی "تعمیری کوشش" اور دوسری کسی شے کے مٹانے اور برباد کرنے کی جدوجہد یعنی "تخریبی کوشش" کے نام سے پکارا جاتا ہی ۔ اس زمین کی پیٹھ پر برباد کرنے والے بھی اپنا کام کررہے ہیں اور تعمیر کرنے والے بھی اپنے شغل میں مصروف ہیں ۔ یوروپ کے ایک دانا نے تباہ کرنے والوں کی قوتوں کو تاریکی اور بنانے والوں اور سنوارنے والوں کی طاقتوں کو "نور" کا خطاب دیا ہی ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ زمین اور آسمان کی حالت بدلتی رہتی ہی ۔ کبھی دن ہی کبھی رات کبھی نور کا تڑکا اور سویرا ہی ۔ اور کبھی گھٹا ٹوپ اندھیرا ۔ لیکن اکثر اوقات یہی نظر آیا ہی کہ کمزور دلوں پر اندھیرے کا اثر زیادہ ہوتا ہی ۔ مٹانے کی قوت تو بچپن سے لیکر ضعیفی تک کارفرما نظر آتی ہی لیکن بنانے کی قابلیت بہت کم لوگوں میں ہوتی ہی ۔

اس کارخانے میں شور و غوغا بہت پسند ہی برباد کرنے والا دنیا میں ہنگامے پیدا کر دیتا ہی ۔ اپنے شور سے آسمان کو سر پر اُٹھا لیتا ہی ۔ کمزوروں اور بچوں پر اس کا جادو بڑی آسانی سے چل جاتا ہی ۔ وہ

ان کے جذبات کو اکساتا ہے۔ ان کی خیالی قوت کو اُبھارتا ہے۔ ان کے حکمت سے خالی دماغوں میں اپنا مقام پیدا کر لیتا ہے اور غور و فکر سے عاری اور علم معرفت سے کوری فوج اس کے پیچھے ہو لیتی ہے۔ بلند صدا بھیڑ کی توجہ ہمیشہ اپنی طرف مبذول کرا لیتی ہے اور "بربادی" کا خاصہ بھی یہی ہے کہ وہ ہمارے جذبات کو برانگیختہ کر دیتی ہے۔ اگر ہم تعمیر کرنے والے کی طرف دیکھیں تو ہم کو یہی نظر آئیگا کہ وہ جہان والوں کی نگاہوں سے اوجھل خاموش ایک کونہ میں بیٹھا اپنا کام کر رہا ہے۔ اور کوئی پرواہ بھی نہیں کرتا کہ اس کی طرف دھیان کرے۔ وہ دھن کا پکا اور کام کا بندہ ہے اپنے مطلب سے غرض رکھتا ہے۔ وہ کام کرتا رہتا ہے اور خاموش کام کو ہر دلعزیزی بہت کم نصیب ہوا کرتی ہے۔ اور بہت کم لوگ اس کی طرف کھنچ کر آیا کرتے ہیں۔

دیکھنے والی نظر ناپید ہے اِس دور میں

بنانے والے کی کوششیں جب تک انجام کو نہ پہنچ جائیں اور اُن کی کامیابی روز روشن کی طرح نظر نہ آجائے جہان والوں کو اپنی جانب مائل نہیں کر سکتیں بنانے والے کے راستہ میں ڈھانے والا ہر قدم پر رکاوٹ پیدا کرتا ہے اور اوّل الذکر کو ہر قسم کی مخالفتوں کا مردانہ وار مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اس کو ان گنت اعتراضات اور غیر محدود تنقید کا جواب دینا پڑتا ہے۔ یہ مصیبتیں اس لیے ہیں کہ بنانے والا ہر دل عزیز نہیں ہوتا عامۃ الناس اس کے کام کی بہت ہی کم قدر کرتے ہیں۔ اس کا انعام یہی ہے کہ وہ پوری بصیرت سے اس حقیقت کے احساس میں مگن رہتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے لوگوں اور آنے والی نسلوں کے لیے بہتری اور نفع کا سامان کر رہا ہے۔ سچّی بات یہی ہے کہ سچا یہی خواہ ملک اس روش کا انسان ہوتا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ اگر وہ درست ہے تو ہم کو سمجھ لینا چاہیے کہ تعمیری کام میں کسی خاص جوش اور اثر کے ڈھونڈھنے کی امید بیکار ہے اگر اس مُلک کو ترقی اور اقبالمندی کے راستہ پر گامزن ہونا ہے۔ غریبی اور افلاس کا مقابلہ کرنا ہے۔ اور آخر کار ان کی قوتوں کو مغلوب کرنا ہے تو اس کے لیے "تعمیر" لازمی ہے لیکن تعمیری جد و جہد میں وقت بہت صرف ہوتا ہے۔ بڑا صبر دکھانا پڑتا ہے۔ بڑی مشکل یہ ہے کہ اکثر اوقات بنانے والوں کے پاس کوئی ایسی نظر فریب چیز نہیں ہوتی کہ وہ اس کی نمائش سے دیکھنے والوں کے دلوں کو لبھائیں۔ ان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے اس کے پرکھنے کے لیے مبصّروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ان کا وجود اکثر حالات میں عنقا کا حکم رکھتا ہے۔ لیکن عظیم الشان مسرّت اور نفاست اخلاق اگر نظر آسکتی ہے تو اس کا مقام فقط تعمیر ہے

"فسکل کمیشن" نے بھی یہ کہکر عام غلطی کا اظہار کیا ہی۔ کہ نفاست اخلاق اور ذہنی نشو و نما کے لیے صناعات لازمی اور ضروری ہیں۔ بات یہ ہی کہ صنعتیں دماغ کی تربیت نہیں کرتیں۔ بلکہ اس کے لیے دماغ اس تعمیری عنصر کا رہین منت ہی جو صناعات میں موجود ہی۔

یہ مستقبل بتائے گا کہ اس میں کیا فائدہ ہی

صناعات میں توجہ لگانے کو عام طور پر ذہنی خوبیوں کا تباہ کرنے والا کہا جاتا ہی اور دعویٰ کیا جاتا ہی کہ مادہ پرستی کا ولولہ اور حصول دولت کا اشتیاق دماغ کے ستھرے پن کو خراب کر دیتا ہی۔ اس بارے میں تعمیری کام اور صنعت میں جو وجہ امتیاز اور فرق ہی اس کو ذہن نشین رکھنا چاہیئے۔ صناعات کو ٹھوس بنیادوں پر چلانے کے لیے تعمیری کام کے بغیر گذارہ نہیں صنعت اس چیز کا نام ہی کہ ہمیشہ ایک ہی عمل کو کیا جائے۔ ظاہر ہی کہ یہ دونوں الگ چیزیں ہیں۔ "تعمیری کام" دماغ کو بناتا اور سنوارتا ہی اور تکرار عمل اس کو تباہ کرتا ہی اگر ہم صحیح معنوں میں کسی تعمیری کام کے طالب ہیں تو ہم کو اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس میں محنت بڑی زیادہ کرنی پڑتی ہی۔ شور و شر مطلقاً نہیں ہوتا اور ظاہری ٹیپ ٹاپ بھی نظر نہیں آتی۔ اس میں سودا دست بدست نہیں ہوتا۔ حاصل شدہ کامیابی دکھائی نہیں دیتیں۔ بلکہ آیندہ نتائج کو نگاہ میں رکھنا پڑتا ہی۔ اس کے جانچنے کا معیار وعدہ ہی گذشتہ تکمیل نہیں۔ حال کے لیے بھی کافی ہی کہ تعمیری کام کی کیفیت معلوم کر لی جاے۔ باقی رہے نتائج۔ ان کو انجام کار کے بغار "مستقبل" کی زبان سے سننے کی خواہش رکھنی چاہیئے ان تمام باتوں سے بڑھکر اس امر کی اشد ضرورت ہی۔ کہ صرف اس خیال کو لیکر کہ انجام ابھی بہت دور پڑا ہی۔ آغاز پر نفرت و حقارت کے تبروں کی بوچھاڑ نہیں کرنی چاہیئے۔

آمدم بر سر مطلب

ہندوستان کے تمام صوبوں میں پنجاب زیادہ مالدار معلوم ہوتا ہی اور ملک کے دیگر حصوں کی نسبت یہاں کا معیار زندگی بلند ہی۔ غریبی ایک ایسا لفظ ہی جو عام طور پر مشہور اور زبان زد ہی۔ لیکن اس کے ٹھیٹھ معنے بیان کرنے بڑے مشکل ہیں۔ یہی وجہ ہی کہ ہندوستان کے افلاس کی نسبت عام غلط فہمی پھیلی ہوئی ہی۔ بعض اشخاص اس طرح سے باتیں کرتے ہیں اپنی تحریروں میں۔ اپنی تقریروں میں کچھ اس قسم کے خیال ظاہر کرتے ہیں کہ گویا ہندوستان دنیا کا غریب ترین ملک ہی۔ اس سے ماہر دنیا کے کسی گوشہ میں غریبی کا نام و نشان تک نہیں ہی۔

انگلستان کا ہر فرد امیر ہے۔ اور ہندوستان ہی ایک ایسا خطہ ہے جہاں کے رہنے والے کو آرام سے زندگی بسر کرنیکا سامان حاصل نہیں ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ غریبی دنیا کے ہر گوشے میں موجود ہے۔ کہا جاسکتا ہے۔ کہ افلاس انسانوں کی عام حالت ہے۔ البتہ افلاس کا تسلط ان مقامات سے اٹھتا چلا جا رہا ہے۔ جنھوں نے اس کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلسل اور طویل جد وجہد سے کام لیا ہے۔ یورپ کا وہ مختصر سا ٹکڑہ جو بحیرۂ شمالی کے کنارہ کنارہ واقع ہے البتہ ایک ایسا خطہ ہے کہ وہاں ناداری کی طاقتوں کو شکست دی جا رہی ہے ناروے۔ ڈنمارک۔ جرمنی۔ فرانس۔ ہالینڈ۔ برطانیہ عظمیٰ اور بلجیم ایسے ملک ہیں جہاں کے رہنے والے اپنے آباؤ اجداد کی محنتوں اور ہمتوں کا پھل کھا رہے ہیں۔ جنوبی یورپ میں غریبی کا دور دورہ ہے۔ ایشیا۔ افریقہ اور جنوبی امریکہ کے اکثر حصوں کے مقابلہ میں کہا جاسکتا ہے کہ پنجاب دولتمند ہے۔ عام غلطی یہ ہے کہ کسی ایک ملک کی غربت اور ثروت کا اندازہ چند آدمیوں کی حالت پر قیاس کر کے لگایا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ معدودے چند اشخاص استثنے کے درجہ پر ہوتے ہیں۔ یہ ایسی غلطی ہے جیسا کہ اہل ہند سے مراد فقط اعلیٰ ذات کے تعلیم یافتہ اشخاص لے لیے جاتے ہیں۔

غلط خیال کی تردید

انگلستان میں بھی اکثر اوقات ایسا کیا جاتا ہے کہ ۶۰ ہزار مالدار اشخاص کو تو پیش نظر رکھ لیا جاتا ہے اور باقی ساری کی ساری آبادی کو بھلا دیا جاتا ہے۔ اس سچائی کو کافی طور پر محسوس نہیں کیا جاتا کہ اس وقت برطانیہ عظمیٰ کے بعض شہروں کے رہنے والوں کی حالت بوجہ خوراک کی قلت اور تباہ کن محتاجی کے ایسی ہے کہ ایسی بری حالت ہندوستان میں نہیں ہے۔ انگلستان میں دولت بالکل غیر مساوی طریق پر بٹی ہوئی ہے۔ عام شرح دولت صحیح معیار نہیں ہے۔ یہ امر امریکہ پر زیادہ چسپاں ہوتا ہے۔ پنجاب میں بھی دوسری زرعتی ممالک کی طرح دولت زیادہ مساوی طریق پر تقسیم ہوتی ہے۔ یہاں بہت امیر آدمی بہت تھوڑے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد بھی بہت ہی تھوڑی ہے جو کسی نہ کسی کسب یا پیشہ کے نہ مل سکنے کی وجہ سے فاقوں زندگی بسر کرتے ہیں تاہم اس میں کچھ شک نہیں کہ صوبے کے اکثر آدمی غریب ہیں اور پنجاب میں غریبی کا سوال سب سے زیادہ قابل توجہ ہے۔ جب تک کہ عام سطح معاشرت کو قدرے بلند نہیں کر دیا جائیگا۔ اس وقت تک ترقی کے ایسے راستہ پر ہم گامزن نہیں ہو سکتے جو بہتر تہذیب کے ساتھ ساتھ جا رہا ہو۔ میں نے بیان کیا ہے کہ غریبی دنیا کی عام حالت ہے اور خاص صورت فقط اپنی معنوں میں ظہور پذیر ہے۔ جہاں کے رہنے والوں کی گذشتہ نسلوں نے ٹھوس اور تعمیری کاموں کی برکت سے اپنے وطنوں کو اس قابل بنا دیا کہ ان کی آئندہ نسلیں افلاس کا ستیاناس کر سکیں جو شخص تعصب کو اتار کر بنظر انصاف اس حقیقت کو دیکھنا چاہے

اس کو اس کے صحیح مان لینے میں ہرگز تامل نہیں ہو سکتا۔

غربت کی اصلی وجہ

زمانۂ ماضی میں جن ملکوں میں رہنے والوں نے کوئی تعمیری کام نہیں کیا اپنی آیندہ نسلوں کے آرام کے لیے کچھ پس انداز نہیں کیا۔ مادی ترقی کے لیے مستقل اور مسلسل جدوجہد نہیں کی۔ وہاں آج غریبی موجود ہے۔ ہندوستان غریب ہے پنجاب مفلس ہے۔ کیونکہ یہاں دولت جمع کرنے کے لیے مستقل کوشش نہیں کی گئی۔ ملک کی پیداوار کو بڑھانے کے لیے کارآمد تجاویز نہیں سوچی گئیں۔ قدرت کی بخششوں سے اپنے دامنِ امید کو بھرپور کرنے کے لیے کسی آمادگی کا اظہار نہیں کیا گیا۔ اور زندگی کی جنگ میں حصّہ نہیں لیا گیا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس خیال کو ہر دلعزیزی حاصل نہیں اس کی تائید پر قبولیت عامہ کا سرٹیفکٹ موجود نہیں۔ لیکن اگر اس خیال کا جائزہ لیا جائے تو یہ ضرور بالضرور صحیح اور درست ثابت ہو سکتا ہے۔ مختصر اور صاف بات یہ ہے کہ اگر موجودہ ہندوستانیوں کے آبا و اجداد کروڑں روپیہ جمع کر کے ان کو مفید کاموں میں لگاتے جس طرح کہ انگریزوں کے بزرگوں نے کیا تو آج ہندوستانی بمقابلہ انگریزوں کے زیادہ مالدار ہوتے۔

ماخوذ از کوآپریشن لاہور

ہمت افزا اطلاعات

کامیابی کوشش کا نتیجہ ہے

۱۔ ۱۸۴۴ء میں راچڈیل کے جولاہوں نے ایک ایک دونّی جمع کر کے کئی سال میں ۲۸ پونڈ کے سرمایہ سے ایک دوکان کھولی تھی۔ آج ۸۰ سال کی مسلسل کوشش کے بعد اس انجمن کے ۱۴ ہزار ممبر ہیں اور اس دوکان کی سالانہ فروخت ۴۰ لاکھ پونڈ سے بھی بڑھ گئی ہے۔

۲۔ آج سے ۶۰ سال پہلے جرمنی نے ڈنمارک کے دو زرخیز صوبوں پر قبضہ کر لیا۔ اور اُس کے بنجر زمینوں کے سوا کچھ باقی نہ رہگیا تو اہل ڈنمارک موت کو سامنے کھڑا دیکھ کر ہمہ تن کام میں مصروف ہو گئے۔ اور اُنھوں نے سخت کوشش اور محنت سے ۵ ہزار میل دلدلوں اور بنجر زمینوں کو آبادی کے قابل بنا دیا۔ اس وقت یورپ میں ڈنمارک برطانیہ کے سوا سب سے زیادہ خوش حال ملک ہے اور وہاں ہر بچے بوڑھے عورت اور جوان کی اوسط سالانہ آمدنی ۳۲۶ پونڈ فی کس ہے۔

۳۔ اہل امریکہ حصول قوت و صحت کے لیے سخت کوشش کر رہے ہیں۔ ہندوستان میں پہلے لوگوں کی عمریں بڑی ہوتی تھیں۔ لیکن امریکہ میں اس کے خلاف ہے۔ اس وقت کے باشندگان امریکہ ایک سو سال کے پیشتر کے باشندوں سے قد میں دو انچ زیادہ وزن میں دس سیر زیادہ اور عمر میں دس سال بڑھے ہوئے ہیں۔ تنظیم۔

اکثر لوگوں نے بڑی بڑی ایجادوں سے بہت کم یا کچھ فائدہ نہیں اُٹھایا ہے حالانکہ نہایت ادنیٰ اور معمولی ایجاد کرنے والے مالا مال ہو گئے۔ مثلاً بٹن ہیرپن (بالوں میں لگانے کی پن) سرمہ کی پنسل اور ہولڈر وغیرہ کے حقوق پیٹنٹ حاصل کرنا۔ اس قسم کی معمولی اور روزانہ کارآمد اشیا میں تھوڑی بہت اختراع کر کے لوگوں نے بہت کچھ پیدا کیا ہے۔ چنانچہ پنسل کی نوک پر حفاظت کے لیے ربڑ کا خول چڑھانے کی معمولی ایجاد تمثیل کے لیے کافی ہے۔ ایک کارخانہ دار نے دھاریدار فلالین بنا کر بہت کچھ کمایا۔ ایک اور شخص نے بچوں کے لیے کھڑاویں بنا کر نام پیدا کیا۔ سب سے بڑھکر برلن کے حجام نے مونچھوں کو بل دینے کی نئی وضع نکالی اور شہنشاہ جرمن نے اُس کو فیشن قرار دیکر اُسے نہال کر دیا۔

مُلازم اور آقا کے تعلقات کیونکر سُدھر سکتے ہیں؟

ایک مغربی کارخانہ دار کے ذاتی مشاہدات

انگلستان کا ایک سربرآوردہ تاجر کارخانہ دار اپنے حالاتِ زندگی کے ذیل میں لکھتا ہے:-

جب ایک نوجوان شخص کی حیثیت سے میں نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک دن میں اپنے باپ کے کاروبار میں شریک ہو کر اس کی نگرانی کروں گا تو میرے باپ نے اقرار نامہ مرتب کیا اُس نے اس پر اصرار کیا کہ میں شروع کے تین سال اُس کے ورکشاپ میں صرف کر دوں۔ جہاں میں نے عام لوگوں کے ساتھ وہ کام کیا جس پر میرا تقرر ہونے والا تھا۔ اس کی وجہ سے میں اُن کے ساتھ کھیلنے لگا۔

پانچ سال کی مدت کے اندر مختلف شعبوں میں مجھے کام کرنا پڑا۔ کبھی ڈرائنگ آفس میں اور کبھی کاؤنٹنگ آفس میں کام کیا۔ ہاتھ سے کام کرنے والے مزدوروں کی حیثیت سے میں زیادہ کامیاب نہیں ہوا۔ کیونکہ اوزار اور مشین سے مجھے رغبت نہ تھی۔ اور جب پانچ سال کی مدت منقضی ہونے کے بعد میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ مجھے تنخواہ دینے کا خیال نہیں رکھتے؟

تو میرے باپ نے جواب دیا کہ میں خزانچی سے کہونگا وہ تم کو دو پونڈ فی ہفتہ کے حساب سے تنخواہ دے۔ لیکن اسی کے ساتھ کہا کہ تم اس قدر تنخواہ پانے کے اہل نہیں ہو۔

گھر کے کارخانہ میں کام کرنے کے بعد مجھے انجنیری کی تعلیم کے لیے السااس بھیجا گیا۔ اگرچہ یہ مدت بہت سخت معلوم ہوئی۔ تاہم میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ پانچ سال عقلمندی سے صرف کیے گئے۔

ملازموں کے ساتھ پیش آنے میں اُن کے خیال کی پیروی میں مجھے کامیابی ہوئی۔ اور دوسرں اور نیز اپنے ذاتی نقطۂ نظر سے مجھے جو تجربہ حاصل ہوا تھا اُس کی بنیاد پر معاملات کرتا رہا۔

میں صفائی کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس ملک کی حرفتی بے چینی کو بہت کچھ روکا جا سکتا ہے اگر ملازمین اور مالکان کے اختلافات پر دوسروں کے نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالی جائے۔

جس طرح ایک خادم کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے مالک کی مشکلات کے ساتھ ہمدردی کرے اسی طرح مالک کے لیے اُن لوگوں کے حالات سے باخبر رہنا بھی نہایت ضروری ہے جو اس کے ماتحت کام کرتے ہوں۔ باہمی مزاجدانی سے یگانگت پیدا ہوتی ہے۔

اُن بیویوں کی خانگی مشکلات کا آجکل بہت چرچا ہو رہا ہی جو ایک چھوٹے سے گھرانے کا انتظام نہیں کرسکتیں۔ ایسی زوجہ کے ساتھ اکثر و بیشتر جھگڑا ہوجاتا ہی جو خانگی کفایت شعاری کے عناصر سے ناواقف ہوتی ہی اور اُس کام سے کوئی واقفیت نہیں رکھتی جس کی وہ دوسروں سے انجام وہی کی توقع رکھتی ہی گھر کی نگرانی کے لیے ذاتی میل جول لازمی ہی۔ اسی طرح ملک کی بڑی سے بڑی حرفتوں کی ترقی کے لیے ذاتی میل جول ضروری ہی۔

ایک زوجہ جو اپنے ملازم سے یہی نہیں کہ صرف کام کرنے کو کہے بلکہ اُس کو خود کرکے دکھا سکتی ہی وہ اپنے ملازمین میں ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔

مری زوجہ نے شادی کے قبل خانگی کفایت شعاری اور انتظامی خانہ داری کی تعلیم حاصل کی اور خانگی زندگی کی ذمہ داریوں کے لیے جن اوصاف کی ضرورت ہی اُس سے وہ پوری طرح آراستہ و پیراستہ ہوکر آئی جس طرح میری خواہش ہی کہ ملازم اور مالک کے درمیان ذاتی تعلقات میں ترقی ہو اُسی طرح میری یہ بھی خواہش ہی کہ کسی لڑکی کی اُس وقت تک شادی نہ کی جائے جبتک وہ انتظام خانہ داری کی سند حاصل نہ کرلے۔

(ٹٹ بٹس)

ایک کامیاب تاجر کی نصیحت ملازمین کو

(۱) جب تک کسی کارخانہ یا دوکان سے تمہارا تعلق ہی تم کو اپنے آقا کے مفاد کی حفاظت کو اپنا اہم ترین فرض سمجھنا چاہیے۔

(۲) آقا اگر تمہارے کام کی نگرانی کر رہا ہو تو اپنے کام کی رفتار زیادہ نہ بڑھاؤ بلکہ اپنی معمولی رفتار قائم رکھو جو ایسی ہونی چاہیے کہ تم پر سستی یا بے پروائی کا الزام عائد نہ ہوسکے۔

(۳) یاد رکھو کہ محنت کا صلہ دیر میں ملے مگر آخر کار ضرور ملتا ہی اور قابلیت کی یقیناً قدر دانی ہوتی ہی۔

(۴) حکمت عملی سے خریدار کو خوش کرنے یا آقا کے دل میں گھر کرنے کے بجائے نیک نیتی اور مستعدی سے کام کرو جس سے مذکورۂ بالا دونو مقصد تمہارے پورے ہوجائیں گے۔

ممکن ہی کہ تم کسی تدبیر میں ناکام رہو اور آقا کے دل پر اُلٹا اثر ہو مگر یہ اثر عارضی ہوگا۔ لیکن تمہاری نیک نیتی

کفایت شعاری کے عملی طریقے

(از محمد احید الدین ایف۔ آر۔ ایس۔ اے (لندن))

اکثر دیکھا گیا ہی کہ بائیسکل کے بعض سوار اس قدر کفایت شعاری کرتے ہیں کہ بازار سے بنا ہوا تیل کا ڈبہ روپیہ سوا روپیہ خرچ کرکے نہیں خریدتے اور بائیسکل کو بلا تیل چلا کر اس کا ناس مار دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ اگر وہ دس برس چلتی ہو تو بلا تیل دو ہی برس میں خراب ہو جاتی ہی۔ اکثر لوگ معمولی کڑوا تیل بائیسکل میں ڈالدیتے ہیں جس کی وجہ سے بائیسکل بالکل چکٹ جاتی ہی اور بہت سی دوسری خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اس لیئے مندرجہ ذیل آسان ترکیب بائیسکل کا تیل بنانے کی لکھی جاتی ہی امید کہ ناظرین فائدہ اٹھائینگے۔ اس کو بنا کر شیشیوں میں بند کرکے فروخت بھی کیا جا سکتا ہی۔

عمدہ تلی کا تیل یا اسپرم آئل ۸ حصے۔ پیرافین آئل ۴ حصے۔ کافور ایک حصہ ان تینوں چیزوں کو بوتل میں ڈالکر رکھدیجیے، تیل تیار ہو جائے گا۔ پیرافین آئل بہت کثرت سے بازاروں میں فروخت ہوتا ہی یہ ایک قسم کا بغیر کسی بدبو یا خوشبو کا تیل ہوتا ہی جو مٹی کے تیل سے حاصل کیا جاتا ہی اور انھیں کمپنیوں میں تیار ہوتا ہی جو مٹی کا تیل فروخت کرتی ہیں۔ اس کی قیمت مٹی کے تیل سے کچھ ہی زائد ہوتی ہی۔ یہ تیل ہر قسم کی چھوٹی مشینوں میں استعمال ہو سکتا ہی۔

مکھی مار کاغذ

ولایتی بنا ہوا مکھی مار کاغذ بڑی کثرت سے بڑے بڑے سوداگروں کے یہاں فروخت ہوتا ہی اور آئے دن مکھیوں اور مچھر وغیرہ کو مارنے کی ترکیبیں ایجاد ہوتی رہتی ہیں۔ مکھیوں سے اکثر بڑی بڑی مہلک بیماریاں پیدا ہونے کا اندیشہ رہتا ہی خاصکر جب کوئی وبائی امراض پھیلے ہوں مکھیوں سے خاص احتیاط کی ضرورت ہی۔ اگر مکھی مار کاغذ گھر بنا یا جائے تو بہت سستا تیار ہو سکتا ہی ترکیب یہ ہی۔ ہرتال ایک تولہ۔ گڑ ½ سیر پانی بقدر ضرورت گھول کر موٹے کاغذ کے تختے اس سے بذریعہ برش رنگ لیئے جائیں اور جہاں کی مکھیاں دور کرنا ہوں وہاں دیواروں اور دوسری مناسب جگہ پر ان رنگے ہوئے کاغذوں کو رکھدیا جائے اس کاغذ پر جو مکھیاں جمع ہونگی وہ وہیں مرکر رہ جائیں گی یہ دوا زہریلی ہی اس لیئے باقی بچی ہوئی دوا کو احتیاط سے بند کرکے رکھنا چاہیئے تاکہ بچوں کے ہاتھ نہ لگ سکے۔

احید الدین۔ ایف۔ آر۔ ایس۔ اے۔ بدایونی

تنظیم امور خانہ داری

جناب محمد میاں شاہ صاحب یوسف زئی نے مندرجہ بالا نام کی ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا دوسرا نام "غریبوں کو دعوت آسودگی" ہے۔ اور ان دونوں ناموں سے اُس کے مضامین کا ایک حد تک اندازہ ہو سکتا ہے۔ شاہ صاحب کی تحریر سے عیاں ہے کہ آپ قومی محبت میں سرشار ہیں اور آپ کے ہر ایک لفظ سے قومی اور مذہبی جوش ظاہر ہوتا ہے۔ آپ نے اگرچہ اس کتاب میں خاصکر صوبہ برار کے مسلمانوں کو خطاب کیا ہے تاہم جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں پر صادق آتا ہے اس لیئے جملہ مسلمانان ہند اُس سے یکساں نفع اٹھا سکتے ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف سے جو آپ کا مقصود ہے اُس کا اندازہ حسب ذیل اقتباس سے بخوبی ہو سکے گا۔

"اگر دنیا میں عزت و آبروسے رہنا مطلوب ہے تو ایسے اصول پر مسلمان زندگی بسر کریں کہ آج مالی حیثیت سے جو دولتمند ہیں وہ اپنی دولت میں ترقی کرتے رہیں۔ جو متوسط درجہ کے لوگ ہیں وہ پستی کی طرف جانے کے بجائے ترقی کی راہ پر گامزن ہوں اور جو غریب ہیں وہ بتدریج متوسط درجہ کی صفوں میں آجائیں۔ .... تاکہ ملّت اسلامیہ کی حالت آہستہ آہستہ اچھی ہوتی جائے اور انجام یہ ہو کہ ملّت صحت یاب ہو کر اور قوموں کی طرح دنیا میں باعزت زندگی بسر کر سکے۔ انسانوں کی طرح دنیا میں رہ سکے۔ دنیا اس کے لیئے بوجھ نہو اور یہ شدھی کا شکار نہ ہو سکے۔"

شاہ صاحب نے اس کتاب میں اکتساب علم پر بہت زور دیا ہے۔ محنت و مشقت کے فوائد بتائے ہیں۔ غریبوں کی اقتصادی حالت سنبھلنے کی تدابیر بیان کی ہیں۔ غرضکہ یہ کتاب فی الجملہ نہایت عمدہ رہنما ہے۔ چھوٹی تقطیع کے ۱۱۶ صفحات پر طبع ہوئی ہے۔ قیمت دس آنہ ہے۔

"محمد عبد الغفار خاں صاحب یوسف زئی مالک فلورل و اصلاحی بک ڈپو ایلچ پور صوبہ برار سے مل سکتی ہے۔"

(ایڈیٹر)

چنانچہ سود مند کانفرنس دہلی نے بھی اپنے جلسہ منعقدہ ۲۰ دسمبر ۲۶ء۱۹ میں حسب ذیل رزولیوشن پاس کیا ہی۔ بیمہ کا اجرا۔ اس وقت تمام ترقی یافتہ ممالک میں ہی: ہر مرد و عورت اور بچّہ کا۔ ہر مکان اور سواری کا جہاز اور کشتی کا۔ بیمہ کرایا جاتا ہی جس کی وجہ سے انسان آفات ارضی و سماوی سے ایک حد تک محفوظ رہتا ہی اور درانحالیکہ بیمہ بحری مسلمانوں کی اُس زمانہ کی ایجاد ہی جبکہ وہ اسپین میں حکمراں تھے۔ اور اب وہ ہر قسم کے بیمہ سے محترز ہیں جس کی وجہ سے بزرگ خاندان برباد و تباہ ہوکر گداگری پر مجبور ہوئے ہیں اور یتیم بچے بعض اوقات دیگر مذاہب کا شکار بنتے ہیں۔ یہ کانفرنس مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہی کہ وہ اپنے بزرگوں کی مفید ترین ایجاد سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں اور اپنے پسماندگان کے لیئے اپنی زندگی کا بیمہ کرائیں اور اپنے بچوں کی تعلیم اور شادی کے لیئے اُن کا بیمہ کراکر انھیں حوادث سے محفوظ رکھنے کی امکانی کوشش کریں۔

سود مند کا مفید اور کارآمد لٹریچر

نمبر ا- مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل قیمت فی نسخہ ۸/ محصول ڈاک ا/

نمبر ۲ کشف الغطاعن وجہ الربوا " " ۴/ " ۱/

نمبر ۳- رسالہ جواز سود مع فتاوی " " ا/ " ۱/

نمبر ۴ مسلمانوں کی مالی اصلاح " " ا/ " ۱/

نمبر ۵- بچوں کی تعلیم اور شادی کا بیمہ " " ا/ " ۱/

نمبر ۶- مسئلہ سود کے متعلق فتوے مع تجاویز منظور کردہ سود مند کانفرنس دہلی قیمت فی نسخہ ا/ محصولڈاک ۱/

دفتر سود مند بدایوں سے منگایئے

اشتہار چھپوائیے اور حسب مراد فائدہ اُٹھائیے

سود مند کی اشاعت تمام رسالوں سے زیادہ ہی اور تمام ملک میں اعتبار اور وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہی۔ ہر مہینہ میں پندرہ سو شایع ہوتا ہی کاروباری طبقے والے خصوصیت سے اس کے خریدار ہیں۔ بیرون ہند بھی اس کی اشاعت کافی ہی۔

شرح اُجرت اشتہار

مقدار	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	۷ر	۱۸عہ	۳۰عہ	۵۵عہ
نصف صفحہ	۴ر	۱۰عہ	۱۸عہ	۳۲عہ
چہارم صفحہ	۲ر۸	۶ر	۱۰عہ	۱۵عہ
چوتھائی صفحہ سے کم کی اُجرت فی سطر ۸ر ماہوار۔				

سود مند کے متعلق ضروری لٹریچر

(۱) رسالہ کشف الغطاء عن وجہ الربوا۔ قیمت فی نسخہ ۴ر　　محصولڈاک ۱ر
(۲) رسالہ جواز سود مع فتاوی۔ قیمت فی نسخہ ۱ر　　محصولڈاک ۱ر
(۳) رسالہ مسلمانوں کی مالی اصلاح۔ قیمت فی نسخہ ۱ر　　محصولڈاک ۱ر
(۴) بچوں کی تعلیم اور شادی کا بیمہ۔ قیمت فی نسخہ ۱ر　　محصولڈاک ۱ر
(۵) مسلمان اور سرمایہ داروں کی غلامی۔ قیمت فی نسخہ ۸ر　　محصولڈاک ۱ر
(۶) مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل۔ قیمت فی نسخہ ۸ر　　محصولڈاک ۱ر
(۷) مسئلہ سود کے متعلق فتوے بمعہ تجاویز سود مند کانفرنس قیمت ۱ر محصولڈاک ۲ر

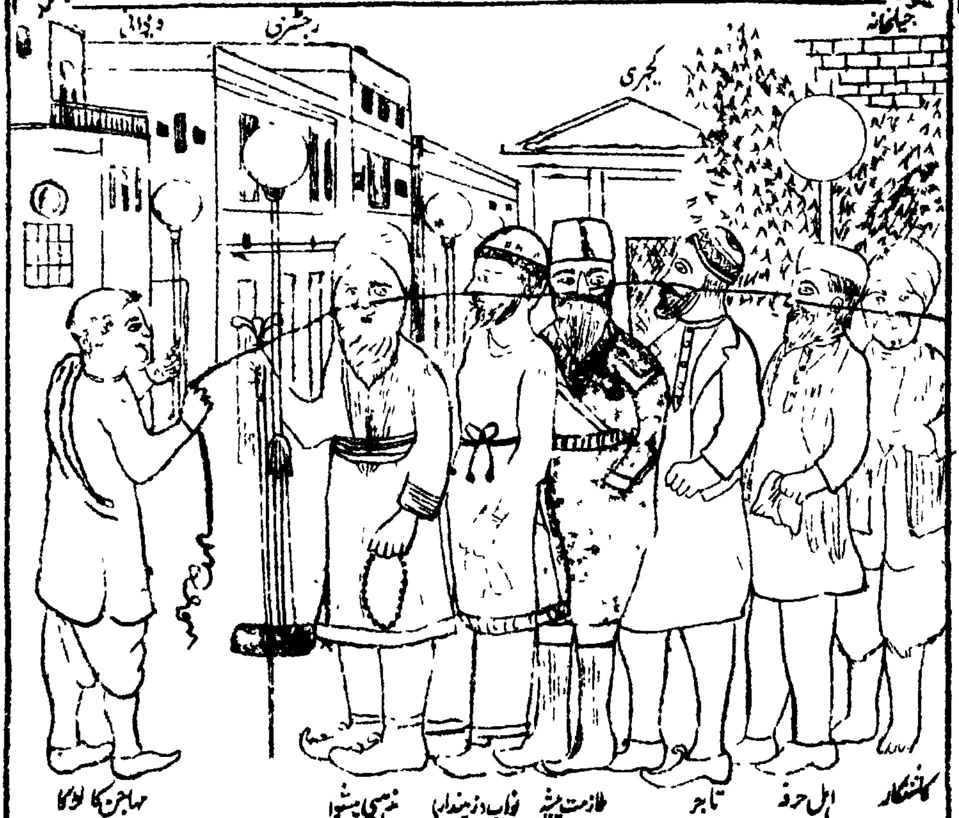
ملنے کا پتہ: مینیجر سود مند بدایوں۔ یو۔ پی

(رجسٹرڈ نمبر اے ۱۴۴۵)

سود و بہبود اور فلاح قوم پر جو کتاب ہے

سُودمند

قوم کا خادم ہوں میں ہی نام میرا سودمند



راہ گیر۔ یہ اصحاب کشاں کشاں کہاں جارہے ہیں اور کس علت میں؟

سودمند۔ کوئی دفتر رجسٹری کوئی عدالت دیوانی میں کوئی کلکٹری کے نیلام

کوئی دیوانی کے جیل میں اور سب کے سب قرضہ کی علت میں

راہ گیر۔ پھر ان لوگوں کی رہائی کس طرح ہو؟

سودمند۔ تجارتی سود کی پرورش کرنے اور کوآپریٹو سوسائٹیوں میں شریک ہونے سے

آنریری ایڈیٹر سید طفیل احمد منگلوری علیگ ایم ایل سی

زیر نگرانی محمد احید الدین ایف۔ آر۔ ایس۔ اے

نظامی پریس بدایوں میں چھپا

مقاصد سود مند

۱۔ افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرکے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں

۲۔ مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر ربا کو جو برباد اور حرام ہو مٹا دے۔

۳۔ بنکوں اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

۴۔ مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار اور تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

۵۔ مسلمانوں کی صحت جسمانی و ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرنا۔

قواعد و ضوابط

۱۔ سود مند کا سال بھر کا چندہ صرف دو روپیہ مقرر ہے۔ ممالک غیر سے دو روپیہ آٹھ آنہ لیا جاتا ہے۔

۲۔ سود مند ہر مہینہ کی پندرہ تاریخ تک شائع ہوتا ہے اس لئے پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۵ تاریخ تک دفتر میں آجانی چاہیے اس کے بعد فی پرچہ تین آنہ قیمت لی جائے گی۔

۳۔ رسالہ کی درخواست خریداری مع قیمت (منی آرڈر) بھیجی جائے یا پرچہ بصیغہ وی پی طلب کیا جائے مگر منی آرڈر بھیج دینے میں آسانی اور کفایت ہے۔

۴۔ پتہ میں اگر کچھ تبدیلی واقع ہو تو اس کی اطلاع فوراً دفتر کو دینی چاہیئے ورنہ نہ پہونچنے کا دفتر ذمہ دار نہیں

۵۔ نمونہ کا پرچہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جاتا ہے۔

۶۔ خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری جو پتہ کی چٹ پر لکھا ہوتا ہے ضرور تحریر فرمائیے بعض لوگ بجائے نمبر خریداری لکھنے کے سود مند کا رجسٹرڈ نمبر اے (۵۳۳۱) لکھ دیتے ہیں اس کا لکھنا بے سود ہے کیونکہ یہ خریداری نمبر نہیں ہے۔

۶۔ جو لوگ پچھلے سال کے رسالے بھی خریدنا چاہیں ان سے سال بھر کے بارہ نمبروں کی قیمت صرف دو روپیہ لی جائے گی۔

۷۔ اکثر معاونین اپنے دوستوں کے نام رسالہ کا وی پی روانہ کراتے ہیں ان سے التماس ہے کہ وہ رسالہ کا وی پی کرانے سے پہلے کافی اطمینان کر لیا کریں کیونکہ اکثر ایسے وی پی واپس آتے ہیں اور ادارہ کو زیر بار ہونا پڑتا ہے۔

۸۔ جو صاحب ایک سال کے لئے [illegible] دس روپیہ کے اشتہار ہم پہنچائینگے ان کے نام سود مند ایک سال تک بلا قیمت جاری رہے گا مستقل اشتہار کے متعلق خط و کتابت سے فیصلہ ہو سکتا ہے۔

المشتہر منیجر سود مند بدایوں

سود مند

نمبر ۷	جولائی سنہ ۱۹۲۷ عیسوی	چندہ سالانہ عہ
جلد ۳		قیمت فی پرچہ ۳ر

فہرست مضامین

(از محمد قمر الحسن صاحب قمر بدایونی)

ازماست کہ برماست

آہ و زاری بے حقیقت لغو شکوہ سنجیاں ہم حضورِ قلب سے جاتے تھے لالہ کے یہاں
جان کر سر پر لیا ہے سود کا بارِ گراں قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

یہ نہ سمجھ اتفاقی ہے نہ سمجھ ناگہاں ہم نے دانستہ کیا ہے سختیوں کو مہماں
خود لئے قرضے کرائیں سود کی خود ڈگریاں قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

ہاں سمجھ کر کی تھی ہم نے بیعتِ پیرِ مغاں ہاں ہمیں مرغوب تھیں بنتِ عنب کی گرمیاں
ہاں یہی تھا اقتضارِ شانِ رندی بیگماں قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

کون پوچھتا ہے کس کو ہے ندامت الاماں شیخیوں پہ ہم فدا قربان ہم پر شیخیاں
ہم مہاجن کے معاون وہ ہمارا قدرداں قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

ہم سے امیدِ کفایت ہے امیدِ رائیگاں ہم کہاں کیسی تجارت فکرِ سرمایہ کہاں
تھے قمر غالب ہماری شان میں یوں تر زباں قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

قوم کی مالی حالت سے لاعلمی

ہمارے ایک معزز ہمعصر نے اہل امریکہ کی فیاضی کا ہندوستان کے مسلمانوں کے بخل سے حسب ذیل الفاظ میں مقابلہ کیا ہی:۔

"راک فیلر امریکہ کا سب سے بڑا دولت مند آدمی سمجھا جاتا ہی۔ اس نے حال میں کیمبرج کی جامعہ کو ۳۰ ہزار پونڈ یعنی تقریباً ۴½ لاکھ روپے اس غرض سے عطا کیے ہیں کہ اس سے علم الحیوانات کی تعلیم کا ایک شعبہ کھولا جائے اور شرط صرف یہ رکھی ہی کہ باقی اتنی ہی رقم انگلستان کے دولتمندوں سے لی جائے۔ سنا گیا ہی کہ اس شرط پر انگلستان کے بعض سرمایہ داروں کی غیرت جوش میں آئی اور دس ہزار پونڈ بات کی بات میں جمع ہو گئے۔ ابھی ۲۰ ہزار پونڈ باقی ہیں جو امید ہی کہ عنقریب فراہم ہو جائیں گے مغرب میں جہاں بڑے بڑے صاحب دولت اور سرمایہ دار ہیں وہاں اکثر ان میں سے اپنے مال و دولت کا صحیح مصرف بھی جانتے ہیں۔

ہمارے ہیاں کتنے راک فیلر اور ہنری فورڈ پڑے ہیں اور کتنی ہی درسگاہیں ہیں جو اس سے کہیں زیادہ ضرورت اور احتیاج میں مبتلا ہیں لیکن وہ ہیں کہ ذرا نہیں پسیجتے۔ ان کا مال و دولت ان کا زر و سیم تہ خانوں اندھیری کوٹھریوں اور بڑے بڑے بینکوں میں جمع رہنے کے لئے ہی۔ راک فیلر مر جائے گا لیکن اس کا نام زندہ رہے گا۔ ہمارے راک فیلر زندہ ہیں لیکن کوئی نہیں جانے گا"

تعجب ہی کہ اب تک ہماری قوم کے قابل ترین اصحاب کو مسلمانوں کے افلاس اور کم مائیگی کا کچھ اندازہ نہیں اور قومی درسگاہوں پر جو اداسی اور نحوست چھائی ہوئی ہی اُسے وہ مسلمانوں کی خست سے تعبیر کرتے ہیں۔ ممکن ہی کہ مسلمانوں میں چند لوگ ایسے ہوں جن کے پاس کچھ اثاثہ ہو مگر مسلمان بحیثیت قوم کے اہل امریکہ تو بڑی چیز ہیں، ہمارے برادران وطن سے بھی خوشحالی میں کوئی نسبت نہیں رکھتے خود ہمارے برادران وطن ہی کو دیکھ لیجیے کہ آئے دن اُن کی فیاضی کی خبریں اخبارات میں چھپتی رہتی ہی کہ فلاں مہاجن نے لاکھوں روپیہ کسی کالج، کسی اسکول، کسی اسپتال، کسی خیرات خانہ کے لئے دیا یہ ممکن نہیں کہ کسی قوم کے پاس افراط سے روپیہ ہو اور وہ اُس میں سے کچھ بھی کار خیر کے لئے نہ دے ہندو اگرچہ مسلّم طور پر ہمیشہ سے کُنجوس سمجھے جاتے ہیں مگر کار خیر کے لئے دینے میں وہ مسلمانوں سے کہیں سبقت

لے گئے ہیں۔ حقیقی خیرات وہ ہی جو مثل چشمے کے جاری رہتی ہی نہ کہ پچاسوں گز لمبی رسّی کے ڈول سے کنوئیں میں سے کھینچی جاتی ہی۔ مسلمانوں کی فیاضی کے سوت خشک ہو چکے۔ صرف اس لیئے کہ اُنھیں سرمایہ سے کوئی واسطہ یا سروکار نہیں۔ سرمایہ صرف وہ ہی جو کسی بڑھنے والے کام میں لگا رہے۔ سرمایہ دار ایک طرف تو حد درجہ کفایت شعار ہوتے ہیں اور دوسری طرف ویسے ہی فیاض ہوتے ہیں اور جس طرح وہ اپنے روپیہ کو نفع آور کام میں لگانے کے عادی ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ اُس کے کسی جز کو جب خرچ کرنا چاہتے ہیں تو بنی نوع انسان کے حقیقی نفع کے کام میں یعنی درسگاہوں، خیرات خانوں اسپتالوں پر صرف کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے مسلمان بحیثیت قوم کے "سرمایہ داری" کے مخالف ہیں۔ اور اس پہ وہ فخر کرتے ہیں۔ وہ روپیہ کے کاروبار کو ناجائز سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے کاروبار کے لیئے اپنی ضروریات کے لیئے دوسروں سے قرض لینے کے عادی ہیں۔ اُن میں ذی حیثیت وہی لوگ ہیں جنھیں زیادہ قرض مل سکتا ہی۔ اور چونکہ وہ روپیہ کو صحیح کاموں میں لگا کر بڑھانا نہیں جانتے اس لیئے اگر اُنھیں کسی ذریعہ سے روپیہ مل جاتا ہی تو اُسے محض نفسانی خواہشیں پوری کرنے کا ذریعہ سمجھ کر لٹا دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہی کہ جو دو چار لوگ قوم میں روپیہ والے ہو جاتے ہیں وہ بھی قوم کی عام شاہراہ پر چلتے ہیں اور جب موقع ہوتا ہی تو وہ اپنے روپیہ کو نام و نمود اور نفسی بازی کے کاموں میں صرف کر ڈالتے ہیں۔

پس اُن بزرگوں کی خدمت میں جو مسلمانوں کی حالت پر کُڑھتے ہیں عرض ہی کہ وہ مسلمانوں کو دوسرے پیشوں کے ساتھ روپیہ کا کاروبار کرنے کی تلقین کریں۔ جو بچے اُن کی نگرانی میں ہیں اُنھیں روپیہ سے روپیہ پیدا کرنے یعنی بچا کر اُسے بڑھانے کی تعلیم دیں۔ ہمارے نزدیک مسلمانوں کے موجودہ امراض کا یہی آخری علاج ہی۔ (ایڈیٹر)

پھیری کے ذریعے سے تجارت

(مسٹر نور محمد رجب علی صاحب مینجنگ ڈائرکٹر ہمالیہ انشورنس کمپنی لمیٹڈ کلکتہ کے قلم سے)

ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد سات کروڑ مانی گئی ہی۔ اس میں بڑے پیمانہ پر تجارت کرنے والے شاید سیکڑوں کی تعداد میں نکلنے مشکل ہیں مال کے بنانے والے یعنی مالک کارخانہ جات جیسے کہ سوت یا کپڑا بنانے کے ملز۔ جوٹ ملز۔ کوئلہ نکالنے کی کھاد۔ چمڑے کی ٹینری۔ شکر سازی شیشہ برتن اور دھات کے برتن تیار کرنے کی فیکٹری۔ سگار۔ سگریٹ بسکٹ وغیرہ تیار کرنے کی فیکٹری مسلمانوں کے ہاتھ میں بالکل نہیں ہیں یہ تسلیم شدہ امر ہی۔ بنکنگ۔ انشورنس کو اوپراٹیو سوسائٹی میں توان کا فقدان ضرب المثل ہی اس کا دعوے تو مسلمان کر ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ مذکورہ بالا کاروباروں میں دخیل ہونے کے لیئے ایک وسیع اور پختہ ایجوکیشن کی ضرورت ہی۔ حالانکہ ایجوکیشن کے مطابق مسلمانوں کی تعداد حسب ذیل ہی۔

گیارہ مردوں میں **ایک** مرد اور ایک سو سولہ عورتوں میں **ایک** عورت معمولی طور پڑھنا لکھنا جانتی ہی۔ ایسی حالت میں ہم کو چاہیئے کہ اقتصادی نجات حاصل کرنے کے لیئے کسی نہ کسی صورت میں اپنی موجودہ حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ پہلا اور قدیم درجہ اس کا تجارت مانا جاتا ہی۔ اور تجارت کے بارہ میں اگرچہ یہ مانا گیا ہی کہ بغیر پونجی و سرمایہ کے۔ اس کی ابتدا محال ہی۔ مگر یہ خیال ایک حد تک بالکل غلط ہی۔

تجارت میں جتنا کام پونجی سے نکلتا ہی۔ اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ساکھ سے نکلتا ہی۔ ساکھ کا دار و مدار ہر آدمی کی خصلت اور ایمانداری پر منحصر ہی۔ اچھی خصلت اور ایمانداری تونگر سے لیکر غریب تک کو بھی حاصل ہوسکتی ہی۔

دس بیس یا سو پچاس روپیہ کمانے والا باپ۔ اپنے بچوں کی اقتصادی نجات کا دور اندیش خیال نہیں کرتا اس کے دل میں یہی نقشہ رہتا ہی کہ وہ اپنے بچوں کو یونیورسٹی ایجوکیشن حاصل کرائے جس کی کوشش میں وہ اپنی کمائی کا ایک معتدبہ حصہ صرف کرتا ہی۔ بلکہ کبھی قرض کرکے بھی اس کو قائم رکھتا ہی آخر نتیجہ خاصکر اوسط درجہ کے مسلمانوں میں یہ ہوتا ہی کہ بعض نوجوان البتہ انٹرنس۔ بی۔ اے ایم اے۔ یا کہیں ڈاکٹر و بیرسٹر ہوکر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں مگر ایسی تعلیم کے پیچھے۔ اپنا وقت اور مال ! بیکا

روپیہ صرف کرنے کے بعد تجارت کا خیال بالکل جاتا رہتا ہے۔ اور ان کی کوشش محض کسی نہ کسی طرح کی ملازمت ڈھونڈنے میں صرف ہوتی ہے۔

تجارت کو اگر اس کے ابتدائی اصول سے کیا جائے تو۔ وہ۔ نہ صرف سہل معلوم ہوگی۔ بلکہ اس کا نتیجہ ہر روز نفع کی صورت میں تسلی بخش حاصل ہوتا جائے گا۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد۔ ہمارے نوجوان تجارت کو۔ اس کے ابتدائی اصولات سے انجام دینا حقیر سمجھتے ہیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آج ہمارے ہاتھ سے تجارت بالکل معدوم ہوگئی ہے اور ہم ملازمتوں کی تلاش میں مارے۔ مارے پھرتے ہیں۔

پھیری کے کاروبار کا اصول یہ ہے کہ ایک شخص کسی کا مال راستہ یا گلیوں میں گھوم کر فروخت کرنے کی کوشش کرے۔ تجارت کا سب سے پہلا اصول یہی گنا جاتا ہے۔

کیونکہ بڑے سے بڑے کارخانہ کا مالک بھی آخر میں اپنے مال کی فروختگی کی محتاجی ایسے پھیری والے سے وابستہ رکھتا ہے۔ کیونکہ یہی پھیری والے۔ ہر قسم کے مال کی (مکان درمکان اور گلی درگلی) تعریف کا اعلان کر کے اس کو فروخت کر سکتے ہیں۔

ہم مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہر گھر میں پھیری کرنے کا نہ صرف سبق دیا جائے۔ بلکہ بچوں کے باپ اس کو اس لائن میں داخل کریں۔ اور ان کو ہر وقت اس میں آگے بڑھانے کی کوشش کریں۔

غریب مسلمان اس کو کیونکر شروع کریں؟

فرض کرو کہ زید کے دو ذہین لڑکے نوعمر ہیں مگر وہ اپنی عسرت اور ناداری کی وجہ سے دس بیس روپیہ کی پونجی سے بھی ان کو پھیری کی تجارت کرانے کے نا قابل ہے۔ تو ایسی حالت میں۔ ضرور کچھ نہ کچھ اس کے ایسے عزیز واقارب ہوں گے۔ جو دوکانداروں سے اپنی ذمہ داری پر فی لڑکا مبلغ دس روپیہ کا مال دلا دیں اور اس طرح سے زید کو سرمایہ کے بدون ادھار مال مل سکتا ہے۔

اب ان بچوں کو دس دس روپیہ کا قسم قسم کا مال دلا کر پھیری کے کاروبار میں ڈالنا چاہیئے اسی کے ساتھ زید کو یہ بھی لازم ہے۔ کہ وہ ان بچوں کو ہر روز یہ برابر سکھلاتا اور بتلاتا جائے۔ کہ مال لیکر کون کون سے محلوں میں جانا چاہیئے۔ اور خریداروں کے ساتھ پوری ایمانداری۔ نرمی اور اخلاق سے پیش آنا چاہیئے اور شام کو گھر آنے کے بعد۔ ہر ایک بچہ کے ہاتھ سے اس کا حساب کتاب لکھوانا اور بقیہ مال کو پوری حفاظت کے ساتھ سنبھال کر رکھنا۔ اگر ایسی عملی تعلیم۔ ہر ایک باپ اپنے بچہ کو چار چھ ماہ

تک بھی مستقل طور پر دیگا۔ تو اس میں بالکل شبہ نہ کرنا چاہیئے۔ کہ ہر روز اس کا ہر ایک لڑکا کم از کم دس بارہ آنہ پیدا نہ کرسکے۔ اس طرح کی تعلیم کوئی یونیورسٹی نہ دے سکے گی۔

نیک نیتی، ایمانداری۔ محنت۔ استقلال۔ سچا لین دین خوش اخلاقی۔ خدمت۔ زبان کی پابندی اپنے خریدار کی عزت اور اس کو اپنا باپ۔ مالک یا سیٹھ سمجھنے کی قابلیت ان سب کا علمی علم۔ بچہ یوماً فیوماً حاصل کرتا چلا جائے گا۔ اور جتنا اس میں آگے بڑھے گا خود اس کے خریدار اس کے گرویدہ ہوتے جائینگے۔ اور ہر دو جانب یعنی خریداروں اور دوکانداروں میں اس کی ساکھ دن بدن زیادہ ہوتی جائے گی اور جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ یہی پھیری والا ایک دن دوکاندار بن جائے گا۔ بلکہ ممکن ہے کہ آئندہ وہ کسی نہ کسی مال کا بنانے والا یا صاحب کارخانہ بن جائے۔

مذکرہ بالا تجارت کی پھیری کی رسم گجرات اور کاٹھیا واڑ کے مسلمانوں میں پائی جاتی ہے خاصکر بوہرہ۔ میمن اور خوجہ قوم میں چنانچہ ان اقوام کا غریب اور متوسط طبقہ کسی نہ کسی طرح کی پھیری میں لگا ہوا ہے اور آپ مشکل سے ان کو غیروں میں ملازمت کرتے ہوئے پائینگے۔

علاوہ ازیں۔ اس کام میں یورپ کے طریقہ پر یہ التزام بھی کرنا چاہیئے۔ کہ ایسے پھیری کرنیوالے بچوں کو مدارس شبینہ میں داخل کرکے تعلیم دلائی جائے کہ جس سے وہ علمی ترقی بھی بتدریج حاصل کرتے جائیں جو ان کو آئندہ بڑے درجہ پر پہنچانے میں مدد و معاون ہو۔

اسمار گرامی معاونین سودمند

جن کا شکریہ سودمند پر فرض ہے

نمبر ۱۔ عالیجناب منشی الہام اللہ خاں صاحب قصبہ شاہجہانپور ضلع میرٹھ
نمبر ۲۔ عالیجناب محمد شفیع صاحب سیٹھ ضلع بلند شہر
نمبر ۳۔ عالیجناب کرم الہی محمد شفیع صاحبان سوداگران دہلی
نمبر ۴۔ عالیجناب مولوی شفیع الدین صاحب ملازم چیف کورٹ بہاولپور۔
نمبر ۵۔ عالیجناب مولوی عبدالرحیم خاں صاحب۔ اٹھارہ ہزاری جھنگ۔

زمانۂ حال کا بیت المال

گزشتہ جنگ عظیم کے دوران میں ایران کے ایک بینک کے انگریز منیجر سے ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ تین ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ پاتے ہیں تسپر بھی آپ کے کپڑوں میں پیوند لگے ہیں اس سے نہایت تعجب ہوتا ہی۔ منیجر بنک نے جوابدیا کہ بے شک اس قدر تنخواہ پاتا ہوں۔ اور میرے پاس اثاثہ بھی ہی۔ مگر آپ کو معلوم نہیں کہ اس زمانہ میں جو کچھ ہم کماتے ہیں اُسے ہم اپنا نہیں سمجھتے۔ بلکہ اپنے ملک کی ملکیت سمجھتے ہیں جس کی بدولت ہم تمام دنیا میں عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ جس طرح مسلمانوں میں کسی زمانہ میں بیت المال ہوتا تھا جس میں وہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ قوم کے لیئے دیدیتے تھے۔ اسی طرح انگلستان کا بینک (یعنی بینک آف انگلینڈ) ہمارا بیت المال ہی جس میں ہم اپنی کمائی کا بڑا حصہ جمع کر دیتے ہیں۔ اور اگرچہ وہ روپیہ جو ہم جمع کرتے ہیں۔ ہماری ملکیت ہی۔ اور وہ ہر دم بڑھتا رہتا ہی۔ مگر چونکہ وہ ملکی نفع کے کاموں میں اور آج کل ملک کی حفاظت کے کاموں میں لگ رہا ہی اس لیئے ہم زیادہ سے زیادہ تکلف اُٹھا کر اُس میں جمع کرتے رہتے ہیں۔ اور نازک زمانہ میں ہم اُسے واپس لینے کا نام نہیں لیتے جب خدا کے فضل سے جنگ کامیابی کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔ تب ہم اُسے اپنی ملکیت سمجھیں گے"۔

یہ ہیں اُس قوم کے خیالات اور اُس کا طرز عمل جو اس وقت تمام دنیا پر حکومت کر رہی ہی۔ مسلمانوں کو بھی جب عروج کا زمانہ یاد آتا ہی تو وہ اپنے پُرانے انسٹی ٹیوشنوں کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنا بیت المال قایم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر اب جبکہ نہ صرف نظام حکومت بلکہ کل نظام تمدن ہی قطعاً بدل گیا ہی تو پُرانی چیزیں اس وقت کیا کام دیسکتی ہیں۔

اس زمانہ کا طریقہ یہ ہی کہ سلطنت اپنے پاس کوئی خزانہ یا بیکار روپیہ نہیں رکھتی۔ اوس کی تمامتر کوشش یہ ہوتی ہی کہ افراد قوم خوشحال اور دولتمند ہوں۔ کفایت شعار رہیں۔ جو کچھ روپیہ وہ پس انداز کرکے بینکوں میں رکھیں اُن سے ملک کے نفع کے کام مثلاً ریلیں۔ نہریں۔ بڑے شہروں میں جدید عمارتیں بنائی جائیں اور اُن کے منافع کا ایک معین حصہ حصہ داروں یا روپیہ جمع کرنے والوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ غرضیکہ قومی بینک ہی اُن کے لیئے مثل بیت المال کے ہیں۔ اور جب سلطنت کو کوئی اشد ضرورت پیش آتی ہی۔ تو اپنی خوشحال رعایا سے معین منافعہ پر قرضہ طلب کرتی ہی۔ جو بعض وقت

کروڑوں کی تعداد میں چند گھنٹوں میں فراہم ہو جاتا ہے۔

پس اگر مسلمان واقعی طور پر اپنا کوئی بیت المال قایم کرکے اُسے کامیاب بنانا چاہتے ہیں۔ تو وہ مسلم بینکوں میں اُس کے بعد اپنے ملک اور اپنی سلطنت کے بینکوں میں زیادہ سے زیادہ روپیہ جمع کریں جس طرح سے مسلمان ملازمت تجارت اور صنعت کے پیشوں میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح سے چند لوگ روپیہ کا کاروبار کریں تاکہ ضرورت کے وقت مسلمان دوکانداروں اور کاریگروں کو روپیہ دے سکیں۔ اور اُنھیں دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے رہائی دلا سکیں۔

اب رہا روپیہ کے کاروبار کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ اس کی بابت دفتر سودمند بدایوں نے چند فتوے اور سودمند کانفرنس کے پاس شدہ رزولیوشن ایک رسالہ کی شکل میں جمع کیئے ہیں۔ جو صاحب اُنھیں ملاحظہ کرنا چاہیں وہ مینیجر صاحب سودمند بدایوں" کے پاس ڈیڑھ آنہ کا ٹکٹ بھیجکر طلب فرمائیں۔

(ایڈیٹر)

تجارت کے بہترین اصول

ایک قلیل البضاعت آدمی تجارت کس طرح شروع کرے؟

یہ ایک ایسا سوال ہے جو اکثر پوچھا جاتا ہے جس کا جواب حسب ذیل ہے:۔

سب سے پہلے تجارت میں اس بات کی ضرورت ہے کہ کلیتً بلا غور و خوض کوئی روزگار شروع نہ کیا جائے اگر تمہارے پاس ایک رقم ہے اور بالفعل تمہارے ہاتھ میں کوئی تجارت نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ تم اپنے سرمایہ کو سیونگ بنک میں جمع کر دو اور کسی معقول روزگار کے موقع و محل کے منتظر رہو۔

دیگر یہ کہ ایسا کام شروع کرو کہ تمہارا مال بہ عجلت روزانہ فروخت ہو کر سرمایہ جلد جلد مع منافعہ واپس ہو۔ مثلاً مٹھائی۔ پساری۔ کھانے کی دوکان۔ کپڑے دھونے اور صاف کرنے کی دوکان۔ کتب فروشی۔ لوہا۔ باجہ و دیگر اشیاے پوشیدنی کے روزگار سے ابتداے تجارت میں احتراز رکھا ہے اس قسم کی تجارت میں روپیہ لگا دینے سے تمہاری رقم نے طرح اُلجھ جاوے گی اور ایک مدت کے بعد بہت قلیل المقدار منافعہ کے ساتھ واپس ہوگی۔ لہذا ایک قلیل سرمایہ والے آدمی کے واسطے سب سے پہلا اصول تجارت یہ ہے کہ وہ اپنا سرمایہ ایسے روزگار میں لگائے کہ اُس کی رقم مع منافعہ جلد جلد واپس ہوسکے۔

صوبہ متحدہ کے اوقاف کے کچھ اعداد

حال میں ڈاکٹر شفاعت احمد خاں صاحب ایم۔ ایل۔ سی پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی نے صوبہ متحدہ کے اوقاف کے متعلق ایک رپورٹ شایع کی ہی جو اخبار پانیر مورخہ ۲۴ را پریل میں شایع ہوئی ہی اور جو مسلمانوں کے عام طور پر پڑھنے کے قابل ہی۔ رپورٹ مذکور سے معلوم ہوتا ہی کہ اس صوبہ میں اوقاف کی آمدنی ۱۶۶۲۸۴۰ روپیہ ہی جس کا خرچ حسب ذیل ہی:-

بد خیرات ۱۰۰۷۹۵
کارہائے مذہبی ۲۷۵۰۰۰ } اخراجات
تسلیم ۸۳۰۰

جن اوقاف نے اپنے حسابات داخل کیے اُن کی تعداد ۱۶۱۵ ہی۔ اوقاف کی جو آمدنی دکھائی گئی ہی وہ واقعی آمدنی سے بہت کم ہی۔ یقینی امر ہی کہ اگر جج صاحبان ضلع قانون اوقاف کا پوری طرح نفاذ کریں تو ۲۶ لاکھ سالانہ سے آمدنی کم ثابت نہ ہوگی۔ گورنمنٹ کے علاوہ خود مسلمانوں کو بھی اس طرف توجہ کرنی چاہیئے اور اس امر کی نگرانی کرنی چاہیئے کہ وہ کون اوقاف ہیں جو اپنے حسابات داخل نہیں کرتے اور ان کاموں پر صرف نہیں کرتے جن کے لیئے وقف کیئے گئے ہیں۔ رپورٹ مذکور سے ذیل کا نقشہ نقل کیا جاتا ہی جس سے ضلع وار اوقاف کی تعداد اور اُن کی آمدنی واضح ہوتی ہی۔

حسابات مدخلہ متولیان اوقاف حسب دفعہ ۳ قانون وقف

نمبر	نام ضلع	تعداد اوقاف	تفصیل آمدنی: میزان آمدنی سالانہ — پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل اخراجات: خیرات — پائی	آنہ	روپیہ	مذہبی مراسم — پائی	آنہ	روپیہ	تعلیم — پائی	آنہ	روپیہ
۱	میرٹھ و مظفرنگر	۷۲	۰	۰	۱۸۷،۶۳۵									
۲	الہ آباد و مرزاپور	۶۶	۲	۰	۹۶،۷۶۸	۹	۲	۱۰۴۵۵	۹½	۱۴	۱۰،۳۵۴	۰	۰	۱۲۹
۳	علی گڑھ	۴۶	۰	۰	۸۶،۹۸۰						۸۶،۹۸۰			
۴	بریلی	۷۲	۶	۳	۸۳،۱۹۹	۶	۹	۴۳،۷۳۳	۰	۱۰	۳۹،۸۲۳	۰	۰	۶۴۲
۵	کانپور	۱۴۰	۵	۵	۸۰،۵۵۴	۶	۴	۱۰،۶۱۰	۸	۷	۱۰،۰۷۱			۱،۰۶۷

نمبر شمار	نام ضلع	تعداد انجمن	میزان آمدنی سالانہ			تفصیل اخراجات								
						خیرات			مذہبی مراسم			تعلیم		
			پائی	آنہ	روپیہ	پائی	آنہ	روپیہ	پائی	آنہ	روپیہ	پائی	آنہ	روپیہ
۶	بلندشہر	۴۲	۸	۷	۶۶،۴۵۸	۳	۱۳	۸،۳۲۶	۲	۱۱	۲۲،۰۰۲	۰	۱۵	۳۶،۱۲۸
۷	فرخ آباد	۹۹	۳	۶	۶۲،۲۰۵	۰	۷	۴،۳۸۷	۴	۵	۹،۲۹۹	۰	۰	۱۷۷
۸	مرادآباد	۲۰۷	۰	۰	۶۰،۲۱۲									
۹	آگرہ	۱۲۵	۱۰	۲	۵۷،۲۱۱				۳	۱				
۱۰	سہارنپور	۱۳۱	۱۰	۰	۵۶،۸۰۹	۴	۲	۲۵۰	۸	۵	۳۹،۷۶۰	۳	۱۳	۶۰،۹۹۸
۱۱	لکھنؤ	۸۶	۲	۱۰	۵۶،۶۴۱	۹	۱۵	۷،۵۳۵	۱	۳	۱۷،۲۴۸	۰	۲	۱۳،۲۵۵
۱۲	گورکھپور	۱۵	۱	۱۳	۵۰،۸۱۶				۱۰	۱۴	۳۹،۱۱۹	۰	۱۰	۱۱،۶۹۰
۱۳	بدایوں	۵۷	۷	۱	۳۷،۰۰۷	۰	۷	۸،۸۷۵	۱۱	۱۲	۲۳،۵۸۸	۹	۱۱	۴،۵۴۴
۱۴	فتح پور	۴۰	۱۱	۱۱	۳۶،۰۰۹				۱۰	۲	۲۹،۵۲۹	۲	۱۴	۹،۵۵۹
۱۵	بنارس	۵۵	۵	۱	۳۵،۶۰۳	۶	۱۲	۸۳۱			۴،۱۸۹			
۱۶	بارہ بنکی	۱۹	۰	۱	۳۰،۳۷۰				۷	۹				
۱۷	جون پور	۴۰	۷	۹	۲۶،۵۱۳				۹	۱۰	۲۶،۵۱۳			
۱۸	شاہجہانپور	۱۵	۷	۱۰	۲۵،۶۳۹				۱۰	۷	۲۲،۴۰۶	۱۰	۱۵	۳،۲۳۲
۱۹	اعظمگڑھ	۴۹	۷	۰	۲۳،۲۴۵	۰	۰	۱۶۵			۱۶،۹۵۹	۹	۸	۶،۱۲۰
۲۰	پیلی بھیت	۳۹	۱۱	۱	۱۸،۸۳۳				۴	۱۳				
۲۱	گونڈہ	۲۳	۷	۱۲	۱۱،۴۸۹				۰	۰	۳،۲۹۵	۳	۳	۱،۲۸۷
۲۲	فیض آباد	۶	۴	۶	۱۰،۴۶۷	۴	۱	۶۰۶			۲،۸۵۴	۹	۰	۴۹۴
۲۳	سیتاپور	۴۵	۰	۰	۱۰،۲۰۱									
۲۴	غازی پور	۳۳	۱۰	۷	۹،۴۷۱	۱۰	۲	۵،۷۰۹	۰	۵	۳،۵۶۲	۰	۰	۲۰۰
۲۵	بہرائچ	۹	۷	۱۲	۸،۱۱۷				۷	۱۲	۸،۱۱۷			
۲۶	اُناؤ	۱۳	۰	۷	۴،۴۱۹	۰	۵	۳۲۱	۲	۱۵	۲،۲۲۷	۰	۱۴	۴۷۷
۲۷	بلیا	۹	۹	۰	۲،۷۱۴	۰	۱۴	۹۴	۹	۲	۲،۶۱۹			

نمبر شمار	نام ضلع	تعداد انجمن	میزان آمدنی سالانہ			تفصیل اخراجات: خیرات			مذہبی مراسم			تعلیم		
			پائی	آنہ	روپیہ	پائی	آنہ	روپیہ	پائی	آنہ	روپیہ	پائی	آنہ	روپیہ
۲۸	رائے بریلی	۲	۳	۱	۲،۱۱۹	۳	۹	۱،۸۸۲				۰	۸	۲۳۶
۲۹	ایٹہ	۴	۹	۸	۱،۹۱۶				۹	۸	۱،۹۱۶			
۳۰	دہرہ دون	۱	۹	۶	۱،۸۹۷									
۳۱	الموڑہ	۱	۰	۲	۵۰۶									
۳۲	بجنور	۴۷												
۳۳	کھیری													
۳۴	لکھیم پور													
۳۵	سلطانپور													
۳۶	گڑھوال													
۳۷	نینی تال													
۳۸	متھرا													
۳۹	اٹاوہ													
۴۰	مین پوری													
۴۱	جالون													
۴۲	جھانسی													
۴۳	ہمیرپور													
۴۴	باندہ													
۴۵	ہردوئی													
۴۶	پرتاب گڑھ													
		۱۹۹۱۵	۷	۳	۱۲۰۹۴۲۸۳۰	۰	۱۱	۱۰۰،۷۹۵	۳	۱۳	۳۰۷۵،۳۴	۹	۱۵	۴۳۳،۰۵۹

قومی تنزّل اور ترقی کے اسباب

ہیں یہ مقصد کے چار یار رفیق
عزم، کوشش، ثبات اور توفیق

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ بالیدگی و نشوونما کی قوت نباتات و حیوانات میں خداوند عالم نے ودیعت کی ہے نیچے سے اوپر چڑھنا چھوٹے سے بڑا بننا پستی سے بلندی پر پہونچنا قدرتی خاصہ ہے ؎

تمہیں بڑھتے بڑھتے ترقی ہوئی جو نیزہ ہے اب تھا وہ پہلے سوئی

اس قدرتی خاصہ و فطرتی جذبہ کے مطابق قعر مذلت سے نکلکر اوج موج حاصل کرنا انسان کا مقصود اصلی ہے اس مقصد عظیم کے لئے جدّ و جہد کرنا انسانی فرض ہے بسا اوقات تغیّرات حوادثات زمانہ ترقی راہ میں سد باب ہوئے ہیں جیسا کہ ہندوجاتی میں شودروں کو علوم فنون سیکھنے ترقی کرنے کا ادھکار نہ تھا۔

مفتوں صاحب نے لکھا ہے کہ زمانہ گزشتہ میں ہر شخص کے لئے ترقی کا دروازہ عام طور پر کھلا ہوا نہ تھا مگر آج وہ آزادی کا زمانہ ہے کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ بام ترقی پر چڑھ سکتا ہے۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ بغیر روپیہ کے انسان کچھ نہیں کرسکتا ہزارہا حاجتیں اسی سے پوری ہوتی ہیں بقول شخصے ؎

اے زر تو خدا نیست و لیکن بخدا

ستار عیوب و قاضی الحاجات

نے زرنے پر مثل مشہور ہے آجکل جس طرف دیکھو اپنی قوم میں افلاس ہی افلاس کی پکار ہے جس کے اسباب درج ذیل ہیں :-

تنزّل یا افلاس کے اسباب (۱) قرض سودی لینا حالانکہ سود لینا اور دینا ایک ہی سا سنگین گناہ ہے (۲) بیاہ شادی میں اسراف کرنا (۳) تعمیر مکانات میں بے حد روپیہ لگانا (۴) اپنے اخراجات کے موافق روپیہ نہ کمانا (۵) روپیہ کو محفوظ نہ رکھنا بے موقع خرچ کرنا روپیہ کا صحیح مصرف نہ جاننا۔ (۶) ایک کی آمدنی پر کنبہ کا گزران ہونا (۷) مقدمہ بازی کرتے رہنا (۸) صدہا روپیہ کا زیور بنوانا (۹) کاہلی کے ذریعہ تن آسانی اختیار کرنا۔ چونکہ سب سے مقدم مالی حالت کا درست کرنا ہے اس لئے

ہمکو مالی کمزوری دور کرنے کے واسطے حسب ذیل تدابیر پر عمل کرنا چاہیئے۔

(۱) شادی غمی مکان لباس وغیرہ میں فضول خرچی نہ کریں (۲) روزانہ آمدوخرچ کا موازنہ رکھیں آمد سے کم میں گزر کریں بمصداق شعر

بدخل و خرج خود ہر دم نظر کن
چو دخلت نیست خرج آہستہ تر کن

کے مضمون کو پیش نظر رکھ کر غیر مستقل آمدنی کے مقابلہ میں معین و مستقل خرچ نہ رکھیں (۳) کسی قسم کی بُری عادت یا ناجائز لت مثلاً شراب۔ افیون۔ کوکین بھنگ۔ تماش بینی۔ قمار بازی۔ سلفہ وغیرہ کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دیں۔ جملہ مسکرات کے نزدیک نہ جاویں۔ حتی الامکان حقہ سگرٹ پان چائے کے عادی نہ بنیں سے

نہ سلگاؤ سگرٹ مرے دوستو نہ مُنہ کو لگاؤ کمینہ جو ہو

صغر سنی میں اولاد کی شادی نہ کریں۔ بچوں کے لیئے زیور ہرگز نہ بنوائیں۔ (۴) مقدمہ بازی کا چسکا نہ ڈالیں (۵) عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ دیں سچے معاملہ داری کا برتاؤ کریں تاکہ مقدمہ بازی کی نوبت ہی نہ آئے۔ (۶) باہمی صلاح و مشورہ سے کام لیں (۷) جدید طرز معاشرت کے ساتھ فیشن کے دلدادہ نہ بنیں سادہ زندگی بسر کریں۔ (۸) جو شے خریدیں نقد خریدیں غیر ضروری چیز خواہ کیسی ہی سستی کیوں نہ ہو کبھی نہ خریدیں (۹) زیادہ نفیس اور لذیذ کھانوں کی ہوس نہ کریں چٹخارے زبان دولت کا زیان مشہور ہے (۱۰) ناچ تماشوں سے گریز کریں (۱۱) ریا تفاخر نمائش کی جگہ ایک دھیلا بھی خرچ نہ کریں اگرچہ دھیلے کی کچھ حقیقت نہیں مگر کسی وقت میں ایک دھیلے کی دیاسلائی کے بکس سے ایک ماہ تک مکان میں روشنی ہوتی تھی۔ (۱۲) کفایت شعاری اختیار کریں جو کچھ روپیہ پس انداز ہو اُس کو بنک میں جمع کریں یا اس کو تجارت میں لگائیں کہ زرزر کشد در جہاں گنج گنج ضرب المثل ہے۔ یا اُس روپیہ سے کوئی حقیت جائداد لیں یا کوئی ایسی شے بنوائیں جس کی آمدنی سے گزر اوقات ہو اور مال محفوظ رہ سکے بدیں نہج جب خوشحال ہو جائیں تو پھر اُسی روپیہ سے اپنی اولاد کو اعلےٰ تعلیم دلائیں۔ یہ خوب باور کر لیجئے کہ بغیر تعلیم ترقی محال ہے علم ہی دین و دنیا میں عزت و دولت کا چشمہ ہے۔ اگر ہم بیہودہ رسوم کے مصرف کو بند کر کے اُسی روپیہ کو مثل مہذب ترقی یافتہ قوموں کے اعلیٰ تعلیم پر خرچ کریں تو ہم بھی ویسے ہی نامور معزز متمول مالدار بن سکتے ہیں جیسے کہ وہ ہیں۔

آہ ہم صرف دولت و صرف اوقات نہ جاننے کے باعث اس قدر مفلس نہیں جس قدر کہ بنے ہوئے ہیں سے

بھیکا بھوکا کوئی نہیں سب کی گٹھری لعل
گرہ کھول نہیں جانتے تت بدھ ہوئے کنگال

جب تک فرداً فرداً ہر شخص اپنی بہبودی کی سعی و کوشش نہ کرے قومی ترقی محال ہے خیال فرمائیے جبتک اجزا ہی استوار نہ ہوں گے تو مجموعہ کیونکر مضبوط بن سکتا ہے یاد رکھو دنیا عالم اسباب ہے بغیر علت کے معلول نہیں ہوتا بمصداق اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ شَیْئًا ھَیَّاَ اَسْبَابَھَا مشاہدہ صاف بتلا رہا ہے کہ اعلیٰ منصب و اعلےٰ مدارج وہی لوگ پاتے ہیں جو اعلیٰ قابلیت حاصل کرکے راست اعمالی سے کام لیتے ہیں بموجب وَلِکُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا۔

ترقی کے ذرائع ! علماء حکماء کے اقوال ترقی کے بارہ میں مختلف ہیں باعتبار تمدن خانہ داری کی زندگی میں تین سبب اکمل درجہ پر بتلائے ہیں اول بزرگوں کی تعظیم کرنا دوم تبادلہ خیالات سے دائرہ معلومات وسیع بنانا سوم عورتوں کو روشن ضمیر بنانا ایک معزز ہمعصر لکھتے ہیں کہ تندرستی خلق و محبت اعلیٰ چلن دانائی مستقل مزاجی کی بدولت ترقی ہوسکتی ہے ایک دانشمند کی رائے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ دائرہ افلاس سے نکلنے کے لیئے یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہو کہ دنیا میں متمول بننے کے لیئے دو باتوں کی اشد ضرورت ہے اوّل اعلےٰ تعلیم حاصل کرنا دوم تجارت کرنا۔ ان ہی دو گروں پر عمل کرنے والے فی زمانہ مرفہ الحال نظر آرہے ہیں ملک کی ترقی کا یہی ذریعہ ہے کہ عزیزان وطن علم و ہنر صنعت و حرفت زراعت و تجارت کی جانب متوجہ ہوں تو ایجاد علوم و فنون سیکھ کر کارخانے جاری کریں کسی آدمی کو بیکار نہ رہنے دیں، عورتوں کو سلیقہ شعاری دستکاری سینے پرونے کا کام سکھلائیں قانون قدرت کے مطابق زندگی بسر کریں ہر کام میں استقلال اولوالعزمی عالی حوصلگی سے کام لیں کسی فن کو ناتمام نہ چھوڑیں ادھورا علم و ہنر کچھ اچھا فائدہ نہیں دیتا ؎ چھوڑو نہیں کام کو ادھورا
بیکار ہے جو ہوا نہ پورا

علامہ شبلی نعمانی نے ندوۃ العلماء کے جلسہ دہلی میں فرمایا تھا کہ مختلف زبانوں کو تھوڑا تھوڑا جاننے سے یہ بہتر ہے کہ ایک ہی زبان کو کامل طور پر سیکھا جائے۔ یورپ و جاپان کے آدمی ایک ہی ہنر کو پورے طور سے حاصل کرکے اُسی پیشہ کو تمام عمر کرتے ہیں اُس کے فراز و نشیب پر غور کرتے رہتے ہیں یہی اُن کی ترقی کا راز سربستہ ہے۔ گھر میں قوم میں کسی آدمی کو جاہل نہ رہنے دینا چاہیئے۔ کم از کم ہر روز حساب کتاب اور خط و کتابت کے لائق لکھنا پڑھنا سیکھنا لابدی و

ضروری ہی قانون روحانی "مذہبی" جسمانی سلطانی ہرسہ قوانین سے وقوف حاصل کرنا چاہیئے علما اپنی تصنیف و تالیف سے مخلوق کو نفع پہونچائیں خود بھی اس سے فائدہ اٹھائیں افتادہ مکان یا زمین کو درست کراکر اس سے منافعہ اٹھائیں اخباری دنیا سے آگاہی رکھیں ہر شہر قصبہ میں ایک ایک لائبریری "کتب خانہ" ضرور قایم کریں گھر میں سے اگر زیادہ نہ ہو تو ایک لڑکے کو اس کے طبعی مذاق کے موافق صنعتی تعلیم دلائیں یا دوکانداری کے کام پر لگائیں اپنی مدد آپ میں غیروں کے دست نگر نہ بنیں بقول کسی کا اپنا بل تو اپنا بل کسی کا تیج بل ہوا تو کیا۔

اگر کوئی رئیس زمیندار تعلقہ دار ہی تو رعایا نوازی اپنا شیوہ ضروری سمجھے ظلم سے ملک مال دولت سب برباد ہو جاتا ہی۔ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

اگر جور در بادشاہی کنی
پس از بادشاہی گدائی کنی

زکوۃ صدقات سے خیراتی و قومی چندہ کے فنڈ قایم کرکے غربا و یتاما کی مدد کریں قومی بچوں کو وظائف دیکر تعلیم دلائیں۔

بالآخر کفایت شعاری کے اصول کی عادت ڈال کر ذخیرۂ علم و دولت جمع کریں جیساکہ کسی محقق نے کہا ہی ؎

مرا بہ تجربہ معلوم گشت آخر حال
کہ قدر مرد بعلم ست قدر علم بمال

قومی فلاح کا طالب

حاجی محمد عبدالواحد ثاقب منگلوری نہٹیروی

مسلمانوں سے التجا

سلطان صیاد صاحب صیاد از کلکتہ

[illegible]

رسالہ بیدار اور مسئلہ سود

مسلمانوں کی مختلف برادریوں کی طرف سے جو اخبارات اور رسالے نکل رہے ہیں اُن میں بالخصوص رسالۂ "بیدار" جوالاپور ضلع سہارنپور کو دیکھ کر نہایت خوشی ہوتی ہے جو قوم قصاب کو اُبھارنا چاہتا ہے۔ رسالہ کے بہترین مقاصد یہ ہیں۔ اتحاد۔ تعلیم۔ ترکِ رسوم قبیحہ۔ تجارت

جہاں تک مجھے علم ہے اِس برادری کے لوگ ہر جگہ تجارت پیشہ ہیں جو تمام پیشوں میں افضل ہے اور اس زمانہ میں سب سے زیادہ نفع کا کام بشرطیکہ اُسے زمانۂ حال کے اقتصاد کے مطابق کیا جائے۔ تجارت ایک ایسا پیشہ ہے جس میں ہر وقت زیادہ روپیہ کی ضرورت رہتی ہے اور اُس میں قرض لیکر روپیہ لگانا ناگزیر ہے جس سے بچنا محالات سے ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک یا چند افراد اپنا کاروبار بغیر سود پر قرض لیے ہوئے چلا سکیں۔ مگر کسی جماعت کے لیے قطعاً ناممکن ہے کہ وہ اس زمانہ میں کوئی کاروبار بغیر قرضہ لیے کر سکے۔ اسی کے ساتھ اِس زمانہ میں چونکہ روپیہ کو نفع اور کاموں میں لگا کر اُسے ہر وقت متحرک رکھنا بنی نوعِ انسان کے لیے سراسر مفید ہے اس لیے بجز خاص صورتوں کے وہ بغیر کرایہ یا سود کے فراہم ہونا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ کاروبار کے لیے روپیہ لیکر اُس سے نفع اُٹھاتے ہیں وہ اپنے نفع میں سے ایک معین حصہ اُس شخص کو بھی دیتے ہیں جس سے روپیہ قرض لیا گیا۔ اس طریقہ پر روپیہ کے استعمال کا جو کرایہ یا منافع روپیہ والے کو دیا جاتا ہے۔ اُس کو دنیا کے مختلف ممالک کے لوگ مختلف ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ مثلاً انگلستان میں (انٹرسٹ) مصر میں (ربح) ایران میں نزول اور ہندوستان میں تجارتی سود کہتے ہیں۔ اور ربوا سے جو حرام ہے ممیز کر کے تجارتی سود کو جائز قرار دیتے ہیں۔ البتہ جو روپیہ کسی غریب آدمی کو کھانے پینے کے لیے دیا جاتا ہے یا کسی مسرف شخص کو شادی اور عیش پرستی کے لیے دیا جائے جس میں روپیہ صرف ہو جاتا ہے اور اُس سے کوئی نفع حاصل نہیں ہوتا۔ ایسے روپیہ پر منافع یا کرایہ لینا جمہور کے نزدیک ربوا ہے اور حرام ہے۔

باوجودیکہ ربوا نصِ صریح سے حرام ہے تاہم حضرت امام ابوحنیفہ سے لیکر شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اور مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی تک اوسے ہندوستان میں جو دارالحرب ہے غیر مسلموں سے لینا جائز قرار دیتے ہیں۔ مگر مسلمان رسم و رواج کی وجہ سے اُسے ناجائز سمجھ کر اُس کے لینے سے بچتے ہیں اور دینے سے بچ نہیں سکتے۔ نتیجہ یہ کہ تباہ حال ہیں۔

رسالۂ بیدار میں ایک استفسار کے جواب میں۔ ربوا اور تجارتی سود دونوں کی نسبت تحریر ہے کہ

"سود کا معاملہ اور آخرت کا مواخذہ بہت سخت ہے۔ اس کی نسبت نہایت ادب سے عرض ہے کہ جب کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کے معابد کی توہین ہو رہی ہے مسلمان اُس کی حفاظت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو ان کی پٹائی ہوتی ہے اور مالی کمزوریوں کی وجہ سے عدالت میں پیروی نہ ہو سکنے سے خود اُن کو اُلٹی سزائیں ہو جاتی ہیں اور علانیہ افلاس کی وجہ سے شدھی ہو رہی ہے تو مسلمانوں کی آخرت کا نتیجہ تو اسی دنیا میں ظہور پذیر ہو رہا ہے۔

خدا کے فضل سے جمعیتہ القریش کے افراد کی جو قصابوں کا پیشہ کرتے ہیں بوجہ کاروبار کی مالی اور جسمانی حالت کسی قدر بہتر ہے اور اگر اب اس بات کا انتظام کر دیا جائے کہ اپنے کاروبار کے لیے انھیں دوسروں سے سودی قرضہ نہ لینا پڑے بلکہ وہ خود ایک دوسرے کو معیّن منافعہ پر کاروبار کے لیے روپیہ دیں۔ اُن کو کوآپریٹو سوسائٹیاں بنا دی جائیں جن سے اُنھیں کم شرح سود پر قرضہ مل سکے اور جو سود وہ ادا کریں اُس کا ایک حصہ لوٹ کر اُنھیں بطور منافعہ ملتا ہو۔ قریشیوں کے بینک کھول دیے جائیں اور اُن میں انفرادی اور اجتماعی طور پر روپیہ کا کاروبار ہونے لگے تو امید ہے کہ اس وقت اِس برادری کے لوگ بہت جلد مسلمانوں کی صف اولیٰ میں آ کر کل قوم کے لیے پشت پناہ بن جائیں گے جس کے تصور سے مجھے اُس وقت سے خوشی تھی جب سے کہ منشی محمد سعدی خاں صاحب نے اپنی برادری کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا تھا مگر ماہ مارچ کا رسالہ پڑھ کر جس میں تجارتی سود اور غیر مسلموں سے سود لینے اور خون کی تجارت سے منع کر کے قصابوں کے ذرائع معاش تنگ کرنے کے مشورے دیے گئے ہیں۔ مجھے سخت مایوسی ہوئی ہے۔ بلاشبہ اتحاد۔ ترک رسوم قبیحہ اور تعلیم تجارت سب عمدہ چیزیں ہیں۔ مگر جب تک کہ جسم میں غیر اقوام کے سود کی جونکیں لگی ہوئی ہیں۔ اِن مقاصد میں سے ایک کے حصول کا بھی امکان نہیں ہے اور یہ جونکیں صرف روپیہ کا کاروبار کرنے سے چھوٹ سکتی ہیں۔"

طفیل احمد (ایڈیٹر)

قابل توجہ گزارش　جن حضرات نے عام طور پر اپنی قلمی اعانت سے سود مند کی ہمت افزائی کی ہے یا خاص طور پر مقامی حالات کے تحت میں سودی قرضے کی تباہ کن داستانوں کو ناظرین سود مند کے لیے درس عبرت بنا کر پیش کیا ہے وہ اپنی توجہ کا شکریہ قبول فرمائیں۔ اور آئندہ کے لیے سود مند کو اس امداد سے محروم رکھ کر یہ کہنے کا موقع نہ دیں ؎

گھٹاتے اب جو لگے ربط کو بڑھا کر کے　　بُرا کرے ہے کسی کا کوئی بھلا کر کے

دمنیجر)

زرّیں اقوال

(۱) جو شخص آمدنی سے کم خرچ کرتا ہے اور اُسے پس انداز کر کے نفع آور کام میں لگاتا ہے۔ وہ آزادی کی شاہراہ پر گامزن ہے (ہارڈی۔ اے۔ بالاحٹ)

(۲) کسی چیز کو ضائع کرنا نقصان سے بدتر ہے۔ اب وقت آنے والا ہے جبکہ ہر اُس شخص کو جو قابلیت کا مدعی ہے مضبوع کو ہر وقت پیش نظر رکھنا پڑیگا۔ اب کفایت شعاری کا دائرہ لامحدود ہوتا جاتا ہے (طامس اے۔ ایڈیسن)

(۳) ہمارے بعض بہترین صنعتی کارخانوں کو اب یہ معلوم ہو گیا ہے کہ ترقی کی ابجد یہ ہے کہ کسی چیز کو کسی طرح ضائع نہ ہونا دیا جائے اب وہ وقت آرہا ہے جبکہ ہر شخص کو جو کاروباری قابلیت کا دعویٰ رکھتا ہے مسئلہ ضیوع کو ہر وقت سامنے رکھنا پڑیگا۔ (طامس۔ اے۔ ایڈیسن)

(۴) ہر لمحہ جو ضائع ہو جاتا ہے اُس کے یہ معنی ہیں کہ ایک بہترین موقع کھو دیا گیا۔ کیونکہ اگر لمحہ کو مفید طریقہ پر استعمال کیا جائے تو مثل ایک سرمایہ مع سود کے ہے (لارڈ چسٹر فیلڈ)

(۵) اہل فرانس کی لاجواب کفایت شعاری نے فرانس کو دنیا کا مہاجن بنا دیا ہے۔ وہ پچاس کروڑ ڈالر یعنی سوا ارب روپیہ سالانہ بچا کر نفع آور کاموں میں لگاتے ہیں۔ اس وقت اُن کے پاس ایک ارب ڈالر یا ڈھائی ارب روپیہ ایسا ہے جو کسی کام میں نہیں لگایا گیا اس اندیشہ سے کہ یورپ بارود کے میگزین کے مانند ہے جس کے گرد حمقا دیا سلائیاں لیے کھڑے رہتے ہیں اور لڑائی کی آگ لگا دیتے ہیں علاوہ بیشمار روپیہ کے جو بیرون ملک نفع آور کاموں میں لگا ہے۔ فرانس کا دو ارب ڈالر یا پانچ ارب روپیہ بیرونی ممالک میں قرضہ میں لگا ہوا ہے جس میں ایک ثلث جرمنی کے پاس ہے درآنحالیکہ جرمنی کو جہاں کہیں سے بھی دستیاب ہوتا ہے گراں شرح سود پر قرضہ لیتا ہے (سی ایم۔ ڈیپیو)

(۶) معیار زندگی بڑھنے کا علاج یہ ہے کہ اپنی آمدنی بھی بڑھائی جائے اور مکان کے متصل زمین ہو تو اُس میں گھر کے خرچ کے لیے پھل اور ترکاریاں پیدا کیے جائیں۔ اور مرغیاں پالی جائیں۔ (ڈی۔ ڈی۔ لینج)

(۷) روپیہ کو کسی کام میں لگاتے وقت اس امر کا زیادہ لحاظ رکھنا چاہیئے کہ محفوظ کام میں

لگایا جاتا ہے۔ بمقابلہ اس کے کہ زیادہ نفع کے کام میں لگایا جاتا ہے۔

(جی۔ ایس۔ بوڈون)

(۸) حقیقی کفایت شعاری یہ ہے کہ تجاویز سوچنے اور بچانے اور صرف کرنے میں سمجھ سے کام لیا جائے۔ کامیابی اور خوشی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ کفایت شعاری ہے۔

(۹) اس امر کا قطعی فیصلہ کر لو کہ اس وقت سے پورے سال بھر تم زیادہ روپیہ والے۔ زیادہ خوشحال اور زیادہ فارغ ہو گے۔ اس کے لیے اپنی موجودہ مالی حالت لکھ رکھو اور اس کا مقابلہ ایک سال بعد کرو۔

(۱۰) روپیہ کی قیمت صرف اس قدر ہے جس قدر کہ وہ سامان خرید سکے۔ مگر جو روپیہ اس زمانہ میں سمجھ کے ساتھ صرف کیا جائے اس سے گویا مسرت اور خوشی خریدی جاتی ہے۔ برخلاف اس کے اگر روپیہ بے عقلی کے ساتھ صرف کیا جائے تو اس سے ناقابل برداشت قرضہ فکر اور مصیبت خریدی جاتی ہے

تجارت میں تخیل دولت سے زیادہ مفید ہے

یہ ایک امر واقعہ ہے کہ اہل تجارت زیادہ تر بہ نسبت صاحب تخیل ہونے کے دولتمند زیادہ ہیں اور یہ بھی ایک صحیح واقعہ ہے کہ بہت سے چھوٹے روزگاری لوگوں کی تجارت تمام عمر ادنیٰ پیمانہ پر رہتی ہے کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ اپنے سرمایہ کو تجارت میں کس طرح لگاویں یا اپنی دولت کو کس طرح کام میں لاویں۔

ہمیشہ انسان کے پاس دولت تخیل سے زیادہ ہوتی ہے۔ روپیہ کا بچا رکھنا آسان ہے مگر یہ مشکل ہے کہ انسان اپنے روپیہ کے استعمال کے واسطے اپنے خیالات کو کام میں لائے۔ چنانچہ لوگ روپیہ تو جمع کر لیتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ اس کو کس طرح استعمال کریں۔ تجارت میں فلاح خیالات کے ذریعہ سے ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے تجارتی دنیا میں سب سے زیادہ نادر بات جدید عملی تخیلات ہیں۔

آنریری

جوائنٹ ایڈیٹر

انجمن سُودمند

'سُودمند' کے اجرار کے وقت یہ تجویز کیا گیا تھا کہ جس مقام کے مسلمان، مسلمانوں کی مالی اصلاح کا کام کرنا چاہیں وہاں انجمن "فلاح المسلمین" کے نام سے ایک انجمن قایم کردیں۔ اُس زمانہ میں ہر پرچہ کے ساتھ 'فلاح المسلمین' کے قواعد بھی بطور نمونہ کے شایع کیئے جاتے تھے۔ چنانچہ اُس نمونہ پر بعض مقامات سے اطلاعیں بھی موصول ہوئیں اور کام بھی جاری ہوا۔ مگر گزشتہ دسمبر ۱۹۲۰ء میں جب دہلی میں سودمند کانفرنس کا اجلاس ہوا تو اُس وقت بعض احباب کا یہ اصرار ہوا کہ سودمند کانفرنس کی شاخیں 'انجمن سودمند' کے نام سے قایم کی جائیں۔ اس لیئے اُن بزرگوں کی خدمت میں جو اس وقت مسلمانوں کی مالی فلاح وبہبود کا کام کر رہے ہیں یا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، عرض ہے کہ وہ اپنی جماعت کو باضابطہ بناکر اور اُس کا نام 'انجمن سودمند' رکھ کر منیجر صاحب سُودمند۔ بدایوں کو مطلع فرمائیں تاکہ صدر دفتر سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہے۔ ان انجمنوں کے اور انجمن کے عہدہ داروں کے نام 'سودمند' میں شایع کیئے جائیں اور وقتاً فوقتاً ان انجمنوں کی کارگزاریاں ناظرین سودمند کی خدمت میں پیش کی جایا کریں۔ ذیل میں چند قواعد بطور نمونہ کے درج ہیں۔ مقامی اصحاب کو اختیار ہے کہ اُن میں حسب ضرورت کمی بیشی فرمائیں۔

قواعد انجمن سودمند

(۱) انجمن سودمند کے مقاصد حسب ذیل ہوں گے:۔

(الف) افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرکے مسلمانوں کو افلاس وگداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں۔

(ب) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمنہائے امداد باہمی، قومی اور ملکی بینکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر ملک سے ربا کو جو برباد کن اور حرام ہے مٹادے۔

(۲) ممبروں کے ذاتی فرایض حسب ذیل ہوں گے۔

(الف) اپنی آمدنی کا کم سے کم دسواں حصہ کسی بینک یا ڈاک خانہ یا کسی محفوظ مقام میں جمع کرنا

(ب) اپنی زندگی کا بیمہ کرنا تاکہ پس ماندگان کسی کے دست نگر نہ ہوں اور ہر بچہ کا تعلیمی بیمہ کرانا تاکہ اس کی تعلیم بے کھٹکے ہر حالت میں جاری رہ سکے۔

(ج) اپنے بچوں کو ابتدا سے روپیہ بچانے اور بڑھانے کی تربیت دینا۔

(د) خود نہایت سادہ زندگی بسر کرنا اور شادی غمی کے مسرفانہ اخراجات سے بچنا۔

(سو) ممبروں کے ملّی فرایض حسب ذیل ہوں گے۔

(الف) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر روپیہ کا کاروبار کریں اور مسلمان دوکانداروں اور کاریگروں کو معیّن اور غیر معیّن منافعہ پر روپیہ دے کے انھیں دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے آزاد کرائیں۔

(ب) مسلمانوں میں انجمنہائے امداد باہمی اور مشترک سرمایہ کی کمپنیاں قایم کرنا۔

(ج) مسئلہ سود کے اصلی معنوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا اور اس مضمون کی کتابیں مسلمانوں سے پڑھوانا اور اُن کے مضامین ناخواندہ مسلمانوں کو پڑھکر سُنانا۔

مسلمانوں میں زکوۃ کی مقدار کس طرح بڑھ سکتی ہے

جب سے مسلمانوں کی آنکھیں کھلی ہیں کبھی کبھی سود کا مسئلہ بھی سامنے آتا رہتا ہے۔ ایسے مسائل میں شرعی نقطۂ نگاہ سے دخل دینا اور بحث کرنا تو علماء کرام ہی کا حق ہے لیکن چونکہ صدر جمعیت العلماء ہند حضرت مولینا کفایت اللہ صاحب نے بینک کے سود کے جواز کا فتویٰ صادر فرما دیا ہے اس فتویٰ کے سہارے اور چند عام مسائل جو علماء یا صاحب علم ذخیرہ بزرگوں سے سنے سنائے ہیں انکو سامنے رکھکر اگر اور کوئی کم علم بھی اس مسئلہ کے متعلق اظہار خیالات کرے تو شاید مورد عتاب نہ ہو۔ کیونکہ مذکورہ بالا فتویٰ جاری ہو جانے کے بعد بھی بعض لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ مثلاً اسلام کا یہ مسئلہ عام مشہور ہے کہ اللہ تعالی نے دین کو مومنوں پر آسان کر دیا۔ یہاں لفظ آسان کا اطلاق دنیاوی زندگی پر ہوگا نہ کہ عقبیٰ پر۔ ایک یہ بھی مسئلہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ یہ بھی سنا ہے کہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جس مسلم نے کل سے آج کچھ ترقی نہیں کی وہ خسارہ میں رہا۔ گویا خسارہ میں رہنا بھی اگر گناہ نہیں تو آں حضرت صلعم کے نزدیک ناپسندیدہ ضرور ہے جسے گوارا کرنے کی کوئی سچا مسلم کبھی جرأت نہیں کر سکتا۔ اخوت اسلامی بھی ایک مسلم مسئلہ ہے۔ اخوت سے مطلب صرف زبانی جمع خرچ تو نہیں ہوگا بلکہ عملی یعنی تمام مسلمانوں کے ساتھ سچی دلی محبت ان کی ہر ممکن امداد اور قومی بہبودی کا ہر وقت دل میں جوش مطلب ہوگا اور قومی بہبودی کے بہت سے پہلو ایسے ہیں جو قومی مالیہ کا اضافہ چاہتے ہیں۔ پس قومی مالیہ بڑھانا یا قومی مالیہ بڑھانے کا دھیان رکھنا بھی اہم ترین مسائل میں سے ایک مسئلہ ہوا۔ اسراف اور خواہش نمود و نمائش کی بھی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ یہاں یہ گزارش کر دینا بھی بیجا نہ ہوگا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کو احسن پیشہ قرار دیا ہے اور خود حضور نے تجارت کی ہے۔ یاد رہے تجارت سے منافع بھی ہوا کرتا ہے۔ لفظی بحث چھوڑ کر صرف مفہوم کو لیجیے اور مذکورۂ بالا مسائل سامنے رکھکر غور فرمائیے کہ سود اسلام میں قطعی حرام ہے یا آج کل اس کی کوئی صورت جائز بھی ہو سکتی ہے۔ یعنی سود کو حرام قرار دینے میں اسلام نے کسی اصلاح یا بہتری کو بھی مد نظر رکھا تھا یا سود کا نقد ہی ایسا طارد ہے کہ اس کی تکلیف کا احساس کر سکے

اسے حرام قرار دیدیا۔ اور اگر کوئی سود کی صورت جائز ہوسکتی ہو تو وہ کونسی ہو۔

سود۔ بیاج۔ منافع۔ انٹرسیٹ وغیرہ یہ سب مختلف زبانوں کے الفاظ ہیں۔ جن سب کے معنی ایک ہیں اور وہ کسی تشریح کے محتاج نہیں۔ حرام ہوتا اگر صرف لفظ سود سے مراد ہوتا تو ایک مسلم کو فائدہ یا نفع کا خیال کرنا بھی گناہ ہوتا اور دنیاوی ترقی کے تمام راستے مسلموں پر بند ہوتے حالانکہ اسلام ترقی کا حامی ہی نہیں بلکہ تاکیدی حکم دیتا ہو اور ترقی و محنت کا ہو کر محض فائدہ کا احساس ہوسکتا ہو۔ اگر صرف لفظ سود مراد نہیں بلکہ سود حرام کردینے میں کوئی بہتری اور مصلحت مدنظر تھی جو یقیناً صحیح ہو تو وہ غرض سوائے اخوت اسلامی کو عملی جامہ پہنانے اور مسلموں میں ایثار پیدا کرنے کے اور کچھ نہیں سمجھ میں آتی۔ ساتھ ہی قومی مالیہ کو نقصان پہنچانا بھی اسلام کا مدعا نہیں ہوسکتا

آں حضرت صلعم کی بعثت کے وقت عرب کے ساہوکاروں کا اپنے قرضداروں کے ساتھ بعینہ ایسا برتاؤ ہوتا تھا جیسا آج کل کے بنیوں کا ہو کہ کوئی غریب ایک دفعہ ان کے پنجے میں پھنس جاوے پھر وہ زندگی بھر ان کے جال سے رہائی نہیں پا سکتا۔ اُس زمانہ میں شرح سود بھی غالباً آج کل سے بہت زیادہ تھی۔ پھر اس وقت دنیا میں نہ بینک تھے نہ اس پیمانہ پر بیرونی تجارت پہنچی تھی اور نہ دور و دراز ممالک میں غیر مذاہب اور غیر قوم کے لوگوں سے آج کل کا سا لین دین تھا نہ اُس وقت ہنڈوی کا رواج تھا نہ بیمہ کا قانون۔ آج کل ہر قسم کے سود بغیر انسان دنیا کی منڈی میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ اس وقت شاید اس کا گمان بھی نہ ہو ورنہ اس کے متعلق تفصیل کے ساتھ احکام نافذ ہو جاتے۔ اُس وقت سود کی صرف ایک ہی صورت ہوتی تھی (جو حرام قرار دی گئی) کہ کسی مسلم کو اسلامی حدود کے اندر رہتے ہوئے کچھ روپیہ کی جائز ضرورت پڑ گئی وہ ایک دوسرے متمول مسلم بھائی کے پاس امداد کی درخواست لے جاتا ہو۔ ایسی صورت میں قرض حسنہ یعنی بلا سود دینے کا حکم ہوا۔ بلکہ اس کی ادائیگی اقساط میں منظور کرلینے کی ہدایت ہوئی۔ اس میں یہ بھلائی مدنظر تھی کہ تمہارا ایک بھائی جو بدنصیبی سے پہلے سے اس قدر پس انداز نہیں کرسکا کہ اس کی موجودہ ضرورت کا کفیل ہوتا۔ آئندہ انھیں حالات کے ماتحت کچھ زیادہ کفایت شعاری سے تمہارا اصل روپیہ تو وہ غالباً واپس دے سکے لیکن اگر تمہارے روپیہ نے بچے دینے شروع کردیے تو سال بسال مقروض کے بوجھ میں اضافہ ہوتا جائیگا اور وہ اپنے معمولی حالات میں شاید عمر بھر آپ کے قرض کے بوجھ کے پنجے سے نکل سکے اور اس کی زندگی تلخ ہوجائے پس سود حرام کرکے اسلام نے اس خرابی کی اصلاح کردی۔ آج بھی ایسے ہی

حالات میں کسی صاحب ثروت مسلمان کے سامنے ایک غیر مسلم بھائی ایسی ہی جائز ضرورت لیکر جاوے
تو اس امیر کو قرض حسنہ سے غریب کی مدد کرنا واجب ہوگا اور اس غریب سے سود لینا قطعی حرام ہے
لیکن اگر ایک مسلمان ایک دوسرے دولتمند مسلمان کے پاس جاکر التجا کرے کہ صاحب کچھ رقم دلوایئے
میں ایک کام کا ٹھیکہ لینا چاہتا ہوں یا کوئی بیوپار کرنیکا ارادہ رکھتا ہوں تو کیا ایسا قرضہ انہی حالات
کے ماتحت شمار کیا جائیگا۔ جن حالات میں سود حرام ہوا یا اُس کی نوعیت کچھ اور ہوگئی۔ کیا ایسا لین
دین تجارت کی حد میں نہیں آسکتا۔ اس قسم کے لین دین یا قرضہ کو قرض حسنہ کی مد میں شمار کرنا ایک
ناقابل تلافی غلطی ہوگی اور اگر ضرور ایسا ہی ہے تو پھر ایک دولتمند مسلم کے لیے اس کا اپنا روپیہ محض رکھ
چھوڑنے کے لیے ہوا اور سنگ و زر برابر۔ البتہ اس کی نگرانی یا رکھوالی ایک اور دردسر ہوا۔ کیسی
لاجواب منطق ہے کہ ایک مسلم دولتمند کے روپیہ سے اور لوگ تو فائدہ اٹھالیں لیکن خود دولت والے
کو سوائے پریشانی کچھ وصول کرنے کی اجازت نہ ہو۔ یہاں ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ روپیہ والے کو
قرض دیتے وقت یہ وہم بھی ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ اس کا روپیہ مارا جاوے اور اسی وہم پر صرف اپنے منافع کا
خیال ہی غالب آسکتا ہے۔ بہت سے دولتمند مسلمان تو سود نہ لینے کی وجہ سے قرض دیتے ہی نہیں اور
غریب حاجتمندوں کو مجبوراً غیر مسلموں کے دروازہ پر جانا پڑتا ہے۔ ایک طرف قرض نہ دینے سے ایک
متمول مسلم کے مالیہ میں خسارہ پڑا۔ دوسری طرف سود کی شکل میں ایک غریب مسلمان کی کمائی ایک غیر مسلم
کے خزانے میں پہونچی۔ گویا ایک ہی فعل سے دو مسلمانوں کو نقصان پہونچا۔ اور ایک غیر مسلم کو فائدہ۔ توبہ
توبہ تعلیم اسلام کا کیسا غلط مفہوم لیا گیا۔ ایک اور لطف کی بات ملاحظہ ہو۔ اکثر سُنا گیا ہے کہ بحالت مجبوری
ایک مسلمان کا کسی غیر مسلم کو سود دے دینا ہمارے علمائے کرام جائز کردیتے ہیں۔ اگر یہ خبر صحیح ہو تو
اس نکتہ کی فلاسفی کو پہونچنا معمولی دماغ کے لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایک ہی فعل سے ایک غیر مسلم تو
بیشک فائدہ اٹھائے لیکن مسلم کے رستہ میں ضرور روڑے اٹکائے جاویں۔ اگر امیر سود حرام خیال
کرکے قرض نہ دے اور کارندہ روپیہ نہ مل سکنے سے بیکار رہے تو اس طرح دو مسلمانوں کی آمدنی فنا
ہوئی یعنی قومی مالیہ میں خسارہ پڑا۔ شاید کوئی بزرگ یہ سوال کریں کہ دولتمند مسلم ان جھگڑوں
میں الجھنے کی بجائے اپنا روپیہ تجارت میں کیوں نہ لگادے بجا و درست۔ پر یہ جو کچھ گزارش کیا
جارہا ہے اس کے معنی تجارت ہی کے ہیں۔ تجارت کرنا یا روپیہ دے کر تجارت کروانا اس میں کیا فرق
ہوسکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ تجارت میں کامل شرکت کے لئے بہت کچھ حساب کتاب رکھنے کی ضرورت
پڑتی ہے جس کے لئے ایک امیر آدمی جسے اپنے کاموں میں پہلے سے کافی مصروفیت ہو وقت نہیں

نکال سکتا اور اگر روپیہ کو یوں ہی پڑا رہنے دے تو وہ پتھر کے برابر ہوا۔ اس بات کی اجازت نہیں بلکہ ترقی کرنے کی تاکید ہے۔ ان مشکلات کا اندازہ کر کے مشترک کاروبار کا ایک یہ طریق بھی اختراع کیا گیا کہ روپیہ لگانے والا یا یوں کہو کہ قرض خواہ مقروض سے بازار کے نرخ کے مطابق منافع کی شرح مقرر کرے اور وہ اس کے روپیہ سے کاروبار کرے کمی بیشی کا ذمہ دار قرضدار ہوگا۔ اس طریق سے حساب کتاب کے لمبے چوڑے جھگڑے خود بخود طے ہو گئے۔ اب اس میں کیا خرابی ہے۔ یہی اصول تجارتی کمپنیوں میں کام کرتا ہے۔ اور یہی بینک کے نظام میں داخل ہے۔ بینک بھی ایک جماعت کی مشترکہ دوکان ساہوکارہ ہی ہوتی ہے۔ بھلا اگر قرضدار اپنے بیوپار میں کسی طرح نقصان اُٹھائے اور اس کا سرمایہ ضایع ہو جاوے تو قرض خواہ کہاں سے وصول کرے گا سود چھوڑ اس کا اصل بھی مارا جائے گا۔ اس میں نفع و نقصان دونوں پہلو ہوئے یہی دونوں پہلو تجارت کے ہیں اور یہی صورت ایک بینک کی ہو سکتی ہے۔ جس بینک سے آج لوگ فائدہ اُٹھا رہے ہیں کل اگر وہ بینک فیل ہو جائے تو سب حصہ داران کو نقصان اُٹھانا پڑے یہاں بھی وہی تجارت کا رنگ موجود ہے۔ پھر حرام کیسے ہوا۔

قومی مالیہ کے نفع و نقصان کا ایک اور پہلو۔ ہر ایک صاحب بضاعت مسلمان کی دولت میں قوم کا حصہ ہے جو اس سے بصورت زکوٰۃ و صدقات وصول ہوتا ہے سال بسال ایک مسلم جس قدر ترقی کرے گا اتنا ہی اس کی دولت میں اضافہ ہوگا اور اسی کے مطابق قوم کا حصہ بڑھتا جائے گا۔ بخلاف اس کے اگر روپیہ یونہی پڑا رہے تو امیر اور غریب دونوں خسارہ میں رہینگے۔ فرض کرو ایک مسلمان کے پاس اس سال کے اختتام پر دس ہزار روپیہ خالص بچت میں ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہے اب اگر زکوٰۃ نکال کر وہ باقی روپے کو آئندہ سال کے اختتام تک یونہی پڑا رہنے دے تو ڈھائی سو روپیہ زکوٰۃ کے نکال کر سال آئندہ کے اخیر میں اس کے پاس صرف نو ہزار ساڑھے سات سو روپے ہوں گے پھر اس میں سے زکوٰۃ دے کر حضرت کے پاس کچھ اوپر ساڑھے نو ہزار روپیہ بچیں گے یعنی دو سال میں قریباً پانسو صاف ہو گئے۔ اسی طرح اگر وہ احکام شریعت سے منہ نہ موڑے تو کچھ مدت بعد وہ سب کا سب دس ہزار صاف ہو جائے گا اور دولت مند صاحب خاصے ملنگے ہو جائیں گے۔ اب دوسری صورت کا زائچہ لیجیئے کہ اگر وہ دس ہزار روپے بنک میں رکھتے ہوتے چھ فی صدی کے حساب سے سال بھر کے چھ سو روپیہ سود کے آتے جس میں سے ڈھائی سو کی بجائے ۲۶۵ دو سو پینسٹھ تو زکوٰۃ کے نکلتے اور اپنے مالیہ میں الگ ایک معقول اضافہ ہوتا یعنی امیر و غریب دونوں کو فائدہ پہونچتا۔ میں دوسرے صفحے پر ایک نقشہ پیش کروںگا جس پر ایک نگاہ ڈالنے سے واضح ہو جائے گا کہ ان دونوں صورتوں میں کتنا فرق ہے

پہلی صورت یعنی سود سے گریز کرنے کی حالت میں تو ایک متمول مسلمان احکام شریعت کی تعمیل کرتے ہوئے چند سالوں میں نادار ہو جائے گا لیکن دوسری صورت یعنی بینک وغیرہ کے سود لینے کی حالت میں وہ اتنے ہی عرصہ میں امیر الامرا بن جائے گا۔ تعجب نہیں کہ اس کے ساتھ ساتھ اور کئی ایک غریب مسلمان بھی امیر بن جاویں۔

نیچے کے نقشہ میں دس سال کا حساب لگا کر دکھایا گیا ہے کہ پہلی صورت پر عمل کرنے سے مسلمانوں کو کس قدر نقصان برداشت کرنا پڑا ہے اور دوسری صورت پر عمل پیرا ہو کر وہ کہاں پہونچ سکتے ہیں فرض کرو سال سنہ۱۹۲۶ء میں ایک مسلم کا خالص پس انداز دس ہزار روپیہ ہے۔

	پہلی صورت			دوسری صورت				
	جبکہ روپیہ گھر میں بیکار پڑا رہے			جبکہ روپیہ بینک میں چھ فیصدی سالانہ پر رکھا ہو				
سنہ	اصل رقم	خرچ ڈھائی فیصدی سالانہ	بقایا سرمایہ	اصل سرمایہ	سود چھ فیصدی سالانہ	میزان اصل معہ سود	خرچ ڈھائی فیصدی سالانہ	بقایا سرمایہ
1926	10000	250	9750	10000	600	10600	265	10336
1927	9750	244	9506	10335	620	10955	274	10681
1928	9506	238	9268	10681	641	11322	283	11039
1929	9268	231	9037	11039	663	11702	293	11409
1930	9037	226	8811	11409	684	12093	302	11791
1931	8811	220	8591	11791	707	12493	312	12186
1932	8591	214	8376	12186	731	12917	323	12594
1933	8376	209	8167	12594	750	13345	334	13011
1934	8167	204	7962	13011	781	13792	345	13447
1935	7962	199	7763	13447	807	14253	354	14000
میزان دس سال		2235					3085	

اوپر کے نقشہ سے یہ نمایاں ہوگیا کہ پہلی صورت میں دس سال کے بعد صاحب نصاب کے قبضہ میں دس ہزار کی بجائے صرف ۷۶۳، روپیہ رہ گئے اور رقم زکوٰۃ یعنی غربا کا حصّہ گھٹتے گھٹتے دس سال بعد دو سو پچاس روپیہ کی جگہ صرف ۱۹۹ روپیہ رہ گیا۔ گویا فریقین خسارہ میں رہے اگر اس صورت کو برابر چالیس سال تک جاری رکھا جاوے تو چالیسویں سال کے اخیر صاحب نصاب کے پاس شاید برائے نام کچھ بچ رہے۔ اس حالت میں اس گھر سے مساکین کو بھلا کیا ملے گا۔ اس عبرتناک نظارے کے خیال سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اسلام تو دنیا کو قعر مذلت سے نکالکر اوج کمال پر پہونچانے آیا تھا پر یہاں اگر قانون اسلام کے یہی معنی صحیح ہوں تو نتیجہ آنکھوں کے سامنے ہے۔

اب اس نقشہ کی دوسری شکل بھی ملاحظہ ہو اگر پہلی صورت غلط مفہوم پر مبنی ہے تو دوسری شکل اسلامی دعوے کی پوری تائید کرتی ہے کیونکہ دوسری صورت میں دس سال کے اخیر میں امیر کے پاس بجائے دس ہزار کے قریباً چودہ ہزار روپیہ دکھائی دیتے ہیں اور دسویں سال مساکین کا حصّہ بڑھتے بڑھتے بجائے دو سو پچاس کے تین سو ۴۳ روپیہ ہوجاتا ہے اور اگر اس طریق کو بھی چالیس سال تک جاری رکھ کر دیکھا جاوے تو چالیسویں سال کے اخیر میں صاحب نصاب بزرگ تو ماشاء اللہ کوئی تیس ہزار روپیہ کے مالک بن جائیں گے اور مستحقین زکوٰۃ کا حصّہ بڑھتے بڑھتے کوئی اٹھارہ سو روپے سالانہ تک پہنچ جائے گا۔ پہلی اور دوسری صورت کی دس سالہ زکوٰۃ کی میزان بھی قابل غور ہے دونوں میں بین فرق ہے۔ پہلی صورت میں ۲۲۳۵ روپیہ اور دوسری میں ۳۰۰۵ روپیہ دیکھ لیجئے۔ اسلام کے دعوے کی سچی اور یقینی تائید تو دوسری ہی صورت میں دکھائی دیتی ہے۔

البتہ پہلی صورت میں کوئی خاص بات ہو جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے تو اور بات ہے۔

نیاز آگیں۔

محمد جان۔ سب اسٹور کیپر ڈاکخانہ گنج

دھلی

زراعت

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو سودمند ماہ جون ۱۹۳۴ء)

(مولوی عبدالقیوم صاحب پروفیسر زراعتی کالج کانپور)

بہر حال کم از کم اُس کے پاس ایک سال تو ضرور ہی۔

چھوٹے سے چھوٹا کاشتکار جس کے پاس ایک جوڑی بیل ہیں

ایک کاشتکار کے پاس خواہ وہ کیسا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو ایک جوڑی بیل اور کچھ لوازمات ضرور ہوں گے۔

عام طور سے کاشتکار اپنی کھیتی کو اپنے ہاتھ سے جان بوجھ کر نقصان پہونچاتا ہی پہلا کام جو وہ کرتا ہی وہ اپنے گوبر کے کنڈے پاتھتا ہی۔ یہ گوبر محض برسات کے زمانہ میں جبکہ کنڈے (اُپلے) بن کر سوکھ نہیں سکتے ایک کھاد کے ڈھیر میں پھینکا جاتا ہی۔ اب دیکھنا یہ ہی کہ وہ اس سے اپنا کس قدر نقصان کرتا ہی۔ درحقیقت اس کو کوئی اندازہ نہیں اور اگر بتایا جائے تو اس کی سمجھ میں مشکل سے آئے گا۔ ایک جوڑی بیل سے ایک سال میں اگر محض گوبر اور اس کا بچا ہوا چارہ ایک گڑھ میں جمع کیا جائے تو دس گاڑی کھاد اعلیٰ درجہ کا تیار ہوتا ہی۔ کھیت میں محض یہ کھاد ڈال کر گیہوں کی پیداوار کالج کے فارم پر ۶ من فی ایکڑ سے بیس من فی ایکڑ ہوگئی۔ اگر سب زمینیں اس قدر عمدہ نہ بھی خیال کی جائیں تو کم سے کم کاشتکار کی پیداوار ہر حالت میں دُگنی ہوسکتی ہی جس کی قیمت اس وقت گندم بھوسہ کل ہوئے۔

ایک جوڑی بیل کے سال بھر کے گوبر سے قریب آٹھ گاڑی کنڈے تیار ہوتے ہیں جس کی بازار کی قیمت للعہ ہوئے۔ ان میں سے چار ماہ کا گوبر کھاد میں ڈال دیا جاتا ہی باقی کنڈوں کے کام آتا ہی گویا کم سے کم ۸ گاڑی کھاد ہر حالت میں جلا لی جاتی ہی جو اگر گیہوں میں ڈالی جاتی تو کم از کم عہ کے گیہوں دیجاتی۔ اگر کاشت بھی اچھی ہوتی تو یہ رقم کم از کم صہ کی ہوتی۔ اس کھاد کا اثر تین برس تک یہی کام دیتا گویا تگنا منافع ہوتا۔ اس کے ساتھ ایک اور غلطی عام ہی یعنی جو تھوڑی بہت کھاد تیار بھی کی جاتی ہی وہ اس بُری طرح سے رکھی جاتی ہی کہ اُس کی قیمت بھی آدھی رہ جاتی ہی۔ عام قاعدہ مواضعات میں کھاد رکھنے کا یہ ہی کہ راستہ کے کنارہ ایک جانب کو ڈال دی جاتی ہی جہاں دھوپ کی انتہائی گرمی اُس کو نقصان پہونچاتی ہی۔ اس کی پہچان یہ ہی کہ جب اس ڈھیر کے پاس سے نکلا جائے تو اس میں سے امونیا (نوسادر اور چونا ملا کر جو تیز بو ہوتی ہی) کی بو معلوم ہوتی ہی یہ درحقیقت نہایت

قیمتی اور ضروری چیز نائٹروجن ہی جو ایمونیا کی شکل میں کھاد میں سے نکلا جا رہا ہی اور کھاد کو محض کھوکھس کی شکل میں چھوڑ رہا ہی۔

برسات میں اس کھاد کے ڈھیر پر پانی پڑتا ہی اور کل وہ اجزا جو پانی میں گھل سکتے ہیں پانی کے ساتھ بہہ جاتے ہیں۔ یہی وہ اجزا تھے جو پانی میں گھل کر پودہ کی نشو نما کے کام آتے گویا دو طرح سے کھاد کا کھوکھس بنایا گیا اور جو تھوڑی بہت بچ گئی تھی وہ بھی خراب سے خراب محض اس کھاد کے سوال پر بلا کسی خاص خرچ کے ایک معمولی سے معمولی کسان بھی اپنی آمدنی کو اس قدر بڑھا سکتا ہی جو اوس کے خاندان کو سال بھر پال سکے اور باقی کل پیداوار فروخت کر کے اپنا کام نہایت اچھی طرح چلا سکے

اب دوسرا سوال بیج کا ہی جو کاشتکار بلا کسی زائد خرچ کے عمل میں لا کر بے حد فائدہ اُٹھا سکتا ہی عام طور پر اچھے کاشتکار تو خیر اپنا بیج رکھ لیتے ہیں لیکن اس میں مختلف قسم کے بیج ملے ہونے کی وجہ سے اُس کی قیمت پوری مل ہی نہیں سکتی۔ عام کاشتکار جو بیج بوتے ہیں وہ مہاجنوں کے کھتے کا بھرا ہوا یا محض کھلے گوداموں کا پڑا ہوا ہوتا ہی چونکہ یہ سب بیج کاشتکاروں کا ہی ہوتا ہی اس وجہ سے صرف ایک کاشتکار کا ہی ملا ہوا نہیں بلکہ مختلف قسم کے میل ہونے کی وجہ سے اور بھی بد تر حالت کا میل ہو جاتا ہی اس میں کچھ اقسام سینگ دار کچھ سخت کچھ ملایم کچھ جلد پکنے والے کوئی دیر میں تیار ہونے والے کچھ لال کچھ سفید غرض جس قدر میل ممکن ہیں سب ہی ہو جاتے ہیں ان سب کے علاوہ بہت حصہ گھنے ہوئے اور پتلے دانوں کا ہوتا ہی جن کی وجہ سے مجبوراً اُن کو فی بیگہ تخم زیادہ ڈالنا پڑتا ہی گو اس خرابی کی وجہ سے اُن کے ساتھ قیمت میں بجائے رعایت کے کچھ زیادہ ہی قیمت دینا پڑتی ہی۔

(باقی آئندہ)

ہندوستان صرف زراعت کی ترقی سے آزاد ہو سکتا ہی

سود مند کے گزشتہ دو سال اور آئندہ کی امیدیں

سودمند نے ابتک کیا کیا؟ بہت سے اخباروں اور رسالوں کو اقتصادیات کی طرف متوجہ کیا اخبار بین دنیا میں ایک معقول تعداد کو اقتصادیات کا حامی اور ساعی بنایا اپنے متعلق تاخیر اشاعت کی پریشان کن مزاحمتوں سے نجات حاصل کر کے موقت الشیوع ہو گیا۔ اپنے ٹائٹل کو مستقل طور پر مصوّر کر لیا۔ خود کیسا ہی نقصان برداشت کیا ہو لیکن اپنے خریداروں کا کسی قسم کا نقصان گوارا نہیں کیا۔ اور آجتک نہ کوئی نمبر ناغہ ہوا نہ کوئی نمبر کسی نمبر میں شامل کیا گیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دنیا کی اس فضا میں دو سال متواتر زندگی کا ثبوت دیا جس میں سانس لینا دشوار نظر آتا تھا۔

سودمند اب کیا کرے گا سرورق کی تصویر کو عنقریب موجودہ سے بہتر حیثیت میں پیش کرے گا خریداروں کا نمبر ۲ ہزار تک پہونچتے ہی سالانہ چندہ میں نہایت معمولی اضافہ کر کے ضخامت میں معقول اضافہ کرے گا

سودمند کیا چاہتا ہے؟ صرف یہ کہ خریدار اس کی بقا اور ترقی اشاعت کو اپنی قدر افزائی پر منحصر سمجھتے رہیں۔ اہل قلم حضرات نظم و نثر سے اعانت فرمائیں۔ اور سود کی زیر باری کے متعلق مقامی حالات جو مسلمانوں کے لیئے وجہ عبرت ہوں بھیجتے رہیں۔ جن خریداروں کے ذمے سالانہ چندہ واجب ہو بغیر کسی تقاضے کے وقت پر مرحمت فرما دیا کریں۔
اور سب سے بڑھکر یہ کہ شکایت کا موقع آبھی جائے تو شکایت کریں لیکن کسی شکایت کو اپنے دل میں رکھ کر سود مند سے روٹھ نہ جائیں۔

منیجر

پس پردہ

آغا حیدر صاحب دہلوی کے مقبول عام مضامین کا بہترین مجموعہ جس میں دہلی کی بیگماتی زبان کی خوبیاں تجلی بار ہیں اور مستند زبان کی خوبیوں کے تاریخی، سیاسی افسانہ طرازی واقعہ نگاری اور نسوانی انشاء پردازی کی نظر نواز گلکاریاں نمایاں اگرچہ مضامین کو دیکھ کر کسی پر کسی کو ترجیح دینا مشکل ہے لیکن "حامد دیوان اور مباحثہ" اور "نائی کی کرامات" وہ دلچسپ تصویریں ہیں جن کا سراپا دیکھ کر نظریں مچل جاتی ہیں مرتبہ مسٹر عبدالباسط ایم اے (علیگ) قیمت غیر مجلد عہ ملنے کا پتہ نظامی پریس

دی ہمالیہ بیمہ کمپنی لمیٹڈ کلکتہ

(جو ہندوستان کی ایک معتبر اور ہردلعزیز بیمہ کمپنی ہی)

نے

ہندوستان کے ہر امیر و غریب کے واقعات کو پیش نظر اور مطالعہ کر کے ممکن سے ممکن اور آسان سے آسان شرح ہائے نقشہ جات ترتیب دے کر بیمہ کرانے والوں کو انتہائی سہولیت بہم پہونچانے کی کوشش کی اور مبلغ دو لاکھ روپیہ گورمنٹ میں بطور گارنٹی جمع کر دیئے ہیں اور اس لیئے ہمالیہ بیمہ کمپنی کی ہر ایک پالیسی ہر قسم کے خطرے سے بالکل بری اور قابل اطمینان ہی۔

علاوہ ازیں

ہمالیہ کمپنی کا مبلغ پانچ لاکھ روپیہ کا کل سرمایہ نے ضرر ہی کیونکہ سوائے گورمنٹ کے کاغذات کے کمپنی کی کوئی رقم کسی جگہ اور استعمال نہیں کی جاتی ہی جس سے کمپنی کی بنیادیں نہایت مستحکم اور استوار ہیں۔ ہمارا اُردو پراسپکٹس جس میں مختصر تاریخ بیمہ مع نقشہ جات شرح و قواعد تصاویر او خطوط تعریفی درج ہیں منگا کر ملاحظہ فرمائیے۔

ملنے کا پتہ

نور محمد رجب علی مینجنگ ایجنٹ

صدر دفتر دی ہمالیہ ایشورنس کمپنی لمیٹڈ نمبر ۸ ڈلہوزی اسکوئر کلکتہ

چنانچہ سود مند کانفرنس دہلی نے بھی اپنے جلسہ منعقدہ ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء میں حسب ذیل ریزولیوشن پاس کیا ہی۔ بیمہ کا اجرا۔ اس وقت تمام ترقی یافتہ ممالک میں ہی ہر مرد و عورت او بچہ کا۔ ہر مکان اور سواری کا جہاز اور کشتی کا۔ بیمہ کرایا جاتا ہی جس کی وجہ سے انسان آفات ارضی و سماوی سے ایک حد تک محفوظ رہتا ہی اور درانحالیکہ بیمہ بحری مسلمانوں کی اُس زمانہ کی ایحاد ہی جبکہ وہ اسپین میں حکمراں تھے اور اب وہ ہر قسم کے بیمہ سے محترز ہیں جس کی وجہ سے بزرگ خاندان برباد و تباہ ہو کر گداگری پر مجبور ہوئے ہیں اور تتیم بچے بعض اوقات دیگر مذاہب کا شکار بنتے ہیں۔ یہ کانفرنس مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہی کہ وہ اپنے بزرگوں کی مفید ترین ایجاد سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں اور اپنے پسماندگان کے لیئے اپنی زندگی کا بیمہ کرائیں اور اپنے بچوں کی تعلیم اور شادی کے لیئے اُن کا بیمہ کرا کر اُنھیں حوادث سے محفوظ رکھنے کی امکانی کوشش کریں۔

سودمند کا مفید اور کارآمد لٹریچر

نمبر ۱۔ مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل قیمت فی نسخہ ۸ محصول ڈاک ۱

نمبر ۲۔ کشف الغطاء عن وجہ الربوا قیمت ۴ محصول ڈاک ۲

نمبر ۳۔ رسالہ جواز سود مع فتاویٰ قیمت ۱ محصول ڈاک ۲

نمبر ۴۔ رسالہ مسلمانوں کی مالی اصلاح قیمت ۱ محصول ڈاک ۲

نمبر ۵۔ بچوں کی تعلیم اور شادی کا بیمہ قیمت ۱ محصول ڈاک ۲

نمبر ۶۔ مسئلہ سود کے متعلق فتوے معہ تجاویز منظور کردہ سودمند کانفرنس دہلی قیمت فی نسخہ ۱ محصول ڈاک ۲

دفتر سودمند بدایوں سے منگائیے

سودمند

میں

اشتہار چھپوایئے اور حسب مراد فائدہ اٹھایئے

شرح اجرت اشتہار

مقدار	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	عہ/	صہ	سہ	وصہ
نصف صفحہ	للعہ/	سہ/	صہ	للوسہ
چہارم صفحہ	عہ/	سے/	سہ/	صہ
چوتھائی صفحہ سے کم کی اجرت فی سطر ۸ / ماہوار				

(رجسٹرڈ نمبر اے ۱۳۴۵)

سود و بہبود و فلاح قوم ہی مجھکو ہے پسند

سُودمند

قوم کا خادم ہوں میں ہی نام میرا سودمند



راہ گیر۔ یہ اصحاب کشاں کشاں کہاں جارہے ہیں اور کس علت میں؟
سودمند۔ کوئی دفتر رجسٹری کوئی عدالت دیوانی میں کوئی کلکٹری کے نیلام
کوئی دیوانی کے جیل میں اور سب کے سب قرضہ کی علت میں
راہ گیر۔ پھر ان لوگوں کی رہائی کس طرح ہو؟
سودمند۔ تجارتی سود کی داد و ستد کرنے اور کوآپریٹو سوسائٹیوں میں شریک ہونے سے

آنریری ایڈیٹر سید طفیل احمد منگلوری علیگ ایم ایل سی

زیر نگرانی محمد احید الدین ایف۔ آر۔ ایس۔ اے

نظامی پریس بدایوں میں چھپا

مقاصد سودمند

۱۔ افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرکے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں

۲۔ مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمن ہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر سود کو جو برباد کن اور حرام ہی مٹا دے۔

۳۔ فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

۴۔ مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار اور تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

۵۔ مسلمانوں کی صحت جسمانی ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شایع کرنا۔

قواعد و ضوابط

۱۔ سودمند کا سال بھر کا چندہ صرف دو روپیہ مقرر ہی۔ ممالک غیر سے دو روپیہ آٹھ آنہ لیا جاتا ہی۔

۲۔ سودمند ہر مہینہ کی پندرہ تاریخ تک شایع ہوتا ہی۔ اس لیئے پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۵ ار تاریخ تک دفتر میں آجانی چاہیئے اس کے بعد فی پرچہ تین آنہ قیمت لی جائے گی۔

۳۔ رسالہ کی درخواست خریداری مع قیمت (منی آرڈر) بھیجی جائے یا پرچہ بصیغہ وی پی طلب کیا جائے مگر منی آرڈر بھیج دینے میں آسانی اور کفایت ہی۔

۴۔ پتہ میں اگر کچھ تبدیلی واقع ہو تو اس کی اطلاع فوراً دفتر کو دینی چاہیئے ورنہ پہونچنے کا دفتر ذمہ دار نہیں۔

۵۔ نمونہ کا پرچہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جاتا ہی۔

۶۔ خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری جو پتہ کی چٹ پر لکھا ہوتا ہی ضرور تحریر فرمایئے بعض لوگ بجائے نمبر خریداری لکھنے کے سودمند کا رجسٹرڈ نمبر اے (۱۳۴۵) لکھدیتے ہیں اس کا لکھنا بے سود ہی کیونکہ یہ خریداری نمبر نہیں ہی۔

۷۔ جو لوگ پچھلے سال کے رسالے بھی خریدنا چاہیں ان سے سال بھر کے بارہ نمبروں کی قیمت صرف دو روپیہ لی جائے گی۔

۸۔ اکثر معاونین اپنے دوستوں کے نام رسالہ کا وی پی روانہ کراتے ہیں ان سے التماس ہی کہ وہ رسالہ کا وی پی کرانے سے پہلے کافی اطمنان کرلیا کریں کیونکہ اکثر ایسے وی پی واپس آتے ہیں اور کارخانہ کو زیر بار ہونا پڑتا ہی۔

۹۔ جو صاحب ایک سال کے لیئے پانچ خریدار یا دس روپیہ کے اشتہار بہم پہنچائینگے ان کے نام سودمند ایک سال تک بلا قیمت جاری رہے گا۔ مستقل ایجنسی کے متعلق خط و کتابت سے فیصلہ ہوسکتا ہی۔

المشتہر منیجر سودمند بدایوں

سودمند

جلد ۳	اگست ۱۹۲۶ء	چندہ سالانہ ۸/
نمبر ۶		قیمت فی پرچہ ۳/

فہرست مضامین

از سید امیر حیدر صاحب بخت الہ آبادی وارد حال بدایوں

خرابیٔ رسم و رواج

جو کچھ تباہیاں ہیں جو افلاس آج ہے
یہ کچھ نہیں خرابیٔ رسم و رواج ہے

حالاتِ انقلابِ زمانہ نہ پوچھیئے
قہرِ خدا برادری کی آج لاج ہے

ہے کوئی تذکرہ تو ہے رسم و رواج کا
کچھ گفتگو نہ اور کوئی کام کاج ہے

افسوس ہے مرض کو سمجھتے نہیں مرض
اس کا علاج کچھ بھی نہیں لاعلاج ہے

جو آجکل ہے اگلی رسومات کا غلام
دُنیا میں فی زمانہ وہی خوش مزاج ہے

گو قرض لیں مگر ہے ضروری ادائے رسم
شوہر مطیع کیوں نہ ہوں بی بی کا راج ہے

محتاج دانے دانے کو ہے قوم آج کل
ساری بُرائیوں کا سبب احتیاج ہے

آسانیاں نکاح میں کیسی کہاں کی شرع
گردن کا طوق سلسلۂ ازدواج ہے

یورپ کے لوگ کہہ چکے فیشن کو خیرباد
ہندوستان میں مگر اُس کا رواج ہے

ناحق شکار سود کے ہوتے ہیں بےنصیب
دن رات ساہوکار کا واجب خراج ہے

یہ طور ہے تو اپنی غلامی ہے مستقل
ہم ہیں رعایا اور مہاجن کا راج ہے

کہتے تھے سچ بزرگ کہ بھوکوں مرو مگر
قرضہ نہ لو کسی سے اگر تم کو لاج ہے

یہ کروفر یہ شانِ ریاست ہے بخت کیوں
دولت ہے سلطنت ہے نہ اب تخت و تاج ہے

ہندوستان کی زراعت

(ایک لبرل کے قلم سے)

چونکہ ہندوستان ایک زراعتی ملک ہے اس لئے قدرتی طور پر اس کی آبادی کی بہت بڑے حصہ کا دارومدار زراعت یا زراعت سے قریبی تعلق رکھنے والی صنعتوں پر ہے۔ اعداد وشمار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے ہر چار باشندوں میں سے تین باشندے زراعت پیشہ ہیں ہندوستان کی زراعتی پیداوار کا اندازہ ایک ارب پونڈ سالانہ سے کچھ اوپر کیا گیا ہے۔ ۲۶-۱۹۲۵ء میں اس عظیم الشان زرعی ملک نے ۳۰۵۰۲۰۰۰ ٹن چاول ۸۷۰۴۰۰۰ ٹن گندم ۱۵۶۲۸۰۰۰ ٹن دیگر غلہ جات ۲۹۳۰۰۰۰ ٹن تمام کر ۵۰۰۰۶۰۰ بورے اس روئی وغیرہ وغیرہ پیدا کیں اور چائے قہوہ اور نیل کی پیداوار بھی خاصی رہی۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اصحاب پر یہ امر مخفی نہیں کہ زمانہ قدیم میں ہندوستان کے دیہات اپنی پیداوار باہر نہیں بھیجتے تھے۔ کیونکہ نہ ذرائع آمدورفت میں اتنی وسعت تھی جتنی اب ہے۔ اور نہ دیگر ممالک سے کچھ زیادہ تجارتی تعلقات تھے۔ لیکن انگریزی عملدرآمد کے قیام کے بعد سے حالات میں غیر معمولی تغیر پیدا ہو گیا۔ اور ہندوستان ایک زراعتی ملک ہونے کے علاوہ ایک حد تک تجارتی ملک بھی ہو گیا۔

۱۹۰۵ء میں گورنمنٹ ہند نے مقام پوسا (بہار) میں ایک امپیریل ایگریکلچرل ریسرچ انسٹیٹیوٹ قائم کیا جس کے ساتھ تجربہ گاہ اور کالج کا قیام بھی عمل میں آیا۔ یہ کہنا بالکل خالی از مبالغہ ہوگا کہ یہ انسٹی ٹیوٹ ایشیا بھر میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ اس انسٹی ٹیوٹ کی مسلسل ومتواتر تحقیقاتوں اور تجربہ سے ہندوستان کی زراعت کو جو عظیم الشان فائدے پہونچے ہیں اُن کی اہمیت کو کسی طرح کم کرنا ممکن نہیں یہ دیکھنا موجب اطمینان ہے کہ اصلاح یافتہ تخم کی کاشت روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اور کاشتکار اصلاح یافتہ تخم کی قدر وقیمت کا پہلے سے کہیں زیادہ احساس کرنے لگے ہیں۔ اصلاح یافتہ گندم ہندوستان کے اندر جس قدر رقبے میں بویا جاتا ہے۔ وہ جزائر برطانیہ کے کل رقبہ زیر کاشت گندم سے زیادہ ہے۔ اسی طرح روئی کی کاشت کی بہت کچھ اصلاح ہو گئی ہے فی الحقیقت کاشتکاروں اور جولاہوں کے مفاد کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہندوستان کی روئی کا بیشتر حصہ ایسا ہو جو دنیا کی منڈیوں میں ہاتھوں ہاتھ بک سکے۔

اگرچہ ہندوستان میں نیشکر کی پیداوار کچھ کم نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود پچھلے سال ہندوستان کو باہر سے شکر کی خاص مقدار در آمد کرنی پڑی اس کی وجہ یہ ہو کہ ہندوستانی نیشکر میں رس کم ہوتا ہو بہرحال - امر موجب مسرت ہو کہ نیشکر کے متعلق جو تحقیقات ہو رہی ہو۔ اس کے نتائج ایسے شاندار ہوں گے کہ ہندوستان کی صنعت شکر سازی میں انقلاب عظیم واقع ہو جائے گا۔

اس سلسلہ میں یہ ذکر کرنا خلاف محل نہ ہوگا کہ ہندوستان میں نسل کشی مویشیان کے مسئلہ پر کبھی ویسی توجہ نہیں دی گئی جیسی کہ دی جانی چاہیئے تھی۔ ہندوستان کے بیل اور گائے سب سے زیادہ ضروری چیزیں ہیں اور یہ خوشی کا مقام ہو کہ گورنمنٹ اس ضمن میں اصلاحی تدابیر بڑی مستعدی کے ساتھ اور نہایت قابل اطمینان طور پر عمل میں لا رہی ہو۔

انجنیروں کی رائے ہو کہ جب تک ہندوستان کے کاشتکار زمین جوتنے پانی بہم پہونچانے فصل کاٹنے وغیرہ کاموں میں انجنیرنگ سے کام نہ لیں گے تب تک ہندوستان کی زراعت کی ترقی ایک امر دشوار رہے گی۔ امریکہ اور دیگر ممالک میں انجنیرنگ کے فن سے زراعت میں بہت مدد لی جاتی ہو اور یہی وجہ ہو کہ وہاں کے کاشتکار ہمارے ملک کے کاشتکاروں سے کم محنت کرنے کے باوجود زیادہ دولتمند اور زیادہ خوشحال ہیں۔ بہرحال امید کی جاتی ہو کہ دس بیس سال کے اندر اندر ہندوستان کے کاشتکار عالمگیر طور پر طریقہائے کاشت میں انقلاب کی ضرورت محسوس کریں گے۔ اور کاشت کے اصلاح یافتہ طریقوں سے کام لیکر عام ملک کی خوشحالی اور آسودگی کا باعث ہوں گے۔

شکریہ معاونین کی چوتھی قسط

اصحاب ذیل ہمارا شکریہ قبول فرمائیں

نمبر ۱۔ عالیجناب منشی نائب حسین صاحب سب اوورسیر ان ڈسٹرکٹ بورڈ ضلع بلیا بھیٹ۔

نمبر ۲۔ مسٹر جی۔ اے۔ باسط کافی پلانٹر میسور۔

نمبر ۳۔ عالیجناب ڈاکٹر نظام الدین صاحب ہومیوپیتھ لاہور۔

نمبر ۴۔ عالیجناب منشی ظہور احمد صاحب لالپور ضلع نینی تال۔

نمبر ۵۔ عالیجناب چودھری اکبر علی خاں صاحب پڈہری ضلع جہلم۔

روئی کی ترقی کی کمیٹی

جہاں ہندوستان کی ترقی کا دارومدار زراعت پر ہی ہو وہاں یہ معلوم کرنا باعث مسرت ہوگا کہ ملک اس زراعتی ترقی کے لیئے کیا کیا وسائل اختیار کر رہا ہو۔ مانا کہ زمین کی حالت کو بہتر بنانے کے لیئے آبپاشی اور نہروں میں اضافہ کیا جا رہا ہو۔ بنجر زمینوں کو زرخیز بنانے کے ذرائع عمل میں لائے جا رہے ہیں۔ ذرائع آمدورفت کی ترقی کے وسائل ریلوں کے جال بچھا دینے سے کئے جا رہے ہیں۔ مگر اس ملک کی پیداوار کو ترقی دینے اور مال درآمد وغیرہ کو بہتر بنانے کے لیئے کیا کیا جا رہا ہو۔ یہ سوال نہایت اہم ہو اور ہمارا خیال ہو کہ ملک کے بیشتر حصہ کو شاید اس کے جواب کی نسبت زیادہ واقفیت نہ ہو۔ اناج کی پیداوار کے علاوہ ہندوستان میں روئی کی کاشت بکثرت ہوتی ہو اور اس ملک میں کپڑے بننے کے علاوہ دیگر ممالک کو بھی بھیجی جاتی ہو جس سے ملک کی تجارت کو بہت فائدہ پہونچتا ہو مگر کچھ سالوں سے روئی کی بعد پیداوار سے اور دیگر ممالک خصوصاً امریکہ میں اس کی کثرت سے مقابلہ زیادہ ہو گیا۔ جس کے باعث ہندوستان میں روئی کی کاشت کرنے والوں کو اور کارخانے والوں کو نفع کی بجائے نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ اس تکلیف کو رفع کرنے کے واسطے سرکار ہند نے ایک مرکزی کمیٹی بنائی جو سنہ ۱۹۲۱ء میں دی گئی اور جس کا نام انڈین سنٹرل کاٹن کمیٹی رکھا۔ اس کمیٹی کے کام کو وسیع کرنے کے لیئے روئی پر ایک خاص ٹکس لگایا گیا۔ تاکہ اس کمیٹی کے کاروبار کے اخراجات برداشت کیئے جائیں۔ اور یہ کمیٹی کاشتکاروں اور کارخانجات کے مالکوں کو واقعی مفید ہو سکے۔ اس کمیٹی کے دو اہم فرائض ہیں۔ ایک تو روئی کی پیداوار اور اس کی ترقی کے متعلق سرکار ہند کو اور صوبجات کی حکومتوں کو مشورہ دینا اور خاص کر روئی کی پیداوار میں جو جو خرابیاں ہوں اُن کے تدارک کے متعلق اپنی رائے دینا اور دوسرے روئی کی صنعت کے متعلق کارخانجات کے مالکان وغیرہ سے صلاح مشورہ کرکے ان کی صنعت کو ترقی دینے کے لیئے عملی تجاویز سے اُن کو آگاہ کرنا۔ دوسرے الفاظ اس قسم کے مشاورتی کام سے کاشتکار اور صنعت سے تعلق رکھنے والے آپس میں مل کر ایک دوسرے کے نقطۂ نگاہ کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اس کمیٹی کے ممبران کی تعداد ۲۰ ہو۔ جن میں صوبجات کے ڈائرکٹران زراعت تجارتی چیمبروں کے نمائندگان کاشتکاروں کے نمائندگان اور ریاستوں کے نمائندگان شامل ہیں۔ اس کمیٹی کی کارگزاری کی بابت سال گزشتہ ایک رپورٹ شایع ہوئی ہو۔ جو خالی از دلچسپی نہیں اس کمیٹی کی آٹھ مختلف سب کمیٹیاں ہیں۔ جن کے سپرد

طرح طرح کا کام ہے۔ گزشتہ سال جنرل کمیٹی کے دو اجلاس ہوئے۔ صوبجات میں روئی کی عمدہ پیداوار کو خراب ملاوٹ سے محفوظ رکھنے کے لیئے اور روئی کی اقسام کو ترقی دینے کے لیئے اور اعلیٰ مال کی درآمد وغیرہ کے مناسب انتظام میں اس کمیٹی نے نمایاں کام کیا۔ روئی کی کاشت کی ترقی کے لئے صوبہ پنجاب کے مختلف مقامات میں ایک خاص تجربہ کار افسر کے ذریعہ تجربات کرائے گئے۔ اور ان کو عمل میں لانے کے لئے کاشتکاروں کو صرف مشورہ ہی نہیں دیا گیا۔ بلکہ اُن کی ہر ممکن طریقہ سے امداد کی گئی۔ چنانچہ ہندوستانی روئی کے لیئے جو تخم دیگر ممالک سے حاصل کیئے گئے وہ روئی کی اعلیٰ قسم کی پیداوار کے شاہد ہیں۔ اس طرح مختلف کارخانجات کی نکالی ہوئی روئی پر قانوناً علیحدہ مُہر ثبت کی گئی۔ جس سے یہ احتیاط کی گئی کہ کارخانہ والا مقابلۃً ارزاں فروخت کرتا ہوا خراب مال نہ بیچ سکے۔ اور اگر ایسا کرے تو فوراً پتہ لگ جائے۔ کاٹن جننگ اینڈ پریسنگ فیکٹریس ایکٹ صوبجات میں و چند ریاستوں میں کامیابی کے ساتھ عمل میں لایا گیا۔ اسی طرح روئی کی پیداوار اور کارخانجات سے نکالنے کے صحیح اعداد شمار کیئے گئے جس سے پیداوار کا زیادہ صحیح اندازہ لگنے کے باعث عوام کو اور بھی فائدہ پہنچا۔ اور اس قسم کے اعداد ماہواری یا زیادہ بار شایع کیئے گئے۔ مزید تحقیقات کے متعلق بھی گاؤں گاؤں اور دیگر کاشت کے مقامات پر خاص خاص آدمی معین کیئے گئے جن کی تحقیقات کے نتیجے سے کاشتکاروں کو مطلع کیا گیا۔ اور اس قسم کی تحقیقات سے اپنی پیداوار کو بہتر بنانے کی غرض سے اُنھوں نے ان تجربات سے فائدہ اُٹھایا۔

چونکہ یہ رپورٹ کافی لمبی ہے۔ اور روئی کے متعلق مختلف مضامین پر روشنی ڈالی ہے۔ لہذا ہمارا خیال ہے کہ اس کمیٹی کے مشورے اور تجربات روئی کی صنعت۔ تجارت اور کاشت سے تعلق رکھنے والے اصحاب اس کے ملاحظہ سے بہت فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اور گزشتہ سال کی اعلیٰ کارگزاری سے کمیٹی یقینی طور پر مبارکباد کی مستحق ہے۔ تجارت پیشہ اصحاب کو اور بھی زیادہ مشکور ہونا چاہیئے کہ اس کمیٹی نے دیگر ممالک کے ساتھ روئی کے متعلق تجارتی تعلقات کو توسیع دینے میں نمایاں کوشش کی ہے اور دن بدن ہندوستان کی پیدا شدہ روئی کی بکری کا میدان وسیع ہو رہا ہے۔ اور پیداوار کے نئے طریقوں کا فائدہ کاشتکاروں کو بلا کسی قسم کے خرچ کے پہنچایا جا رہا ہے۔ (وکیل)

خریداران سودمند کو مژدہ

سودمند کے صفحہ اول کی تصویروں کا رنگین بلاک تیار ہوگیا جو ستمبر نمبر میں ہدیہ نظر ہوگا۔

صنعتی ترقی کی راہیں

ظاہر ہی کہ بیرونی ممالک کی صنعت نے ہندوستان کی صنعت کو ختم کر دیا ہی اور جو صنعت بہت باقی ہی وہ برادران وطن کے سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں ہی۔ تاہم اس امر کی ضرورت ہی کہ جہاں تک ممکن ہو اُس میں حسب رسد حصہ لیا جائے۔ یہ امر مختلف مضامین کے ذریعہ واضح کیا جا چکا ہی کہ مسلمانوں کی مسرفانہ عادات کی وجہ سے اس ملک میں شرح سود اس قدر زیادہ ہی کہ قرضہ کے روپیہ سے جو مال تیار کیا جاتا ہی اُس پر زیادہ سود دینے کی وجہ سے مال گراں پڑتا ہی۔ اس میں شبہ نہیں کہ گورنمنٹ اگر ملک میں کثرت سے صنعتی بنک جاری کرکے کم شرح سود پر کاریگروں کو روپیہ دلوائے تو اس سے صنعت کو بہت ترقی ہو سکتی ہی۔ مگر جو کام گورنمنٹ کے کرنے کا ہی وہ گورنمنٹ کرے اور جو ہمارے کرنے کا ہی وہ ہم کریں۔

چند مضامین میں یہ عرض کیا گیا ہی کہ اس وقت مسلمان کاریگروں کی تعداد ہندستان میں زیادہ ہی۔ اب ضرورت اس امر کی ہی کہ عام طور پر مسلمان اس امر کی دیکھ بھال رکھیں کہ اُن کے آس پاس رہنے والے غریب کاریگروں کو اپنا کام چلانے کے لیے کس شرح سود پر روپیہ قرض ملتا ہی۔ جہاں تک ہمیں علم ہی ایسے غریب لوگوں کے لیے شرح سود ایک پیسہ روپیہ دو پیسہ روپیہ ایک آنہ روپیہ اور بعض صورتوں میں اس سے بھی بدرجہا زیادہ ہی۔ سود کے اس چکر سے انھیں نکالنے کے لیے سب سے بہتر صورت تو یہ ہی کہ اُن کی کوآپریٹو سوسائٹیاں بنائی جائیں اُس کا طریقہ یہ ہی کہ ہر ضلع میں کوآپریٹو بنک اور انسپکٹر انجمنہائے امداد باہمی ہوتے ہیں اُن سے درخواست کی جائے کہ وہ ایک قسم کے پیشہ وروں کی سوسائٹی بنا دیں اور اگر کوآپریٹو سوسائٹی بننے کا امکان نہ ہو تو ہر معمولی حیثیت کا شخص فرداً فرداً اس امر کی کوشش کرے کہ دس پانچ روپیہ جو وہ بچا سکے کسی ہوشیار کاریگر کو کافی اطمینان ہو جانے پر نہایت کم شرح سود پر دے یا کسی کاریگر کے ساتھ شرکت کرے۔ بعض کاریگر اس قدر ذہین ہوتے ہیں کہ وہ ایجادیں کرتے رہتے ہیں اور روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے اُن کی ایجادات ویسے ہی پڑی رہتی ہیں ایسے لوگوں کو مالی امداد دے کر عمدہ مال تیار کر کے اُسے خوشنما بکسوں میں بند کر کے اُس کے اشتہارات دے کر اُس کی نکاسی کی صورتیں پیدا کی جائیں۔ ہندوستان میں ہزاروں چیزیں ایسی ہیں جو بہت ارزاں

تیار ہوسکتی ہے اور یورپ کی چیزوں کا خوب مقابلہ کرسکتی ہے۔

آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ یُوتھمُل کے نام سے ایک ولایتی منجن کثرت سے فروخت ہوتا ہے جس کی لاگت کی نسبت یہ سُنا گیا ہے کہ کل دو آنہ فی شیشی ہوتی ہے مگر وہ بارہ آنے فی شیشی فروخت ہوتی ہے۔ وہ اجواین کے ست سے تیار ہوتی ہے اور اجواین کے ست کی قدر دیکھ کر اب وہ ہندوستان میں بھی تیار کیا جانے لگا ہے۔ چنانچہ ریاست اندور میں وہ تیار ہوتا ہے۔ خیر یہ تو بڑے سرمایہ داروں کے کام ہیں۔ مگر غریب طبقہ کے مسلمان بھی اگر اس طرف خیال رکھیں تو بہت کچھ کرسکتے ہیں۔

سودمند کے ناظرین میں سے ایک صاحب ہیں جنھوں نے ایک دو کاندار کو دو سو روپیہ دے دیئے ہیں اور بالمقطع اُن سے دو روپیہ ماہوار طے کرلیئے ہیں۔ یہ شرح اس قدر کم ہے کہ عام طور پر اس پر روپیہ نہیں ملتا۔ اگر کثرت سے مسلمان اس امر کا تہیہ کرلیں کہ جو کچھ وہ بچا سکیں گے اُسے کسی نہ کسی نفع آور کام میں لگاتے رہیں گے تو امید ہے کہ اس سے نہ صرف مسلمان کفایت شعار اور خوشحال ہوتے جائیں گے بلکہ شرح سود روز بروز کم ہوتی جائے گی جس کی وجہ سے کاریگروں اور دوکانداروں کو زیادہ بچت ہوگی اور اُس سے ملک کی صنعت و تجارت کو ترقی ہوگی۔ (ایڈیٹر)

ہم کیوں غریب ہیں؟

(نوشتہ محمد عطا صاحب بکن گنج۔ کاسو)

کیا اس لیے کہ ہم نمازیں نہیں پڑھتے	نہیں	نمازیں پہلے سے زیادہ پڑھی جاتی ہیں
کیا اس لیے کہ ہم روزے نہیں رکھتے	نہیں	روزے پہلے سے زیادہ رکھے جاتے ہیں
کیا اس لیے کہ ہم حج کو نہیں جاتے	نہیں	حج کو لوگ زیادہ تعداد میں جاتے ہیں
کیا اس لیے کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیتے	نہیں	زکوٰۃ کی رقم پہلے سے زیادہ تعداد میں دی جاتی ہے
کیا اس لیے کہ ہم توحید کے قائل نہیں رہے	نہیں	توحید کے ہم سب قوموں سے زیادہ قائل ہیں
کیا اس لیے کہ سود دیتے ہیں اور لیتے نہیں	نہیں	جب اصل ہی موجود نہ ہو تو سود کس چیز پر لیں
کیا واقعی ہم فضول خرچ ہیں اور ہماری غربت کا یہی سبب ہے	نہیں	ہمارے اخراجات نصف صدی پیشتر سے کم ہو گئے ہیں اور انگریزوں کے مقابلہ میں ہمارے اخراجات کچھ نہیں

ممکن ہے کہ ان سب کا اثر ہماری ثروت اور غربت پر پڑتا ہو۔ مگر اصلی و حقیقی وجہ اور ہے ہم زمانہ کی ہوا کا رخ پہچاننے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور نہ مغربی شعاعوں کی طرف نظر کرتے ہیں جس کی روشنی ہمارے ثاقب و ثریا کو ماند کیے دیتی ہے

اس زمانہ میں ہر پیشہ وسیع علم و معلومات کا محتاج ہے | یہ ایسی بات ہے جس کے کہنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے اور نہ یہ بتلانے کی ضرورت ہے کہ جب تک حرفت میں مغربی مقابلہ درپیش نہ تھا۔ ہماری ساختہ اشیا قدر و قیمت حاصل کرتی تھیں۔ لیکن اب وہی حرفتیں تنزل نہیں کر رہی ہیں۔ بلکہ ہم کو الوداع کہہ کر دوسروں کے آغوش میں جا رہی ہیں۔ کیونکہ ہماری تعلیم یافتہ جماعت باوجود عسرت کی زندگی بسر کرنے کے بیجا تمکنت میں مبتلا ہے۔ اور وہ کسی حرفت میں ہاتھ لگانا معیوب سمجھتی ہے۔ جاہل طبقہ تنہا ہر چند ہاتھ پیر مارتا ہے مگر مغربی روشن ضمیروں کا کہاں تک مقابلہ کر سکتا ہے۔ حرفتی امور کے لیے جس لطافت دماغ کی ضرورت ہے۔ وہ ہماری تعلیم یافتہ جماعت میں موجود ہے۔ لیکن یہ قوت فلسفہ و منطق کی ہیچ پیچ گیوں اور اشعار کی باریکیوں میں صرف کی جا رہی ہے۔

اگر اب بھی تعلیم یافتہ جماعت اپنے صناعوں کی دستگیری پر آمادہ ہو۔ تو وہ بہت سے پیشوں کو

نزل سے روک سکتے ہیں اور جوکہ پرانی صنعتوں کا خاتمہ ہونے کے ساتھ ساتھ **نئے پیشوں** بں **داخلہ کا راستہ تنگ ہے**۔ اس کو اپنی ذہانت سے کھول سکتے ہیں ذیل کی چند نظیروں پر نظر بنے سے معلوم ہوگا کہ صنعت و حرفت کی بدولت کس قدر لوگ اطمینان کی زندگی بسر کرتے تھے ب ان کا شمار مفلوک الحالوں میں ہوتا ہے

ڑا بننے والوں کی تعداد لاکھوں تھی۔ گھر گھر سوت کتا تھا زردوزی دُھننے والے رنگنے والے۔ کپڑا چھاپنے والے ہزاروں تھے اور اطمینان کی زندگیاں بسر کرتے تھے۔	اب انکی تعداد میں چوتھائی تعداد بیکار ہو گئی ہے ان میں سے باقی اتنی کم مزدوری حاصل کرتے ہیں۔ کہ زندگی بسر کرنا محال ہے۔
لرہ و جھانسی کے اطراف میں کاغذ بنانے والے۔ اپنے یہ کی بدولت اچھی زندگی بسر کرتے تھے۔	اب سب بیکار ہیں۔ ۵ / ۶ / یومیہ کی مزدوری پر گذر کرتے ہیں۔ اگر ان کو بتلایا جاتا۔ اور وہ صرف کاغذ کی لگدی بنا کر فروخت کرنے کا پیشہ اختیار کرتے۔ تو اس سے بہتر حالت میں ہوتے۔
وہیلکھنڈ میں برف بنانے والے ہزاروں گھر تھے	اب قریب قریب سب بیکار ہیں۔ ان میں سے بعض اب بھی کھیتوں میں آسمانی برف جمع کرتے ہیں۔ اگر اس برف میں تازہ پھل محفوظ رکھنا انکو معلوم ہو جائے تو بہتر حالت حاصل کر سکتے ہیں
ڑی بنانے والے اب بھی ہزاروں ہیں	مگر پہلی آمدنی کا آٹھواں حصہ نہیں پاتے۔ اگر ولایتی رنگ و روپ کا سامان بنانا فیروزآباد والوں کی طرح سیکھ لیں تو آمدنی دوچند ہو سکتی ہے۔
لی کے مصری و شکر بنانے والے	سب بیکار ہو گئے۔ یا نہایت قلیل مزدوری پاتے ہیں۔ اگر ولایتی طرز کے کمپٹ وغیرہ بنانے کا پیشہ اختیار کر سکتے تو ان کی یہ حالت نہ ہوتی۔
ہجہانپور و رامپور کے دھار دار لوہے کی چیزیں بنانے والے	پہلی مزدوری کا دسواں حصہ پاتے ہیں۔ اگر ولایتی طرز کا سامان بنا دیں۔ تو ان کی آمدنی سہ چند ہو سکتی ہے۔

بریلی کے کُنّے بنانے والے رئیسانہ زندگی بسر کرتے تھے۔	ٹین کے کنستروں کی ارزانی کے باعث روٹیوں کو محتاج ہیں۔ اگر اس سامان سے دوسری چیزیں بنانے کی طرف متوجہ ہوں۔ تو اس حالت سے نکل سکتے ہیں۔
لکھنؤ کے نارکش۔ زر دوز	اپنے پیشوں کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ اگر ان کو دستی مشینوں کے استعمال کی جانب متوجہ کیا جائے تو وہ انہی پیشوں کو ترقی دے سکتے ہیں۔
سنبھل کے کنگھیاں بنانے والے	مفلوک الحال ہو گئے۔ اگر ان کو ولایتی طرز پر کنگھیاں بنانا معلوم ہو جاوے۔ تو ابھی خوشحال ہو سکتے ہیں۔

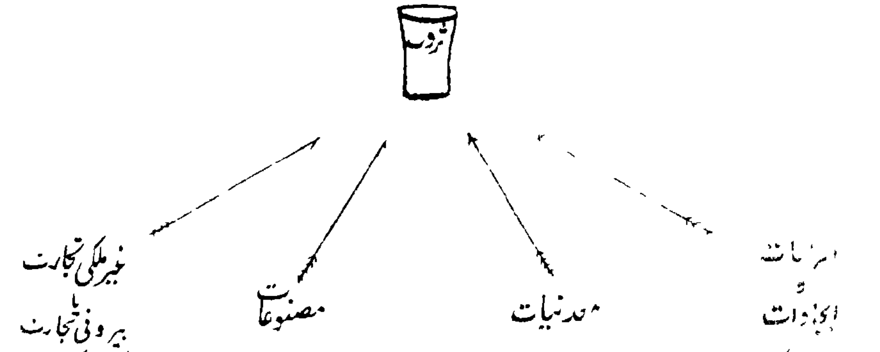
صرف دستکاریاں متذکرہ کی چند صنعتوں کی تباہی اور یہاں کے بیکاروں کا نقشہ مختصر ہے۔ اس طرح آئندہ اور صنعتیں بلد تباہ ہونے والی ہیں۔ اور بیکاروں میں اضافہ ہونے والا ہے۔ تمثیلاً عطرسازی کی بدولت ہزارہا لوگ پرورش پا رہے ہیں مگر ولایتی عطر نے بُری طرح بازاروں میں جانا شروع کر دیا ہے۔ اور عطرسازوں کو اس خطرہ کی جانب توجہ نہیں ہے۔ ناواقفیت اور بےجا توکل تباہی کی طرف لیجا رہا ہے۔ اگر تعلیم یافتہ جماعت نے ان کو آگاہ نہ کیا۔ اور ان کی امداد نہ کی تو آئندہ چند سالوں میں ان کی بھی یہی حالت ہو گی۔ جو دوسروں کی ہے۔

چوکن کے کام سے لکھنؤ کے اکثر باشندوں کی پرورش ہوتی تھی۔ ولایتی چکنوں کی آب و تاب ان کی روزی چھین رہی ہے۔ اگر دستی مشینوں کا استعمال شروع کریں تو سنبھل سکتے ہیں۔ ان کو جماعت امداد باہمی بنانا اور دستی مشینوں کے استعمال و فراہمی کی طرف متوجہ کرنا تعلیم یافتہ جماعت کا کام ہے۔

آپ مذکورہ بالا تباہ کاری پر نگاہ کریں اور سوچیں کہ چند فضول خرچ رؤسا کی تباہی سے قوم مفلس ہو گئی ہے یا لاکھوں آدمیوں کے بیکار ہو جانے سے؟ آپ ہماری غربت اور بیکاری کی ایک ہی وجہ پائیں گے جن میں سب سے بڑا سبب یہی ہے۔ کہ

اس وقت ہر پیشہ وسیع علم و معلومات کا محتاج ہے۔ اہل علم صنعت و حرفت کی جانب توجہ نہیں کرتے بلکہ معیوب سمجھتے ہیں اس لئے پرانے پیشے چھنتے جاتے ہیں اور نئے پیشوں میں داخلہ دشوار ہے۔

دولت مندی کی شاہراہیں



"ہم کیوں غریب ہیں" مندرجہ بالا سطور میں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ اس وقت سررشتہ وسیع علم و معلومات کا محتاج ہے۔ لیکن اہل علم بجز ملازمت کے دوسرے پیشے ہم مجبوری میں اختیار کرتے ہیں اس لئے پرانے پیشے چھنتے جاتے ہیں اور نئے فائدہ بخش کاموں میں داخلہ دشوار ہے۔

زراعت معاش تجارت۔ ملازمت۔ گداگری۔ صرف زندگی گزارنے کے طریقے ہیں۔ ان سے نہ قوم سرسبز ہوسکتی ہے اور نہ افراد۔ لیکن نوے فی صدی افراد کی نگاہیں یہیں تک پہنچی ہیں۔ اہل زراعت کی حالت میں اب کوئی کسر باقی نہیں ہے اس لیے سب سے پہلے ہماری توجہ ملازمت کی طرف ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد مقامی تجارت کی جانب بمشکل رجحان ہوتا ہے۔ لیکن یہ بھی آسان کام نہیں ہے اس کے لیے بھی سالہا سال کی تعلیم و تجربہ کی ضرورت ہے۔ کامیابی نہ ہونے کی صورت میں مہذب گداگری کے طریقے سوچے جاتے ہیں۔

اے اہل علم و دانش تمہارا ساتھ چھوٹ جانے کی وجہ سے صدہا سال سے اختراعات و ایجادات کی طرف اہل حرفہ کوئی قدم نہ اٹھا سکے اور تمہیں بناؤ سولھویں صدی کے بعد سوائے نمک کے اور کوئی چیز زمین کی تہہ سے ہم نے نکالی ہو۔ معدنیات کی اہمیت سب کو معلوم ہے۔ ایرانی تیل کے چشموں کی خالص آمدنی ایران کی پوری سلطنت کی آمدنی سے زیادہ ہے۔

یورپ میں دخانی قوت اور برقی امداد سے مصنوعات نے بجلی کی طرح ترقی کی یہاں بجائے ترقی کے بھی پچاس قدم پیچھے ہٹ گئی ہیں۔ تم کہوگے کہ یہ سامان ہمیں میسر نہیں ہیں۔ مگر یہ چیزیں انھیں ذہنی کاوشوں ہی کی بدولت حاصل ہوئی ہیں۔ اور یہ جنس تو تمہارے پاس پہلے ہی موجود تھی۔ اگر تم میں اب بھی خوشحالی و فارغ البالی کا شوق پیدا ہو تو ایک آخری میدان غیر ملکی تجارت کا ہے جس میں کچھ گنجائش باقی ہے اس میں داخل ہوکر کچھ آگے راستہ بنا سکتے ہو۔ اٹھو بڑھو۔ قلموں کو جنبش دو۔ دماغوں پر زور

ڈالو خدا کے بھروسہ پر کامیابی کا یقین رکھو۔

معدنیات | ہم اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ایران میں اسلامی سلطنت ہے۔ انگریز اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ وہاں کے تیل کے چشمے سے وہ اس قدر نفع منافع اُٹھاتے ہیں جتنا ساری ایرانی سلطنت کی آمدنی مشکل ہوتی ہے۔

ہندوستان میں کان کنی کے مدرسے ہیں۔ مگر اس جانب تم توجہ نہیں کرتے۔ تم ایم۔ اے کی ڈگری سیف میں رکھنے کے لیئے دوڑتے ہو لیکن اگر اتنی ہی کوشش سے کسی جگہ کسی کان کا پتہ لگا سکو تو نہ صرف اپنے کو بلکہ اس کے اردگرد پوری بستی کو تم متمول بنا سکتے ہو۔ بہت ممکن ہے کہ پورے ملک کو چمکا دو۔

لیکن تم تعلیم جدید حاصل کرتے ہو۔ اور تقلید قدیم برتتے ہو۔ جس لائن پر ڈالدیئے گئے ہو۔ اسی پر ڈھلتے چلے جاتے ہو۔

آزادی | آزادی کیسا دلفریب لفظ ہے۔ لیکن اگر اس کا مفہوم کسی نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انگریزوں کو ملک سے نکالدو۔ وہ غلطی پر ہے۔ سیاسی اقتدار کے خواہشمند۔ سوال کرتے ہیں کہ انگریزوں کو حکومت کرنے کا کیا حق ہے ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جب تک ہم فہم و دانش کے ساتھ ساتھ مستعدی و جفاکشی میں ان سے کم ہیں۔ ان کو وہی حق ہے۔ جو خاندان کے ولی کو کم سمجھ بچوں پر ہوتا ہے۔ جب تم فہم و دانش میں ان سے بڑھ جاؤ۔ تو یہی حق تمہارا ان پر ہوگا جس کو مستعدی و جفاکشی سے حاصل کر سکوگے۔ یہ قدرت کا قانون ہے۔ جو ہزارہا سال سے رائج ہے کہ وہ عقلمند تر اور مستعد تر قوم کو کم عقل اور ساکن قوم پر غالب کر دیا کرتا ہے۔ اور اُس وقت تک غالب رکھتا ہے۔ جب تک وہ اپنی پستی کا احساس کر کے۔ وہ چند مستعدانہ کوشش سے دانائی میں غالب قوم سے آگے بڑھ نہ جاوے۔

تم اپنی دانش کا درجہ اُن کی بنائی ہوئی چیزوں سے مقابلہ کر کے معلوم کر لو۔ وہ ہر سال کئی نئی چیزیں بناتے ہیں ہم دس سال میں ان کی نقل بھی نہیں کر سکتے۔

ان کے تعلیم یافتہ بوڑھے ہر وقت نئی چیزوں کے کھوج میں رہتے ہیں۔ تمہارے تعلیم یافتہ جوان تنگ حال ہیں مگر کسی صنعت کو ہاتھ لگانا عار سمجھتے ہیں۔ ہماری صنعتوں کو اس لیئے زوال ہے کہ جاہل ہاتھ و جاہل دماغ ان کو انجام دیتے ہیں۔

ہمارے تعلیم یافتہ اس لیئے تنگ حال ہیں کہ وہ صنعت و حرفت کی طرف توجہ کرنا جرم خیال کرتے ہیں اگر آزادی کی اُمنگ ہے۔ تو پہلے حرفتی آزادی کی جانب توجہ کرو۔ جس دن اس میدان میں بازی لے گئے

اور حرفتی مقابلہ میں ہماری ڈگری اونچے نمبر پر ہوئی۔ رُخ پھیرتے ہی سیاسی میدان میں گوئے سبقت لے جاؤ گے

ضرورت | مسٹر سودمند کا پھاڑ پھاڑ کر چلاّ رہے ہیں کہ خوشحالی حاصل کرنے کے لئے۔ قوم کو بنک میں جمع کرنا ضروری ہے مسلم بنکوں کے منتظمین دو کان دوکان گھوم کر دردمندانہ الفاظ میں روپیہ گھروں میں دفن کرنے یا زیورات میں لگانے کے بجائے بنک میں جمع کرنے کی خواہش کرتے ہیں مگر دونوں شاکی ہیں کہ قوم ان کے مشورے پر بہت کم دھیان دیتی ہے۔ کیوں؟

کیا اس لئے کہ سود کی ممانعت ان کو ایسا نہیں کرنے دیتی۔ ہرگز نہیں۔ نواہی سے بچنے والوں کی تعداد بہت کم ہے لیکن باقی غالب تعداد میں ہے۔ اکثر لوگ مہنگے لالچ میں غیر صحیح بات زبان سے نکالنے میں پرہیز نہیں کرتے۔ کچھ ان میں سے چھپ کر جام وصبوح سے دل خوش کرتے ہیں حسین چہروں اور رنگین لباس تک ان میں سے بہتوں کی للچائی ہوئی نگاہیں ضرور پہونچتی ہیں۔ غیبت چغلی حسد اور اسراف سے تو شاید چند بچے ہوئے ہوں۔ کیا ان کی ممانعت نہیں ہے؟ پھر جن کے ماننے والے یہ ہیں اور وہ دیگر ممنوعات کے مرتکب ہوتے ہیں تو معتبر بنک میں سود کی ممانعت کا لحاظ روپیہ جمع کرتے ہیں کیوں کرتے ہیں۔ شاید ان کو لطف نہیں آتا۔ یا ان کو لازمی ضرورت مجبور نہیں کرتی اس کے لئے بنکوں کو پوسٹر شایع کرے۔ جواز سود کے فتاوے تقسیم کرے۔ بحث ومباحثے مرتب وشائع کرنے۔ سودمند کانفرنس کے انتظام کی زحمت برداشت کرنے کے بجائے مسلم بنکوں کے منیجروں کو آمادہ کرنا چاہئے کہ وہ ہر شاخ کے ساتھ ممالک غیر سے کاروبار۔ خط وکتابت کرنے کا طریقہ بلا معاوضہ سکھلانے والا دفتر قایم کردیں۔

پھر دیکھئے۔ جبکہ بیرونی تجارت اور بنک کے تعلقات لازم وملزوم ہیں۔ کتنے بنک میں روپیہ جمع کرنے کی خود خواہش کرتے ہیں۔ اولاً بنکوں کو بعد قیام کچھ اخراجات زیادہ ادا کرنے پڑینگے لیکن ان کے یہ دفتر اگر ممالک غیر کے تاجروں کی نمائندگی۔ یا ان کی مصنوعات کی شہری کی خدمات انجام دے سکے۔ تو اس کا معاوضہ اخراجات کی ادائیگی کے ساتھ کچھ اور بھی نفع دے گا۔

یہ بات عام طور پر مشتہر کرنے کے بجائے۔ بالخصوص طور پر مسلم بنکوں کے منتظمین کے ذہن نشین کرانے کی ہے۔

قوم تیار تو منزل پہ ہے جانے کے لئے
رہنما کوئی نہیں راہ بتانے کے لئے

انقلاب جب کبھی آتا ہے تو وہی نتائج ہمراہ لاتا ہے۔ جو اٹھارویں۔ انیسویں صدی کا انقلاب ہمارے لیئے لایا۔ جس کے باعث اہل دماغ تباہ ہوگئے۔ زمین و املاک چھن گیئیں پرانے تجارتی طریقے جو ہمارے استعمال میں تھے متروک ہوگئے۔ ہماری صنعتوں کی جن کی پہلے دور میں تعریف ہوا کرتی تھی قدر نہ رہی۔ ہماری منڈیاں ویران اور ہمارے ذرائع رسل و رسائل بکار ہوگئے۔ ملازمت کے دائرے کی تنگی کا تو ذکر ہی بیکار ہے۔ زراعت۔ صنعت۔ تجارت کے ذریعہ لاکھوں انسان خوشحالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کی اولاد کے لیئے مزدوری و گداگری کے سوا کوئی ذریعہ معاش باقی نہیں۔ خدا رحمت کرے۔ اس بوڑھے انسان کی روح پر جس نے ملازمت کے لئے نیا راستہ بنایا لیکن افسوس کوئی اور کھڑا نہ ہوا۔ جو تجارت او صنعت کی جدید راہیں بتاتا۔

اگر ملازمت کے ذریعہ تندرستی قایم رکھنے والی غذا۔ پوشش و جائے قیام۔ بوقت ضرورت ڈاکٹر کی فیس اور اولاد کی تعلیم کے مصارف کا انتظام بلا دقت ہوتا رہتا۔ تو ہمیں اپنی ہستی کے قایم رکھنے میں کوئی دشواری نہ تھی لیکن اس زمانہ میں جبکہ مشین اور حسن انتظام کی وجہ سے کئی کئی درجن آدمیوں کا کام ایک شخص سے نکل سکتا ہے۔ صرف ملازمت کے صیغہ میں اس قدر کثیر تعداد کی کھپت کیسے ہوسکتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ تعلیم یافتہ جنھوں نے بیس بیس سال اسی اُمید پر صرف کیے۔ معاش کے معاملہ میں غیر تعلیم یافتہ اشخاص کی نسبت زیادہ نالاں ہیں۔ تعلیم نے ان کے اخراجات بڑھا دیئے۔ مگر آمدنی کے ذرائع سے ناواقف رکھا۔ اس کے ساتھ دوسری مصیبت اور ہے۔ بچپن بچپن برس کتابوں کے سوا دوسری چیز کو ہاتھ نہ لگانے کے سبب ان کو قلم و کاغذ کے سوا کسی صنعت کو ہاتھ لگانے میں شرم آتی ہے۔ دوسری جانب صنعتیں فریاد کررہی ہیں کہ اہل علم کی عدم توجہی کے باعث وہ تباہ ہورہی ہیں۔

ان نقایص کو ہر جگہ محسوس کیا جارہا ہے۔ لیکن ان کو دور کرنے کے لیئے دردمند مسلمانوں نے ابھی تک کوئی باقاعدہ کوشش شروع نہیں کی۔ اس لیئے ضرورت ہے کہ ابتداءً اسی صوبہ میں انڈسٹریل کانفرنس قایم کی جائے۔ اس کی شاخیں جس مقام پر کوئی بھی اسلامی انجمن ہو کھولدی جادیں۔ اس کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہوں۔

(۱) مقامی صنعت و حرفت کی نگہداشت۔ اس کے تنزل کے اسباب معلوم کرنا۔ اس کے دفعیہ کے طریقے بتانا۔

(۲) انجمن امداد باہمی کے فوائد ذہن نشین کرنا۔ اور قیام کے طریقے بتانا۔
(۳) صناعوں کو دستی مشینوں کے استعمال کی طرف راغب کرنا۔ اور ان کی فراہمی کا راستہ بتانا۔
(۴) طلبا میں ابتدائی دور تعلیم سے کسی صنعت کی طرف رجوع ہونے کا خیال پیدا کرنا
(۵) اسکول چھوڑنے والے طلبا کو کسی صنعتی پیشہ کے انتخاب میں مشورہ و امداد دینا۔ اور اس کے بعد جو ضروریات پیش آویں۔

کانفرنس اگر قائم ہو جاوے۔ تو گورنمنٹ کے محکمہ صنعت سے اس کو بہت امداد مل سکتی ہے۔ نیز سرکاری محکمہ صنعت کو اس کانفرنس کی امداد سے۔ اپنے فرائض کی بجا آوری میں سہولت پیدا ہو سکتی ہے۔

(نوٹ) مضمون نگار صاحب نے یہ مضمون نہایت دلسوزی سے تحریر فرمایا ہے۔ اور اس میں بہت مفید معلومات درج کی گئی ہیں۔ مگر مسلمانوں کی اقتصادی بہبودی کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ بعض ضروری امور کو واضح کر دیا جائے۔ مثلاً موصوف نے تحریر فرمایا ہے کہ

(الف) "جب اصل ہی موجود نہ ہو تو سود کس چیز پر لیں" اس کی نسبت مسلمانوں کو عام طور پر غلط فہمی یہ ہے کہ جب بڑی رقوم موجود ہوں تب ہی سود لیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ غریب مسلمان کاریگروں کو دیگر اقوام کے لوگ روپیہ دینے والے بالعموم اس حیثیت کے لوگ ہیں جن کی ظاہری آمدنی آٹھ دس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہ تھی۔ کتنے چپراسی اور چوکیدار دو دو چار چار روپیہ سے داد و ستد شروع کرتے ہیں اور رفتہ رفتہ بڑے دولتمند ہو جاتے ہیں۔ بڑے بڑے زمیندار اول اپنی رعایا کے ادنیٰ درجہ کے دوکاندار بنیہ سے قرضہ لینا شروع کرتے ہیں اور انجام کار لاکھوں روپیہ کی جائداد اس کے نذر کر دیتے ہیں۔ پس مسلمانوں کو اس غلطی سے جلد سے جلد نکلنا چاہئے اور دس پانچ روپیہ جو کچھ بن پڑے فراہم کر کے اُن غریب مسلمان کاریگروں اور دوکانداروں کو کم سود پر دینا چاہیئے جو اس وقت دیگر اقوام کے لوگوں سے ایک آنہ روپیہ سود سے چار آنہ روپیہ تک پر لینے کے لئے مجبور ہوتے ہیں۔ اور اگر زیادہ احتیاط مد نظر ہو تو غیر مسلم کاریگروں وغیرہ کو معین منافعہ یا سود پر روپیہ دینا چاہیئے۔

(ب) اب رہا یہ امر کہ مسلمان کاریگر اس لئے تباہ ہو رہے ہیں کہ وہ جدید طریقوں کے مطابق صنعتی کام جاری نہیں کرتے اس کی نسبت یہ عرض ہے کہ متعدد مسلمان ایسے ہیں جو جاپان اور

انگلستان اور ہندوستان کے صنعتی مدارس سے کام سیکھ کر آئے مگر چونکہ انھیں گراں شرح سود پر سرمایہ لینا پڑا اس لیئے اُن کی آمدنی کا بڑا حصّہ سرمایہ داروں کی جیب میں جاتا ہو اور وہ پریشان حال رہتے ہیں۔

صوبہ متحدہ میں اگرچہ مسلمانوں کی مردم شماری صرف ۱۴ فی صدی ہو مگر مسلمان کاریگر ۴۴ فیصدی ہیں اور اُن میں بہترین کام کرنے والے ہیں مگر چونکہ سرمایہ کی کمی سے دوسروں کے دست نگر رہتے ہیں اس لیئے ہمیشہ پریشانی میں گزارتے ہیں۔ آگرہ میں مسلمان دری بافوں کی حالت ابتر تھی مگر جب سے اُن کی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم ہوگئی ہیں اُن کی حالت بدرجہا بہتر ہوگئی ہو۔ اہل یورپ نے ہندوستان کی صنعت کو زیادہ تر سرمایہ کی قوت سے توڑا ہو۔ ہندوستان میں عمدہ سے عمدہ سامان بنانے والے لوگ موجود ہیں مگر انھیں سرمایہ گراں شرح پر ملتا ہو اس لیئے اُن کا تیار کیا ہوا مال گراں پڑتا ہو۔ ہندوستان کی شکر کو جرمنی جاوا اور ماریشس کے لوگ اس لیئے شکست دے رہے ہیں کہ وہ سرمایہ زیادہ لگا کر ارزاں شکر تیار کرتے ہیں۔ اہل یورپ اربوں روپیہ چھ فی صدی کے منافع پر ہندوستان میں لگا دیتے ہیں۔ ہندوستان کا زیادہ تر روپیہ مسلمان اسراف اور عیش پرستی کے لیئے گراں شرح سود پر قرض لیکر غیر نفع آور کاموں میں صرف کر ڈالتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیئے ابجد یہی ہو کہ بچوں سے لیکر بوڑھوں تک ایک ایک پیسہ بچا کر ڈاکخانوں بینکوں میں رکھ کر اُسے بڑھائیں۔ کاریگروں دوکانداروں کو کم شرح سود پر دیں۔ جس وقت کثرت سے مسلمانوں کا روپیہ بازاروں میں پہونچنے لگے گا شرح سود خود بخود کم ہو گی۔ جب تک مسلمان آنکھ بند کر کے زیادہ سود پر روپیہ قرض لیتے رہیں گے اُس وقت تک غیر اقوام کے سرمایہ حقیقی صنعت کے کاموں میں روپیہ کم لگائیں گے کیونکہ اُس میں مسلمانوں کو زیادہ سود پر دینے کے مقابلہ میں نفع کم ہو۔ ان وجوہ سے جناب محمد عطا صاحب کی خدمت میں باادب عرض ہو کہ وہ صنعت و تجارت کے جدید طریقے بتانے کے ساتھ سرمایہ اور سود کے مسئلہ کی اہمیت کو کم کر کے نہ دکھائیں کیونکہ اس زمانہ میں سرمایہ اور سود ہی تمام صنعت و تجارت کی جان ہو۔ (ایڈیٹر)



آیا دنیا ترقی کر رہی ہی یا تنزّل؟

(نوشتہ سید طفیل احمد، ولایت منزل، علی گڑھ)

دُنیا میں اس وقت جو کچھ ہو رہا ہو اس کے متعلق لوگوں کے خیالات دو قسم کے ہیں۔ چند ایک سمجھتے ہیں کہ دُنیا ہر اعتبار سے ترقی کر رہی ہو مگر زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہو جو کہتے ہیں کہ اگرچہ دُنیا ظاہری طور پر مادیت میں ترقی کر رہی ہو تاہم روحانیت اور اخلاق کے اعتبار سے وہ برابر درجہ تنزّل کر رہی ہو اور قریب وقت ہو کہ یہ تمام تمدّن سلب ہو کر پارہ پارہ ہو جائے اور بد اخلاقیوں کی وجہ سے دُنیا ہلاک و برباد ہو جائے۔

بالعموم ہندوستان میں اور بالخصوص مسلمانوں میں جدید و قدیم دونوں قسم کے اصحاب کے قلوب پر یہ خیال جو عرض کیا گیا مستولی ہو جس کی وجہ سے ایک عام افسردگی اور پژمردگی طاری رہتی ہو۔ لوگ ریلوں اور موٹروں پر چڑھے پھرتے، نفیس ہوٹلوں میں ٹھہرتے، عمدہ سے عمدہ کھانے کھاتے، بہترین کوٹھیوں، اور بنگلوں میں جو اہلِ ہند کو عام طور پر نصیب نہ ہوتے تھے ٹھہرتے ٹیلیفون اور لاسلکی خبر رسانی سے مستفید ہوتے، براڈ کاسٹنگ یعنی گھر بیٹھے دنیا بھر کے لکچروں اور راگوں کو سُن کر محظوظ ہوتے، یورپین معاشرت کے دلکش نظارے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر باوجود ان تمام تفریحات کے اُن کے دل تاریک مستقبل سے ہر وقت ترساں و لرزاں رہتے ہیں، جس سے عام افسردگی اور پژمردگی طاری ہو۔ جو لوگ عمر کا بہترین حصہ گذار کر، اور ارذل العمر کی حدود میں داخل ہو کر، دوران خون کی کمی سے اس قسم کے مایوس کن خیالات رکھتے ہوں وہ ایک حد تک معذور ہیں۔ مگر جبکہ جدید دُنیا عدیم المثال سرعت کے ساتھ نہ صرف آگے قدم بڑھا رہی ہو بلکہ ہر دم اور ہر لحظہ رواں اور پرّاں ہو، اور یورپ کا تمدّن اور اُس کی ایجادیں تمام دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل کر اُسے ہر ہر سمت سے گھیر رہی ہیں، تو سوال یہ ہو کہ ہم بوڑھے اور از کار رفتہ لوگوں کے افسردہ اور پست خیالات کا جو قبروں میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں، ہمارے نوخیز بچوں کے دلوں اور دماغوں پر کیا اثر پڑ رہا ہو اور وہ روز افزوں مشکلات میں زندہ رہنے کے قابل کیونکر رہیں گے۔

جن بچوں کے کانوں میں بچپن سے یہ آواز پڑتی ہو کہ دُنیا روز بروز بد سے بدتر ہو رہی ہو،

اُس میں ظلم و تعدی، بد اخلاقی اور سیاہ کاری بڑھ رہی ہے اور اسی طرح وہ روز بروز بڑھتی چلی جائے گی حتیٰ کہ یہ تمام تمدن پھیل کر انجام کار برباد اور تباہ ہو جائے گا۔ مگر اُن بچوں کو اس بڑھنے والی بدی سے بچنے کا کوئی کارگر اور مجرب علاج نہیں بتایا جاتا۔ ایسے بچوں کی مثال ہے کہ اُن کے سر پرست اُنھیں ابھرنا ہو، جنہ ناپتہ لئے والی ہیں کے، مایوس کن الفاظ کے ساتھ، ایک طوفان خیز اور تند سمندر میں خود اپنے ہاتھوں سے دھکے دے دیتے ہیں۔ یہی مسلمانوں کے وہ بچے ہیں جو بڑے ہو کر شہروں کے مضافات میں مثل خچروں کے آباد ہونے پر مجبور ہوتے ہیں کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ اس ناپاک دنیا میں کس طرح زندگی بسر کریں حتیٰ کہ اب معمولی قصبات کی گنجان آبادیوں سے اس لئے نکالے جا رہے ہیں کہ وہ اور اُن کے مکانات غلیظ ہیں اور اُن کی وجہ سے شہروں کی گلیاں گندی رہ کر ہوا کو مسموم کرتی ہیں۔ اور جب کسی قوم کے دل میں اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کا ولولہ پیدا ہوتا ہے تو اُن کے لئے مسلمان غربا بہترین شکار کا کام دیتے ہیں۔ کاش ہم از کار رفتہ اور مایوس القلوب اشخاص الرمادی رقیبوں کو مخرب اخلاق سمجھتے تھے تو کم سے کم ایسی تدابیر اختیار کرتے جن سے اُن میں وجاہت پیدا ہو کر اُنھیں دوسرے مذاہب میں جذب ہونے سے روک سکیں۔

دنیا کے روز بروز بدتر ہوتے چلے جانے کا خیال نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ ہر قوم میں کم و بیش رہا ہے اور ہمارا فرق یہ ہے کہ چونکہ دوسرے لوگوں میں اس عقیدہ میں غلو نہیں ہے اس لیے وہ ابتدا سے اپنے بچوں کو جملہ مشکلات پر غالب آنے کے لئے تیار کرتے ہیں جس طرح وہ خود قطبین اور پہاڑوں کی برف پوش چوٹیوں پر چڑھ چڑھ کر اور سمندروں کی تہوں میں غوطہ لگا لگا کر اور گرم ملکوں کے صحراؤں کی خاک چھان چھان کر اُن پر مسلط ہوتے اور اُنھیں کار آمد بناتے ہیں، اسی طرح چھوٹے پیمانہ پر وہ اپنے بچوں کو بوائے اسکاوٹ اور فوجی تربیت دے کر اور مادی علوم پڑھا کر اُنھیں عناصر کو کام میں لگانا اور اُن پر غلبہ حاصل کرنا سکھاتے ہیں۔ برخلاف اس کے مسلمانوں نے ہاتھ پاؤں چھوڑ کر اور اپنے بچوں کو تقدیر کے حوالہ کر کے اُنھیں تیرہ و تار دُنیا میں دھکا دیدیا ہے جس کی وجہ سے اُنھیں اور اُن کی اولاد کو اس عالم کی زندگی دوبھر ہو رہی ہے۔

دنیا کے بدتر ہوتے جانے کا مسئلہ چونکہ مدتوں تک یورپ اور انگلستان میں بھی زیر بحث رہ چکا ہے اور اب مسلمانوں میں ایک حد تک مسلمات میں سے سمجھا جاتا ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ آئندہ اس پر روشنی ڈالکر قوم سے اس امر کے فیصلہ کی استدعا کریں۔

(۱) آیا دُنیا روز بروز بدتر ہو رہی ہے یا بہتر۔

(۲) اگر واقعی دُنیا بدتر ہو رہی ہی تو اُس کے بہتر کرنے کی کیا تدابیر ہیں۔

(۳) اگر کوئی تدبیر دُنیا کو بہتر بنانے کی نہیں ہی تو اپنی آئندہ نسلوں کو اُس کی بُرائی سے بچانے یا اُس میں عزت کے ساتھ رہنے یا اُن کے زندہ رہنے کی کیا تدابیر ہیں۔

(ایڈیٹر)

خلاصہ خطوط

مکرمی جناب منیجر صاحب۔ تسلیم

یہاں پر اپریل ۱۹۲۲ء سے انجمن فلاح المسلمین قایم ہی جس کا موجودہ نام انجمن امدادیہ کر دیا گیا ہی جو فی الحال پانچ ممبروں پر مشتمل ہی جس کے عہدہ دار مندرجہ ذیل ہیں۔ جناب بابو قربان حسین صاحب جناب بابو رحیم بخش صاحب سکرٹیری۔ جناب بابو عبدالعزیز صاحب و منشی رحمت اللہ صاحب ممبر اور خاکسار خزانچی ہی۔ آپ نے اس وقت اس تحریک کو جاری کرکے اسلام کے ڈوبتے ہوئے بیڑے کو ڈوبنے سے بچا لیا ہی مسلمانوں کی موجودہ پستی کی حالت سے بچنے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی تحریک نہیں ہو سکتی۔ کانپور میں ایک شاخ مسلم بنک آف انڈیا لمیٹڈ عرصہ چار پانچ ماہ سے قایم ہوئی ہی جس کا ہیڈ آفس انار کلی لاہور ہی اور امرتسر۔ آگرہ۔ پشاور۔ دہلی وغیرہ میں بھی اس کی شاخیں قایم ہیں اور جس کا سرمایہ دس لاکھ روپیہ ہی اور بہت سے لوگ فرداً فرداً اس کام کو کرنے لگے ہیں ان میں سے چند اصحاب کے نام تحریر کرتا ہوں۔ منشی فدا حسین صاحب کرانچی خانہ۔ منشی اللہ رکھو صاحب کرانچی خانہ۔ منیر صاحب تکیہ انگار اشاہ۔ منشی حسین بخش صاحب بازار ہٹیا گنج

خاکسار

تجمل حسین کیشیر انجمن امدادیہ

ہرنس محال کانپور نمبر خریداری ۱۱۲۵

مسلمانان پنجاب کی قرضداری کا علاج

کچھ عرصہ ہوا لاہور میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں عالیجناب مولنا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے اس موضوع پر کہ موجودہ حالات میں مسلمان کس طرح کامیابی حاصل کر سکتے ہیں،، ایک مبسوط تقریر فرمائی جناب مولنا صاحب موصوف نے فرمایا کہ مسلمانان پنجاب سرہ کروڑ روپیہ سالانہ غیر مسلم ساہوکاروں کو سود میں ادا کرتے ہیں جس کا نتیجہ افلاس اور افلاس کا نتیجہ ارتداد ہے۔ اس کا علاج ممدوح نے یہ تجویز فرمایا کہ مسلمان اول فضول خرچیوں اور بیہودہ رسموں کو چھوڑ دیں جن کی وجہ سے اُنہیں قرضہ لینا پڑتا ہے اور مسلمان خود تجارت کریں اور مسلمان دوکانداروں ہی کے یہاں سے سودا سلف خریدیں۔ ان امور کی نسبت ترتیب وار حسب ذیل عرض ہے۔

(۱) یہ صحیح ہے کہ مسلمان فضول خرچیوں اور بیہودہ رسوم کے لئے قرضہ لیتے ہیں مگر اُن ہزاروں مسلمانوں کو قرضہ لینے سے کس طرح روکا جا سکتا ہے جن کی دوکانداری کاروبار اور صنعت و حرفت کا دارومدار قرضہ پر ہے۔ اس زمانہ کا نظام تجارت یہ ہے کہ ہر پیشہ کے لوگوں کو خواہ وہ کسی قوم کے کیوں نہ ہوں اپنے کاروبار کے لئے قرضہ لینا پڑتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ زمانہ مقابلہ کا ہے جس دوکاندار کو زیادہ پیسہ بر وقت دستیاب ہو وہ ہی زیادہ ارزاں مال فراہم کر کے زیادہ ارزاں فروخت کر سکتا ہے۔ دیگر اقوام کے لوگ چونکہ روپیہ کا کاروبار کرتے ہیں اس لئے اُنھیں روپیہ کی کمی نہیں۔ اُنھیں اپنی کوٹھیوں اپنے بینکوں سے کم شرح سود پر بغیر کسی کفالت کے اس قدر افراط سے روپیہ مل سکتا ہے جو مسلمانوں کو زیادہ شرح سود پر اور کافی کفالت پر بھی نہیں مل سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان کاروباری لوگوں کو ہر چیز گراں پڑتی ہے۔ وہ گراں مال بیچنے پر مجبور ہوتے ہیں اور دیگر اقوام کے کاروباری لوگوں کے مقابلہ میں کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے اور ہمیشہ قرضہ کے چکر میں رہتے ہیں البتہ ایسے مسلمان کاریگر اور دوکاندار بھی ہیں جو اپنی قابلیت اور محنت کی وجہ سے خوب روپیہ کماتے ہیں مگر چونکہ روپیہ کا کاروبار کرنے کا رواج اُن میں نہیں ہے اور روپیہ کی استعمالی قیمت سے واقف نہیں ہیں اور ان کے نزدیک اس کی قدر و قیمت نہیں اس لئے بجائے اس کے کہ پس انداز روپیہ کو وہ کسی بنک میں رکھ کر یا دوسروں کو

معین منافع پر دے کر اس سے نفع اُٹھائیں وہ اُسے کھانے پینے اور عیش پرستی میں صرف کر ڈالتے ہیں اور جب ضرورت ہوتی ہے تو سودی قرضہ لیکر برباد ہوتے ہیں، پس جب تک کہ مسلمان اپنا روپیہ کو تجارت کے علاوہ دوسرے طریقوں سے بڑھانا نہ سیکھیں گے اُنھیں روپیہ بچانے میں ہرگز ذائقہ نہیں آسکتا اور وہ روپیہ کو فوراً خرچ کر ڈالنے کے لطف پر پس انداز کرنے کی تکلیف اور ناگواری کو کبھی ترجیح نہیں دے سکتے۔ غرضکہ مسلمانوں کو قرضہ لینے سے روکنے کی جگہ اس امر کی ضرورت ہے کہ عام طور پر مسلمان روپیہ بچاکر اپنی قوم کے کاریگروں اور دوکانداروں کو کم سود پر دیں تاکہ اوّل الذکر روپیہ بڑھانا سیکھیں اور ثانی الذکر یعنی دوکاندار دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے نکلیں۔ غرضکہ مسلمانوں کو قرضہ لینے سے روکنے کے مقابلہ میں اس امر کی ضرورت ہے کہ ایسا انتظام کیا جائے کہ کاروبار کے لیے اُنھیں کم شرح سود پر روپیہ مل سکے۔

(۲) اب رہا یہ امر کہ مسلمان تجارت کریں۔ اس کی نسبت یہ عرض ہے کہ جو مال خود مسلمان تیار کرتے ہیں بوجہ سرمایہ دار نہ ہونے کے اُس سے پورا نفع حاصل نہیں کر سکتے مثلاً

(الف) پنجاب میں مسلمان تیلی دوسری قوموں سے اٹھاون گنے ہیں مگر تیل کی دوکان کرنے والے صرف ایک ثلث ہیں۔

(ب) مسلمان جولاہے دیگر اقوام سے دوگنے ہیں مگر بزاز نصف ہیں۔

(ج) مسلمان لوہار دوگنے سے زیادہ ہیں مگر لوہے کی دوکان والے آٹھویں حصہ سے بھی کم ہیں

(د) عام صنعت وحرفت میں مسلمان دیگر اقوام سے بقدر چار لاکھ کے زیادہ ہیں مگر تجارت میں ایک ثلث سے بھی کم ہیں۔

(ہ) مسلمان شیخوں کی تعداد کھتریوں سے کم ہے تاہم کاریگروں میں دوگنے اور کارخانوں کے مالک ہونے میں پانچویں حصہ سے بھی کم ہیں۔ ان سب کی وجہ یہ ہے کہ سرمایہ مسلمانوں کے پاس ہی نہیں اور جب تک کہ سرمایہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہ آئے گا وہ ہزار کوششیں کریں محنت کرتے کرتے ختم ہو جائیں صنعت وتجارت کا محض چھلکا اُن کے پلے پڑے گا اور گودا سرمایہ دار اقوام کے ہاتھوں میں جاتا رہے گا۔

(۳) تیسرا امر یہ ہے کہ مسلمان اپنی قوم کے دوکانداروں سے مال خریدیں یہ بیشک ایک عمدہ مشورہ ہے مگر اس مشورہ پر صرف اتنے زمانہ تک عمل ہو سکتا ہے جب تک کہ ہندو مسلمانوں میں کشیدگی ہو۔ جب کشیدگی کم ہوگی حالت بدستور ہو جائے گی جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔ مسلمان بالعموم

دوسروں سے قرض لیکر کاروبار کرتے ہیں اور وہ بھی دیگر اقوام کے لوگوں سے زیادہ شرح سود پر لیتے ہیں، جس کے وجوہ بیان کیئے گئے ہیں جس سے مسلمانوں کو مال گراں پڑتا ہی اور ان کے اخراجات بھی زیادہ ہوتے ہیں اس لیئے وہ عام طور پر نسبتاً گراں فروخت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

غرضکہ ان سب امور کا علاج اگر ہی تو صرف یہ ہی کہ کچھ مسلمان روپیہ کا کاروبار کریں اور اپنے مسلمان بھائیوں کو تجارت وصنعت کے لیئے کم سود پر قرض دیں، اپنے بنک کھولیں، ملک کے موجودہ بنکوں میں حصہ لیں اور امانتیں رکھوائیں۔ جس قدر دیر اس میں ہو رہی ہی اُسی قدر مسلمانوں کا اضمحلال بڑھتا جاتا ہی۔ اب ٹالنے کا وقت باقی نہیں رہا جو کچھ کرنا ہی جلد کیجیے۔ مسلمانوں کی تمام مذہبی او رقومی تعلیمی اور سیاسی صنعتی اور تجارتی، تمدنی اور اقتصادی تحریکات اس وقت مثل جسد بلا روح کے پڑی ہیں دور حاضرہ کے تمدن کی روح سرمایہ اور سود ہی اور اس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب اسی کے تحت میں ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔ (ایڈیٹر)

ریویو

رسالہ دیہاتی

یہ ماہوار رسالہ اپریل ۱۹۲۷ء سے ضلع جھنگ سے نکلنا شروع ہوا ہی اس کا مقصد زمینداروں اور کاشتکاروں میں اتحاد پیدا کرنا اور ان کی علمی اخلاقی اقتصادی اور تمدنی اصلاح کے لیئے کوشش کرنا ہی بچوں کے لیئے ایک خاص کالم مخصوص ہی زراعتی ترقی کے مضامین بھی ہوتے ہیں ہر پرچے میں کسی نہ کسی مشہور آدمی کے ہاف ٹون بلاک کی تصویر بھی ہوتی ہی کاغذ اور چھپائی بہترین ہی۔ تقریباً ۶۰ صفحے کا حجم ہوتا ہی۔ سائز ۲۰×۲۶/۸ سالانہ چندہ ۲ مقرر ہی۔ اُمید ہی کہ یہ رسالہ اپنے قابل انریری ایڈیٹر مولوی محمد معظم قریشی کی ادارت میں اپنے تمام مقاصد میں کامیابی حاصل کرے گا۔ بالخصوص اقتصادیات کے شعبہ میں جو نہایت ضروری شعبہ ہی سودمند کا قوت بازو ثابت ہوگا اور ملک کے لیئے ایک نعمت۔

(ایڈیٹر)

چند قابل قدر اور خاص مضامین میں سے بعض بوجہ طویل ہونے کے اور بعض بعد از وقت آنے کی وجہ سے اگست نمبر میں درج نہ ہو سکے۔ ستمبر نمبر میں شایع ہوں گے۔

(منیجر)

کواپریشن یا امداد باہمی

قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر والتقویٰ الخ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً۔ مندرجہ بالا حوالجات کتاب وسنت کے مضمون زیر بحث کے حرف بحرف تفسیر ہیں اور کسی مزید شرح کی ضرورت نہیں رکھتے۔ اہل ہند اس لفظ سے تحریک عدم تعاون کے وقت سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں اس سے پیشتر اہل ہند سوائے چند افراد اہل علم سے اس لفظ کی اہمیت بلکہ نام سے بھی شناسا نہ تھے۔ مسلمان تیرہ سو سال سے زائد کے عرصہ سے اس لفظ سے شناسا تھے مگر وہ بھی طبقۂ علما جو اس کی اہمیت صرف شریعت کے کاموں میں سمجھتے تھے اور باقی دنیاوی کاموں میں اُنھوں نے کبھی اس سے شناسا نہ کیا۔ خدا بھلا کرے مہاتما گاندھی جی کا جنھوں نے سیاسی لیڈر ہونے کی وجہ سے اہل ہند کو اس لفظ سے سب سے پہلے روشناس کیا اُنھوں نے ایسا کرنا تھا کہ اس لفظ تعاون کی سیاسی اہمیت علماء کو بھی معلوم ہوئی اور پھر اُنھوں نے جابجا اخبارات رسالوں اور اشتہاروں کے ذریعے سے عام مسلمانوں کو بھی شرعی پہلو ہی کو پیش کرکے روشناس کیا۔

کائنات قدرت کا مطالعہ کرنے سے ہمیں یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمام نظام عالم مختلف اسباب کے ایک دوسرے کو مدد دینے سے چل رہا ہے مثلاً رات اور دن کا یکے بعد دیگرے آنا۔ سورج کی گرمی کا پانی کو بخارات بنانا۔ ہوا کا انھیں اُڑا کر بادلوں کی صورت میں کسی ٹھنڈے مقام پر منجمد کرنا اور پھر اُسی ہوا کا ان بادلوں کو ایک مقام سے دوسرے پر لیجا کر زمین پر دوبارہ پانی کی صورت میں برسانا۔ زمین کا اُسے اپنے اندر جذب کرکے دریاؤں جھیلوں اور کنوؤں کی صورت میں بہہ کرکے اہل زمین کو اُن کی ضروریات زندگی میں امداد کرنا یہ سب تعاون ہی ہے۔ اسی تعاون کی مثال جیسے کہ باہر ہے ویسے ہی خود حضرت انسان کی ذات میں بھی موجود ہے۔ مثلاً انسان کے مختلف اعضا جب تک اکٹھے یا ایک دوسرے کی مدد نہ کریں تو انسان بالکل ایک بیکار چیز ثابت ہو۔ جب تک انسان کے قدم اور ٹانگیں اس کے مددگار نہ ہوں وہ نہ تو کھڑا ہی ہو سکے اور نہ چل پھر ہی سکے۔ دیگر اعضا مثل آنکھ ناک۔ کان۔ ہاتھ وغیرہ کا تعاون بھی اسی طرح قیاس کریں۔

انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اس کے سوا تمام مخلوق فرداً فرداً صفت سے موصوف ہے جو صفات

[illegible]

کہ دستِ قدرت نے دیگر تمام مخلوق میں علٰحدہ علٰحدہ جمع کیں اس میں وہ سب جمع کر دیں اس لیئے یہ عجوبہ روزگار کہلایا یا دوسرے لفظوں میں اشرف المخلوقات۔

حیوانوں کی ضروریات بالکل محدود۔ انسان کی ضروریات لامحدود۔ حیوان دوسرے کا دست نگر بہت کم مگر انسان بہت زیادہ۔ حیوان کو صرف کھانے اور پینے کی ضرورت اور جہاں جا پالیٹ رہا مگر انسان کو کھانے پینے کے علاوہ اور بہت سی ضروریات ہیں۔ حیوان احساس کے مادہ سے محروم لاٹھی پہ لاٹھی کھائے مگر فربہ ہوتا چلا جائے۔ انسان ذرا سی ملامت کو محسوس کر کے سوکھتا چلا جائے۔ اپنا غم کھائے دوسروں کا غم بھی کھائے۔ ہمدردی رحم۔ مہربانی۔ محبت۔ صلح کا پتلا۔ کیونکہ نہ ہو اللہ کے رنگ میں رنگا ہوا ایک دفعہ اصحاب نبیؐ نے خدمت اقدس میں عرض کی کہ یا رسول اللہ عیسائی اپنے بچوں کو اصطباغ دیتے ہیں کیا ہم بھی ایسا کریں۔ نبیؐ نے توقف فرمایا وحی نازل ہوئی صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ الخ یعنی ہم نے تو انسان کو اپنے رنگ میں رنگ دیا اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ اچھا ہے۔ انسان کو اپنی صفات میں رنگ دیا یعنی میں رحمٰن (مہربان) ہوں اپنی تمام مخلوق پر تم مہربان ہو جاؤ تمام بنی نوع انسان برادر ہر جاندار پر۔ میں رحیم (کمال رحم کرنے والا ہوں) تم بھی ویسے ہی اپنے بنی نوع انسان کے ساتھ رحم کرو۔ جب راقم الحروف نے اس آیت پاک کی طرف توجہ کی تو اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے اپنی سالہا سال کی غفلت سے توبہ کی اور خیال کیا کہ کیوں میں اپنے بنی نوع انسان کی جس بات میں آسانی سے مدد کر سکتا ہوں مدد نہ کروں۔

میں خاص لاہور (پنجاب) کا رہنے والا ہوں میرے ایک نزدیک کے رشتہ دار بہت مدت سے ایک ہندو عورت کے جس نے اُن کی عورتوں سے سہیل پن پیدا کر رکھا تھا صرف قرض دینے کے لیئے، تقریباً تیرہ سو روپے کے مقروض تھے۔ ایک روپیہ فی سیکڑہ سود تھا۔ پانچ سال تک تقریباً مکان رہن رہا اس عرصہ میں اُنھوں نے سات سَو اسی روپے بحساب ایک سو چھپن فی سال سود کے ادا کیئے۔ چونکہ مرد اور عورت حساب کتاب سے بالکل ناآشنا تھے اس لیئے اُنھوں نے اس کثیر رقم کو کبھی محسوس نہ کیا۔ ایک سے زیادہ مہینے کا سود دیتے وقت تکلیف دہ تو ہوتا تھا مگر یہ خیال کبھی نہ کیا تھا کہ آخر اصل رقم کے اُتارنے کی فکر کرنی چاہیئے۔ آمدنی کافی تھی مگر اس کو کفایت شعاری کے طریقے سے خرچ کرنا نہیں آتا تھا۔ گھر میں اسراف بیجا بہت تھا۔ لڑکوں کے ہاتھ جو آیا اُنھوں نے کھانے اور پہننے میں خرچ کر دیا۔ مستورات کے ہاتھ جو لگا یا اُنھوں نے گھر کے خرچ سے جو بچایا وہ زیور برتن اور ضرورت سے زیادہ کپڑوں میں خرچ کر دیا۔ نتیجہ یہ تھا کہ وہ رقم جو وہ چھ ماہ کے اندر آسانی سے اُتار سکتے تھے اپنی غفلت اور لاپروائی میں

پانچ سال تک بھی نہ اُتاری تو وہ ہندو عورت اُن کی اس غفلت میں اور بھی مدد دیتی یعنی اس نے نہ ہی اپنے آپ کبھی سود یا مول کا تقاضا کیا اور نہ ہی جیسا یہ سود ادا کرنے جاتے تو وہ خوش ہو کر اس رقم کو لینے میں ہاتھ بڑھاتی بلکہ اُلٹا ظاہرا ہمدردی کا اظہار کرتی کہ کوئی فکر نہیں ہے اپنا ہی گھر ہے آجائیں گے اگلے مہینے دیدینا مگر وہ اس بات میں پختہ کار تھے وہ جیسا بھی ہوتا سود کو ساتھ ساتھ اُتارتے جاتے اس لیئے وہ اصل رقم بڑھنے نہ پائی۔ ہندو عورت کا تغافل جیساکہ سودخوروں کا طریقہ ہے دو وجہ سے تھا ایک تو یہ کہ وہ کم از کم اتنی رقم سود کی جمع شدہ لینا چاہتی تھی کہ جس سے کسی دوسرے مسلمان اہل محلہ کو مقروض کرے دوسرے یہ کہ سود کے بالکل ادا نہ ہونے کی صورت میں مکان ہاتھ آتا تھا۔ لاہور میں بہت سے محلے ایسے ہیں جہاں کہ ہندو پردیسی آکر مسلمانوں کے محلوں میں کرایہ پر آکر رہے۔ انھیں اہل محلہ میں روپے کی داد وستد کرنے سے چند سالوں میں نصف محلہ کے مالک بن گئے۔ یہ صرف مسلمان مرد و عورت کے بےعلم ہونے کی وجہ سے۔

میرے پاس گیارہ سو روپے کے قریب رقم تھی۔ میں نے ڈاکخانہ سے نکلوا کر پونے تین روپے ماہوار کا ایثار کیا اور دو سو روپے اور شامل کرا کر اُن کو اس ہندو عورت سے نجات دلائی جو اسی محلہ میں اسی سہل پن میں ہی تین چار مسلمانوں کے مکان قبضہ میں کر چکی ہے۔ جب میں نے روپیہ دیا تو وہی کاغذ بمصداق یاایها الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ الخ اپنے نام منتقل کرایا اور ایک علحدہ رسید بھی لکھوالی جس سے میرا روپیہ محفوظ ہوگیا۔ بحمد اللہ کہ میری نیت نیک تھی بغیر کسی قسم کی خواری یا تقاضا کے دو سال کے عرصہ میں اُنھوں نے سات سو روپیہ ادا کر دیا ہے اور باقی صرف میرے چار سو روپیہ ہیں۔

فائدہ۔ اگر وہ اس ہندو عورت کے مقروض رہتے تو اب تک کبھی نہ اُتارتے جیساکہ پہلے پانچ سال غافل رہے اور تین سو بارہ روپے کی رقم سات سو اسی کے علاوہ دیئے یعنی تقریبًا گیارہ سو روپیہ سود کا ایک ہندو عورت کے گھر میں صرف سات سال کے تھوڑے سے عرصہ میں پہونچ جاتا۔
ہندو مستقل مزاج ہوشیار اور سرد مزاج ہیں روپے کے لین دین میں کبھی جلدی نہیں کرتے مسلمان عجلت پسند غافل اور گرم مزاج ہیں روپے کا لین دین کرنے کے وقت اس کے نفع اور نقصان کے پہلو پر غور نہیں کرینگے۔ جب روپیہ قرض اُٹھا لینگے تو بالکل غافل ہو جائینگے اگر قرضخواہ تقاضا کرے گا تو فورًا لڑنے بھڑنے پر آمادہ ہوجائینگے۔ یا نہ ہونے کی صورت میں مکان نیلام کرادیں گے۔ دوران لین دین میں ہندو کا سلوک دوستانہ و ہمدردانہ رہے گا۔ روپے کے تقاضے سے تغافل برتے گا مگر یہ سب سراسر دھوکا

ور تصنع کے سوا کچھ نہیں ہوگا اس کی مثال مثل سانپ کے ہی جو دیکھنے میں خوبصورت چکدار۔ چکدار۔ مگر اندرونی طور پر سراسر ہلاکت جب موقع پائے گا ڈسے گا چاہے مسلمان اس کے آگے دودھ ہی کیوں نہ رکھے۔ اس کے رکھنے سے اس کی منشا یا قصد یہ ہوتا ہی کہ جیسا اس کا ظاہر خوبصورت ہی ویسا ہی اس کا اندر بھی خوبصورت ہو جائے یعنی اُس کی فطرت کو دودھ سے تبدیل کرنا چاہتا ہی جو حکمت اللہ کے خلاف ہی یہ مثال میں نے اس واسطے دی ہی کہ مسلمان مرد ہو یا عورت کم از کم ان پڑھ طبقہ دیکھا گیا ہی کہ جس کسی ہندو مرد یا عورت سے قرض اُٹھاتا ہی دل و زبان سے مشکور و ممنون ہونے کے علاوہ وہ اپنے فعل سے یعنی تحفہ تحائف دینے سے اُسے راضی رکھتا ہی اور ہمیشہ کے لئے اُس کی دوستی و امداد کا ثناخواں و احسانمند رہتا ہی لیکن وہ ان تمام خدمات پر پانی ڈال کر اس کی حیرانی کا باعث ہوتا ہی جبکہ وہ دیکھتا ہی کہ صرف چند روپے قرض اُٹھانے سے تھوڑی مدت میں وہ اسے اس کے مکان اور زیورات سے محروم کر دیتا ہی۔ حیران ہیں کہ مسلمان روپے کی داد ستد میں اس قدر غافل اور بھولا بھالا ہی کہ ہندو کے چکنے چپڑے گھسوں میں آجاتا ہی اور خسرۃ الدنیا والاخرۃ کا مصداق بنتا ہی۔

میرے ایک رشتہ دار ہیں جن کی جائداد کافی سے زیادہ ہی مگر گروی ہی جس کا سود ماہانہ نہیں بلکہ روزانہ ادا کرنا پڑتا ہی قرضہ بھی کافی ہی مگر نہ اتنا کہ ادا نہ ہو سکے بلکہ کچھ حصہ جائداد کا فروخت کرنے سے بآسانی ادا ہو سکتا ہی مگر کونسی چیز ہی جو انھیں فروخت کرنے سے روکتی ہی وہ اُن کی خاندانی روایات کہ آباؤ اجداد کی جائداد کے فروخت کرنے سے خاندانی شرافت پر دھبہ لگتا ہی ویسے سود در سود جمع ہوتے ہوتے ساہوکار کے ذریعہ سے نکل جائے ان کے ہاتھ سے تو نکل جائے لیکن توبہ توبہ اپنے ہاتھوں سے وہ کبھی ایسی بدشگونی نہیں کریں گے کیونکہ رشتہ داروں میں ناک کٹی ہو جائے گی۔ یہ ہی بہت سے مسلمانوں کی اسلاف پرستی۔ لیکن انھیں معلوم نہیں کہ سرورِ عالم صلعم نے قرضدار کا جنازہ نہیں پڑھا اُس وقت تک جب تک کہ اُس کے قرض کا کوئی ذمہ دار نہیں ہوا۔ دوسرے آنجناب صلعم نے ہمیشہ قرض سے اور غربت سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگی۔ ہمارے ائمہ مساجد نے بھی مسلمانوں سے تغافل برتا اور منبر پر کھڑے ہو کر کبھی قرض کی برائیوں سے آگاہ نہ کیا اور جب نماز جنازہ پڑھی کبھی تحقیق نہ کی کہ مرنے والا یا مرنے والی کس حال میں مرا یا مری۔ آیا قرضداری کے حال میں اگر ایسے حال میں تو اس کے قرض کا کس نے ذمہ لیا۔ اگر نہیں لیا تو ائمہ مساجد نے کیا انتظام کیا اس کے قرض کا کیونکہ نبی صلعم کے قول کے مطابق علما وارث ہیں انبیاء یعنی اس کے علم کے نبی صلعم نے ایک موقع پر فرمایا ہی کہ اگر کوئی مسلمان قرض چھوڑ کر مرے تو اُس کا میں ذمہ وار ہوں (یہ شاید اُس کے لئے ہی جس کے وارث نزدیک یا معلوم نہ ہوں

مثلاً مسافر لیکن اگر وہ کوئی جائداد چھوڑے تو وہ اُس کے وارثوں کا حق ہے (پوری پوری حدیث مجھے یاد نہیں مگر یہ اس کا لب لباب ہے) اب کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ جبتک نبیؐ زندہ رہے یہ حدیث قابل عمل تھی لیکن جونہی آپ کا وصال ہوا یہ منسوخ ہو گئی۔ یا ہم علما رکو انبیاء کے ورثہ سے نہیں ملا۔ نبیؐ وصال فرما گئے لیکن اُن کی شریعت تو زندہ ہے اس لحاظ سے یہ حدیث اور نبیؐ کی ذمہ داری علما پر آپ کی رحلت کے بعد عائد ہوتی ہے علما، کو چاہیئے کہ اس حدیث کو زندہ رکھیں اور بعد تحقیق کے مرنے والے کے قرض کا ذمہ نبیؐ کی طرف سے وارث ہونے کی وجہ سے خود اُٹھائیں نماز جنازہ پڑھنے سے پہلے مرنے والے کے قرض کا اعلان کریں اگر کوئی ذمہ دار ظاہر ہو تو بہتر ورنہ تعاونوعلی البر والتقویٰ چندہ کے لیئے اہل محلہ اہل بازار وغیرہ سے اپیل کریں اس طرح سے بہت سی جائدادیں مسلمانوں کی جو غریب ہیں ہنود کی دست برد سے بچ جائیں گی۔

نبیؐ جب نماز سے فارغ ہو کر گھر میں تشریف لیجاتے تو کیا کرتے ؟ یہ ایک اصحابیؓ کا سوال تھا جواب دیا گیا کہ اپنے گھر والوں کے گھر کے کام کاج میں امداد دیتے مثلاً غلام کے ساتھ مل کر آٹا گوندھتے۔ بکری کا دودھ دوہتے۔ گھر میں جھاڑو لگاتے۔ بازار سے سودا سلف لا دیتے۔ یہ کیا تھا وہی تعاون یا گھر کے لوگوں یعنی ازواج مطہرات کی گھر کے کاموں میں امداد۔ وہ سراپا رحم۔ محبت و ایثار تھے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا انما بعثت معلما دنیا کی امداد باہمی کی تعلیم دینے آئے صرف زبان سے نہیں بلکہ فعل سے بھی۔ آنحضرت جب کبھی سفر میں نکلتے مقام راستے میں کرتے تو سب اصحاب کے ذمہ مختلف فرائض لگا دیئے جاتے مثلاً کچھ اونٹوں کا بوجھ ہلکا کرتے۔ انھیں چارہ اور پانی پلاتے۔ کچھ جانور ذبح کرتے اور گوشت بناتے کچھ آگ جلاتے۔ آٹا گوندھتے اور گوشت پکانے میں مصروف ہو جاتے آنجناب کیا کام کرتے وہ رحمۃ للعالمین اپنے سر مبارک پر لکڑیوں کا گٹھا جنگل میں سے چُن کر لاتے۔ مارے خوشی کے اصحاب کرام اللہ اکبر کا نعرہ بلند فرماتے۔

نبیؐ کے وقت میں اکثر اصحابؓ غریب تھے تن پر کپڑا پورا بدن ڈھانپنے کو نتھا پیٹ بھر کھانے کو نتھا ایسے بھی تھے جو بہت مالدار تھے مثلاً حضرت ابوبکر صدیق۔ عثمان رضی اللہ عنہم۔ جب کبھی جہاد کی ضرورت پیش آتی تو خطبہ دیتے لوگوں کو مال خرچ کرنے کا حکم دیتے اور جس کے پاس سواری نہ ہوتی اس کے لیئے سواری مہیا کرتے یا حکم کرتے کہ جس کے پاس ایک سے زائد سواری ہو وہ اپنے بھائی مسلمان کو دے اور اس کا ذخیرہ میں اس کی امداد کرے وہ مدد کیئے جاتے۔ مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی مدینہ منورہ پہونچکر سب سے پہلا کام جو کیا وہ رشتہ اخوت مابین مہاجرین والانصار جوڑا انصار نے اپنی زمینیں۔ اپنی مویشی بہنے کو

مکان یہاں تک کہ ایک سے زائد ازواج بھی طلاق دیکر اپنے مہاجر بھائیوں کے لیئے علیحدہ کر دیں۔ کیا اس سے زیادہ تعاون یعنی کواپریشن کی مثال دُنیا پیش کر سکتی ہی۔ افسوس یہ تعاون یعنی امداد باہمی کا سلسلہ بہت مدت تک رہا بعد میں نفسی نفسی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ نبیؐ نے اپنے سامنے وہ جماعت مسلمین تیار کی جس کا مقابلہ کوئی دُنیا کی قوم کر نہیں سکتی تھی۔ یہ ایک ایسی چٹان تھی جس کے ساتھ جو بھی ٹکر کھاتا اپنی ٹکر سے پاش پاش ہو جاتا۔ افسوس اسلام غریب ہو گیا۔

سلف سرتاپا عمل تھے خلف میں صرف تخیل ہی رہ گیا۔ سلف دولت پیدا کرتے تھے تو دوسروں کے لیئے۔ خلف صرف اپنے ہی نفس کے لیئے یہی وجہ ہی کہ اول الذکر ہر شعبہ زندگی میں دوسری اقوام سے علم میں۔ دولت میں۔ سیاست میں ممتاز تھے اُن کا معیار زندگی ارفع اور اعلیٰ تھا کیونکہ وہ صرف اپنے خاندان ہی کے لیئے یا اپنی ذات ہی کیلیئے نہیں کماتے تھے بلکہ ان کے علاوہ اُن کی ساری قوم یا جماعت مسلمین کی طرف نظر رہتی تھی اس لیئے جو کچھ وہ کماتے تھے وہ اُن کے لیئے تو کافی تھا مگر جماعت کے لیئے ناکافی۔ اگر کافی بھی تھا تو بہت پیدا کرکے بھی جماعت کے لیئے نظر نہ بھرتی تھی۔ موخرالذکر کچھ مدت تک تو نفس ہی کے لیئے کماتے رہے اور اب تو اللہ حافظ کمانے سے بھی گئے۔ علما بھی اسی تاک اور عام بھی اسی تاک میں کہ کہیں سے وظیفہ لگ جائے تو اچھا ہی یا کہیں سے گڑھا ہوا مال مل جائے یا اپنی کمائی اور وقت سونا چاندی بنانے میں صرف کر دیں۔ یعنی کیمیا گری میں۔

جہاں مسلمانوں میں بُری رسم و رواج پائی جاتی تھی وہاں ایک دستور مجھے بہت پسند ہی۔ عرصہ تیس سال کا گزر رہا ہی کہ لاہور میں تقریباً ہر محلہ اسلامی میں ایک قسم کی انجمن امداد باہمی یعنی کمیٹی کا رواج ہی ممکن ہی یہ رواج اتنے عرصے سے بھی زائد کا ہو مگر میرے مشاہدہ میں صرف اتنا ہی عرصہ ہی اس انجمن یا کمیٹی کی تفصیل یہ ہی کہ چند مستورات مل کر ماہواری مساوی چندہ ایک عورت دیانتدار صاحب اثر کے پاس جمع کر دیتی ہیں تعداد چندہ اور تعداد ممبران خاص مقرر نہیں ہی جہاں تک ہوسکتا ہی آسانی کو مدنظر رکھا جاتا ہی جس میں محلہ کے یا غیر محلہ کے غریب و امیر سب شامل ہوسکیں۔ چندہ اگر ایک روپیہ فی ممبر مقرر ہوا اور ممبروں کی تعداد پچیس ہی تو ہر مہینے کے اختتام پر تاریخ مقرر کر دی جاتی ہی۔ اور ہر ممبر اس تاریخ پر ایک روپیہ پہونچا دیتا ہی اس طرح پچیس روپے ہر ماہ جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ رقم یا تو باری باری اپنی اپنی ضرورت کے مطابق ماہ بماہ لیتے جاتے ہیں جو لے لیتے ہیں اُن کا نام خارج کر دیا جاتا ہی مگر ایک روپیہ ہر ماہ بماہ پچیس مہینے تک پہونچاتے جائیں گے جتنے کہ سب ممبروں کو پچیس پچیس پہونچ جائیں گے بعض وقت باری باری کے بجائے قرعہ اندازی کیجاتی ہی یعنی سب ممبروں کے

نام چھوٹی چھوٹی چٹوں میں لکھ کر ایک برتن میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ ماہ بماہ ایک ایک چٹ کسی بچہ سے نکلوا کر اس شخص کو جس کا نام قرعہ میں نکل آئے پچیس روپیہ کی رقم جو جمع ہوئی دیدی جاتی ہے اور اس کا نام خارج کر دیا جاتا ہے مگر چندہ ماہانہ بدستور پچیس ماہ ادا کرتا رہتا ہے اسی طرح سے ایک روپیہ فی ماہ فی ممبر سے لیکر پچیس روپیہ پچاس روپیہ فی ماہ تک بھی فی ممبر دو دو تین تین سال تک یہ انجمن چلائی جاتی ہے تعداد رقم جو ہر ایک ممبر وصول کرتا ہے وہ پانچ سو بھی ہوتی ہے اور ایک ہزار بھی۔ اس کے فوائد حسب ذیل ہیں:۔

(۱) کفایت شعاری یعنی خواہ مخواہ بھی انسان اپنے آپ کو بھوکا پیاسا رکھ کر اقرار کے مطابق مقررہ چندہ ماہ بماہ پہونچاتا ہے۔

(۲) اس میں سود نہیں اس لیئے ہر عالم و زاہد شامل ہو سکتا ہے۔

(۳) اگر عارضی طور پہ ضرورت کے لحاظ سے کسی سے قرض اُٹھایا ہے تو اس سے ادا ہو سکتا ہے مثلاً زیور یا مکان پر سے۔

(۴) وقت پر بیوپاریوں کے لیئے بھی مفید ہے کیونکہ یہی رقم لیکر کے اپنے بیوپار کی جگہ پر خرچ کرسکتے ہیں کسی دوسری جگہ سے قرض نہیں اُٹھانا پڑے گا۔ نہ سود دینا پڑے گا۔

(۵) اسکولوں کے لڑکوں کی کتابیں بھی خریدی جاتی ہیں بلکہ لاہور میں اکثر بیاہ شادی اسی قسم کے سرمایہ سے ہوتا ہے۔

(۶) مکانات یا زیورات اس قسم کے سرمایہ سے ہنود کے قبضے میں جانے سے بچے رہتے ہیں۔

اس کے قواعد حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ممبر دیانتدار بااعتبار ہونے چاہئیں۔

(۲) چندہ ماہواری مقررہ تاریخ پر پہونچ جانا چاہیئے۔

(۳) جس عورت یا مرد کے پاس سرمایہ جمع کیا جاتا ہے وہ دیانتدار۔ قوی حافظہ اور ذی اثر ہونی یا ہونا چاہیئے۔

(۴) قرعہ اندازی کے وقت تقریباً نصف یا ¾ ممبر معتبر جمع ہونے چاہئیں۔

(۵) مع سرمایہ اگر بیس سے اوپر ہو تو رسید ایک آنہ کے ٹکٹ پر لینی چاہیئے۔

(۶) اگر کوئی ممبر کسی وجہ سے درمیان میں علیحدہ ہونا چاہے تو جتنا اس نے جمع کیا ہے نگاہ میں رکھنا چاہیئے اور قلم بند کر دینا چاہیئے اس کو چاہیئے کہ اپنی جگہ پر دوسرا ممبر دیدے جب اس کا نام نکلے گا تو جتنا اس نے

جمع کیا ہو وہ لے جائے گا اور بقایا اپنے عوضی کو دیگا۔

(۶) قواعد (۵) کے مطابق یہ رسیدیں سوائے اخری نام کے بطور قرض سمجھی جائیں گی۔ اور قرضخواہ تمام ممبروں کی طرف سے وہی عورت سمجھی جائے گی جس کے پاس سرمایہ جمع ہوتا ہی۔

(۷) ایک حصہ میں ایک سے زیادہ ممبر جمع ہو سکتے ہیں دونوں کا نام چٹ پر اکٹھا لکھا جائے گا۔

راقم الحروف نے پندرہ سو روپیہ مندرجہ بالا کمیٹی یا انجمن امداد باہمی کے ذریعہ سے ادا کیا۔ اور اس کے بعد ہمشیرہ کی شادی کے لیئے بھی اسی سے امداد لی اب بھی دو سال سے پچیس مہینوں کے لیئے پانچسو روپے سرمایہ پر اسی قسم کی ایک انجمن کا ممبر ہوں جس کے لیئے بیس روپے ماہانہ ادا کر رہا ہوں۔ یہی انجمن کو اپریٹو سوسائٹی کی شکل میں تبدیل ہوسکتی ہی یا پچیس تیس مہینہ سب کا سرمایہ ایک ہی جگہ جمع کرنے کے بعد ایک کو اپریٹو سٹور چلایا جاسکتا ہی۔ اگر کوئی ضرورت درپیش نہو تو سیونگ بنک میں جمع کرایا جاسکتا ہی۔

غرضیکہ اس قسم کی ہی امداد باہمی کی انجمنیں تمام ہندوستان میں مسلمانوں کے ہر محلہ میں قائم ہوں تو موجودہ ناگفتہ بہ حالت مسلمانوں کی درست ہوسکتی ہی فقط جس کی ضرورت ہی وہ استقلال مستعدی سرد مزاجی ہی اور ہمیشگی۔ ایک مقررہ سرمایہ کی مدت ختم ہونے کے بعد پھر نئے سرے یہ سلسلہ جاری رہے تو یقیناً مسلمانوں میں کفایت شعاری کا مادہ بھی پیدا ہو جائے اور امداد باہمی کا بھی۔

(باقی آئندہ)

ہندوستان صرف زراعت کی ترقی سے آزاد ہوسکتا ہی

غم زن بیوہ کی تکلیف اور صدمہ کی قدر اگر شادی شدہ عورت محسوس کرے تو ہر عورت

اپنے شوہر کو بیمہ کے لیئے مجبور کرے

دی ہمالیہ بیمہ کمپنی لمیٹڈ کلکتہ

صدر دفتر نمبر (۸) ڈلہوزی اسکوئر

دیکھیئے ہندوستان کے مدبر اور تجربہ کار حضرات زندگی کے بیمہ کے لیئے کیا فرماتے ہیں:۔

سر پرشوتم داس ٹھاکر داس ہندوستان کے مشہور تاجر اور ماہر اقتصادیات فرماتے ہیں۔

" زندگی کے بیمہ کو اب تمام دنیا نے ایک مد فاضل نہیں بلکہ ضرورت شدید تسلیم کر لیا ہے"

آنریبل مسٹر کے وی رنگا سوامی آئر فرماتے ہیں۔

"اگر اہل ہند اپنی مصیبت ہٹانا چاہتے ہیں تو انھیں زیادہ تعداد میں بیمہ کرانا چاہیئے"

پروفیسر کے بی مدھاوا ایم اے میسور یونیورسٹی کے محکمۂ ریاضی و اقتصادیات کے افسر اعلےٰ فرماتے ہیں:۔ کہ

" زندگی کا بیمہ نہ صرف لوگوں کو انفرادی طور پر محفوظ کرتا ہے۔ بلکہ وہ ایک غیر محسوس خیرات ہے ایک جماعتی خدمت ہے اور نہ صرف یہ بلکہ کم خوش قسمت اور مختصر الوقت خاندانوں کے لیئے ایک بڑی سخاوت ہے"

ہمالیہ بیمہ کمپنی تمام ہندوستان میں کیوں مقبول عام اور ہر دلعزیز ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ کمپنی کی طرف سے زر متدعویہ (کلیم) بغیر کسی تاخیر اور پس و پیش کے ادا کیا جاتا ہے جس کے متعلق بہت سے خطوط تعریفی ہندوستان کے ہر گوشہ سے کمپنی کو مل چکے ہیں جس کے پڑھنے

ہمارے اپراسپکٹس ملاحظہ فرمائیے

چنانچہ سودمند کانفرنس دہلی نے بھی اپنے جلسہ منعقدہ ۲۰ دسمبر ۱۹۲۶ء میں حسب ذیل رزولیوشن پاس کیا ہے۔ بیمہ کا اجرا اس وقت ترقی یافتہ ممالک میں ہے۔ ہر ہر مرد و عورت اور بچہ کا ہر مکان اور سواری کا جہاز اور کشتی کا بیمہ کرایا جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان آفات ارضی و سماوی سے ایک حد تک محفوظ رہتا ہے اور درانحالیکہ بیمہ بھی مسلمانوں کی اس زمانہ کی ایجاد ہے جبکہ وہ اسپین میں حکمراں تھے۔ اور اب وہ ہر قسم کے بیمہ سے محترز ہیں جس کی وجہ سے بزرگ خاندان برباد و تباہ ہو کر گداگری پر مجبور ہوتے ہیں اور یتیم بچے بعض اوقات دیگر مذاہب کا شکار بنتے ہیں۔ یہ کانفرنس مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی اس ایجاد سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں اور اپنے پسماندگان کے لیئے اپنی زندگی کا بیمہ کرائیں اور اپنے بچوں کی تعلیم اور شادی کے لیئے اُن کا بیمہ کرا کر انھیں حوادث سے محفوظ رکھنے کی امکانی کوشش کریں۔

اتحاد کا سالگرہ نمبر

چونکہ اتحاد صوبہ بہار کا واحد آرگن ہی اور نہ صرف اپنے صوبہ بلکہ ہندا و بیرون ہند میں بھی بکثرت پڑھا جاتا ہے پھر چونکہ اولین روز اشاعت سے ابتک اِس کا کوئی خاص نمبر شائع نہونے کے سبب سے اسکے کثیر التعداد قدردانوں و شائقینوں کی اسکے لئے سخت فرمائش تھی، لہذا کارکنان اتحاد نے فیصلہ کر لیا ہی کہ آئندہ ماہ ستمبر میں عید میلاد النبیؐ کے موقع پر اسکا ایک سالگرہ نمبر نہایت آب و تاب اور شان و شوکت کے ساتھ شائع کیا جائیگا جس میں ملک کے چیدہ چیدہ اہل قلم حضرات اور دیگر مشہور و معروف اکابر ملت کے علمی، ادبی، سیاسی مضامین نظم و نثر درج کیئے جائینگے۔ علاوہ بریں متعدد اعلی درجہ کی رنگین و سادہ عکسی تصاویر، نقشہ جات، کارٹون وغیرہ سے اسکو زینت دیجائیگی۔ سو صفحوں سے زائد کی ضخامت کیساتھ دس ہزار کی تعداد میں چھپے گا۔ اسطرح یہ پرچہ اپنے رنگ کا لاثانی اور کم از کم اردو صحافت میں عدیم المثال ہوگا۔ خریداران اتحاد کو رعائتی قیمت پر ملیگا البتہ اس کی ایک جلد اُن خریداروں کی خدمت میں مفت نذر کیجائیگی جو ایک ایک خریدار ہم پہونچائینگے۔ مشتہرین کیلئے اشتہار کا نادر موقع ہی نرخنامہ اشتہار طلب کریں۔ اہل قلم حضرات سے استدعا ہے کہ براہ کرم اپنے بلند پایہ مضامین نظم و نثر سے آخر جولائی تک سرفراز فرمائیں۔ قیمت فی نسخہ ۱۲ رجسٹری و محصول

ڈاک ۱۲ خریداروں سے صرف ۸ اپنا نام جلد درج رجسٹر کرالیں۔ مینجر اتحاد بہار شریف

سودمند

میں

اشتہار چھپوایئے اور حسب مراد فائدہ اٹھایئے

شرح اجرت اشتہار

مقدار	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چہارم صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
جو تہائی صفحہ سے کم کی اجرت فی سطر ۲ر ماہوار				

سود بہبود اور فلاح قوم ہی مجھ کو پسند   قوم کا خادم ہوں میں ہے نام میرا سودمند

سودمند بدایوں

بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۱ء



قیمت سالانہ ۱ع	راہ گیر۔ یہ اصحاب کشاں کشاں کہاں جا رہے ہیں اور کس علت میں؟ سود مند۔ کوئی دفتر رجسٹری کوئی عدالت دیوانی میں کوئی کلکٹری کے نیلام کوئی دیوانی کے جیل میں اور سب کے سب قرضہ کی علت میں راہ گیر۔ پھر ان لوگوں کی رہائی کس طرح ہو؟ سود مند۔ تجارتی سود کی داد ستد کرنے اور کوآپریٹو سوسائٹیوں میں شریک ہونے سے	قیمت فی پرچہ ۲ر

آنریری ایڈیٹر
سید طفیل احمد منگلوری علیگ ایم۔ ایل۔ سی

اسسٹنٹ ایڈیٹر
محمد احید الدین ایف۔ آر۔ ایس۔ اے (لندن)

مقاصد سودمند

۱۔ افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرکے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں

۲۔ مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمنہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام سود خوری کی برباد کن وبا کو جو برباد کن اور حرام ہے مٹادے۔

۳۔ فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

۴۔ مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات بہم کرنا اور مضافات کا روبار اور تجارت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

۵۔ مسلمانوں کی صحت جسمانی ذہنی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مسائل

قواعد و ضوابط

۱۔ سودمند کا سال بھر کا چندہ صرف دو روپیہ مقرر ہے۔ ممالک غیر سے دو روپیہ آٹھ آنہ لیا جاتا ہے۔

۲۔ سودمند ہر مہینہ کی پندرہ تاریخ تک شایع ہوتا ہے۔ اس لیئے پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۲۵ تاریخ تک دفتر میں آجانی چاہیئے اُس کے بعد فی پرچہ تین آنہ قیمت لی جائے گی۔

۳۔ رسالہ کی درخواست خریداری مع قیمت (منی آرڈر) بھیجی جائے یا پرچہ بصیغہ وی پی طلب کیا جائے مگر منی آرڈر بھیج دینے میں آسانی اور کفایت ہے۔

۴۔ پتہ میں اگر کچھ تبدیلی واقع ہو تو اس کی اطلاع فوراً دفتر کو دینی چاہیئے ورنہ نہ پہونچنے کا دفتر ذمہ وار نہیں۔

۵۔ نمونہ کا پرچہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جاتا ہے۔

۶۔ خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری جو پتہ کی چٹ پر لکھا ہوتا ہے ضرور تحریر فرمائیے بعض لوگ بجائے نمبر خریداری لکھنے کے سودمند کا رجسٹرڈ نمبر ال ۱۴۴۵ لکھدیتے ہیں اس کا لکھنا بے سود ہے کیونکہ یہ خریداری نمبر نہیں ہے۔

۷۔ گزشتہ سال کے پرچے درخواست کرنے پر بشرط موجودگی مل سکتے ہیں قیمت فی پرچہ ۳ر کے حساب سے لیجائیگی۔

۸۔ اکثر معاونین اپنے دوستوں کے نام رسالہ کا وی پی روانہ کراتے ہیں ان سے التماس ہے کہ وہ رسالہ کا وی پی کرانے سے پہلے کافی اطمینان کر لیا کریں کیونکہ اکثر ایسے وی پی واپس آتے ہیں اور کارخانہ کو زیر بار ہونا پڑتا ہے

۹۔ جو صاحب ایک سال کے لیے پانچ خریدار یا دس روپیہ کے اشتہار بہم پہنچائینگے ان کے نام سودمند ایک سال تک بمد کمیشن جاری رہے گا۔ مستقل ایجنسی کے متعلق خط و کتابت سے فیصلہ ہو سکتا ہے۔

المشتہر منیجر سودمند بدایوں

سود مند بدایوں

ستمبر ۱۹۲۶ء

فہرست مضامین

مسلمانوں کی خستہ حالی

از منشی عبدالواحد صاحب قمرؔ مرزاگوروی

کیوں مسلماں نہ ہوں پریشاں حال　　صرف بیجا میں سب لٹا ہی مال
سودی قرضہ کا ہی سروں پر بار　　سود در سود ہی گلے کا ہار
قرض والے بھی سب دباتے ہیں　　بال بچے بھی نوچ کھاتے ہیں
مٹتے جاتے ہیں خستہ حالی ہی　　صرف زائد ہی جیب خالی ہی
فخر کرتے ہیں شیخ و سیّد ہیں　　باپ دادا ہمارے امجد ہیں
ننگ و ناموس سب مٹا بیٹھے　　دین و دُنیا نہیں گنوا بیٹھے
قومی چندوں میں کیوں نہو اب یاس　　قوم مفلس ہی کچھ نہیں ہی پاس
ایسی حالت میں کیا تسلّی ہو　　قومی کاموں میں کیوں ترقی ہو
گائے کو تم اگر نہ ڈالو گھاس　　دودھ دینے کی پھر نہ رکھو آس
ہی مجرّب یہ ایک نسخہ خوب　　منفعت بخش سہل اور مرغوب
گر کفایت کو سیکھ جائیں ہم　　سادہ طرز عمل بنائیں ہم
اپنی کوشش سے اپنی محنت سے　　مالی سرمایہ کی اعانت سے
کارخانے کھُلیں صناعت کے　　بنک جاری رہیں تجارت کے
علم و فن میں وقار حاصل ہو　　ملک میں اعتبار حاصل ہو
دور افلاس کی نحوست ہو　　غرض تاقمرؔ رہن منت ہو

سود مند کا تیسرا سال

سود مند کا پہلا پرچہ جون ۲۵ء میں اس منصوبہ کے ساتھ نکلا تھا کہ مسلمانوں کو ان کے روز افزوں افلاس سے آگاہ کرکے اور انھیں سرمایہ اور تجارتی سود کی اہمیت بتا کر انھیں غیر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے آزادی دلائے۔ اس وقت یہ کہا گیا تھا کہ چند سال میں جب قوم میں ان امور کا چرچا ہو جائے گا اور زیادہ قابل اصحاب اور قوم کے اعلیٰ پایہ کے اخبارات اس کام کو اپنے قابل ہاتھوں میں لے لیں گے تو اس رسالہ کا کام ختم ہو جائے گا۔"

اب دو سال بعد ہم اپنے کام پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنی اقتصادی بدحالی کا احساس ایک حد تک ضرور ہو گیا ہے۔ سود مند پڑھنے والوں نے از خود سود مند کے مضامین اور اس کے مقاصد کی تبلیغ کی۔ بغیر ہماری درخواست کے سود مند کے خریدار پیدا کیے اور بہت سے مقامات پر روپیہ کا کاروبار شروع کر دیا جو سود مند جاری کرنے کی اصلی غرض ہے۔ لیکن سود مند کی اشاعت کا دائرہ وسیع کرنے کی ضرورت ابھی باقی ہے ہماری خواہش ہے کہ کوئی شہر کوئی قصبہ اور کوئی گاؤں جہاں اردو پڑھے لکھے مسلمان رہتے ہوں ایسا باقی نہ رہے جہاں سود مند نہ جائے۔ اس کی اشاعت کو بڑے پیمانہ پر پہنچنے کی چند تدابیر زیر غور ہیں جن کا اعلان آئندہ پرچہ میں ہو سکے گا۔

سود مند کی تحریک کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ زیادہ تر غربا میں پھیل رہی ہے جو ایک عمدہ فال ہے۔ دوسری خصوصیت اس تحریک کی یہ ہے کہ اعلیٰ پایہ کے علمائے کرام نے اس کی مخالفت نہیں کی میں نے پہلے بھی اس امر کو ظاہر کیا ہے کہ میں فرداً فرداً بعض بڑے بڑے علماء کی خدمت میں حاضر ہوا نیز ندوۃ العلما اور جمعیت العلما کے جلسوں میں کلکتہ تک گیا اور اس بارہ میں گفتگو کی اور میں نے بالعموم اس تحریک کا ہمدرد پایا۔ علماء اور درویش بالعموم غریب ہیں اور غربا سے واسطہ اور تعلق رکھتے ہیں۔ جب ان سے مسلمانوں کے افلاس کی داستان کہی جاتی ہے تو وہ اُن کے دلوں پر مثل تیر کے لگتی ہے اور تمام مسئلہ انھیں روشن اور واضح ہو جاتا ہے۔ اُن میں سے چونکہ بعض بزرگ دیہات میں تبلیغ کرتے ہیں اس لیے انھیں بخوبی اندازہ ہے کہ مسلمان کس قدر آسانی سے افلاس کی وجہ سے تبدیل مذہب کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اس کا واحد علاج اقتصادی حالت کی درستی ہے اور اس کے لیے جب تجارتی سود، انجمنہائے امداد باہمی، روپیہ کے کاروبار کی تجاویز پیش کی جاتی ہیں، تو

وہ ایک حد تک ہمدرد ہو جاتے ہیں۔

مگر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب ایک فرقہ کا کوئی عالم تجارتی سود کے جواز کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ تو اُن کا مخالف فریق اُنھیں اس بنا پر بدنام کرتا ہے اور بعض وقت اُن کے خلاف رسالوں پر رسالے لکھ ڈالتا ہے جس کی وجہ سے بہت سے وہ علمائے کرام جو دل سے ہمارے ساتھ ہیں اور ہمارے کاموں میں مددگار اور ساعی ہیں میدان عمل میں آنا پسند نہیں فرماتے تاہم ہمیں بعض اقسام کے سود کے جواز کے فتوے مل گئے ہیں جو جداگانہ رسالہ کی شکل میں طبع کر دیے گئے ہیں۔ اور جن کی بنا پر دسمبر ۱۹۲۶ء میں سودمند کانفرنس نے بمقام دہلی چند ضروری اور مفید تجاویز پاس کیں اور اُن پر عملدرآمد جاری ہے۔ اس مسئلہ کی یہ بڑی کامیابی ہے کہ دہلی جیسے صدر مقام میں ایک عظیم الشان جلسہ میں جس میں قوم کے منتخب اور سربرآوردہ اصحاب شریک تھے بڑے جوش کے ساتھ مسلمانوں کی مالی حالت کی درستی کی تجاویز پاس کی گئیں جو فتووں کے ساتھ ایک رسالہ میں طبع کی گئی ہیں اور یہ دفتر سودمند بدایوں سے ملتی ہیں۔

سودمند کے علاوہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت کے متعلق وقتاً فوقتاً اخبارات میں مضامین شایع کیے جاتے ہیں اور ہم نہایت مشکور ہیں اُن معاصرین کے جو ازراہ کرم ہمارے ناچیز مضامین کو نہایت کشادہ دلی سے شایع کرتے رہتے ہیں۔ اور خود بھی مسلمانوں کی تجارت وصنعت اور کفایت شعاری کی ترغیب میں مضامین لکھتے رہتے ہیں۔ بعض اخبارات نے مستقل طور پر "کاروبار اور تجارت" کا عنوان قایم کر دیا ہے جس کے تحت میں سودمند کے مفید مضامین نقل کیے جاتے ہیں اور بعض اوقات اسی ذیل میں وہ اپنے نامہ نگاروں کے خاص مضامین لکھتے ہیں۔ یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ اس سال میں جو نئے رسالے نکلے ہیں اُنھوں نے اپنے مقاصد میں مسلمانوں کی اقتصادی حالت کو سنبھالنے کا مقصد نمایاں طریقے سے پیش نظر رکھا ہے۔ اور اب صرف ایک مرحلہ باقی رہ گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عام طور پر تحریروں اور تقریروں میں یہ کہا جانے لگے کہ مسلمانوں کو روپیہ کا کاروبار اختیار کرنا چاہیئے اور مثل دیگر اقوام کے اپنے بینک اپنی مہاجنی کی کوٹھیاں اپنی صرافہ کی دکانیں کھولنی چاہییں اور کثرت سے انجمنہائے امداد باہمی قایم کرنی چاہییں۔ جب یہ وقت آئے گا تب ہم سمجھیں گے کہ سودمند کی تبلیغ کا پورا نتیجہ نکلا ہے۔

مسلمانان ہند کی تباہی ۱۸۵۷ء سے شروع ہوئی

یا

۱۸۵۵ء سے

عام طور پر مسلمانوں کا خیال ہے کہ اگرچہ مسلمانوں کا تنزل اُس وقت سے شروع ہوا جب سے کہ ہندوستان سے اُن کی سلطنت گئی مگر چونکہ غدر ۱۸۵۷ء میں بلا لحاظ اس کے کہ کن مسلمانوں نے سرکار انگریزی سے بغاوت کی اور کن مسلمانوں نے نہیں کی محض شبہ میں کثرت سے مسلمانوں کی جائدادیں ضبط کی گئیں اور وہ برباد اور تباہ ہوئے اس لیئے عام طور پر یہی خیال ہے کہ مسلمانوں کی بربادی کی ابتدا ۱۸۵۷ء سے ہوئی مگر واقعہ یہ ہے کہ جب تک کسی قوم میں اپنی حالت قایم رکھنے کی صفات اور عادات موجود رہتی ہیں محض خارجی اسباب اُنھیں برباد و تباہ نہیں کر سکتے۔ یورپ میں یہودیوں پر کیسے کیسے مظالم ہوئے ہیں مگر بازاروں اور منڈیوں پر اُن کی اب تک حکومت ہے اور دوران جنگ میں عام طور پر خیال تھا کہ وہ جس طرف چاہتے ہیں سرمایہ کے زور سے جنگ کا رُخ پھیر دیتے ہیں۔ غرضکہ محض خارجی اسباب سے خواہ کسی قوم کی سلطنت نکل جائے مگر یہ لازمی نہیں کہ سلطنت نکل جانے سے ہر قوم مثل مسلمانوں کے مفلس، تنگدست اور گداگر ہو جائے۔

بہرحال اس امر پر غور کرنے کے لیئے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی بربادی کی ابتدا کب سے ہوئی ہم اول سود کی تاریخ پیش کرنا چاہتے ہیں جس نے مسلمانوں کی بربادی میں ہمارے نزدیک نمایاں حصہ لیا ہے۔

پہلے زمانہ میں چونکہ روپیہ بالعموم ذاتی اخراجات کے لیئے قرض لیا جاتا تھا اور اس زمانہ کی طرح تجارت اور صنعت کی ترقی کے لیئے نہیں لیا جاتا تھا اس لیئے اُس پر بڑھوتری یا اضافہ لینا ہر قوم و مذہب کے نزدیک ممنوع اور معیوب تھا۔ چنانچہ یہودیوں اور عیسائیوں سے لیکر ہندوؤں کی مذہبی کتابوں تک میں ربا لینے کی ایسی ہی بُرائیاں لکھی ہیں جیسی کہ مسلمانوں کی آسمانی کتاب میں۔ ربا کی مضرت کی وجہ سے مذہبی قوانین کے علاوہ ہر زمانہ میں ربا کے خلاف سلطنت کے قوانین بھی پاس ہوتے رہے۔ مگر جب یورپ میں تجارتی ترقی شروع ہوئی اور اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ غیر —

کاریگروں اور دوکانداروں کو ذاتی اخراجات کے لئے نہیں بلکہ اپنے پیشہ کا کام کرنے کے لئے روپیہ دیا جائے تو پندرھویں صدی کے وسط میں پادریوں نے چند ایسی انجمنیں قایم کیں جو دیندار اور خدا ترس لوگوں سے چندہ اور خیرات لیکر غربا کو بلا سودی روپیہ دیتی تھیں مگر جب اس مد میں چندے ملنے بند ہوگئے تو پوپ یعنی بڑے پادری صاحب نے اس امر کی اجازت دیدی کہ قرضداروں سے اصل کے علاوہ کچھ رقم بقدر ضروری اخراجات کے وصول کرلی جایا کرے۔ اس قسم کی انجمنیں یورپ میں سنہ ۱۵۲۵ء میں بسرپرستی پوپ یاں دوم قایم ہوئی تھیں جو رفتہ رفتہ تمام یورپ میں پھیل گیئں اور جو مختلف شرح سود پر لوگوں کو روپیہ دیتی تھیں۔ مگر نوفی صدی سالانہ یا بارہ آنہ سیکڑہ ماہوار سے زیادہ سود نہ لیتی تھیں۔

بالآخر سنہ ۱۵۴۵ء میں جان مرٹن نے جو شہر کنٹربری کے بڑے پادری تھے یہ فتوی دیا کہ دس فیصدی سالانہ تک سود جائز ہے اور اس سے زیادہ مختلف شرح ناجائز ہے۔ اس زمانہ میں خیال یہ تھا کہ تجارت میں روپیہ لگانے سے بیس فی صدی منافع ہوتا ہے جس میں سے دس فی صدی اپنے کام کا حق ہے جس کے روپیہ سے کاروبار ہوتا ہے اور باقی ماندہ دس فی صدی کا وہ مستحق ہے جو محنت کرتا ہے چنانچہ سلطنت انگلستان نے بھی اسی بنا پر قانون پاس کردیا۔

اس وقت تک چونکہ عدالتوں سے سود نہیں دلایا جاتا تھا اس لئے لوگ جب چاہتے تھے سود لیتے تھے اور روپیہ مارا جانے کی وجہ سے شرح سود زیادہ تھی۔ مگر جب عدالت اور مذہب دونوں نے دس فی صدی تک سود کی اجازت دیدی تو اب آزادی سے روپیہ کا لین دین ہونے لگا اور اس سے تجارت اور صنعت کو فروغ ہونے لگا۔ بازاروں میں از خود روپیہ زیادہ پہنچنے لگا اس سے شرح سود گھٹنے لگی حتی کہ قانونًا تو دس فی صدی سود تک اجازت تھی مگر کثرت روپیہ سے سود کا بھاؤ آٹھ اور نو فی صدی ہوگیا۔ اس حالت کو دیکھ کر سلطنت نے سنہ ۱۶۲۴ء میں شرح سود دس فی صدی سے گھٹا کر آٹھ فی صدی کردی اس کے بعد سنہ ۱۶۵۱ء میں چھ فی صدی اور چند سال بعد پانچ فی صدی تک گھٹانے پر مجبور ہوئی۔ اور جب دیکھا کہ روپیہ کے آزادانہ کاروبار سے خود بخود شرح سود گھٹتی ہے تو سنہ ۱۸۵۴ء میں تعین شرح سود کا قانون قطعًا منسوخ کردیا۔

سلطنت انگلشیہ کو صدیوں کے تجربہ سے یہ معلوم ہوا تھا کہ سود پر بندشیں اٹھا دینے سے شرح سود گھٹ جاتی ہے۔ اسی بنا پر اس نے ایک سال بعد یعنی سنہ ۱۸۵۵ء میں ہندوستان میں بھی تعین شرح سود کو توڑ کر کامل آزادی دیدی۔

اُس وقت ہندوستان کی حالت یہ تھی کہ بجز ویشیوں کی ایک قوم کے کوئی قوم روپیہ کا کاروبار نہ کرتی تھی۔ کیونکہ اُن کے مذہب کی رو سے صرف ویشیوں کو خاص حدود کے ساتھ روپیہ کا لین دین کرنے کی اجازت تھی۔ ہندوستان کے اکثر مقامات میں دام دوپٹ کا قانون جاری تھا جس کی رو سے دائن کو زیادہ سے زیادہ اصل روپیہ کی برابر سود مل سکتا تھا۔ اس سے زیادہ نہ مل سکتا تھا۔ اُس زمانہ میں ایک عجیب بات یہ تھی کہ آبرودار مہاجنوں کے لئے یہ معیوب تھا کہ وہ زیادہ شرح سود لیں چنانچہ پنجاب کے ایک ضلع غالباً ملتان کے گزیٹر میں لکھا ہے کہ عام شرح سود ایک روپیہ سیکڑہ ماہوار تھی۔ مگر جب ہندوستان میں ۱۸۵۵ء کا قانون جاری ہوا تو اُس نے شرح سود کی تمام بندشوں کو اُٹھا دیا۔ جس سے ویشیوں کی قوم نے آزادی سے سود کا لین دین وسیع پیمانہ پر جاری کیا اور خوب نفع کمایا۔ ویشیوں کے اس نفع کو دیکھ کر ہندوستان کی دوسری قومیں بھی روپیہ کا کاروبار کرنے لگیں اور اُس کے ذریعہ سے دولتمند اور رئیس بن گئیں۔ البتہ مسلمانوں نے ربٰوا اور تجارتی سود میں کسی قسم کا فرق قرار نہ دیا اور روپیہ کے ہر منافعہ کو ربٰوا سمجھ کر اُس سے کلیتًا بچتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کی تمام قومیں مسلمانوں کے مال و جائداد پر مثل ٹڈی دلوں کے ٹوٹ پڑیں اور ہر طرف سے ربٰوا اور تجارتی سود کی بندوقیں چلا کر اُنھیں برباد اور مفلس و قلاش بنا دیا۔ اور ملک کی شرح سود اس لئے نہ گھٹی کہ مسلمان ہر شرح پر قرض لینے کو تیار رہتے ہیں جب اس سلسلہ کی ابتدا ہوئی تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے چند استفتوں کے جواب میں مسلمانوں کو اس امر کی اجازت دی کہ وہ غیر مسلموں سے ہر قسم کا سود لیں حتیٰ کہ غیر مسلموں سے سود لینے کو اُنھیں سود دینے پر ترجیح دی۔ مگر افسوس شاہ صاحب مرحوم کی کسی نے نہیں سُنی حتیٰ کہ وہ وقت آگیا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے زرعی اور سکنی جائدادیں نکل گئیں۔ اُن کی تجارت وصنعت بگڑ گئی اور آج وہ اس قدر مفلس ہیں کہ بڑے شہروں سے اُن کے مکانات اجڑتے جا رہے ہیں۔ اُن کے قبرستان غیر اقوام کے لوگ خرید کر مذہبی تعصب کی وجہ سے یا اپنی ضرورتوں کی وجہ سے اُن کی قبریں اُکھاڑ رہے ہیں اور اب مسلمانوں کو دفن ہونے کو بھی جگہ نصیب نہیں ہوتی۔ ان مصائب سے تنگ آکر اُن میں سے بعض شدھی ہو رہے ہیں جس کی نسبت مسلمان غلطی سے سمجھتے ہیں کہ وہ دیگر اسباب سے اسلام چھوڑ رہے ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کے تمام تنزل اور بربادی کی تہ میں اُن کا مالی انحطاط ہے جس کی ابتدا ۱۸۵۵ء کے قانون سود کی منسوخی سے ہوئی نہ کہ ۱۸۵۷ء کے غدر سے۔

اس کا علاج بعض مسلمان ناواقفیت کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ قانون سود میں ترمیم کی جائے حالانکہ جس نتیجہ پر متمدن ممالک سود کے مسئلہ میں پہونچے ہیں وہ صدیوں کے تجربہ سے حاصل ہوا ہے۔ اول تو ہندوستان

کی کونسلوں میں مسلمانوں کی اقلیت ہے اور اگر اقلیت نہ بھی ہو تو موجودہ سلطنت وہی سلطنت ہے جس نے تجارتی اور صنعتی ترقی کے لئے آزادی شرح سود کو مفید تر پایا ہے پس بہ اسباب ظاہر کوئی امید نہیں کہ غریب مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وہ قومیں جنھوں نے آزادی شرح سود سے منافع حاصل کئے ہیں اشرح سود کو محدود کر دیں۔

اب چارہ کار

مسلمانوں کے لئے صرف یہ ہے کہ وہ مردمیدان بن کر ہندوستان کی قوموں کے سامنے آئیں اور روپیہ کے کاروبار میں مساویانہ حصہ لیں اور اپنے بھائیوں کو کاروبار کے لئے معین منافعہ یا تجارتی سود پہ آزادی سے روپیہ دیں۔ البتہ وہ اپنے بھائیوں کو اسراف اور عیش پرستی یا مراسم میں خرچ کرنے کے لئے سود پر روپیہ دیں گے یا کسی ضرورتمند بھائی کو بجائے قرضہ حسنہ یا خیرات کے اس طریقہ پر روپیہ دیکر اس سے سود لیں گے تو یہ سود جملہ مذاہب کی رو سے ربوا ہوگا جو ممنوع ہے۔ اور بنی نوع انسان کی ترقی میں مانع ہے۔ (ایڈیٹر)

کواپریشن یا امداد باہمی

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو سودمند ماہ اگست ص ۱۳)

نبیؐ نے بیت المال کی بنیاد ڈالی اصحاب کرامؓ نے اور دیگر خلفا و سلاطین نے اس سنت کو زندہ رکھا لیکن خدا بھلا کرے ہمارے علما کا کہ انھوں نے اسلامی سلطنت یا خلافت کے مٹ جانے کے بعد بیت المال کا بھی لگے ہاتھ جنازہ اٹھا دیا یہ کہکر کہ بیت المال صرف اسلام کے امام الوقت ہونے پر ہوتا ہے حالانکہ بیت المال کی حیثیت ویسی ہی ہے جیسی کہ موجودہ وقت میں بنکوں کی فرق یہ ہے کہ ان میں سرمایہ جو جمع کیا جاتا ہے وہ مختلف افراد کا ذاتی ہوتا ہے اور وہ جو ہوتا ہے وہ خیرات اور زکوٰۃ وغیرہ سے جمع کیا جاتا ہے۔ علماء اگر اس کو رکھنا چاہتے تو آسانی سے رکھ سکتے تھے اور عمال ویسے ہی زکوٰۃ جمع کرنے کا فرض ادا کرتے رہتے جو مسلمان فرض شناس ہوتا اس کی اہمیت کو محسوس کرکے اس قومی بنک میں حصہ لیتا رہتا اور جو انکار کرتے انھیں حوالۂ خدا کیا جاتا۔ آج بھی ہندوستان میں مختلف قوموں کے اپنے خیراتی بنک ہیں جن میں سے وہ اپنی قوم کے مفلوک الحال لوگوں کی بلا منت غیرے مدد کرتے رہتے ہیں اور اس سے اپنے معبد کے اخراجات بھی نکالتے رہتے ہیں۔ اب بھی بمبئی اور کراچی کے میمن ساہوکاروں نے اپنا ایک خیراتی بیت المال کھول رکھا ہے جس میں سے وہ بیوپار کے فیل ہو جانے اور نئے سرے سے بیوپار کرنے کے لئے یا ادائگی قرض کے لئے امداد لیتے رہتے ہیں اور اپنی مساجد کے کل اخراجات اسی میں سے نکالتے رہتے ہیں۔ کیا ہمارے معزز علماء جو اسلام کا درد رکھنے والے ہیں ہر ایک قوم یا تمام اقوام کا ایک متفقہ بیت المال کھولکر مسلمانوں کی مالی اعانت میں امداد دیں گے ہماری مساجد میں پہلے بھی اور اب بھی حساب کی تعلیم مفقود ہے۔ علم صرف اردو۔ فارسی اور عربی کی کتابوں کو پڑھنے کا نام ہے وہ بھی صرف شریعت کی۔ جب علما نے حساب سے بے اعتنائی کی تو عوام نے خود ان کی تقلید کی کیونکہ یہ جانتے تھے انھیں بنیا بقال تھوڑا بننا ہے بلکہ قاضی مفتی یا وزیر اسلامی سلطنتوں کے زمانے میں ہندوستان ہی میں دیکھا گیا ہے کہ کوئی عالم بیت المال یا صیغۂ مال کا انچارج نہیں ہوا حالانکہ کلام مجید میں روزانہ تلاوت کرتے ہیں یعنی یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر سے اپنی جان پر بھروسا کرکے اور نبی وقت ہوتے ہوئے خواہش کی تھی "اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم" لیکن انھوں نے آجتک کبھی اپنے آپ کو ملک کے عہدۂ خزانچی گری کے لئے پیش

نہیں کیا۔ ان کا کام فقط چند افراد قومی کو اسلاف کی مقرر کردہ کتابیں فقہ وغیرہ پڑھا کر دستار فضیلت پہنوا کر ملک میں نقاد کی حیثیت سے چھوڑ دینا ہے کہ فلاں نے یوں کیا اور فلاں نے یوں کہا یہ حرام ہے اور یہ کفر۔ سلاطین وقت پھر دوسری اقوام سے صیغۂ مال کے لئے عہدیدار حاصل کرتے وہ جیسا من ثانی کارروائی کرتے بادشاہ سلامت کے وزراء اس پر منظوری کی مہر ثبت کرا دیتے۔ میرے خیال میں پورا علم حساب باقاعدہ طور پر سیکھنا شرعاً شاید بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہوتی ہے اس لئے ہندوستان سارے کے لئے تو میں کہہ نہیں سکتا ہاں البتہ لاہور میں جو دینی مدارس ہیں اُن میں تو یہ علم بالکل ہی نہیں پڑھایا جاتا۔ ان کی بے توجہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو لڑکا مسجد سے پڑھکر نکلا وہ لکھنے پڑھنے سے تو واقف ہو گیا مگر حساب میں بالکل ہی جاہل رہا۔ یہانتک کہ معمولی گنتی بیس سے اوپر گن نہیں سکتا۔ اگر کوئی حساب کرنا ہوگا تو یا تو کسی بنیا بقال کو تلاش کرے گا نہیں تو کسی انگریزی مدارس کے پڑھے ہوئے کو تلاش کرے گا۔ گاؤں میں دیکھا گیا ہے کہ ساہوکار فصل کے کٹنے پر جب اپنا قرض وصول کرنے آتا ہے تو اُسے اناج کے ڈھیر کے پاس بٹھالیا جاتا ہے وہ خود ہی لینے والا اور خود ہی تولنے والا ہوتا ہے اور اونچی زبان سے گنتی بیس تک تو گن کر اپنی دیانتداری کا سکہ زمیندار کے دل میں بٹھالیتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ یہ بیس تک گنتی اچھی طرح جانتا ہے اور پھر جہاں بیس سے بڑھا پھر زمیندار اس انتظار میں رہتا ہے کہ ساہوکار ابھی بولے گا کہ یہ دو بیس مگر اس کی حیرت کی انتہا نہیں رہتی جبکہ وہ دو تین بیس ہی میں اپنا تمام انبار پچاس ساٹھ من کا ساہوکار کی دیانتداری پر لٹا بیٹھتا ہے۔ ساہوکار سیر بیں کلام اُس کے غصہ یا حیرت کو مٹاتا جاتا ہے اور گنتا کیا ہے "انتیس" یہ اکتیس۔ یہ بیالیس یہ اکاون یہ باون پھر تیس ہی کے اندر چالیس اور پچاس کے اندر گنتی کرتا رہتا ہے جب اُس کا پیٹ بھر جاتا ہے تو رحم کھا کر زمیندار کے اہل و عیال کے لئے کچھ چھوڑ دیتا ہے تو اُس وقت بولتا ہے کہ "یہ سو" زمیندار شکر کرتا ہے کہ وہ بھی بچ گئے اُسے خیال اس کی بے ایمانی پر بالکل نہیں آتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ بڑا حسابی ہے گنتی میں بے ایمانی نہیں کریگا کیونکہ صبح سویرے مالا بھی جپتا ہے اور کیڑے مکوڑوں کو اناج ڈالتا پھرتا ہے بہت بھگت آدمی ہے۔ اور ترازو تو وہ خود دیکھتا جاتا تھا۔ ساہوکار برابر کا ہی تو لتا تھا۔ ساہوکار اُس کی تمام سال کی گاڑھے پسینے کی کمائی اونے پونے کر کے لے گیا وہ بیچارا قسمت میں کھوٹ سمجھ کر اپنے پسماندہ اناج کو سمیٹ کر گھر لے جاتا ہے۔ قرض پورے طور پر اب بھی نہیں اُترا پھر آئندہ فصل پر چھوڑا گیا۔ جو مال ساہوکار نے زمیندار کے لئے چھوڑا وہ تو صرف رحم کے طور پر ایک دو مہینہ کا نفقہ تھا اور بس۔ جب وہ اناج زمیندار کا ختم ہو جاتا ہے تو پھر اُس ساہوکار کی طرف اناج قرض لینے کے لئے جاتا ہے اور جب بیج کے لئے

ضرورت پڑتی ہی تو پھر بھی اس سے لیتا ہی۔ بھاؤ وہی ہوتا ہی جو بازار کا ہو۔ جب ساہوکاروں کے خریدنے کا وقت ہوتا ہی تو سستا کر دیا جاتا ہی جب یہ لوگ خرید چکتے ہیں تو پھر بھاؤ مہنگا کر دیا جاتا ہی۔ زمیندار کا اخلاق ملاحظہ ہو۔ جب ساہوکار گھر سے قرض کی وصولی کے لئے چلتا ہی تو صرف بوریاں سر پہ لدوا کر لے آتا ہی جو لیتی یا گاڑی زمیندار ہی دیتے ہیں اور چارہ بھی۔ اس کا عوضانہ کچھ بھی نہیں دیا جاتا

ہمارے علما کو چاہیئے کہ خود بیوپاری حساب کتاب سیکھیں اور مساجد میں بچوں کو بھی سکھائیں تاکہ قوم کی آئندہ نسلیں مالی تباہی سے بچ نکلیں۔ علم حساب غیر شرعی ہی مگر از قسم مباح۔ خود بیوپار کریں اور کسی ریاست سے وظیفہ کے منتظر یا کسی دینی مدرسہ کی ملازمت ہی کے پیچھے نہ پڑیں۔ اُن کا بیوپار سے لا پروا ہونا اس بات کو ثابت کرتا ہی کہ علم شریعت ان کو صرف وظیفہ خواری اور ملازمت کرنا ہی سکھاتا ہی اور شاید ایمان کی سلامتی بھی اسی میں ہی۔ جب سے تجارت غیر مسلموں کے ہاتھ میں گئی بیوپار میں نئی نئی قسم کی بددیانتی ہونے لگی۔ یہ حقیقت ہی۔ سلف صالحین میں سے ابن سیرین ایک بزرگ گزر چکے ہیں آپ کی نسبت روایت ہی کہ آپ میں خوف خدا اور تقوےٰ یہاں تک تھا کہ ایک دفعہ چالیس کُپّے گھی کے خرید کیئے تھے ایک کپّے سے ایک چوہا نکلا غلام سے کہا کہ یہ کس کپّے میں سے نکلا ہی کہا مجھے نہیں معلوم سارے کپّے بہا دیئے۔ اس کے مقابل میں ایک ہندو سیٹھ کا بیوپار گھی کا ملاحظہ ہو جو شنیدہ ہی ریاست بھوپال میں گھی کثرت سے ہوتا ہی اور وہ مکانوں میں کسی برتن میں نہیں یونہی کسی کوٹھے کے اندر رکھ کر مقفل کیا جاتا ہی روزن بند کر دیئے جاتے ہیں ایک سیٹھ صاحب کے اسی قسم کے گودام میں اتفاق سے بلی جا گھسی نکلنے کو راستہ نہ پا کر وہیں اندر ہی مر گئی جب گھی مہنگا ہوا تو سیٹھ صاحب نے نکاس شروع کیا نوکروں نے اطلاع دی کہ گھی میں بلی مری ہوئی پائی گئی ہی۔ سیٹھ صاحب نے ملاحظہ کرنے کے بعد فتوےٰ دیا کہ بلی اب وہ بلی نہیں رہی یہ تو سر بسر گھی ہی گھی ہی اس کو یہیں ڈالو اور گھی میں ملا دو کیونکہ اس نے بہت گھی جذب کیا ہی باہر پھینکا تو نقصان ہوگا یا یہ کہ کسی نے دیکھ لیا کہ گھی سے نکلی ہی تو لوگ خرید بند کر دیں گے اس لیئے مصلحت وقت یہی ہی یہیں ڈالو ہمیں تھوڑا کھانا ہی اور دیکھتا کون ہی۔ بیوپار میں یوں ہی چلتا ہی۔ اس قسم کے واقعات خدا جانے کتنے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو ہمیں معلوم ہی نہیں۔ غرض انواع مذجات جو دہقانی درست کرتے ہیں ان میں بول و براز حیوانات کا مگر خشک ہو جاتا تو ہمیں معلوم ہی ہی جو پیسنے سے پہلے احتیاطاً دھو کر خشک کر لیئے جائیں تو نجاست صاف ہو سکتی ہی لیکن کوئی مردار پیس کر ملا دیا جائے

تو گھی گرم کرنے سے بھی نجاست کا دفعیہ نہیں ہو سکتا الھم احفظنا۔ یہ بیوپاری ہیں جو ہمارے شارع علیہ السلام کی عدم شرکت سے دن بدن خراب ہو رہے ہیں۔ یہ اُمت کے امام ہیں جب انھوں نے اپنی توجہ وظائف کی طرف اور ملازمت کی طرف کی تو عوام نے بھی جو مقتدی ہیں پورے طور پر تقلید کی کیونکہ حکم یہی ہے اطیعو اللّٰہ واطیعو الرسول والی الامر منکم اگر آج یہ اپنی حالت بدلیں اور ملک کی صنعت وحرفت جو پیغمبروں کا پیشہ تھا اور بیوپار جو نبیؐ اور اصحاب کرام کا پیشہ تھا میں حصّہ لیں تو آج ہی اُمت یک دم ان کی تقلید کرلے۔ آج اگر یہ منبر سے صنعت وحرفت اور بیوپار کا وعظ شروع کریں تو ہزاروں مسلمان بلکہ کل کی کل جماعت اُن کی تقلید کرے۔ ملک میں گداگروں کی کثرت انہی کے صدقہ وخیرات کے پند ونصائح کا نتیجہ ہے۔ کیا علماء خدا کے لیئے اس مسئلہ پر غور کریں گے اور سنت المرسلین کو پھر سے زندہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ تاکہ یہ تمام پیشے مکروہات سے پاک ہو جائیں اور مسلمان خودداری کی زندگی بسر کرنے لگیں۔ اور حق حق اور باطل باطل ثابت ہو جائے۔

راقم الحروف
فتح محمد

مالیۂ ہند میں انقلاب عظیم

سکہ کی مبنیٰ میں تبدیلی

معیار قیمت کے اُتار چڑھاؤ پر تاریخی نگاہ

مالیات ہند میں بنیادی انقلاب واقع ہوا چاہتا ہی کہ جس سے عوام کو پوری واقفیت نہیں ہی۔ بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ بہت کم پڑھے لکھے لوگ آنے والے تغیر عظیم سے سطحی شناسائی رکھتے ہیں اس لیئے مناسب ہی کہ اس کا اجمالی ذکر بہ نیت رسالہ ہذا کے لطف طبع کے لیئے حوالۂ قلم کیا جائے۔ تمام مہذب ملکوں کا سکہ طلائی ہی جس سے مراد یہ ہی کہ جب قومی یا شخصی مول کا ذکر ہوتا ہی تو اس کا تخمینہ طلائی سکہ میں کیا جاتا ہی۔ گو روزمرہ کے کاروبار کے لیئے نقرئی سکہ بھی رائج ہی۔ برطانیہ میں شلنگ اور کراؤن۔ فرانس۔ بلجیم میں فرانک جرمنی میں مارک۔ روس میں ربل اور امریکہ میں ڈالر ہی۔ مہذب قوموں نے باہمی لین دین کے لئے پونڈ تسلیم کر رکھا ہی کہ جو معیار قیمت اور بین الاقوام کاروبار کا وسیلہ ہی۔ لین دین چکاتے وقت دیگر سکے اس کے متناسب کیئے جاتے ہیں چونکہ ان مغربی سکوں کا مبادلہ سونا ہی اس وجہ سے کوئی دقت پیدا نہیں ہوتی یہ اور بات ہی کہ دوران جنگ یا اسی قسم کے اور غیر معمولی حالات میں پونڈ تہ و بالا ہو جائے مگر عرصہ سے ہندوستان کا ملکی سکہ نقرئی روپیہ ہی کہ جسے بین الاقوام پونڈ میں تبدیل کرنے سے شرح تبادلہ کا قضیہ پیدا ہوتا اور ملک ہند کو خسارہ عظیم کا زیر بار ہونا پڑتا ہی۔ روپیہ کی قیمت بمقابلہ پونڈ مقرر کرنے کی کوشش عرصہ سے ہوتی چلی آئی ہی۔ لیکن اب سے پہلے اس میں کما حقہ کامیابی نہیں ہوئی۔ ۱۸۹۳ء سے پہلے صرف روپیہ پر دھان تھا۔ اور یہی معیار قیمت تھا۔ مگر چاندی کے نرخ کے اُتار چڑھاؤ کی رو سے روپیہ کی قیمت میں بھی فرق آجاتا۔ غیر ملکی تبادلہ میں اس روپیہ کے مساوی شمار ہوتا۔ آخر کار ہرشل کمیٹی اس عقدہ کے حل کرنے کو مقرر کی کہ جس نے یہ تجویز کی کہ ٹکسال میں بے روک ٹوک روپیہ مضروب نہ ہو۔ چنانچہ ۱۸۹۸ء تک روپیہ کی قیمت تبادلہ ایک شلنگ چار پنس ہوگئی اور روپیہ داخلی لین دین کا وسیلہ اور معیار قیمت قرار پاگیا۔ ۱۸۹۸ء میں فولر کمیٹی مقرر ہوئی تاکہ وہ طلائی معیار قیمت (گولڈ اسٹینڈرڈ) کی تجاویز پیش کرے۔ چنانچہ اس نے یہ قرار دیا کہ برطانیہ کا ساورن ہندوستان میں باضابطہ سکہ مروج ہو۔ اور یہ کہ ہندوستان کی ٹکسالوں میں طلائی

سکے مضروب ہوں۔ جیسے کہ اسٹریلیا کے لیئے ہوتے ہیں۔ وزیر ہند اور گورنمنٹ ہند نے اس سفارش کی عملی صورت دینے کے لیئے معیار قیمت ساورن یعنی طلائی سکہ قرار دیا۔ لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ کیونکہ اندرون ملک میں روپیہ اور نوٹ مقبول رہے۔ اور غیر ملکی لین دین میں پندرہ روپے پونڈ کے مساوی شمار ہوتے رہے۔ گاہے بگاہے وزیر اور گورنمنٹ ہند ایک شلنگ چار پنس کی شرح تبادلہ قایم کرنے کے لیئے ہنڈیاں فروخت کرتے تھے۔ اور یہ طلائی شرح تبادلہ کے نام سے مشہور ہے۔ ساورن جنگ سے پہلے بازاروں اور بنکوں میں دستیاب ہوجاتی اور بین الاقوام لین دین میں روپیہ پونڈ کے متناسب کیا جاتا۔ اور عموماً پندرہ روپیہ کے مساوی شمار ہوتا تھا۔ ۱۹۱۳ء میں چیمبرلین کمیشن مقرر ہوا کہ جس نے سکہ کی نوعیت کے مقصود آخری پر از سر نو نگاہ ڈالنے کی ضرورت پر زور دیا اس نے ہندوستان کی بہتری کے لیئے طلائی سکے کے رواج کو غیر ضروری ٹھہرایا۔ کیونکہ فولر کمیٹی کا منشا بغیر پونڈوں کی اشاعت کے حاصل ہوگیا۔ کیونکہ پندرہ برس کے اندر اندر طلائی معیار قیمت مروج و مقبول ہوگیا تھا۔

لیکن دوران جنگ میں روپیہ کی قیمت بے حد بڑھ گئی کیونکہ چاندی گراں ہوگئی تھی اور سلسلہ صنعت و تجارت کے مسدود ہوجانے سے تمام مغربی سکے اپنی اصلی قیمت سے محروم ہوگئے۔ لیکن ہندوستان کی چیزوں کی مانگ غیر ملکوں میں بے انتہا بڑھ گئی کہ جس سے روپیہ کی قیمت لندن کے صرافہ میں ڈھائی شلنگ سے بھی تجاوز کر گئی۔ ۱۹۱۹-۲۰ء میں پونڈ پونے سات روپیہ کے برابر سمجھا جانے لگا اول مرتبہ نیویارک اور مانٹریال میں ہندی ہنڈیاں دھڑا دھڑ اور بھاری قیمت کی خریدی گئیں۔

جنگ کے خاتمہ کے بعد کی حالت

نئی ۱۹۱۹ء میں ہنگٹن سمتھ کمیٹی مقرر ہوئی۔ اس وقت شرح تبادلہ ایک شلنگ آٹھ پنس رائج تھی۔ لیکن اس سے چھ مہینے پہلے دو شلنگ چار پنس فی روپیہ تھی۔ فروری ۱۹۲۰ء میں کمیٹی کی رپورٹ شایع ہوئی کہ جس نے پونڈ کی قیمت دس روپیہ مقرر کی۔ اور ۱۹۲۰ء میں قانون سکہ کی ترمیم کی گئی۔ مگر دنیا کی اقتصادی حالت کے انقلاب کے ساتھ ساتھ شرح تبادلہ اور معیار قیمت بھی بدلنے لگا۔ ضروریات کے نرخ گرنے لگے۔ حتیٰ کہ جنوری ۱۹۲۳ء میں شرح تبادلہ فی روپیہ ایک شلنگ چار پنس قرار پائی۔ مگر اکتوبر ۱۹۲۳ء میں یہ شرح ڈیڑھ شلنگ فی روپیہ ہوگئی۔ جون ۱۹۲۵ء میں سونا اور پونڈ مساوی ہوگئے اور اب تک یہی کیفیت چلی آتی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک روپیہ کا جتنا سونا آتا ہے اس کی قیمت غیر ملکی تبادلہ میں ڈیڑھ شلنگ کے برابر ہے۔

رائل کرنسی کمیشن کی انقلاب خیز تجاویز

رائل کرنسی کمیشن ۱۹۲۵ء میں مقرر ہوئی۔ کہ جس کے صدر رائٹ آنریبل ہلٹن ینگ اور اس کے چار اراکین ہندوستانی ماہر تھے۔ جیسے سر راجندر ناتھ مکرجی

سر دادا بھائی مانک جی۔ سر پرشوتم داس ٹھاکرداس۔ اور پروفیسر کویہ جی۔ کمیشن نے ہندوستان اور مغربی اہل الرائے اور ماہران مالیہ سے استصواب کرکے اپنی رپورٹ بارگاہ قیصری میں پیش کردی جس کی تجاویز کا اعلان اگست ۱۹۲۶ء میں کیا گیا۔ سفارشوں کا لب لباب یہ ہے (۱) ہندوستان میں نقرئی روپیہ کی بجائے مبادلہ ومبنی سکہ سونا ہو۔ تاکہ رفتہ رفتہ دس سال کے بعد طلائی سکہ رائج ہو سکے سونا معیار قیمت قرار دیا جائے (۲) روپیہ مضروب کرنا بند کرکے نوٹ چلائے جائیں۔ نوٹوں کے بدلے سونے کی مقررہ مقدار دی جائے۔ اس وجہ سے شرح تبادلہ فی روپیہ ڈیڑھ شلنگ مقرر کی گئی ہے۔ (۳) ریزرو بنک کا قیام (۴) عوام کے درمیان کفایت کی عادت کرنے اور دیرینہ عادت روپیہ مدفون کرنے کی چھڑانے کے لئے شرح سود کی اصلاح اور نقد کی بجائے سونا دیا جائے وغیرہ۔

قوانین درباره اصلاح سکہ و مالیہ

گورنمنٹ اور وزیر ہند نے ان تجاویز کو قبول کرکے عملی صورت میں لانے اور ضروری قانون مرتب کرنے کا ۱۰ نومبر ۱۹۲۶ء کو اعلان کردیا۔ اور ۲۴ جنوری کی اسمبلی میں تین مسودات پیش کیے گئے۔ (۱) قانون سکہ کی ترمیم سے طلائی مبادلہ اور ایک روپیہ کے بدلے ۵۲، ۴۷ (۸) گرین سونا مقرر کیا گیا ہے۔ اور اس کی قیمت تبادلہ غیر ملکی لین دین میں ڈیڑھ شلنگ مقرر ہوئی ہے۔ بالفاظ دیگر ایک روپیہ اور ڈیڑھ شلنگ کا مبادلہ آٹھ گرین سونا قرار پایا ہے (۲) دوسرے مسودہ کی رو سے ریزرو بنک قائم کرنا مقصود ہے کہ جو جنوری ۱۹۳۱ء سے معرض وجود میں آئے گا۔ اسے نوٹ چھاپنے اور چلانے اور حسب ضرورت سونا جمع کرنے اور سرکار کی طرف سے لین دین انجام دینے اور اس کے لئے قرضہ بہم پہنچانے اور ادا کرنے اور نیز سرکار کے وافر روپیہ کا اہتمام دیا گیا ہے۔ عرصہ سے جو رقم خزانہ انگلستان میں گولڈ اسٹینڈرڈ ریزرو کی ذیل میں جمع ہے اور جو چار کروڑ پونڈ سے زائد ہے۔ ریزرو بنک کی تحویل میں دی گئی ہے۔ اور ہندوستان میں پیپر کرنسی ریزرو کی رقم جو جولائی ۱۹۲۶ء میں ایک ارب ۹۵ کروڑ روپیہ تھی۔ وہ بھی اسی بنک کے سپرد کی گئی ہے۔ الغرض یہ بنک برطانیہ۔ فرانس۔ جرمنی کے قومی بنکوں کے ہم پلہ ہوگا علاوہ ازیں ریزرو بنک ہندوستان کے بنکوں کی ساکھ اور استحکام کا ذمہ دار ہوگا۔ ہر ایک بنک اپنے سرمایہ کا دس فی صدی حصہ ریزرو بنک کے سپرد کرے گا اور ہر مہینے اپنے کاروبار کی تفصیلی کیفیت اس کے حوالہ کرے گا کہ جس سے اس کے دیوالہ کا احتمال جاتا رہے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ریزرو بنک دیگر بنکوں کی پختگی اور قیام کا ضامن ہوگا۔ کہ جس سے لوگ اپنا پس انداختہ خوشی اور اطمینان سے ان بنکوں کے سپرد کردیا کریں گے۔ اس طرح ہر ملک کی صنعت وحرفت اور زراعت وتجارت ترقی پکڑے گی۔ کیونکہ اہل تجارت و مالکان صنعت وحرفت اور نیز زمینداروں کی ضرورت کے وقت بنکوں سے کافی روپیہ بہم پہنچایا کریگا

بلاشبہ بقول سر بیسل بلاکٹ وزیر مالیہ نے ان تجاویز کو ہندوستان کی اقتصادی ترقی اور قومی حریت کا سب سے بڑا اہم خیمہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ پولٹیکل آزادی سے پہلے مالی اور اقتصادی خود اختیاری بساضروری ہے ریزرو بنک کے منتظموں میں کثیر تعداد ہندوستانیوں کی ہوگی۔ گورنمنٹ اپنے نمائندے خود مقرر کرے گی (۳) تیسرے قانون کی رو سے امپیریل بنک ایکٹ کی ترمیم متصور ہے۔ سرکار کی طرف سے جو کاروبار امپیریل بنک آف انڈیا چلتا رہا ہے وہ ریزرو بنک کے سپرد ہوگا۔ اس بحث کا لب لباب یہ ہے کہ سکہ کا مبادلہ اور سنی سونا قرار دیا گیا ہے۔ اب خزانہ سے نوٹوں کے بدلہ جتنا سونا چاہیں لیکر غیر ملکی لین دین چکا دیا کریں۔ کہ جن سے شرح تبادلہ کے ہیر پھیر کا خسارہ برداشت کرنا غیر ضروری ہے۔ اسمبلی نے ڈیڑھ شلنگ فی روپیہ کی شرح قایم کرنا منظور کر لیا ہے۔

شرح تبادلہ کا قضیہ | شرح تبادلہ کی نسبت کئی مہینوں سے حیص بیص جاری چلی آتی ہے۔ ایک گروہ کہ جس میں سب سے زیادہ مقتدر بمبئی کے سوداگر اور کارخانہ دار ہیں۔ ایک شلنگ چار پنس فی روپیہ پر زور دیتا ہے۔ کیونکہ مال برآمد کرنے والوں کو بجائے سوا تیرہ روپیہ کے پندرہ روپے کا پونڈ ملنے میں نفع ہے۔ لیکن چند سوداگروں اور کارخانہ داروں کے منافع پر جمہور کی آسایش ہزار درجہ مقدم ہے۔ اگر بخلاف موجودہ شرح تبادلہ کے ایک شلنگ چار پنس فی روپیہ مقرر ہوتی۔ تو بڑی آفت برپا ہو جاتی۔ کیونکہ جملہ ضروریات گراں ہو جائیں اور شرح مزدوری میں خاصا اضافہ ہو جاتا۔ اگر آٹا یا چاول مہنگے ہو جائیں جیسے کہ ایک شلنگ چار پنس شرح قایم کرنے سے لازماً گرانی واقع ہوتی۔ تو سبزی ترکاری۔ گھی۔ دودھ۔ باسن پیاز گوشت وغیرہ وغیرہ روزمرہ کی ضروریات ایک دم مہنگی ہو جاتیں۔ غیر ملکوں سے جو مال آتا ہے اس میں ساڑھے بارہ فی صدی کی بیشی ہو جاتی کہ جس سے ملازمت پیشہ لوگوں پر بلا نازل ہو جاتی۔ غرض موجودہ ارزانی چشم زدن میں خراب و پریشان ہو جاتی۔ گورنمنٹ کے اخراجات برطانیہ کی ذیل میں تین کروڑ روپیہ کا خسارہ اُٹھانا پڑتا کہ جسے پورا کرنے کے لیئے شاید نیا ٹیکس عائد کرنے کی نوبت آتی۔ بلاشبہ تجارت برآمد میں اناج کے ذیل میں اہل زراعت کو کچھ گھاٹا ہے لیکن اس کا اثر رالی برادرس۔ والکٹ برادرس۔ سینڈے پٹرک کمپنی وغیرہ پر پڑتا۔ کہ جو اجناس غیر ملکوں کی برآمد کرتے ہیں۔

حکومت ہند کا سالانہ موازنہ | اب اخیر میں موازنہ حکومت کا مختصر ذکر غیر موزوں نہ ہوگا۔ ۲۸ فروری کو ایک اسمبلی اور کونسل عالیہ میں سالانہ بجٹ پیش کیا گیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ سنہ ۲۶-۱۹۲۷ء میں گورنمنٹ ہند کو ریلوے اور ڈاکخانہ سے قطع نظر ایک ارب تیس کروڑ ۲۵ لاکھ روپیہ آمدنی ہوگی

اور اخراجات کی مجموعی رقم ایک ارب ۲۰ کروڑ ۱۵ لاکھ روپے تک پہنچی ہے تو فیر خالص تین کروڑ دس لاکھ روپے مرتب ہوتی ہے۔ کہ جو صوبوں کی رقوم نذرانہ کی تخفیف پر صرف کی جائے گی جس کی وجہ سے قومی رفاہ کے کاموں کے واسطے معقول روپیہ بہم پہنچ سکتا ہے اور یہ توفیر صرف جو شرح تبادلہ کے قیام سے برآمد ہوئی ہے۔ اگر ایک شلنگ ۴ پنس کی شرح قائم کی جاتی تو توفیر کی بجائے پانچ کروڑ روپیہ کا خسارہ نمودار ہوتا

اخراجات میں سب سے بڑی رقم مصارف فوجی کی ہے کہ جو سال رواں میں ۵۵ کروڑ ۵۵ لاکھ روپے ہے۔ اگلے سال کے اندازہ میں صرف ۵۵ کروڑ روپیہ اس مد میں مخصوص رکھے گئے ہیں سپہ سالار بہادر کی رائے میں اس میں مزید تخفیف امر محال ہے۔ ریلوں کی مد سے ۸۶ کروڑ ۳۱ لاکھ روپیہ وصول ہوا ہے۔ اور اخراجات ۷۹ کروڑ سے کچھ اوپر ہوئے ہیں۔ چھ کروڑ ایک لاکھ خزانہ عامرہ میں ڈالا گیا ہے۔ دو سال سے ریلوں کا حساب عام بجٹ سے علیحدہ کرکے تاجرانہ اصول کار کے تابع کیا گیا ہے۔ ریلوے اپنے جملہ اخراجات اپنی آمدنی میں سے نکالتی ہے۔ اسی طرح ڈاکخانہ و تار بھی علیحدہ کیا گیا ہے۔ اس سے سرکار کو کوئی نفع حاصل نہیں کرنی بلکہ اس کی توسیع و ترقی پر زائد بچت لگا دی جاتی ہے۔ سنہ ۲۷-۱۹۲۶ء میں حکومت ہند کے جملہ مصارف دو ارب پونے پانچ کروڑ تک پہنچے ہیں۔ اور آمدنی دو ارب ۸ کروڑ کے لگ بھگ۔ مصارف میں ریلوے اور ڈاکخانہ و تار اور انہار بھی شامل ہیں۔ سالانہ بجٹ میں ملکی قرضہ بھی دکھایا جاتا ہے۔ ملک ہند کے اندر ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۲۶ء کو پانچ ارب ۴۳ کروڑ روپے اور برطانیہ میں ۳۳ کروڑ ۹۲ لاکھ پونڈ ہے۔ یہ روپیہ ریلوے۔ انہار ڈاکخانہ وغیرہ پر لگایا گیا ہے۔ اور ہندوستان کے قرضہ میں ۵۶ کروڑ روپیہ وہ بھی ہے کہ جو ڈاکخانہ میں عوام نے جمع کر رکھا ہے اور ۱۵ کروڑ روپیہ پراویڈنٹ فنڈوں کا بھی ہے۔ قرضہ ادا کرنے کا خاص بندوبست کیا گیا ہے۔ ۴۰ کروڑ روپے ادا کیے جا چکے ہیں اور اگلے سال کے دوران میں اٹھارہ کروڑ کے قریب اور بے باق کر دیا جائے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ مالیات ہند کی کیا حالت ہے۔

جے۔ آر۔ رائے۔ بیانہ۔ بھرتپور

کھیل کھیل میں تعلیم

(از مولوی عبدالواحد صاحب ایم اے علیگ)

ہم لوگ آج کل بھی معلم کو اتالیق ہی سمجھتے ہیں۔
اتالیق کا کام علاوہ سبق دینے کے ادب سکھانا بھی ہوتا تھا وہ ہی خیال ابھی تک ہم لوگوں کے ذہن نشین ہے۔

ادب کی چنداں ضرورت نہیں ہے اس واسطے کہ زمانہ خود بڑا ادب سکھانے والا ہے۔ طاقت ور کا ادب کرنے پر کمزور آدمی مجبور رہوتا ہے۔ غریب دنیا دار مالدار کے آگے بالطبع سر جھکانے پر مجبور ہوتا ہے۔ فطرتاً ڈرتا ہے۔ کمزور آدمی ہرگز ہرگز کوئی ناشائستہ حرکت کسی طاقت ور آدمی کے سامنے نہ کرے گا۔ اس کو کبھی اپنے سے بڑے اور طاقت ور آدمی پر غصہ نہیں آئے گا۔ اس کی طبیعت اس کو کبھی ایسے شخص کو گالی دینے پر مجبور نہ کرے گی۔ برخلاف اس کے امیر آدمی باوجود تعلیم حاصل کر لینے کے گالی اور غصہ کا اظہار کرنے لگتا ہے۔

جب یہ تسلیم کر لیا گیا کہ زمانہ خود سب سے بڑا ادب سکھانے والا ہے تو صرف تعلیم رہ گئی اس کے حصول کے واسطے جتنا آسان اور دل بہلانے والا طریقہ میسر آسکے اس کو رائج کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آج کل کے حکمائے تعلیم نے جو طریقہ یہ اصول مد نظر رکھتے ہوئے جاری کیا ہے وہ کھیل کھیل میں بچے کو ہر مضمون کی تعلیم دینے کا ہے۔ اس طریقہ تعلیم میں بچے کو مدرس صاحب کی شکل ایک الف لیلہ کے جن کی شکل نہیں معلوم ہوتی جو مدرسے کے کمرے میں آکر ایک ایک بچے کو کچا نگلنا شروع کر دیتا ہے بلکہ بچے ان مدرس صاحب کو اپنے ہی میں سے ایک گننا شروع کر دیتے ہیں البتہ شکل اور صورت کے اعتبار سے ان کو اتنا ضرور تصور کرنا ہوتا ہے کہ یہ ہیں تو ہم ہی میں سے ایک مگر انھوں نے چہرے پر کونسے روئی جمالی ہے۔ یہ ہوا دور کرنے کے بعد اپنے فرض کا ل استاد لڑکوں کو کھیل میں لگاتا ہے کہیں مٹی کے کھلونے بن رہے ہیں۔ کسی جگہ کاغذ کے پھول پتیاں۔ گلدستے۔ گڑیاں۔ کمبس۔ کپتے۔ ناؤ۔ لفافے۔ مسطر۔ قلم وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ کسی درجہ میں ڈاکخانہ قایم ہوگیا ہے۔ وہاں بیمہ رجسٹری ٹکٹ۔ پارسل۔ بیرنگ خط بانٹے جارہے ہیں کہیں روپیہ کے بجائے ٹھیکروں کا جمع خرچ ہو رہا ہے۔

ایک درجہ کمرے سے باہر نکل کر ریل ریل کھیل رہا ہی۔ ٹکٹ بک رہے ہیں انجن سیٹی دے رہا ہی جغرافیہ کے حسابوں ریل کے ٹھہرنے کے مقامات، ہر اس نام کے جھنڈے گاڑے جا رہے ہیں لکھنؤ ہی یہ بریلی ہی یہ سہارن پور ہی۔ وہاں وہاں ایک ایک لڑکا ریل بابو بناکر چھوڑا جاتا ہی آٹھ دس لڑکے ایک دوسرے کا کرتا پیچھے سے پکڑے ریل بن کر دوڑتے ہیں وہ ڈاک ہوکر اڑ گئی وہ بریلی آیا وہ مراد آباد وہ سہارن پور آیا وہ انجن بدلا گیا وہ پھر واپس ہوئی۔

ایک درجہ میں حلوائی کی دکان لگی ہوئی ہی۔ طرح طرح کی مٹھائیاں چنی ہوئی ہیں کوئی روپیہ سیر ہی کوئی ۲۰ آنے سیر ہی کوئی ڈھائی روپیہ سیر ہی لڑکے آتے ہیں کوئی ۱ سر کی لیتا ہی کوئی ۱ سر کی کوئی ۲ سر کی۔ مدرس صاحب ایک کونے میں کھڑے دیکھتے جاتے ہیں جہاں کسی لڑکے نے بیچنے میں سودا کم دیا یا زیادہ دے دیا وہاں درست کردیا۔ پھر خاموش ہوگئے ایک درجہ میں عدالت کا سماں ہی کچہری جمی ہوئی ہی منصف صاحب برسر اجلاس ہیں وکیل صاحب اپنی طاقت لسانی کو زور شور سے کام میں لا رہے ہیں۔ ملزم جس نے واقعی مدرسہ کا کوئی جرم کیا ہی حاکم کے سامنے ہی جالان کرنے والے علاحدہ پھنسوانے کی فکروں میں ہیں۔ غرضکہ یہاں سے آگے بڑھنے کے بعد سب سے عجیب سماں سامنے آتا ہی۔ یہاں افسر تعلیم معائنہ فرما رہے ہیں ماتحت افسران تعلیم ساتھ ہیں لڑکوں ہی میں سے ایک مدرس بنے ہوئے انہی لڑکے افسروں کو ٹہلا رہے ہیں کہیں کہیں طلبا کو پڑھوایا جاتا ہی معنی مطالب پوچھے جاتے ہیں۔ اشعار زبانی سنے جاتے ہیں۔ املا لکھوایا جاتا ہی ادھر گھنٹہ بجتا ہی ادھر معائنہ ختم یہ طلبہ دوسرے کام میں لگ جاتے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی لڑکا پٹواری بنتا ہی۔ کبھی کسان کبھی بڑھئی کبھی راج۔ کبھی مدرس۔ کبھی عرائض نویس۔ کبھی دلال کبھی بھشتی کبھی مچھیرا بنتا ہی اور کبھی مالی کبھی کنجڑا کبھی میوہ فروش۔ کبھی بزاز۔ کبھی خوردہ فروش دوکانوں میں کبھی مہاجن کی دوکان۔ بنک گھر۔ کبھی جنگی گھر کبھی ڈسٹرکٹ بورڈ کا دفتر باری باری سے درجہ ان صورتوں میں تبدیل کردیا جاتا ہی۔

کبھی یہ ہوتا ہی کہ انہی درجوں میں سے ایک یا دو کو لیکر کارخانے قایم کیے جاتے ہیں یہ برتن بنانے کا کارخانہ ہی یہاں کانچ کے برتن بنائے جاتے ہیں۔ یہاں کوئلہ نکالا جاتا ہی یہاں بسکٹ اور ڈبل روٹیاں بنتی ہیں کہیں ڈاکٹر صاحب ڈٹے بیٹھے ہیں نضیر، ملاحظہ ہو رہی ہیں ادویات تقسیم ہو رہی ہیں۔ بخار والے کو کونین اور قبض والے کو نمک کا جلاب دیا جاتا ہی۔

روس میں یہی نہیں کہ کھیل کھیل میں طلبا یہ تمام ابتدائی فائدے زبان املا حساب سیکھیں بلکہ انہیں اس مدرسہ کی چہار دیواری میں

میں حکومت کرنا بھی سکھا دیا جاتا ہے۔

اٹلی کے سود خوار مہاجن

اٹلی کے وزیر اعظم سائنور میسولینی نے حال ہی میں ایک حکم جاری کیا ہے جس کی رو سے اس نے اُن سود خوار مہاجنوں کو جو لوگوں کو قرض دے کر ان کی خانہ بربادی کی بنیاد قایم کرتے ہیں ملک کا دشمن قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان مصائب کا ازالہ کرنے کے لیئے جو مہاجنوں کی خوفناک سود خواری سے پیدا ہوتی ہے تمام بڑے بڑے شہروں میں خاص عدالتیں قایم کی گئی ہیں روما فلارینس اور میلان میں بہت سے ساہوکاروں پر مقدمات چلائے گئے اور ان میں سے کتنے ہی ملزمین کو کئی کئی سال کی جلاوطنی کی سزا دی گئی ہے اٹلی کی مزارعین و اہل حرفہ کی خوش قسمتی قابل رشک ہے جس کو سود خواروں کے دست جور سے نجات مل گئی ہے اٹلی کے مہاجن مسولینی کو ضرور اپنے دل میں "شیطان" کہتے ہوں گے لیکن آبادی کے مذکورہ بالا طبقوں کے نزدیک وہ بلاشبہ ایک فرشتہ کی حیثیت رکھتا ہے، ہندوستان میں کروڑوں زمینداران و کاشتکار سودی قرضہ کی بدولت پریشانی و مصیبت میں مبتلا ہیں۔ جیسا کہ شاہی زراعتی کمیشن کو اپنی تحقیقات سے معلوم ہو گیا ہے۔ ہندوستان کے اس کثیر التعداد طبقہ کی حالت اس وقت تک درست نہیں ہو سکتی جب تک یہاں بھی کوئی مسولینی پیدا نہ ہو۔

ہندوستان کی زراعتی آبادی کا افلاس ضرب المثل ہے، جس کو رفع کرنے کے لیئے حکومت نے ابتک موثر تدابیر اختیار نہیں کی ہیں۔ صوبۂ پنجاب میں ایک مسودۂ قانون (مہاجنی پیشہ لوگوں کے مسودہ) کے نام سے قانونی کونسل میں پیش ہو کر بڑی رد و کد کے بعد منظور کیا گیا۔ مگر افسوس ہے کہ ہز اکسی لنسی گورنر نے اس کو آخری منظوری عطا نہیں کی اُمید ہے کہ اٹلی کے سائنور میسولینی کا طریق عمل پنجاب گورنمنٹ کے لیئے باعث تحریک ہوگا اور وہ اپنے صوبہ کی زراعت پیشہ آبادی کو سود خواروں کے پنجہ سے بچانے کے متعلق اپنا فرض محسوس کرے گی۔ (ہمدم)

ملک برہما میں مسلمانوں کی حالت

(از جناب عزیز دلاوری مقیم کلاؤ سادرن شان اسٹیشن)

جناب منیجر صاحب رسالہ سودمند۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپنے ماہ مئی ۱۹۳۲ء کے رسالہ میں سودمند کے انعامات کے زیر عنوان ناظرین رسالہ اور ہندوستانی مسلمانوں سے اپیل کی ہو کہ جو صاحب اپنے اپنے مقام کے مسلمانوں کے عروج اور زوال اور اُن کے حقیقی حالات آپ کو لکھ کر روانہ کریں گے آپ ان کو انعام دیں گے۔ واللہ اگر ہماری قوم کی حالت اس درجہ گر چکی ہو کہ مریض طبیب کے پاس اپنا بیان دینے پر بھی معاوضہ کا خیال رکھتی ہو تو میں سچ کہتا ہوں کہ ایسی قوم اور ایسے لوگوں کا فاتحہ پڑھ دینا چاہیئے۔

گو اخباروں۔ رسالوں اور میگزینوں میں مضامین لکھنے اور قوم کے لوگوں کو فلاح اور ترقی کی نئی نئی تدابیر بتلانا عالموں۔ فاضلوں اور لائق آدمیوں کا کام ہو لیکن آپ کے انعام کے لئے پر کسی قسم کی علمی اور ادبی قابلیت کی ضرورت نہیں صرف سچے سچے حالات ہونے ضروری ہیں۔ میرے جیسے کم علم اور ناچیز انسان کو بھی جرأت ہوئی ہو کہ اپنے خیالات کا اظہار کرے شاید کہ میرے خیالات اور میرے ۲۰ سالہ سفری زندگی کے تجربات میری قوم کے نوجوانوں کے لئے مفید ثابت ہوں۔ قاعدہ ہو کہ دنیا میں ہمیشہ لائق اور کامیاب انسانوں کی زندگی کے حالات بتلا کر افراد قوم کو اُبھارا جاتا ہو۔ لیکن میرا خیال ہو کہ اگر ایک ناکامیاب انسان کو اپنی کمزوریوں اور ناکامیابیوں کے راز اور اسباب معلوم ہو جائیں۔ اور وہ اُسے دوسروں کے کانوں تک پہنچادے تو بقول شخصے من نہ کردم شما حذر بکنید۔ کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور پہنچ جاتا ہو۔

میری ابتدائی تعلیم بہت ہی کم ہو۔ یعنی جسے اگر میں ظاہر کر دوں تو لوگ کہیں گے۔ کہ اے ایاز قدر خود بشناس ابھی پندرہ برس کا بچہ ہی تھا کہ دست برد زمانہ نے مجھے ملک برہما میں لا پھینکا (جسے اب قریب ۲۰ برس گزر گئے ہیں۔ کم عمری۔ کم علمی۔ کم مائگی۔ بے ہنری بیکاری لاوارثی اور غیر ملکی زبان سے ناواقفیت نے دوسرے مصائب زمانہ کے ساتھ مل کر مجھے عرصہ دراز تک حیران۔ اور سرگردان رکھا۔ اور میں مدت مدید تک زمانہ کی زبردست ٹھوکروں کے سامنے فٹ بال کا کام دیتا رہا۔ آخر کار بہت دنوں بعد دنیا کے سب سے بڑے معلم زمانہ کی

تعلیم نے اپنا رنگ دکھانا شروع کیا۔ اور مجھے اپنی کمیاں اور کمزوریاں محسوس ہونے لگیں۔ اور کچھ ہوش آنے لگے۔ لیکن کب۔

سخت بے ہوشی میں تھے جبتک کہ دم میں دم رہا
ہوش جب آیا تو دیکھا۔ دم ہمارے ختم ہو رہا

یہ حضرت مولانا حالی مرحوم کے شعر کو توڑ مروڑ کر اپنے حسب حال بنا لیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ نہ صرف میرے پاس علم۔ ہنر اور زر کی کمی ہے۔ بلکہ زندگی کے حقیقی وصف بھی مجھ میں مفقود ہیں۔ میں پرلے درجے کا سست، راحت پسند اور کام چور تھا گو میں حتی الامکان کبھی بیکار نہیں رہا اور کچھ نہ کچھ کرتا رہتا تھا۔ لیکن محض اپنی شکم پروری اور تن آسانی کے لیے آہستہ آہستہ مجھے زیادہ واقفیت ہونی شروع ہوئی اور میں نے اپنی حالت سنوارنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے غور سے جب دوسرے مسلمانوں کو دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ میں اکیلا ہی اس مرض میں مبتلا نہیں ہوں بلکہ ہماری تو قوم کی قوم فالج زدہ ہے۔

اک چاک ہو تو سی لوں ہمدم گریباں اپنا
ظالم نے پھاڑ ڈالا ہے تار تار کر کے

قلی مزدور۔ ٹھیکہ دار۔ بابو لوگ۔ دوکاندار اور تاجر سب کے سب ایک نمائشی اور غیر مطمئن زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور کسی کو اپنے ادبار اور تنزل کا احساس نہیں۔ میرا دماغ دن رات اسی اُدھیڑ بن میں لگا رہتا تھا کہ کیا سبب ہے کہ باوجود ہم خیر الامم اور مسلمان ہونے کے اتنے ذلیل و خوار اور پست ہمت ہیں۔ اور دوسری قومیں کافر اور لامذہب ہوتے ہوئے اتنے کامیاب۔ دولتمند، ہنرمند اور فراخ روزگار۔ بہت غور و خوض کے بعد میں جس نتیجہ پر پہونچا ہوں وہ یہ ہے کہ تعلیم تو تھوڑی بہت سرکاری یا غیر سرکاری سکولوں کے ذریعہ ہمیں مل جاتی ہے لیکن ہماری تربیت بالکل نہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو بہت بُری طرح۔ اور یہ سب نتیجے بُری تربیت کے ہیں۔ بے ہنری کاہلی خود پسندی۔ فضول خرچی۔ فرض ناشناسی اور دل کی کمزوری ہم ماں کی گود سے لیکر ہی آتے ہیں۔ جس بُرے طریقے سے ہمارے بچے گھروں میں پرورش پاتے ہیں۔ اگر اسی طرح ہندو صاحبان اور سکھ صاحبان کے بچے بھی پرورش پائیں تو ضرور وہ بھی ہمارے جیسے ہوں۔ ہم لوگ ادنیٰ سے ادنیٰ اور ذلیل حالت میں بھی اپنی اولاد کو شہزادوں کی طرح رکھنا چاہتے ہیں۔ اُن کو حد سے بڑھکر پیار کرتے ہیں۔ ان کی ہر ضد پوری کی جاتی ہے۔ اُن کو اچھے سے اچھے کپڑے۔ ٹوپیاں۔ اور شوز

قرض لیکر خریدی جاتی ہیں۔ اور کاہلی۔ ضد اور نافرماں برداری کا بیج ہم خود اُن میں بوتے ہیں جس کا نتیجہ بڑے ہو کر ہم کو جو ملتا ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ برخلاف اس کے ہندو اور سکھ صاحبان نے ایک معیار زندگی قایم کیا ہوا ہے۔ بڑے سے بڑے آدمی کے بچے کو منا نت نجب کی دولت کی خواہش۔ کفایت شعاری اور زندگی کے اصل راز شروع سے بتلا دیئے جاتے ہیں ایک ہندو لڑکا نہایت سادگی میں پرورش پاتا ہے۔ اور نہایت سادہ رہ کر بی لے پاس کر جاتا ہے لیکن ایک مسلمان طالبعلم کو دیکھو باوجود گھر میں فاقہ مستی اور بوریا تک نہ ہونے کے نہایت فیشن ایبل نظر آئے گا۔ انٹرینس سے اوپر بڑھنا تو بڑی بات ہے بہت سے تو اس سے پہلے ہی مدرسہ کو سلام کہہ دیتے ہیں۔ یہ سب ہمارے اپنے قصور ہیں۔ ہم اولاد کو بہت بُری طرح پالتے ہیں اور پھر جب وہ جوان ہو جاتے ہیں تو کار زار زندگی میں نہایت بے سروسامانی کی حالت میں چھوڑ دیئے جاتے ہیں جس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں نکلتا کہ جگہ جگہ ذلیل اور خوار ہوتے ہیں اور اپنے ہم چشموں میں نالایق اور ناکارہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور ایک شکست خوردہ اور ہارے ہوئے آدمی کی طرح سر چھپائے پھرتے ہیں میں نے بہت سے نوجوان مسلمانوں سے جو پنجاب سے برما کو آئے ہیں دریافت کیا ہے کہ کیا سبب ہے کہ تم لیے کم ہمت۔ اپاہج اور سست ہو۔ اور کیوں تم میں بلند خیالی۔ دولت کی خواہش اور عزت واقبال کی آرزوئیں نہیں پائی جاتیں۔ اُنھوں نے صاف صاف کہا ہے کہ ہم نے اپنے گھر میں۔ خاندان میں اور شہر میں یہ لفظ کسی کی زبان سے نہیں سُنے۔ حال کا م اُنھیں زندگی کے رازسے ناآشنا رکھا جاتا ہے۔ اور وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا ہیں۔ اور اُنھیں کیا کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ ہمارے بچوں کو حقیقی اسلام کی تعلیم بھی نہیں دی جاتی۔ چند ایک جگہ اسلامیہ اور قومی سکول کھولے ہوئے ہیں۔ لیکن وہ بھی جیسے سقیم حالت میں ہیں۔ اس سے اُن کا نہ ہونا بہتر ہے۔ دُنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم وہاں جس قسم کی ہوتی ہے۔ وہ صرف ایک رسم پوری کی جاتی ہے۔ اور بس۔ بڑے بڑے شہروں میں لوگوں کو اپنی قوم کی کمزوری اور ادبار کا ذرا احساس نہیں۔ صرف اپنے پیٹ کی فکر ہے۔ جسے کچھ عزت اور آرام سے روٹی مل رہی ہے۔ وہ ہرگز پرواہ نہیں کرتا۔ کہ دوسرے مسلمان کس حالت میں ہیں۔ کوئی مسلمان قرضہ سے بری نہیں۔ مزدور پیشہ لوگ اس بُری طرح اس میں پھنسے ہوئے ہیں کہ اُن کے رہنے کے مکان تک اغیار کے پاس گروی ہیں۔ لڑکوں کے لیئے ہر کہیں تھوڑا بہت تعلیم کا بندوبست ہے لیکن لڑکیوں کی تعلیم اور تربیت کا کچھ بندوبست نہیں۔ اور نہ اس کی

کچھ ضرورت سمجھی گئی ہی بعض کہتے ہیں کہ ہم مفلس ہیں۔ اس لئے ہم لوگ ان چیزوں کا انتظام نہیں کر سکتے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ہمیں ہرگز ہرگز یہ نہیں تبلایا جاتا کہ اس مادی دُنیا میں کس چیز کی ضرورت ہے اور کس چیز کی نہیں۔ اور یہی وجہ ہماری ساری بربادیوں اور تباہیوں کی ہے۔

اب مجھے یہ بتلانا ہے کہ زندگی کی کامیابی کے راز کن چیزوں میں پنہاں ہیں۔

خدا کی ذات پر بھروسہ قوت ارادہ۔ کام کرنا۔ محنت پسندی ورزش۔ کسب کمال دیانتداری اور راست بازی۔ صبح خیزی اور وقت کی پابندی۔ صفائی اور حفظان صحت کے اصول سے واقفیت کفایت شعاری۔ اور پس اندازی علم و ہنر کا شوق اور مطالعہ کتب وغیرہ وغیرہ

ہماری قوم کے افراد کو کلہم مندرجہ بالا اخلاق حسنہ سے محروم نہیں ہیں۔ لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے اپنی اس طویل العمر سفری زندگی میں بہت ہی کم مسلمان ان صفتوں کے عامل اور اہل دیکھے ہیں۔ وہاں دوسری قوموں یعنی سکھ اور ہندوؤں میں مندرجہ ذیل صفات یہاں تک گھر کر گئی ہوئی ہیں کہ جس کے سبب وہ دن بدن شاہراہ ترقی پر گامزن ہیں اور ہم کوئی منزلیں پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں۔ میں نے ہندو یا سکھ کس قسم کے دیکھے ہیں اُن کا ذکر سنیئے۔

(۱) قلی ہو یا مزدور۔ راج ہو یا کاریگر۔ بیوپاری ہو یا دوکاندار۔ ڈاکٹر ہو یا انجنیر۔ افسر ہو یا ماتحت سب اپنے اپنے کام میں ماہر ہیں اور ہر ایک نے اپنے فن میں کمال حاصل کیا ہوا ہے۔ برخلاف اس کے ہمارے آدمی ناواقف یا کم ماہر ہیں۔ اور ہرگز سیکھنے یا حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

(۲) وہ لوگ سخت تندہی اور محنت سے کام کرتے ہیں۔ گویا کام کے عاشق ہیں۔ جبتک کام کو ختم نہ کرلیں چین اور آرام سے کبھی نہیں بیٹھتے۔ میں نے ایک سکھ افسر کو جو عہدہ پر اُس وقت اوورسیر تھا۔ اور اب اسسٹنٹ انجنیر ہے دیکھا ہے کہ جب دن کو کام زیادہ ہوتا تھا دفتر کا کام رات کو کرتا تھا۔ وہ بھی کس طرح کہ رات کے ۸ بجے بتی جلائی اور وہ میز پر بیٹھ گیا صبح کے ۸ بج گئے ہیں۔ اور قلم اُسی پھرتی اور تیزی سے چل رہا ہے۔ برابر ۱۲ گھنٹے کام کیا ہے۔ ذرا تکان یا سُستی کا نام نہیں۔ پھر کبھی ذکر تک نہیں کرتا کہ میں رات کو ساری رات کام کرتا رہا ہوں ہفتوں کا کام دنوں میں اور دنوں کا گھنٹوں میں کر دیتا تھا اور ذرا نہیں گھبراتا تھا۔

(۳) جب روپیہ ان کو ملتا ہے اُسے نہایت کفایت شعاری سے استعمال کرتے ہیں۔ اور پس انداز روپیہ کو کسی مفید کام پر لگاتے ہیں۔ یعنی سود پر دیتے ہیں یا کیش سارٹیفکیٹ خرید لیتے ہیں۔

برخلاف اس کے ہمارے آدمی اپنی قومی روایات کے مطابق نمائش فیشن اور کھانے پینے میں اُڑا دیتے ہیں۔

(۴) ہر ایک ہندو اور سکھ اسی دھن میں لگا رہتا ہے کہ کسی طرح اس کے ایک روپیہ کا سوا روپیہ ہو۔ اور سیروں کو فکر ہے کہ اسسٹنٹ انجینیر کب بنیں۔ اور سب اسسٹنٹ سرجن سول سرجن بننے کی فکر میں ہیں

(۵) میں نے اپنی آنکھ سے بہت آدمیوں کو دیکھا ہے کہ جنھوں نے اوورسیروں یا سروییروں کے ساتھ پہلی پہل بطور خلاصی کے کام کیا ہے۔ اور آج وہ سب اورسیر۔ اوورسیر۔ اسسٹنٹ انجینیر اور رائے صاحب ہیں۔ ایک ہندو قلی سے لائن مین۔ لائن مین سے سب انسپکٹر۔ سب انسپکٹر سے انسپکٹر اور انسپکٹر سے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف ٹیلیگراف دیکھا ہے۔ ایک معمولی ریلوے مبٹ سے ہرناسٹ وے انسپکٹر ۴ سو روپیہ ماہوار لیتے دیکھا ہے لیکن برخلاف اس کے ہماری جو حالت ہے وہ یہ ہے کہ سارے برھما سوبہ میں ایک مسلمان اسسٹنٹ انجینیر نہیں۔ نہ میں حضرت جنید گل محمد جس مسلمان کو دیکھو وہیں ہے۔ جہاں دس سال پہلے تھا۔

(۶) مسلمان ٹھیکہ دار تو اب برما ملک سے فنا ہو رہے ہیں۔ جب ان کے پلّے پیسا اور روپیہ ہی نہیں تو کام کیسے ملیں اور اگر ملیں تو چلیں کیسے جو شاذ و نادر کہیں ہیں وہ سودی قرضہ پر مہاجنوں سے لیکر کام کرتے ہیں۔ اور اس طرح غیر اقوام کو یہ کہنے کا موقع دیتے ہیں۔ کہ سود دینا باشرح سود میں مسلمان ٹھیکہ داروں کے ایگریمنٹ کے شرائط میں سے ایک شرط ہونی چاہیئے۔

اب برھما ملک میں میں نے جس قسم کے مسلمان دیکھے ہیں۔ ان کا ذکر سن لیجیئے۔ گو وہ ہندوستان کے علیحدہ علیحدہ صوبوں۔ علیحدہ علیحدہ شہروں۔ قصبوں اور دیہات سے آئے ہوئے ہیں لیکن آپ انکی قومی خصلتوں میں ذرا فرق نہیں پائیں گے سب پر مرض الموت کا اثر یکساں طاری ہے۔

(۱) مسجدوں کے ملّا زیادہ تر بنگال اور چاٹگانگ سے آئے ہوئے ہیں۔ بس کچھ مت پوچھیئے ع ضمیر اُن کا جدا اور اُن کی طینت جدا ہے۔ جنت سے ریٹائر ہو کر آئے ہوئے ہیں۔ دنیا جہان کی ضرورتوں اور لوگوں سے سخت غافل اور لاپروا۔ ہیں اور نہ ہی اُنھیں واقفیت ہونے کی ضرورت ہے۔ صرف اپنے حلوے مانڈے سے کام رکھتے ہیں۔ ہاں کافر کہنا یا دوسروں کو کافر بنانا خوب جانتے ہیں۔ اُن کے علم اور فضل کی حد ہوگئی ہے۔ برھما ملک کے سچے او خصوصًا

مسلمانوں کے بچے اُن کی شکل دیکھ کر ڈرتے ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات جب کسی بچے کو پڑھاتے ہیں زبان سے بات نہیں کرتے۔ بلکہ لکڑی سے۔

حاصل کلام۔ فرزندانِ توحید کی جماعت ایک عجیب المخلوقات جماعت ہے۔

(۲) یہ لوگ نماز روزے کے پابند۔ بلکہ جوتے کا دایاں اور بایاں پاؤں بھی مذہب کا نام لیکر بدلتے ہیں۔ لیکن حقوق العباد سے سخت غافل اور لاپروا اس جماعت کے اکثر افراد روپیہ پیسہ کمانے میں پہلے درجے کے کاہل اور سست ہیں۔ ہاں دیکھو گے بیکار بیٹھے ہوئے مذہب کے نام پر گپ بازی کر رہے ہیں۔

(۳) عوام نماز روزے سے سخت غافل۔ آزاد مشرب۔ کھانے پینے کے شوقین۔ ناولوں اور رسالوں کے عاشق۔ کام چور۔ روپیہ بچانے کو گناہ سمجھنے والے فرض منصبی کو موت کے دنوں کی طرح پورا کرنے والے نہایت بداندیش خراج اور لاپروا۔

(۴) بڑے ادیب۔ لکچرار۔ قومی درد رکھنے والے اخبار دنیا کے حالات سے واقف قوموں کی موت اور حیات پر بحث کرنے والے۔ لیکن روپیہ کمانے۔ کام کرنے اور پس انداز کرنے میں پرلے درجے کے ناکارہ اور نالائق سوائے۔ علمی۔ ادبی۔ اور سیاسی گپوں کے اور کوئی کام کاج کی بات نہیں بتلا سکتے۔

(۵) بہت خسیس۔ کاروباری۔ روپیہ پیسہ کے معاملہ میں بہت محتاط۔ مالدار اور بنیہ صفت لیکن اولاد کی تعلیم و تربیت سے سخت غافل۔ اگر کسی کو پڑھانے یا تعلیم دلانے کا شوق بھی ہوا تو اُسے مشن اسکول میں بھیج دیتے ہیں۔ پھر بچے وہ کافر ہو یا عیسائی۔ اُن کے دل و دماغ نے کبھی ان باتوں کو نہیں سوچا۔

(۶) انگریزی خواں اور سرکاری ملازم۔ کام کرنے میں سست اپنے غیر قوم ہم چشموں کے سامنے ذلیل اور خوار پیٹ کے کتے مہینہ ختم نہیں ہوا اُن کی اُس ماہ کی تنخواہ پوری ہو گئی۔ ایک ایک کے دستے بیس بیس آدمی کھانے والے۔ روپیہ کیسا ہوتا ہے اور اس کے بچانے اور رکھنے میں کیا فوائد ہیں ان باتوں تک کبھی اُن کے ذہن کی رسائی نہیں ہوتی۔ انھیں تو فکر ذہن سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ الغرض یہ جماعت بقول حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم و مغفور پڑھے سکول میں۔ رہے دفتروں میں۔ اور مرے ہسپتالوں میں ہیں۔ اور یہی ایک جماعت ہے جو نہایت ناکارہ۔ فضول خرچ۔ اور بے اصول اولاد اپنے پیچھے چھوڑ جاتی ہے۔

(۷) طبقہ جہلا پرلے درجے کے بے فکر۔ تماش کے کھلاڑی۔ محنت اور مزدوری سے متنفر۔ آوارہ گرد۔ آج یہاں۔ کل وہاں۔ چونکہ اس ملک میں عورتیں بہت سہل الحصول ہیں قریب قریب ہر ایک جماعت کے ممبر نے اس ملک میں شادی کرلی ہوا اور اس طرح اپنی ذلت گمراہی مفلسی اور غفلت کی جائداد اپنی اولاد میں چھوڑ جاتے ہیں۔ اور اکثر مسلمانوں کی اولاد یہاں کا فر یالامذہب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ انھیں کسی قسم کی تربیت نہیں ہوتی۔

بندہ نواز آپ فرمائیں گے یہ سب کچھ تو ہوا لیکن کسی لایق اور قابل مسلمان کے حالات کیوں نہیں لکھتے۔ افسوس صد افسوس ان آنکھوں نے ابھی تک اس مدت مدید کی سفری زندگی میں ایک بھی قابل۔ لایق اور فرزانہ روزگار مسلمان کو نہیں دیکھا۔ جسے دیکھوں مذکورہ بالا صفات کے انسانوں میں سے ایک ضرور ہوگا۔ ہاں غیر قوم کے عروج کی مثالیں کئی دیکھی ہیں۔ اور اُن کو بیان کرنا اپنے کو زیادہ ذلیل کرنا ہے

مسلمانوں کی تباہیوں اور بربادیوں اُن کے بگڑنے اور گرنے کے جو نظارے میں نے دیکھے ہیں اُن کو دُہراتے اور زبانِ قلم پر لاتے دل کانپ اُٹھتا ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو انشا اللہ پھر کسی وقت لکھوں گا۔

گو ہماری قوم میں ماشا اللہ بہت بڑے بڑے لایق۔ عالم۔ فاضل اور قابل شخص ہیں اور ہر ایک نے اپنی تشخیص کے مطابق قوم کے مرض کا علاج بتلایا ہے لیکن جو کچھ میری ناچیز سمجھ میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں زندگی کے اصل اصولوں سے واقف کیا جائے۔ وہ کس طرح

(۱) میرے خیال میں ہر شہر ہر قصبے بلکہ ہر گاؤں میں قابل اور لائق آدمی عام صحبت یا لکچروں کے ذریعہ عوام اور نوجوانوں کو بتلائیں کہ قوتِ ارادی کیا چیز ہے۔ کام کرنا کسے کہتے ہیں کسب کمال کی کیا قدر ہے۔ روپیہ میں کتنی قوت ہے۔ سرمایہ داری میں کیا طاقت ہے۔ روپیہ کس طرح کمایا جاتا ہے۔ کیسے بچایا جاتا ہے۔ اور کس طرح خرچ کیا جاتا ہے قرضہ کیسی بُری چیز ہے۔ اور کس طرح خاندانوں کے خاندان اور قوموں کی قومیں اس سے برباد ہو جاتی ہیں۔

(۲) تمام ایسے لوگ کہ مڈل فیل۔ انٹرنس فیل یا پاس ہیں۔ اور بیکار رہیں انھیں فوراً انڈسٹریل سکولوں میں داخل کروا دیا جائے۔ جہاں کسی قسم کی فیس نہیں وہاں انھیں ڈرائنگ کارپنٹری لوہارکا کام وغیرہ وغیرہ سکھلایا جائے گا۔ باقی وینگ انسٹیوٹ موزہ بافی کے کارخانوں اور دوسرے آرٹ سکولوں میں داخل کروا دیئے جائیں۔

(۳) تمام وہ لوگ جو تھوڑی بہت انگریزی یا اُردو جانتے ہیں۔ ریلوے کے انجن شیڈوں۔ کارخانوں ملوں اور فیکٹریوں میں بطور قلی بھرتی ہو جائیں۔ محنت کریں اور شوق سے کام کریں۔ پھر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھیں۔

(۴) بہت سے نوجوانوں کو کانپور ہو کر بوٹ شوز فکٹری کا کام سیکھنا چاہیئے۔ یہ وہ کام ہے جس کی قدر حد سے بڑھ رہی ہے۔ ایک شوز میکر دو روپیہ۔ وقت سے دس روپیہ روزانہ کما سکتا ہے۔ اور نہایت آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کر سکتا ہے۔ میں اس کام کو سب سے بڑھ کر ترجیح دیتا ہوں۔

(۵) بجائے پالٹکس یا دوسرے فرقہ وار جھگڑے اور فسادات کا ذکر کرنے کے کوشش کرنی چاہیئے کہ مسلمانوں کو اپنی کمزوری۔ مفلسی۔ کاہلی۔ بے زری۔ بے ہنری اور تنزل کا احساس ہو جائے بڑے بڑے شہروں میں علم الاقتصاد۔ سرمایہ داری۔ لا لف انشورنس۔ کفایت شعاری۔ اپنے [illegible] کام کرنے کی طاقت آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔ قرضے کے بُرے نتائج۔ سود اور سودی [illegible] کا سلسلہ جاری کرنا چاہیئے۔

(۶) اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ تمام نوجوانوں کو بتلا دیا جائے کہ وہ اپنے اندر قوت [illegible] پیدا کریں سخت محنت کریں۔ اور اگر وہ ذرہ ہیں تو آفتاب بننے کی کوشش کریں۔ اگر کوئی جوان [illegible] اپنی اہل اور عیال۔ ماں باپ اور قوم کی خاطر روپیہ نہیں کما سکتا اور اُسے کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا سکتا تو اس کی موت اور زندگی میں کچھ فرق نہیں۔ اس کا ہونا اور نہ ہونا یکساں ہے۔ انھیں بتلا دینا چاہیئے کہ ایک اچھی گورنمنٹ کے اچھے شہری کس طرح بن سکتے ہیں۔ میرے خیال میں ہر ایک ضلع میں ایک باقاعدہ فری سکول یا پرائیویٹ اکاڈمی . . . . کھول دی جائے جس میں کوئی بزرگ قوم تمام نوجوانوں کو لکچروں کے ذریعہ اس قسم کی تعلیم دے کہ ایک کامیاب انسان کو اپنے اندر کیا کیا صفات حسنہ پیدا کرنی چاہیئیں۔ میرا خیال ہی نہیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ ہزاروں نوجوان مسلمان ایسے موجود ہیں کہ اُن کے دل میں تڑپ ہے۔ قوت ارادہ موجود ہے۔ محنت اور مشقت کرنے کو تیار ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی اہل اور عیال کی خاطر بڑی سے بڑی مصیبت جھیلنے کو تیار ہیں۔ لیکن انھیں ہرگز ہرگز معلوم نہیں کہ وہ کیا کریں اور کدھر جائیں۔ اگر اُنھیں محنت۔ مزدوری۔ تجارت۔ نوکری وغیرہ کسی قسم کے ہنر اور صنعت کا راستہ دکھا دیا جائے تو وہ کرنے کو کمربستہ ہیں۔

تمام ایسے اخبار اور رسائل جو قوم کو بیدار کرنے میں حصہ لے رہے ہیں۔ خریدنے چاہئیں اُن کی اشاعت میں کوشش کرنی چاہیئے۔ اور عوام کو پڑھ کر سنانا چاہیئے نوجوانوں کو اُبھارنے

اور انھیں حقیقی زندگی کے رازوں سے آشنا کرنے کے لیئے میں مندرجہ ذیل رسائل کی سفارش کرونگا سود مند بدایوں۔ رسالہ تجلی دہلی۔ رسالہ دین اور دُنیا دہلی۔ اور انتخاب لاجواب لاہور۔

(۷) سود اور اس کے مضر نتایج سے عوام کو آگاہ کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہی کہ رسالہ سود مند کے سرورق کے کارٹون کو اچھی طرح معہ نظم کے چھاپ لیا جائے اور اُسے ہر خاص وعام جاہل عالم مسلمانوں کے ہاتھوں تک پہنچا یا جائے۔ گاسکرد یہات میں۔ قصبات میں دیگر دو چار لڑکے اُسی کارٹون کو ایک لکڑی پر لگاکر بازار کے کونے میں کھڑے ہوکر خوش الحانی سے وہ نظم پڑھیں۔ تو لوگوں پر اس کا خاص اثر ہوگا اور اس خیال کی کافی اور مستقل اشاعت ہوسکتی ہی۔ تمام ایسے لوگ کہ خدانے اُنھیں دولت دی ہی اور اُن کے دل میں قوم کا درد ہی۔ مسلمانوں کو ملکی شرح سود پر قرضہ دیں اور اُن کو غیر قوم کے ساہو کاروں کے پنجے سے چھڑالیں۔ اور اُن کی جائدادیں ویسی ہی، ہن رکھ لیں۔ جیسے غیروں کے پاس ہیں تمام مزدور پیشہ لوگوں کو قرضے کی لعنت سے واقف کردیا جائے۔

بااین ہمہ اگر ہماری قوم کے عالم۔ فاضل اور رہبر اگر قوم کی جانکنی کی حالت پر رحم کریں۔ تو ہر جمعہ کے جمعہ اپنے وعظ کا ڈھنگ بدل دیں۔ زیادہ اخلاق حسنہ پر وعظ کریں۔ اور مسلمانوں کو ان کی حالت زار سے واقف کردیں اگر پیروں اور مشائخوں کا طبقہ اپنے مریدوں کو قرض لینے اور سود دینے کے مہلک نتایج سے آگاہ کردے۔ تو بہت کچھ اُمید بہتری کی ہوسکتی ہی۔ کیونکہ اس فرقہ مبارک کی دیہات میں بہت بڑی مان ہوتی ہی اور وہ اپنے اثر اور رسوخ سے بہت کچھ کرسکتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ہزاروں عالم۔ فاضل۔ مشایخ۔ پیرزادے۔ اخباروں اور رسالوں کے اڈیٹر قوم کی خاموش خدمت کررہے ہیں۔ لیکن اس معاملے میں جیسا سچا ہمدرد جناب سید طفیل احمد صاحب منگلوری۔ حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی۔ مولانا سید ظہور احمد اڈیٹر تجلی دہلوی۔ مولانا ظفر علی خاں اڈیٹر زمیندار اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو کو پایا ہی اس کی مثال ملنی مشکل ہی۔ گو میں نے مضمون نویسی کبھی نہیں کی لیکن قوم کی خاطر اگر ضرورت پڑی تو انشاءاللہ بااین ہمہ بے علمی جو کچھ بھی ہوسکا پھر بھی لکھنے کو تیار ہوں۔

انشاءاللہ واللہ

خلاصہ خطوط

"ضلع منٹگمری میں مسلمانوں کی آراضی ساتھ ہندو دوکانداروں کا فائدہ" مذکورہ صدر عنوان کے بارے میں آپ کو پہلے بھی ایک دفعہ ظاہر کرچکا ہوں کہ مسلمانان ضلع مذکور جن کو سرکار دولتمدار سے جدید آبادی آبادی کیلئے مربعہ جات دئیے گئے ہیں۔ زمین عطا ہوئی ہے وہ دوکانداران اہل ہنود کے مقروض کے مزارعہ اور غلام ہیں ایسا کیوں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سود مہذب ممالک میں چار پانچ یا صدچھ فیصدی ہے یا اگر بہت ہی زیادہ ہوا تو روپیہ سیکڑہ ماہوار کے حساب بارہ فی صدی۔ مگر ادھر مواضعات میں تین تین فی صدی ہے یعنی اگر ایک شخص مربعہ والا "آبادکار" ماہ مئی میں سو روپیہ لیوے اور ایک سال پورا رقم نہ دیوے تو اُس کا پہلا حساب جو مئی کے اگلے ہی مہینے جون کو ہوتا ہے بحساب دو آنہ روپیہ [illegible] اُس کی رقم میں یا اُس کے کھاتہ میں جمع ہو کر اُس کو اُس وقت تک فصل ربیعہ کا معاملہ نہ دیا جاویگا جب تک وہ ۸ [illegible] یعنی [illegible] پر انگوٹھا نہ لگوالیں۔ یہ ضلع منٹگمری کا ماہواری کہو یا ششماہی کہو سود ہے۔ اب اگلی فصل خریف کا معاملہ جنوری کو ادا ہوتا ہے سو دسمبر میں پھر حساب شروع ہوا [illegible] سابقہ اور سود ششماہی دسمبر تک [illegible] اب = [illegible] + [illegible] = [illegible] دسمبر تک کا حساب کر آبادکار کے کھاتہ میں جمع ہو گیا۔ پھر جون مئی کو فصل ربیع کا معاملہ آگیا اب زمیندار کی سابقہ رقم [illegible] ہے اُس میں ششماہی کا سود پھر جمع ہوا یعنی [illegible] + [illegible] = [illegible] یہ منٹگمری کے ضلع کے نو آباد چکوں کا سود سالانہ ہے۔ بس پر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کو عطا شدہ زمین صرف اہل ہنود دوکانداروں کی ہے مسلمان مفتی مزارعہ اور غلام دوکانداران ہیں۔ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ چند چکوں کے سوائے باقی ہر ایک چک کے آبادکاران پچاس ساٹھ ہزار روپیہ کے مقروض ہیں۔ مذکورہ بالا حساب سے سالانہ رقم سود ہر ایک موضع کے حصہ میں ۱۳-۲۰-۸۵ روپیہ آئی اور اتنا ہی معاملہ سرکار دولتمدار کا بلکہ سرکاری معاملہ "ساہوکارہ سود" یا بالفاظ دیگر ساہوکارہ معاملہ سے کسی قدر کم ہی رہتا ہے تاہم ویسا کونسا موضع ہے جو ۱-۱۰-۱۷۰۴۱ روپیہ کی پیداوار نکال سکے اس صورت میں مسلمان آبادکار منٹگمری صرف چند یوم کیلئے زمیندار ہیں ورنہ تقادی ادا ہونے پر سب مربعہ جات دوکانداران کے پاس ٹھیکہ پر چلے جاویں گے۔ چکوں کا ۱/۱۲ حصہ اب تک ہندو دوکانداران کے پاس ٹھیکہ پر آگیا ہے اُس کے وہ مالک ہیں اور پیداوار کھا رہے ہیں کیا

پنجاب گورنمنٹ اس ضلع کے مسلمانوں کی خاصکر اور دوسرے ضلعوں کے لیئے عام طور پر کوئی قانون بنا کر حفاظت کرے گی۔

شکریہ معاونین کی پانچویں قسط

سود مند اصحاب ذیل کی خدمت میں دلی شکریہ پیش کرتا ہی

نمبر ۱۔ مولوی محمد رضی صاحب سب رجسٹرار گونڈہ

نمبر ۲۔ عالی جناب پیر محمد حسن صاحب لاہوری دروازہ امرتسر

نمبر ۳۔ عالیجناب شیخ رسول احمد صاحب آنولہ ضلع بریلی

نمبر ۴۔ عالی جناب بابو عبد اللطیف صاحب پانی پتی کٹانہ مل دہلی

نمبر ۵۔ عالیجناب منشی احمد اللہ صاحب مرادآباد

غمزدہ بیوہ کی تکلیف و صدمہ کی قدر اگر شادی شدہ عورت محسوس کرے تو ہر عورت اپنے شوہر کو بیمہ کے لئے مجبور کرے

دی ہمالیہ بیمہ کمپنی لمیٹڈ کلکتہ

صدر دفتر نمبر ۹ ڈلہوزی سکوئر

دیکھئے ہندوستان کے مدبر اور تجربہ کار حضرات زندگی کے بیمہ کے لئے کیا فرماتے ہیں :-

سیر پرشوتم داس ٹھاکرداس ہندوستان کے مشہور تاجر اور ماہر اقتصادیات فرماتے ہیں :-

"زندگی کے بیمہ کو اب تمام دنیا نے ایک مدفاصل نہیں بلکہ ضرورت شے یہ تسلیم کر لیا ہے"

آنریبل مسٹر کے وی رنگا سوامی آئر فرماتے ہیں :-

"اگر اہل ہند اپنی مصیبت ہٹانا چاہتے ہیں تو انھیں زیادہ تعداد میں بیمہ کرانا چاہیئے"

پروفیسر کے بی مدھاوا ایم اے میسور یونیورسٹی کے محکمہ ریاضی و اقتصادیات کے افسر اعلیٰ فرماتے ہیں

"زندگی کا بیمہ نہ صرف لوگوں کو انفرادی طور پر محفوظ کرتا ہے بلکہ وہ ایک غیر محسوس خیرات ہے ایک جماعتی خدمت ہے اور نہ صرف یہ بلکہ کم خوش قسمت اور مختصر الوسعت خاندانوں کے لئے ایک بڑی سخاوت ہے"

ہمالیہ بیمہ کمپنی تمام ہندوستان میں کیوں مقبول عام اور ہر دلعزیز ہے

اس کی وجہ یہ ہے

کہ کمپنی کی طرف سے زرمتدعویہ (کلیم) بغیر کسی تاخیر اور پس و پیش کے ادا کیا جاتا ہے جس کے متعلق بہت سے خطوط تعریفی ہندوستان کے ہر گوشہ سے کمپنی کو مل چکے ہیں

جس کے لیئے

ہمارا پراسپکٹس ملاحظہ فرمائیے

دی ہمالیہ بیمہ کمپنی لمیٹڈ کلکتہ

جو

(ہندوستان کی ایک معتبر اور ہر دلعزیز بیمہ کمپنی ہے)

نے

ہندوستان کے ہر امیر و غریب کے واقعات کو پیش نظر اور مطالعہ کر کے ممکن سے ممکن اور آسان سے آسان شرح ہائے نقشہ جات ترتیب دے کر بیمہ کرانے والوں کو انتہائی سہولیت بہم پہونچانے کی کوشش کی اور مبلغ **دو لاکھ روپیہ** گورنمنٹ میں بطور گارنٹی جمع کر دیئے ہیں اور اس لیئے ہمالیہ کمپنی کی ہر ایک پالیسی ہر قسم کے خطرے سے **بالکل** بری اور قابل اطمینان ہے۔

علاوہ ازیں

ہمالیہ کمپنی کا مبلغ **پانچ لاکھ روپیہ** کا کل سرمایہ بے ضرر ہے۔ کیونکہ سوائے گورنمنٹ کے کاغذات کے کمپنی کی کوئی رقم کسی جگہ اور استعمال نہیں کی جاتی جس سے کمپنی کی بنیادیں نہایت مستحکم اور استوار ہیں **ہمارا** اُردو پراسپکٹس جس میں مختصر تاریخ بیمہ معہ نقشہ جات شرح و قواعد و تعداد بر اور خطوط تعریفی درج ہیں منگا کر ملاحظہ فرمائیے۔

ملنے کا پتہ

نور محمد رجب علی مینجنگ ایجنٹ

صدر دفتر دی ہمالیہ ایشورنس کمپنی لمیٹڈ نمبر ۸ ڈلہوزی اسکوائر کلکتہ

چنانچہ سودمند کانفرنس دہلی نے بھی اپنے جلسہ منعقدہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء میں حسب ذیل رزولیوشن پاس کیا ہے۔ بیمہ کا اجرا اس وقت تمام ترقی یافتہ ممالک میں ہے۔ ہر مرد و عورت اور بچہ کا۔ ہر مکان اور سواری کا جہاز اور کشتی کا بیمہ کرایا جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان آفات ارضی و سماوی سے ایک حد تک محفوظ رہتا ہے اور درانحالیکہ بیمہ بحری مسلمانوں کی اُس زمانہ کی ایجاد ہے جبکہ وہ اسپین میں حکمران تھے اور اب وہ ہر قسم کے بیمہ سے محترز ہیں جس کی وجہ سے بزرگ خاندان برباد و تباہ ہو کر گداگری پر مجبور ہوئے ہیں اور یتیم بچے بعض اوقات دیگر مذاہب کا شکار بنتے ہیں۔ یہ کانفرنس مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی مفید ترین ایجاد سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں اور اپنے پسماندگان کے لیئے اپنی زندگی کا بیمہ کرائیں اور اپنے بچوں کی تعلیم [illegible]

سودمند کا ضروری لٹریچر

(۱) مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل قیمت ۸ر محصولڈاک ..... ار

(۲) کشف الغطاء عن وجہ الربوا " ۴ر " ۸ر

(۳) رسالہ جواز سود معہ فتاوے " ار " ۸ر

(۴) رسالہ مسلمانوں کی مالی اصلاح " ار " ۸ر

(۵) بچوں کی تعلیم اور شادی کا بیمہ " ا " ۸ر

(۶) سرمایہ داروں کی غلامی اور مسلمان " ۸ر " ار

(۷) مسئلہ سود کے متعلق فتوے اور سودمند کانفرنس کی منظور شدہ تجاویز قیمت ار محصولڈاک ۸ر

ملنے کا پتہ منیجر رسالہ سودمند بدایوں

سودمند

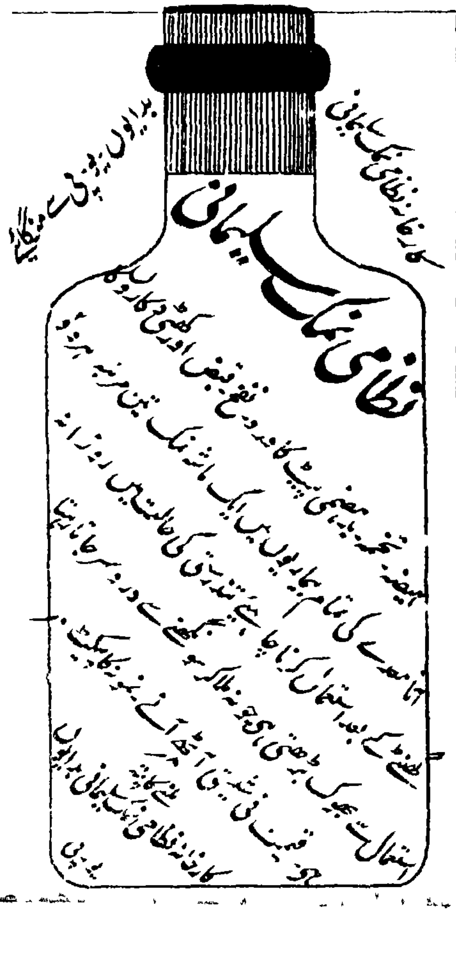
میں

اشتہار چھپوائیے اور حسب مراد فائدہ اُٹھائیے

شرح اجرت اشتہار

مقدار	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چہارم صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

چوتھائی صفحہ سے کم کی اُجرت فی سطر ہر ماہوار



سود بہبود اور فلاح قوم ہی مجھ کو پسند   قوم کا خادم ہوں میں ہے نام میرا سودمند

سودمند بدایوں

بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۷ع



قیمت سالانہ عہ	راہ گیر۔ یہ اصحاب کتاں کتاں کہاں جا رہے ہیں اور کس علت میں؟ سود مند کوئی دفتر رجسٹری کوئی عدالت دیوانی میں کوئی کلکٹری کے نیلام کوئی دیوانی کے جیل میں اور سب کے سب قرضہ کی علت میں راہ گیر۔ پھر ان لوگوں کی رہائی کس طرح ہو؟ سود مند۔ تجارتی سود کی داد ستد کرنے اور کوآپریٹو سوسائٹیوں میں شرکت کرنے سے	قیمت فی پرچہ ۴/

آنریری ایڈیٹر   اسسٹنٹ ایڈیٹر

سید طفیل احمد منگلوری علیگ ایم۔ ایل۔ سی   محمد احیاء الدین ایف۔ آر۔ ایس۔ اے (لندن)

مقاصد سودمند

۱۔ افرادِ قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کر کے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں

۲۔ مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمنہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام سرح سود گھٹ کر سرمایہ کو جو برباد کن اور حرام ہے مٹا دے۔

۳۔ فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

۴۔ مختلف ممالک کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات بہم پہنچانا اور مصارف کاروبار اور تجارت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

۵۔ مسلمانوں کی صحت جسمانی باہمی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مسائل پر بحث کرنا

قواعد و ضوابط

۱۔ سودمند کا سال بھر کا چندہ صرف دو روپیہ مقرر ہے۔ ممالک غیر سے دو روپیہ آٹھ آنہ لیا جاتا ہے۔

۲۔ سودمند ہر مہینہ کی پندرہ تاریخ تک شائع ہوتا ہے۔ اس لیئے پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع دس تاریخ تک دفتر میں آجانی چاہیئے اس کے بعد فی پرچہ تین آنہ قیمت لی جائے گی۔

۳۔ رسالہ کی درخواست خریداری مع قیمت (منی آرڈر) بھیجی جائے یا پرچہ بذریعہ وی پی طلب کیا جائے مگر منی آرڈر بھیجدینے میں آسانی اور کفایت ہے۔

۴۔ پتہ میں اگر کچھ تبدیلی واقع ہو تو اس کی اطلاع فوراً دفتر کو دینی چاہیئے ورنہ پہونچنے کا دفتر ذمہ دار نہیں

۵۔ نمونہ کا پرچہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جاتا ہے۔

۶۔ خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری جو پتہ کی چٹ پر لکھا ہوتا ہے ضرور تحریر فرمائیے بعض لوگ بجائے نمبر خریداری لکھنے کے سودمند کا رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۴۴۵ لکھدیتے ہیں اس کا لکھنا بے سود ہے کیونکہ یہ خریداری نمبر نہیں ہے۔

۷۔ گزشتہ سال کے پرچے درخواست کرنے پر بشرط موجودگی مل سکتے ہیں قیمت فی پرچہ ۳ کے حساب سے لیجائیگی۔

۸۔ اکثر معاونین اپنے دوستوں کے نام رسالہ کا وی پی روانہ کراتے ہیں ان سے التماس ہے کہ وہ رسالہ کا وی پی کرانے سے پہلے کافی اطمینان کر لیا کریں کیونکہ اکثر ایسے وی پی واپس آنے سے اخراجات کا رخانہ کو زیر بار ہونا پڑتا ہے

۹۔ جو صاحب ایک سال کے لیے پانچ خریدار یا دس روپیہ کے اشتہار بھیج بھیجینگے ان کے نام سودمند ایک سال تک بمد کمیشن جاری رہے گا۔ مستقل ایجنسی کے متعلق خط و کتابت سے فیصلہ ہو سکتا ہے۔

المشتہر منیجر سودمند بدایوں

سود مند بدایوں

جلد ۳	اکتوبر ۱۹۲۷ عیسوی	چندہ سالانہ دو روپیہ
نمبر ۱۰		قیمت فی پرچہ تین آنے

فہرست مضامین

۲

سادہ زندگی

سید امیر حیدر صاحب بخت اکبرآبادی

چاہیے دُنیا میں ہم کو سیدھی سادی زندگی — کار آمد مستعد محنت کی عادی زندگی
شوقِ سیرِ عرض جنکو - جن کو استقلال ہے — آج اُن کو علم و حکمت کی ہے وادی زندگی
تجربوں سے سبز خشک و تر کے بنتی ہے مفید — آتشی و آبی و خاکی و بادی زندگی
آدمی کے جیتے جی تک دین و دنیا ساتھ ہیں — دین میں رہبر ہے تو دنیا میں ہادی زندگی
سود و بہبود اپنی قوم و ملک کی ہم پر ہے فرض — ہے عبث بیکار و وقفِ نامرادی زندگی
جو جفاکش ہیں اُنھیں کو عیش ہے دُنیا میں آج — اہلِ دنیا میں یہ کرتی ہے منادی زندگی
فرض ہم پر کیوں رہے پابندیِ رسم و رواج — جبکہ ہے آزادیوں کی شاہزادی زندگی
وجہِ شادی مرگ ہیں شادی کے اصرافِ گراں — واقعی شادی ہے اس دنیا میں سادی زندگی
منحصر سرمایہ داری پر ہیں سب خودداریاں — زندگی دراصل ہے محنت کی عادی زندگی
مال و زر اپنا گنوا بیٹھے اگر اسراف میں — اس کے معنی یہ ہوئے تم نے گنوا دی زندگی

اب تلاشِ گوہرِ مقصود ہے بختِ حزیں
تم نے کیوں دریائے غفلت میں بہا دی زندگی

رسول اللہ صلعم کی کفایت شعاریاں

مسلمانوں میں اس وقت کفایت شعاری کا لفظ خِسّت اور نحوست کا مرادف سمجھا جاتا ہے
ایک طرف تو عام افلاس مسلمانوں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ کفایت شعاری اختیار کریں مگر دوسری
طرف کفایت شعاری اُن کے نزدیک ایسی مہیب چیز ہے کہ وہ اُسے اختیار کرنا کسی طرح گوارا
ہی نہیں کر سکتے۔ اُن کے سامنے کفایت شعاری کا نمونہ اُن کے بعض برادران وطن کی زندگی ہے
جو نہ خود کھاتے ہیں اور نہ اپنے وابستگان کو کھانے دیتے ہیں۔ ڈومیلی دھوتیوں میں زندگی کے
کئی کئی سال گزار دیتے ہیں اور بس۔ بھلا اب بتائیے کہ مسلمان طبعًا فیاض دل اور مہمان نواز
واقع ہوئے ہیں، خواہ کیسے ہی مفلس اور تباہ حال کیوں نہ ہوجائیں وہ کس طرح لئیم اور
بخیل ہو سکتے ہیں۔ البتہ اگر وہ اپنے سردارِ دوجہان اور ہادیٔ برحق کی پاک اور سادہ زندگی
کو پیشِ نظر رکھیں تو عجب نہیں کہ اس کشاکش کے زمانہ میں اُن کا بیڑا پار ہوجائے۔ آنحضرت
صلعم کی زندگی میں متعدد متضاد امور پائے جاتے ہیں۔ ایک طرف تو آپ پیوند لگے کپڑے زیبِ تن
فرماتے ہیں۔ ایک قسم کے کھانے سے زیادہ نہیں کھاتے ستو اور کھجوروں پر بسر کرتے ہیں حتیٰ کہ
کئی کئی روز آپ کے گھر میں آگ جلنے کی نوبت نہیں آتی۔ مگر جب مہمان آجاتے ہیں تو وہی
گھر دن عید اور رات شب برات بن جاتا ہے اور جو کچھ بن پڑتا ہے خوش دلی کے ساتھ اُن کے سامنے
رکھا جاتا ہے۔ ایک طرف سرورِ کائنات خود اپنے مکان میں جھاڑو دیتے ہیں۔ اپنے اونٹوں اور
بکریوں کے سامنے چارہ ڈالتے ہیں اُن کا دودھ دوہتے ہیں، مثل مزدوروں کے خندق کھودتے
ہیں مسجد کے کام میں ٹوکری ڈھوتے ہیں۔ دوسری طرف جسم کو اندرونی کثافتوں اور غلاظتوں
سے اس درجہ پاک و صاف رکھتے ہیں کہ پاس بیٹھنے والوں کو جسم مبارک سے خوشبو آتی ہے۔ ایک
طرف فتح خیبر کے بعد تک کچی اینٹ اور گارے کے مکان میں رہتے ہیں جس کا کل فرنیچر ایک چارپائی
اور پانی کی ٹھلیا ہے، دوسری طرف ہزاروں درہم اور دینار اپنے دست مبارک سے مجاہدین
میں تقسیم کرتے ہیں اور خود ہاتھ جھاڑ کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ پس آپ کی کفایت شعاری نہ مکان
اور جسم کی غلاظت کی موجب ہوتی ہے۔ نہ ایسی تنگدلی پیدا کرتی ہے جو اعزا اور احباب مسلمانوں
اور مسافروں کی کوفت کی باعث ہو۔ پس مبارک ہیں وہ لوگ جو مسلمانوں کے اس نازک

زمانہ میں آنحضرت صلعم کی اس سنت کو اختیار کرکے محض اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ اپنی قوم اور قوم کے بچوں کے لیئے کفایت شعاری کا نمونہ بنیں۔ اور اس زمانہ میں جو طریقے روپیہ کو پس انداز کرکے اُسے بڑھانے کے پیدا ہوگئے۔ سرمایہ داروں کی غلامی سے نجات دلائیں۔ وہ طریقے یہ ہیں کہ اپنا اور اپنے بچوں کے حسابات ڈاکخانوں اور بنکوں میں کھولیں۔ اپنی زندگی کا اور بچوں کا تعلیمی بیمہ کرائیں اپنے ہم قوم کاریگروں، کارگروں اور دوکانداروں کے لئے معین منافعہ پر روپیہ فراہم کرکے انھیں دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے نجات دلائیں اور انھیں اندھی ہونے سے بچائیں۔ یہی اس زمانہ کا اقتصادی فساد ہے۔ (اڈیٹر)

جرمنی کے ایک خط کا خلاصہ

بندہ ضلع گورداسپور کے ایک نہایت چھوٹے سے گاؤں کا رہنے والا ہے۔ اور ایک ایسے زمیندار خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ جو دو دیہات کا مالک و مالگزار ہے۔ تو میت کے لحاظ سے راجپوت پیشے کے لحاظ سے طبیب (ڈاکٹر) سالہا سال تک سرکاری ملازمت کے دوران میں نہایت ذمہ دار عہدوں پر ممتاز رہ چکا ہوں۔ قوم کو تجارتی کاروبار و صنعتی و حرفتی تشویق دلانے کی خاطر میں نے اچھی خاصی ملازمت کو خیرباد کہکر قریباً ۴ سال سے برلن میں مقیم اور تجارتی کاروبار میں مشغول ہوں میرا پتہ اس خط کے آخر میں بخط انگریزی تحریر ہے۔ اگر آپ کے احباب یا مسلم بھائیوں میں سے کوئی صاحب ہمارے ذریعہ سے اپنا مال خرید یا فروخت کرکے فائدہ اُٹھانا چاہیں تو ہم ہر طرح سے خدمت کے لیئے حاضر ہیں۔ لیکن شرط یہ ہو کہ فضول خط و کتابت جو فقط اطلاعات کے حصول اور مسوّدات کے جمع کرنے کی غرض سے ہو۔ اس سے ہم کو معذور رکھا جائے۔ حقیقی معنوں میں کاروباری اور مختصر جتنے بھی آویں ہم سب کی تعمیل کے لئے بسر و چشم حاضر ہیں۔ متعدد اجناس خام ایسی ہیں جو خاص مسلم سے متعلق ہیں ان کو یہاں پر فروخت کرکے اور ہندو تھوک فروشوں سے مال خرید کر ان کی جیبیں پر کرنے کی بجائے یہاں سے براہ راست ارزاں و بہتر مال خرید کر اپنی اقتصادی حالت کو جو صاحب بہتر بنانے کے لیئے ہماری خدمات سے بہرہ مند ہونا چاہیں اس کے لیئے ہم بدل و جان حاضر ہیں۔ کیا ہی بہتر ہو۔ اگر متمول اپنے بچوں کو صنعتی و حرفتی تعلیم کے لیئے جوق در جوق جرمنی کو روانہ کریں لیکن صرف ان نوجوانوں کو انتخاب کیا جو گریجویٹ ہوں اور حقیقی معنوں میں اس خاص کام کے لیئے اہل و قابل ہوں۔ نیز اپنے قومی و ملکی فرائض کا احساس

BHATTI & CO. KOMDT.-GES. Ritterstr. 91, Berlin S 42 (Germany)

مسلمان صنعت و تجارت میں کیوں پیچھے رہ گئے؟

یہ امر مسلمہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں تجارت، مسلمانوں کا مخصوص پیشہ تھا۔ رسول کریم صلعم کا ارشاد ہے عَلَيْكُمْ بِالتِّجَارَةِ فَإِنَّ فِيهَا تِسْعَةَ أَعْشَارِ الرِّزْقِ یعنی لازم پکڑو تم تجارۃ کو کیونکہ اس میں دس حصوں میں سے نو حصہ رزق ہے۔ صحابہ کرام کا اسی حدیث پاک پر عمل تھا اور قوم کے زیادہ لوگ تجارت میں مصروف تھے۔ مسلمانوں کی خلافت جب سلطنت میں منتقل ہوئی تو تجارت کے ساتھ صنعت اور ایجادات میں بھی بے پایاں ترقی ہوئی۔ چنانچہ انگلستان کے ایک غیر متعصب عالم انگرسول نے لکھا ہے کہ "مسلمانوں نے مختلف قسم کی گھڑیاں اور ان کے لنگر ایجاد کیئے۔ گندھک اور شورے کے تیزاب اور الکحال تیار کیئے وہ روئی، چمڑہ، کاغذ اور اسپات کے بڑے دستکار تھے"۔ یہ سب کچھ تھا مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ہنر مسلمانوں میں سے حرف غلط کی طرح کیوں مٹ گئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ انتہائے عروج کے زمانہ میں مسلمان عیش پرستی میں پڑ گئے۔ مگر جس عیش پرستی میں آج کل متمول قومیں پڑی ہوئی ہیں مسلمانوں کو اس کا کوئی حصہ بھی نصیب نہیں ہوا۔ پھر بھی وہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہیں۔ اب تو متمول اقوام کے ادنے سے ادنے افراد کو عیش پرستی کے وہ وہ مواقع حاصل ہیں جو مسلمان سرداروں کو بھی نصیب نہ ہوتے تھے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس وقت سے تنزل شروع ہوا جب سے کہ انھوں نے محنت ترک کر دی۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے تو اب تک بھی محنت و مشقت سے مونہہ نہیں موڑا۔ جبکہ وہ بالکل خاک میں مل رہے ہیں۔ کارخانوں میں جا کر دیکھیئے کون ہتوڑے بجا رہا ہے؟ مسلمان۔ منڈیوں میں جا کر دیکھیئے کون منوں غلہ کی بوریاں کمر پر رکھ کر ڈھو رہا ہے؟ مسلمان۔ پہاڑوں پر جا کر دیکھیئے کون چٹانوں کو کاٹ کر سڑکیں نکال رہا ہے؟ مسلمان۔ غرضکہ جتنے مشقت اور جانکاہی کے کام ہیں وہ سب مسلمان کر رہے ہیں تب بھی انھیں پیٹ بھر کر روٹی نہیں ملتی۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے نہ تجارت چھوڑی اور نہ صنعت بلکہ خود ان چیزوں نے مسلمانوں کو چھوڑ دیا۔ صوبہ متحدہ کا حال تو یہی معلوم ہے کہ یہاں صرف ۱۴ فی صدی مسلمان آباد ہیں مگر ۴۴ فی صدی یعنی اپنی آبادی سے تین گونے کاریگر ہیں۔ اور بعض ایسے ایسے

کاریگر ہیں کہ ولایت کی بنی ہوئی چیزوں کے مقابلہ میں مال تیار کرکے اُن پر انعامات کے مستحق ہوتے ہیں مگر نمائشوں میں یہ انعامات بھی اُنھیں لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں جن کے روپیہ سے یہ کاریگر اپنی زندگی کے دن پورے کرتے ہیں۔

دراصل صنعت اور ایجادات میں مسلمان نہ کبھی کسی سے پیچھے رہے اور نہ اب تک ہیں۔ البتہ جب سے دُنیا میں وسائل آمدورفت بڑھے اور صنعت و تجارت کا میدان وسیع ہوا تو یورپ کے سمجھدار لوگوں نے انفرادی کاروبار کو اجتماعی میں منتقل کردیا۔ پہلے زمانہ میں ہر شخص بقدر اپنی استطاعت کے صنعت و تجارت کرتا تھا۔ دائرہ وسیع ہوجانے اور دُنیا میں مقابلہ پیدا ہوجانے کی وجہ سے زیادہ زیادہ سرمایہ کی ضرورت ہونے لگی۔ پہلے زمانہ میں ایک شخص دوسرے سے صرف خوردونوش اور ذاتی ضرورتوں کے لئے قرض لیتا تھا نہ کہ تجارت کے لئے۔ اس لئے قرض دیئے ہوئے روپیہ پر اضافہ لینا ہر سوسائٹی اور مذہب میں ممنوع تھا۔ مگر اہل یورپ نے تجارتی اغراض کے لئے روپیہ قرض لینا اور روپیہ والے کو اپنے نفع میں سے ایک معین حصہ دینا شروع کیا۔ اور اُس کی مختلف صورتیں اختیار کیں جس نے یورپ کی صنعت و تجارت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کردیا حتیٰ کہ سلطنتوں کے وجود کا بھی اسی روپیہ کے کاروبار پر انحصار ہوگیا۔ چنانچہ سترھویں صدی کے شروع میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے کل ستر ہزار پونڈ کے مشترک سرمایہ سے تجارت شروع کرکے یہاں کی سلطنت حاصل کرلی اور آج وہ دنیا کی سب سے بڑی سلطنت ہے تاہم اُس کے خزانہ میں ایک پیسہ نہیں بلکہ وہ اپنی قوم کی اربوں روپیہ کی مقروض ہے۔ افراد قوم ایک ایک پیسہ جمع کرکے چھوٹے چھوٹے بنکوں میں جمع کرتے ہیں۔ جو ذی حیثیت ہیں وہ لاکھوں کروڑوں کے بانڈ گورنمنٹ سے خریدتے ہیں۔ اور گورنمنٹ سے معین منافعہ لیتے رہتے ہیں۔ گورنمنٹ قوم کے اس روپیہ سے ملک کی ترقی کے ہزاروں کام کرتی ہے اور اُس سے بنک آف انگلینڈ کو جو دنیا کا سب سے بڑا بنک ہے چلاتی ہے۔ اور اسی بنک کو اُس قوم کے لوگ اپنا بیت المال سمجھتے ہیں۔ جس میں ہردم روپیہ تجارت و صنعت اور مختلف سلطنتوں کو قرض دینے کے ذریعہ سے بڑھایا جاتا ہے۔ سوء اتفاق سے مسلمانوں نے اپنی سلطنت کے زعم میں اس جدید طریقہ کو اختیار نہیں کیا۔ جس سے ایک ایک کرکے اُن کی سب سلطنتیں ختم ہوگئیں اور جو باقی ہیں اُن میں بھی متمول ممالک کے سرمایہ دار گھسے ہوئے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں اخبارات میں شائع ہوا تھا کہ انگورہ کی سلطنت میں ریلیں۔ نہریں وغیرہ کے کام اہل یورپ کے سرمایہ سے چل رہے ہیں۔ غرضکہ جبتک کہ مسلمان افراد انفرادی اور اجتماعی طور پر روپیہ کا کاروبار اختیار نہ کرینگے کوئی اُمید نہیں کہ اُن کا قومی وجود دُنیا میں قائم و محفوظ رہ سکے۔

ایڈیٹر

مسلمانوں کیلیے بہترین موقع

اور

صرف چند ماہ کی مہلت

مسلمانوں میں مدت سے یہ رونا ہی کہ بازاروں اور منڈیوں میں اُن کی دوکانیں کم ہیں۔ شہر میں جب ہندو مسلمانوں میں بلوہ یا فساد ہوتا ہی تو ہندو بازار بند کر دیتے ہیں جس سے غریب مسلمانوں کو کھانے پینے کی چیزیں تک نہیں ملتیں اور وہ پریشان ہوتے ہیں۔ پچاس سال سے تو ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر بلوے میں مسلمانوں کی کچھ دوکانیں کھلتی ہیں اور کچھ عرصہ بعد ختم ہو جاتی ہیں اور برائے نام اُس بلوے کی یادگار میں کہیں کہیں کوئی ایک آدھ دوکان باقی رہ جاتی ہی اور جو باقی رہتی ہی اُس میں بھی جو کچھ سامان ہوتا ہی وہ مسلمانوں کی بے زری کی وجہ سے سودی قرضہ سے فراہم کیا ہوا ہوتا ہی جس کی وجہ سے نفع کا بڑا حصہ مہاجن کے سود میں جاتا ہی اور محض بقدر قوت لایموت کے دوکاندار کو کچھ بچ رہتا ہی۔

چند سال سے ہندو مسلمانوں میں اختلافات زیادہ بڑھ رہے ہیں جس کی وجہ سے مسلمانوں میں یہ تحریک ہو رہی ہی کہ وہ کھانے پینے کی چیزوں میں ہندوؤں سے اسی طرح پرہیز کریں جس طرح کہ ہندو مسلمانوں سے کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے دودھ دہی اور مٹھائی اور چاٹ کی دکانیں مسلمانوں کی جداگانہ کھل رہی ہیں مگر چونکہ بالعموم اُن کے سرمایہ کا انتظام نہیں ہی اس لیئے مسلمان دوکاندار ہندوؤں سے قرض لیکر دوکانوں میں لگاتے ہیں اور ایسی دوکانوں کا جو خاص ہندوؤں سے بچنے کے لیئے کھولی گئی ہیں اُن کے منافع کا بڑا حصہ سود کی شکل میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں پہونچتا ہی اور جو غرض اپنی دوکانیں کھول کر دیگر اقوام کے سرمایہ داروں سے مستغنی ہونے کی ہی وہ مسلمانوں کو حاصل نہیں ہوتی۔ ہم مدت سے مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ وہ مرض کا اصلی علاج کریں اور سب سے اول مسلمان دوکانداروں کے لیئے اپنی قوم کا روپیہ فراہم کریں اور دوکانداروں کو مضاربت برقم معین۔ یا معین منافعہ یا تجارتی سود پر

روپیہ دیکر انھیں دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے نجات دلائیں۔

آج کل ہندو مسلمانوں میں جس درجہ منافرت ہوئی ہے ہماری زندگی میں کبھی نہیں ہوئی جو ہمارے اور سب کے نزدیک کل قوم اور ملک کے لئے سراسر مضر ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں اگر صحیح طریقہ پر مدافعانہ جنگ کی جائے تو اس سے مسلمانوں کو یہ فائدہ ہو سکتا ہے کہ وہ مالی اعتبار سے دیگر اقوام سے مستغنی ہو جائیں۔

چونکہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے پیشوا کی عزت پر ہاتھ ڈالا ہے اس لئے مسلمانوں میں اس وقت سخت ہیجان ہے اور وہ ہر قسم کی مدافعانہ جنگ کے لئے تیار رہیں اور وہ جا بجا اپنی ہر قسم کی دوکانیں کھول رہے ہیں۔ مگر چونکہ وہ سرمایہ کا انتظام نہیں کرتے اس لئے ان دوکانوں کا بھی وہی حشر ہونے والا ہے جو ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے۔ اول تو کوئی فرقہ وارانہ جنگ زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہتی اور ہندوستان میں اتفاق اور نفاق کی یکے بعد دیگرے لہریں آتی رہتی ہیں۔ ایک وقت ہندو مسلمان ایک دوسرے کا سر پھوڑتے ہیں۔ پھر جب اتفاق کا دور آتا ہے تو مثل بچھڑے ہوئے عزیزوں کے گلے ملتے ہیں حتیٰ کہ بعض وقت بغیر کسی ضرورت کے ایک دوسرے کا جھوٹا پانی پینے لگتے ہیں جیسا کہ امرتسر اور لاہور کے گزشتہ بلووں میں ہوا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمان نہ امن کے زمانہ میں اپنی مالی حالت حقیقی معنوں میں درست کرتے ہیں اور نہ فساد کے زمانہ میں اور روز بروز قعر ذلت میں گرتے چلے جاتے ہیں اور اندیشہ ہے کہ آئندہ اُن کی وہ حالت نہ ہو جائے کہ کوئی قوم انھیں دوستی یا دشمنی کرنے کے قابل ہی نہ سمجھے۔

بہر حال اس وقت ہندو مسلمانوں کی باہمی جنگ معمول سے زیادہ عرصہ تک رہتی ہے اور عام طور پر لوگوں کی اور خود ہماری دلی تمنا ہے کہ یہ باہمی کشمکش ختم ہو جس کے آثار نمایاں ہیں۔ چنانچہ حال میں امرتسر میں باہمی اتحاد کی تحریک ہوئی ہے اور شاہی کمیشن کی آمد کا چونکہ عنقریب اعلان ہونے والا ہے اس لئے امید ہے کہ ان اختلافات کا جلد خاتمہ ہو جائے گا جو ملک کے لئے ہر طرح مفید ہوگا مگر مسلمانوں کے لئے اس کا ایک ناقص پہلو یہ ہے کہ اتحاد ہونے پر مسلمان پھر پاؤں پھیلا کر عرصہ تک کیلئے سو جائیں گے اور اپنی مالی حالت سے غافل ہو جائیں گے اور اندیشہ یہ ہے کہ کبھی آئندہ پھر اٹھنے کے قابل ہی نہ رہیں۔ اس لئے میں جملہ مسلمان رہنمایان قوم کی خدمت میں مستدعی ہوں کہ وہ ان چند ماہ کو غنیمت سمجھ کر جلد سے جلد مسلمانوں میں روپیہ کا کاروبار جاری کرنے کی کوشش کریں۔ کوئی دوکان اُس وقت تک نہ کھولی جائے جبتک کہ اُس کے لئے خود آپس میں مسلمانوں کا روپیہ معین

منافع یا تجارتی سود پر لیکر اُس میں نہ لگایا جائے۔ تجارتی اغراض کے لیئے ہر ضرورتمند مسلمان کے واسطے بازاری بلکہ اُس سے بھی کم شرح سود پر روپیہ فراہم کیا جائے۔ کوآپریٹو اسٹور کوآپریٹو سوسائٹیاں اور بنک اور مہاجنی کی کوٹھیاں اور صرافہ کی دوکانیں کھولی جائیں۔ اور جو قوت بغیر سرمایہ کے انتظام کے اپنی دوکانیں کھولنے اور چھوت چھات کے خیالات پھیلانے میں صرف کی جارہی ہے وہ خود مسلمانوں میں ایک دوسرے کے ساتھ روپیہ کا کاروبار کرنے کا رواج دینے میں صرف کیجائے جبکہ ہندو مسلمانوں کو روپیہ قرض دینے سے ہاتھ کھینچ رہے ہیں اس وقت کوئی ثواب کا کام اس سے زیادہ نہیں ہے کہ مسلمان کاشتکاروں، کاریگروں اور دوکانداروں کو روپیہ دیکر اُنھیں دوسروں کے زیربار نہ ہونے اور ندھی ہونے سے بچایا جائے۔ آج کل جو کوششیں مسلمانوں میں کی جارہی ہیں کہ مسلمان ہندوؤں سے خریداری سامان اور تجارتی تعلقات بند کردیں یہ باتیں ہرگز چلنے والی نہیں ہیں اگر کوئی چیز چل سکتی اور کامیاب ہوسکتی ہے تو وہ صرف روپیہ کا کاروبار کرنے کی تحریک ہے۔ بس جتنے علمائے کرام سے ملا ہوں اور مسلمانوں کی اس ضرورت کا اُن سے میں نے تذکرہ کیا ہے اُنکو بالعموم میں نے اس بارہ میں ہمدرد پایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قوم میں روپیہ کے کاروبار کی تحریک چل رہی ہے۔ مگر اُس کی رفتار بہت سست ہے بس عین وقت ہے کہ ہمارے علمائے کرام جو اس مسئلہ کو سمجھے ہوئے ہیں اور اس بارہ میں ہم سے متفق ہیں میدان میں آکر مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کر کے اُنھیں تجارت و صنعت میں مستغنی کردیں۔ اگر ان چند ماہ کو مسلمانوں نے کھودیا تو اُمید نہیں کہ عرصہ تک ایسا موقع پھر حاصل ہو (ایڈیٹر)

سود مند کی ہمدردی کا دلی شکریہ اصحاب ذیل قبول فرمائیں

نمبر۱۔ عالیجناب منشی عبدالرحمٰن صاحب گدگ۔ دھارواڑ

نمبر۲۔ عالیجناب منشی محمد ابراہیم صاحب مرادآباد

نمبر۳۔ عالیجناب منشی عبدالرحمٰن صاحب نلوی

نمبر۴۔ عالیجناب چودھری اشتیاق احمد صاحب بریلوی۔

نمبر۵۔ عالیجناب مسٹر ظفر الحسن صاحب منیجر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

اکتوبر نمبر ۱۹۲۷ء

سود مند کانفرنس کی مصروفیتوں کے سبب سے دیر میں شایع ہو رہا ہے لیکن اُمید ہے کہ سود مند کانفرنس کی کارروائی جو ناظرین نومبر کے سود مند میں دیکھیں گے اس سختی انتظار کی تلافی کرویگی۔ (منیجر)

مسلم نگر کی بربادی

بارہ نگری کے نام سے چند بستیاں پہاڑوں کی چوٹیوں پر صدیوں سے آباد ہیں۔ نیچے ایک ندی بہہ رہی ہی جو بالعموم پایاب رہتی ہی اور لوگ آسانی سے اُس میں سے گزر سکتے ہیں مگر بارش کے وقت پانی اس قدر بڑھ جاتا ہی کہ جب تک تیرنا نہ آئے اُسے پار کرنا مشکل ہی۔ ندی کے دوسرے کنارہ ایک بڑا شہر ہی جو میلوں تک چلا گیا ہی آباد ہی جس میں ہر قسم کا کاروبار ہوتا ہی۔ اس بارہ نگری کے لوگ شہر کی ضرورت کی چیزیں دیہات سے لیجاکر اور وہاں دوکانداری نوکری اور مزدوری کرکے اپنی بسر اوقات کرتے رہتے ہیں۔ ان گاؤں کے لوگوں کو چونکہ روزانہ ندی پار کرنی پڑتی ہی اور بہار پر بارش کی وجہ سے چونکہ اکثر پانی بڑھ جاتا ہی اس لئے بچے سے لیکر بوڑھے تک سب خوب تیرنا جانتے تھے۔ تاہم چونکہ تیر کر جانے میں بڑی تکلیف ہوتی تھی اس لئے چند دیہات کے لوگوں نے اول اول تو لکڑی کے پُل بنا لئے اور جب پُلوں پر چلنے سے اُن دیہات کی آمد و رفت میں سہولت اور کاروبار میں ترقی ہوئی تو اب اُنھوں نے اپنے اپنے گاؤں کے سامنے پکے پُل بنا لیے ہیں جن سے اُن کا بہت سا وقت جو ندی پار کرنے کی مصیبت میں صرف ہوتا تھا اور شام کو اندھیرے کے خوف سے جلد لوٹنا پڑتا تھا یہ سب وقت دوکانوں پر صرف ہوتا ہی۔ بعض دکاندار تو اس قدر خوشحال ہو گئے ہیں کہ اُن کے پاس موٹر کاریں ہیں۔ رات کے بارہ بجے تک دوکانوں پر بیٹھتے۔ کلبوں اور جلسوں میں شریک ہوتے اور پھر موٹر میں بیٹھ کر گھر آجاتے ہیں۔ مگر ان دیہات میں سے مسلم نگر کے لوگ ابتک لکیر کے فقیر چلے جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نہ کبھی ہمارے بڑوں نے پُل بنایا نہ ہم بنائیں۔ روزانہ پیدل چلنے اور ندی میں تیر کر نکلنے سے ہمارا جسم خوب مضبوط رہتا ہی۔ ہم نے پُل بنالیا تو ہم بھی آرام طلب ہو جائیں گے۔ عیش پرست ہو جائیں گے جب تک پُل نہ بنے تھے تمام بارہ نگری کی حالت قریباً یکساں تھی۔ مگر جب سے پُل والوں کو ترقی کے زیادہ مواقع مل گئے ہیں، مسلم نگر کے لوگ دوکانداری اور کاروبار میں اُن کا مقابلہ کسی طرح نہیں کر سکتے اور عرصہ سے روز بروز گرتے چلے جاتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کی عظیم الشان دوکانیں ہو گئیں جن میں صاحب لوگ معمولی چیزوں سے لیکر زیور و جواہرات تک خریدنے آتے ہیں۔ اور مسلم نگر کے لوگوں کی نوبت یہاں تک ہو گئی ہی کہ ان میں سے جو خوشحال ہیں وہ چند کھلونے اور بٹن وغیرہ لیکر دوکانوں کے چھجوں کے نیچے بیٹھے

ہیں، باقی ماندہ لوگ اب مجبوراً دوکانداری چھوڑکر نوکریاں کرنے لگے اور جنھیں نوکری یا مزدوری بھی نہیں ملتی۔ ان میں سے بعض افلاس کی وجہ سے شدھ بھی ہو رہے ہیں۔ دوسرا نقصان انھیں یہ ہوتا ہے کہ باوجودیکہ خوب تیرنا جانتے ہیں تاہم ہر سال کچھ نہ کچھ برسات کے موسم میں جبکہ ندی کے پانی میں زور ہوتا ہے بہہ جاتے ہیں۔ چوٹیں کھاتے ہیں۔ مگر وضعداری نباہنے کے لیئے پل بنانے پر کسی طرح آمادہ نہیں ہوتے۔

البتہ ایک بات ان میں ضرور مدتوں سے چلی آتی ہے کہ چونکہ ہر روز انھیں جسمانی محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے اس لئے جب لڑائی جھگڑا ہوتی ہے تو اپنے حریف کی خوب کُندی کرتے ہیں۔ اگرچہ لڑائی کے بعد چونکہ عدالت میں پیروی کرنے کے لیئے ان کے پاس ٹکہ نہیں ہوتا اس لیئے سزائیں بھی خوب خوب پاتے ہیں۔ مگر اب تو زیادتی افلاس کی وجہ سے ان کے لڑائی کے حوصلے بھی روز بروز پست ہوتے جاتے ہیں۔ اور اب تو ان کے حریفوں نے خود انھیں نوکر رکھ کر کشتیاں اور کرتب سیکھ لیئے ہیں اور اکھاڑے قایم کرلیئے ہیں اور لڑائی کے لیئے پوری تیاری کر رہے ہیں۔ اب نہ معلوم اس جدید تمدن کے دور میں ان کی آئندہ نسلوں کا کیا انجام ہونے والا ہے

اب سوال یہ ہے کہ یہ پل جس کے نہ بنانے کی وجہ سے مسلم نگر کے لوگ برباد ہیں کیا چیز ہے؟ یہ اس زمانہ کا تجارتی سود اور روپیہ کا کاروبار ہے جس سے مسلمان بہ حیثیت قوم کے محترز ہیں اور اُسے ابتک ربا کا جو جملہ ادیان و اقوام میں ہمیشہ سے حرام تھا۔ اور اب تک ہی مرادف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ تجارتی سود، ربا سے قطعاً مختلف چیز ہے حتےٰ کہ اب تو بعض علماء کرام نے تجارتی سود کے جواز کے یہاں تک فتوے دیدیئے ہیں کہ اُسے وصول کرکے مسجد، مدرسہ اور کارخیر میں دے دینا جائز ہے جنھیں فتاوے دیکھنا ہو منیجر صاحب سود مند بدایوں سے منگالیں۔

یہی تجارتی سود اس زمانہ کے کاروبار کی روح اور جان ہے۔ بغیر اُس کے نہ دوکانداری سرسبز ہوسکتی ہے اور نہ ٹھیکہ داری بمبئی۔ کلکتہ میں جو مسلمان لاکھوں کا کاروبار کرتے ہیں اور غریب مسلمانوں کے نزدیک ملک التجار نظر آتے ہیں اُن میں سے جو تجارتی سود دینے سے بچتے ہیں وہ بھی دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کے ایسے ہی غلام ہیں جیسے کہ غریب کاریگر جو دو روپیہ کا اُدھار سامان لاکر تیار کیا ہوا مال مہاجن کے سپرد کردیتے ہیں کہ وہ اُس کے جو دام چاہے لگائے غرضکہ نہ صرف مسلم نگر کے مسلمان بلکہ تمام ہندوستان کے ہر طبقہ اور ہر پیشہ کے مسلمان محض تجارتی سود کو ناجائز سمجھنے کی وجہ سے برباد اور پریشان حال ہیں۔ اور اُس پریشانی کے جتنے علاج

سودمند بدایوں

سوچتے ہیں اور اُن پر عمل کرتے ہیں۔ اُنھیں اصل مرض سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ اسی لئے سب بھٹک رہے ہیں۔ اور بھٹکتے رہیں گے جب تک کہ یا تو زمانہ انھیں خود صحیح علاج بتا دے یا ختم کردے مگر ہمیں مایوسی کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی جبکہ سودمند کی کوشش سے مسلمانوں میں روپیہ کا کاروبار جاری ہو رہا ہے۔ اور ہر طرف سے خوشخبریاں آرہی ہیں کہ ہم نے کوآپریٹو سوسائٹی قایم کی تھی جس سے گاؤں کے لوگ اب مہاجن کے اثر سے نکل گئے۔ کوئی لکھتا ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ خود ہم نے یہ انتظام کر لیا ہے کہ محلہ کا کوئی زیور یا برتن مہاجن کے ہاں رہن ہونے کو نہ جائے۔ خود آپس میں ہم نے اس کا انتظام کر لیا ہے۔ کوئی لکھتا ہے کہ جو بیج سودمند نے ڈالا تھا اُس سے اچھا خاصا باغ تیار ہو گیا ہے۔ کتنے مسلمانوں نے دوسرے مسلمانوں کو معین منافعہ پر روپیہ دے کر دوکانیں کھلوادی ہیں جو خوب چل رہی ہیں۔ اگر یہ رفتار جاری رہی تو چند سال میں مسلمان انشاءاللہ اس قابل ہو جائیں گے کہ بازاروں اور منڈیوں میں کسی سے مار نہ کھائیں۔ اور زندہ قوموں میں شمار ہونے لگیں

(طفیل احمد)

نمائش کی ریل

ایسٹرن بنگال ریلوے نے ایک عجیب و غریب اور نہایت مفید ترین ریل تیار کی جس میں مختلف محکموں کے سامان کے لئے ایک ایک بوگی یعنی بڑی گاڑی دی گئی تھی۔ ایک بوگی میں حفظان صحت کا سامان دوسری میں زراعت تیسری میں صنعت چوتھی میں امداد باہمی پانچویں میں شفاخانہ حیوانات چھٹی میں تعلیمی سامان اور ساتویں میں چار کی تجارتی کمپنی۔ اور بعض تجارتی کمپنیوں کا سامان مرتب کیا تھا۔ اور ٹرین کا کل خرچ مختلف محکمہ جات اور کمپنیوں کے درمیان تقسیم کر لیا گیا تھا۔ اس ٹرین نے ایک ماہ میں ۲۹ مقامات کا دورہ کیا اور ہر مقام میں صبح سے شام تک قیام کر کے لکچروں اور سنیما کے ذریعہ سے ہر شعبہ کا مظاہرہ کیا۔ جن میں ہزاروں آدمی جمع ہو کر فائدہ اُٹھاتے تھے۔ اور عورتیں بھی بکثرت آتی تھیں۔ اس نمائش میں انجمنہائے امداد باہمی کے متعلق بارہ تماشے ایسے مرتب کئے گئے تھے جن میں یہ دکھایا گیا تھا کہ وہ ان انجمنوں میں شریک ہونے کی وجہ سے بربادی اور تباہی سے کس طرح بچ گئے۔ ہر محکمہ کا خرچ ۶۵۰ روپیہ پڑا۔ اور چونکہ ڈیڑھ لاکھ آدمیوں نے ہر محکمہ سے فائدہ اُٹھایا اس حساب سے گویا ایک روپیہ میں ۲۳۰ آدمی مستفید ہوئے۔

ہماری اقتصادی ابتری اور سود

(از چوہدری ولی محمد صاحب گوہیر (علیگ) بغداد)

سود دینے کے بُرے نتائج

سود کی صورت میں مسلمانوں کا جس قدر روپیہ ہر سال غیرمسلموں کے قبضے میں چلا جاتا ہے۔ اس کا صحیح اندازہ لگانا تو مشکل ہے لیکن اس قدر ضرور کہا جا سکتا ہے کہ مسلمان جس قدر روپیہ شادی وغم کی تقریبات اور بچوں کی تعلیم و تربیت میں صرف کرتے ہیں۔ ان کا اس سے کم از کم تین گُنا روپیہ سود کی شکل میں غیروں کے ہاں چلا جاتا ہے۔ لودھیانہ، جالندھر اور بعض دیگر مقامات میں میں نے خود دیکھا ہے کہ مسلمانوں کی بڑی بڑی جائدادیں سود کے ہیر پھیر میں کوڑیوں کے مول ساہوکاروں کے قبضے میں چلی گئیں اور ابھی تک یہ سلسلہ بزور جاری ہے۔ برسوں کی سود در سود کی ادائگی نے مسلمانوں کی اقتصادی اور مالی حالت کو اس قدر کمزور کر دیا ہے کہ وہ اب تجارت اور دوسرے کاروبار میں بھی ہمسایہ اقوام کے مقابلہ سے عاری نظر آتے ہیں۔

بظاہر دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مسلمان دُنیا میں ناموس الٰہی کے محافظ ہیں اور خلافتِ خداوندی کے نصب و قیام کے لیئے پیدا ہوئے ہیں، لیکن اصلیت دیکھو تو پاؤگے کہ ایک معمولی غیرمسلم سود خوار "ساہوکار" صدہا مقتدر مسلمانوں کو انگلیوں پر نچاتا ہے۔ اُن کے مال و متاع اور کمائی کو سمیٹ لیجانے کے علاوہ اس اقتدار اور دبدبہ کے ساتھ اُن پر حکومت کرتا ہے۔ جو سرکاری افسروں کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔

سیاسی اور تمدنی لحاظ سے بھی یہ حالت نہایت خطرناک ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ میونسپل کمیٹیوں ڈسٹرکٹ بورڈوں اور عام قانونی کونسلوں کے انتخاب میں مسلمان رائے دہندگان (ووٹر) غیرمسلم قرض خواہوں کے دباؤ سے اپنی راؤں کا آزادانہ استعمال نہیں کرسکتے۔ اور اسی طرح میونسپل کمیٹیوں اور کونسلوں کے بعض ممبر اور سرکاری ملازم بھی خارجی دباؤ کے باعث اپنے فرائض کو درست طور پر انجام دینے سے قاصر ہیں۔

کیا سود دینا اور لینا یکساں حرام ہے؟ ہندوستان میں مسلمانوں کے لیئے سود لینا تو قطعی

حرام کر دیا گیا ہے۔ لیکن سود دینا جو سود لینے سے بدرجہا زیادہ مہلک ہے۔ زبانی طور پر تو حرام خیال جاتا ہے مگر عملی طور پر بالکل جائز اور مباح سمجھا جاتا ہے، اور اس طرح ہمارے علماء، فضلا، مفتی جاگیر دار نہایت اطمینان قلب سے غیر مسلموں کو سود ادا کر رہے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ اس سے ان کی ضمیر پر اسلامی احساس پر ذرا چوٹ نہیں لگتی۔ انھیں اپنی گنہگاری کا کچھ بھی احساس نہیں ہوتا۔ اور وہ بھولے سے بھی یہ خیال نہیں فرماتے ہیں کہ وہ شرعاً اُن سود خوار مسلمانوں سے بہت زیادہ قابل ملامت ہیں۔ جن پر ہر وقت فتووں کی بوچھار ہوتی رہتی ہے اس وقت حالت یہ ہے کہ تمام اسلامی سلطنتیں اپنے قرض کے لین دین میں برابر سُود دیتی اور لیتی ہیں۔ مصر، عراق عرب اور حجاز کے اکثر شہری اور غیر شہری عرب سودی لین دین رکھتے ہیں۔ اکثر سرحد اور افغانستان کے مسلمان بھی سود لیتے اور دیتے ہیں۔ دائرہ الایتام (کورٹ آف وارڈز) اور دیگر ایسے ہی کاموں اور لین دین میں ایک خاص حد تک سود شرعاً جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کو "قانون نظامی" کہتے ہیں۔

سود دینا زیادہ جرم ہے اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ معاشرتی امور کے متعلق اس کی تعلیم اور تلقین عام انسانی ضروریات کے مطابق ہے۔ اسلام کسی ایسی چیز کا حکم نہیں دیتا جس پر انسانوں کے لئے کاربند ہونا مشکل یا غیر ممکن ہو۔ ہندوستان کے عام حالات اور غیر مسلموں اور مسلمانوں کے اقتصادی اور مالی تعلقات ایسے ہیں۔ جن میں ہمارے علماء کو سود لینے کی نسبت سود دینے کی بہت زیادہ مذمت کرنی چاہیئے۔ اگر ہم سود دینے کو ایک شرعی گناہ سمجھیں اور مذہبی فرض کے طور پر اُسے ترک کر دیں تو قوم کی جائداد اور آمدنی محفوظ ہو جاتی ہے اور ایسی حالت میں سود کے جواز پر زور دینے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہ جاتی لیکن ایسی "شریعت" کو تو کوئی شخص بھی نہیں سمجھ سکتا جس میں سود دینے والوں کو تو معاف کر دیا گیا ہے اور سارا زور لینے والوں کے خلاف صرف ہو رہا ہے۔ میں ان بزرگوں سے درخواست کرتا ہوں، جو آئے دن اپنی غیر معمولی اجتہادی قوت سے کام لیکر باہمی کفر و تکفیر میں مشغول رہتے ہیں یا اسلامی خلافت اور سیاست کی تحفظ کے لیئے عالمگیر جدوجہد میں لگے رہتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ کی مناسب چھان بین کر کے مسلمانوں کی نجات اور سلامتی کی کوئی سبیل نکالیں،

کہا جاتا ہے کہ گناہ کی حیثیت سے سُود لینا اور دینا دونوں برابر ہیں، اگر یہ سچ ہے تو پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آج کل سود لینے والوں کو کیوں اس قدر بُرا سمجھا جاتا ہے؟ اور سود دینے والوں کی بات نہیں پوچھی جاتی ہے حالانکہ اسلامی اور ملکی مفاد کے لحاظ سے اس وقت سود دینا اُس کے لینے سے بدرجہا بدتر اور نقصان دہ ہے۔ سود دینے سے مسلمانوں کی دینی گنہگاری تو قائم ہے لیکن اس کے

ساتھ وہ دُنیاوی طور پر بھی پست سے پست تر ہوتے چلے جا رہے ہیں - اور اپنی آبائی اور موروثی جائداد کے بہت بڑے حصے کو غیر مسلموں کی نذر کر چکے ہیں - اگر سود لینا صرف دینی گناہ ہے تو میں کہونگا کہ موجودہ حالت میں غیر مسلموں کو سود دینا دینی اور دُنیوی لحاظ سے گناہ پر گناہ ہے - کیا ہمارے مقتدر علما اس اہم مسئلہ کی طرف متوجہ ہوں گے؟

تاریخ راجگان ہند الموسوم بہ وقایع راجستان

یہ معمولی اشتہاری کتاب نہیں ہے بلکہ کشور ہندوستان کے لئے بمنزلۂ آئینۂ جہاں نما ہے - یہ ایک مرقع ہے جس میں اُن غیر ملکی اقوام و ملل کی سچی اور جیتی جاگتی تصویریں نظر آتی ہیں جو باہر سے آئیں - اصلی باشندگان ہند کو مغلوب کر کے اقطاع ملک پر قابض ہوئیں اور ہندوستان میں رہ کر "ہندو" کہلانے لگیں ان کے بعد یونانیوں کی یورش - مسلمانوں کی آمد - سلطنت اسلامیہ کا کمال و زوال انگریزی راج کا قیام وغیرہ وغیرہ از ابتدا تا انتہا مفصل حالات درج ہیں - یہ ایک سنیما ہے جس میں رزم بزم جدال و قتال - روایات و رسوم - تاریخی و جغرافیائی حالات وغیرہ مفصلاً تا زمانہ حال درج کئے گئے ہیں - اس کتاب کی تالیف و تدوین میں ہندوستان کے بیش بہا کتب خانوں سے مدد لی گئی ہے اور محقق و علامہ مولف نے کرنل ٹاڈ اور دیگر متعصب مورخین کی دروغبافیوں کا جواب نہایت شرح و بسط اور دلائل قاطع سے دیا ہے -

شدھی اور سنگھٹن پر کاری ضرب

لگانے کا حربہ اگر آپ کو درکار ہو، تو وہ بھی آپ کو بہ تعداد کثیر اس کتاب میں مل سکے گا -

باایں ہمہ صفات قیمت ۶؎ رعایتی صرف ۵؎

ہمدم بک ایجنسی کی مکمل فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ ہوگی -

مینیجر ہمدم بک ایجنسی بدایوں

بڑھاپا داماد کے گھر

بنیاد علی کے والد بزرگوار سرفراز علی کا جس وقت انتقال ہوا تو علاوہ دیگر اثاث البیت کے ساٹھ تولہ طلا چھوڑا اور دو پختہ مکان رہائش کے لئے لیکن ناز پروردہ سعادت مند فرزند ارجمند نے اس قدر لاپروائی اور فضول خرچی اختیار کی جو حد تحریر و تقریر سے باہر ہے۔ اپنی زندگی کا بڑا مقصد عیش و تنعم ہی کو قرار دیا اور کسی کاروبار میں پڑنا فضول و ناگوار سمجھا۔ خدا کے فضل و کرم سے تین دختر اور ایک فرزند ہوئے مگر کیا مجال کہ اولاد کی پرورش و تربیت کا کچھ بھی خیال ہو۔ کچھ روز خوب دل کھول کر گلچھرے اڑائے بالآخر جو نقد تھا وہ سب برابر ہو گیا اور اثاث البیت کے فروخت کرنے کا نمبر آیا۔ اثاثہ بھی ختم ہوا تو قرض کی نوبت آئی۔ اول اول تو ہمسایوں نے کچھ حق ہمسائگی ادا کیا مگر کب تک؟ آخر کار چار و ناچار ایک برہمن ساہوکار سے ایک روپیہ سیکڑہ ماہوار پر پچاس روپیہ بذریعہ تمسک قرض لئے۔ ہوشیار ساہوکار کچھ عرصہ تک خاموش رہا لیکن جب میعاد ختم ہونے کے قریب آئی تو دوسرا تمسک بدل دیا گیا ادائگی کی یہاں کیا سبیل تھی آخرکار نالش ہوئی اور دونوں مکان نیلام ہو گئے اور خانماں ویران کو سر ٹیکنے کے لئے گز بھر جگہ بھی نہ رہی پھر دختران بالغ ہو گئیں ان کی شادی کی فکر نے اور بھی پریشان کیا اور قرض کی فکر دامنگیر ہوئی مگر اب آئے کہاں سے اور دے کون؟ مگر ناک کٹنے کی فکر ہو ہان روح تھی۔ بالآخر کسی تدبیر سے پھر کچھ قرض مل گیا اور ایک دختر کی شادی کا فرض ادا ہو گیا لیکن اب ادائیگی ہو تو کس طرح۔ ملازمت کے لائق نہ تو علم نہ عمر دستکاری میں عیب تجارت کے لئے نہ اثاثہ نہ سلیقہ۔ آخر کار داماد فرخندہ نہاد کو وہ قرض ادا کرنا پڑا گویا دوسرے معنوں میں دختر فروشی کی گئی۔ بقیہ اولاد کی شادی میں مجبور محض تھے صرف نوشہ کو بلا کر اور دو بول پڑھوا کر سبکدوش ہو گئے مگر فرزند کے لئے یہ بھی نہ کر سکے مگر خدا کا شکر ہے لڑکا ملازم ہو گیا اور اپنے قوت بازو سے اس نے شادی بھی کر لی۔ اب دونوں داماد اور ایک فرزند تین شخص کافی امداد حسب توفیق دیتے ہیں لیکن پھر بھی گزر نہیں ہوتی ہر مہینہ سود کا تقاضہ سر پر سوار رہتا ہے اصل کا کیا ذکر ہے۔

اگر کوئی بہی خواہ نصیحت کرتا ہے کہ کفایت شعاری اختیار کرو تو جواب دیتے ہیں کونسا خرچ کم کر دوں چائے چھوڑ دوں؟ پان نہ کھاؤں؟ حقہ نہ پیوں؟ گائے کا گوشت مضر ہے مجبوراً بکری کا گوشت لینا ناگزیر ہے مگر ایک سیر سے کم میں بھلا ہونا ممکن نہیں۔

اب ماہانہ خرچ خانگی کا حساب ملاحظہ ہو۔ ہر مہینہ بنیئے کی دُکان سے اچاپت اُٹھتی ہے مگر ادائیگی محال اور ۱۰ روپیہ سود لازمی۔ چند ماہ بعد کافی رقم ہو جانے اور نہ دے سکنے پر مہاجن لت سے انکار کر دیتا ہے تو داماد اور فرزند کو مطلع کیا جاتا ہے قہر درویش برجان درویش مجبور ہو کر ادا کرتے ہیں یہ کیفیت جب ہی ہے جبکہ بفضلہ ایک داماد کوتوال دوسرا ہیڈ کانسٹبل اور فرزند نہر میں امین ہے کبھی کبھی تینوں دق اور پریشان ہو کر لیت و لعل سے کام لیتے ہیں تو بڑے میاں کو زندگی کا لطف آجاتا ہے۔ کیا کریں مجبور ہیں یہ حالت ہو جاتی ہے ع

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

تھوکے ہیں کئی رونے کے ترستے دہاں ہیں ۔۔۔ وہ روٹیاں کھلواؤ کہ ہم مرثیہ خواں ہیں

نہ رہنے کو گھر ہے نہ کھانے کو روٹی لہذا ناظرین اس سچی اور چشم دید داستان سے عبرت حاصل کریں اور وہ روش اختیار کریں کہ ایسے دن دیکھنے نصیب نہ ہوں اگر ساٹھ تولہ سونے کو یہ کمائی و محنت کرکے تجارت کرتے یا جائداد خرید لیتے اور قرض و اسراف سے بچ کر اعتدال و میانہ روی سے چلتے اور کفایت شعاری سے کام لیتے تو آج یہ ذلت آمیز نوبت کیوں آتی۔

اب جب سب دروازے بند ہو گئے اور تنگ دستی کی کوئی صورت نہیں رہی تو آج اس دُختر کے ہاں کل دوسری کے ہاں کبھی فرزند کی سسرال میں گزارتے ہیں۔ اس موقعہ پر چند اشعار سعادت یار خاں رنگین کے یاد آئے ہیں۔

بھائی میرا جس گھڑی مرنے لگا ۔۔۔ یوں وصیت مجھ کو وہ کرنے لگا

چار چیزوں کو نہ تھوڑا جانیو ۔۔۔ اس نصیحت کو ہمیشہ مانیو

ایک تو ڈرنا ہمیشہ قرض سے ۔۔۔ جانیو اس کو زیادہ فرض سے

دہر میں مقروض کی کب ساکھ ہو ۔۔۔ ایک کوڑی ہو وہ یا اک لاکھ ہو

امداد باہمی اور تعلیم

(نمبر ۱)

(از جناب محمد بشیر احمد خانصاحب ایم اے ایل ایل بی سکرٹری پنجاب کوآپریٹو یونین لاہور)

ذیل کے مضمون سے اس امر کا اندازہ ہو گا کہ پنجاب میں انجمنہائے امداد باہمی کس مختلف صورتوں میں اس صوبہ کو فائدہ پہنچا رہی ہیں (ایڈیٹر)

تعلیم بالغان ہندوستان اس انتظار کا زحمت کش نہیں ہو سکتا کہ آخر کسی نہ کسی دن تو اس کے فرزند تعلیم یافتہ ہو ہی جائیں گے۔ ہندوستان کی منزل مقصود حکومت خود اختیاری ہے۔ وہ سوراج کا راستہ تیزگامی سے طے کرنا چاہتا ہے۔ لیکن جب تک اس کے سوات بلکہ [illegible] آراستہ و پیراستہ نہیں ہونگے اس کو خود مختاری کے حقیقی اور دائمی ثمرات حاصل نہیں ہو [illegible] دیہات میں جہالت اور لاعلمی کے باعث لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ایسے گھنے اور تاریک [illegible] چھائے ہوئے ہیں۔ کہ ان کو نجات کا راستہ دکھائی نہیں دے سکتا۔ اور ان پر یہ حقیقت [illegible] نہیں ہو سکتی ہے کہ فلاح و بہبودی کی منزل تک پہنچنے کے لئے کس شاہراہ پر چلنا چاہئے۔ ان کو اپنے مفاد نظر ہی نہیں آتے۔ یہ فخر "محکمہ امداد باہمی" ہی کو حاصل ہے کہ پنجاب میں سب سے پہلے اُسی نے تعلیم بالغان کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھا۔ اور صوبہ میں مدارس تعلیم بالغان کھولے [illegible] محکمہ تعلیم اس کی روش پر عامل ہوا۔ اور [illegible] نے اس کی تقلید کی۔ اس وقت پنجاب میں ۲۷۹ امداد باہمی کے مدارس بالغان موجود ہیں۔ اور [illegible] مدارس عورتوں کے ہیں۔ جہاں بورڈ ڈسٹرکٹ بورڈ کسی امداد باہمی کے مدرسے کو اپنے تصرف میں لینا چاہتا ہے۔ ہم بڑی خوشی سے وہ مدرسہ اس کی تحویل میں دیدیتے ہیں۔ ہم حریف نہیں۔ بلکہ ہم راستہ بتانے والے ہیں۔ تعلیم یافتہ صاحبان تعلیم بالغان کے لئے اپنی خدمات سے امداد باہمی کی از حد مدد کر سکتے ہیں۔ جہالت کا [illegible] دورہ گزر گیا۔ اب تعلیم کا زمانہ ہے۔ آج ایک فرد واحد بھی اس امر سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ اگر ہندوستان کی دُنیا میں باعزت مقام حاصل کرنا ہے اور ہندوستانی چاہتے ہیں کہ وہ ایک مضبوط اور توانا قوم بن جائیں تو ناگزیر ہے۔ کہ ہندوستان کا ہر بچہ اور ہر مرد اور ہر عورت تعلیم یافتہ ہو جائے۔ یہی وہ چیز ہے جو ساکنانِ ہند کے دلوں کو وسیع اور ان کے نقطۂ نگاہ میں وسعت پیدا کر سکتی ہے

تعلیم کی نشر و اشاعت۔ اور پڑھے لکھوں اور ان پڑھوں میں علم کا ذوق شوق زندہ رکھنے کے لیے مدارس بالغان۔ مدارس شبینہ اور کتب خانوں کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

اصلاح رسوم ہندوستانی سال بھر میں بے شمار روپیہ شادی اور غمی کی فضول اور بیہودہ رسوم اور لغو رواجوں میں صائع کر دیتے ہیں۔ جب تک اس نقصان کو نہیں روکا جائے گا ہندوستان خوشحال اور فارغ البال نہیں ہو سکتا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے پنجاب میں ۵۹ انجمنیں موجود ہیں۔ جن کے ممبران کی تعداد ۳ ہزار ہے تعلیم یافتہ اصحاب ان انجمنوں کو کامیاب بنانے کے لئے محکمہ امداد باہمی کی وساطت سے مدد کر سکتے ہیں وہ فضول رسموں کو ترک کر کے اپنی مثال سے دوسروں کو سبق سکھا سکتے ہیں۔ اور زبانی تلقین سے بُری رسم و رواج کے خلاف عامۃ الناس کے جوش کو اُبھار سکتے ہیں۔

انجمن ہائے ثالثی ہندوستانی کاشتکاروں کی غریبی اور تباہ حالی کی ایک وجہ مقدمہ بازی کا مرض ہے "امداد باہمی" کوشش کرتی ہے کہ لوگ اس مرض سے محفوظ رہیں۔ جس کا ذریعہ یہ ہے کہ انجمن ہائے ثالثی قایم کی جاتی ہیں جس کے ممبران عہد کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے تمام تنازعات پنچائت کے سامنے پیش کریں گے۔ اگر کوئی ممبر اس عہد کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اور اپنا مقدمہ پنچائت کے روبرو پیش کرنے کے بجائے عدالت میں پیش کرتا ہے تو کمیٹی اُس پر تاوان عائد کرتی ہے۔ ہم کو اُمید ہے کہ ہم انجمن ہائے ثالثی کے ذریعہ سے پنجاب میں نظام پنچائت کو جو مردہ ہو چکا ہے۔ دوبارہ زندہ کرنے میں کامیابی حاصل کریں گے۔

انجمنہائے بہم رسانی کتب اس وقت ہمارے صوبہ میں ۱۰۵ انجمن ہائے بہم رسانی ضروریات مدارس ہیں اور ان کا سالانہ حساب خرید قریباً ایک لاکھ روپیہ ہے۔ اکثر سامان سٹیشنری کی صورت میں خریدا جاتا ہے۔ ان انجمنوں کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ سٹیشنری اور سکول کی دیگر ضروریات تھوک کے بھاؤ خریدتی ہیں۔ اور اُن کو پرچون اور خوردہ فروشی کے حساب سے ممبران کے پاس فروخت کرتی ہیں۔ سکول کے طالب علموں میں امداد باہمی کے خیال اور غرض و غائت کو پھیلانے میں یہ انجمنیں بڑی سودمند ثابت ہوئی ہیں گزشتہ سال خالصہ کالج اور امرتسر کے انفارمیٹری سکول معہ چار نارمل سکولوں نے ۲۲ ہزار روپیہ کا مال بیچا۔

انجمنہائے کفایت شعاری "امداد باہمی" کا مقصد اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ افراد اور جماعتیں مشترکہ طور پر اُن تمام قسم کے نقصانات کا صفایا کر دیں جو انسانوں کو اپنے کاروبار میں

اُٹھانے پڑتے ہیں۔ اور عامۃ الناس میں روح پیدا کر دے کہ جماعتوں اور اشخاص کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے تمام کاموں میں اقتصادی بہتری کو ملحوظ رکھیں۔ اور اپنی مالی اور اخلاقی حالت سدھاریں کفایت شعاری ایک شخصی اور قومی نیکی ہے۔ کفایت شعاری کا وصف شخصی مفاد ہی کے لئے فقط ضروری نہیں۔ بلکہ یہ تمام کی تمام قوم کے حق میں نفع بخش اور سود مند ہے۔ ملک کی خوشحالی مصنوعات کی ترقی تجارت کا فروغ یہ تمام اُمور کفایت شعاری پر موقوف ہیں۔ جو شخص کفایت شعار نہیں ہے وہ فقط اپنی ذات ہی کا دشمن نہیں ہے بلکہ اپنے ملک اور اپنی قوم کا دشمن اور غدار ہے۔ امداد باہمی کے دائرہ عمل میں یہ کام مدرسوں کا ہے۔ کہ وہ کفایت شعاری کی روح لوگوں میں پیدا کریں۔ اس وقت پنجاب میں ۵۵۰ انجمن ہائے کفایت شعاری ہیں۔ اکثر ارکان کی تعداد مدرسین پر مشتمل ہے۔ امداد باہمی کی مختلف طرز کی انجمنیں یعنی انجمن ہائے بالغان۔ انجمن ہائے اصلاح رسوم۔ انجمن ہائے ثالثی بہم رسانی اور انجمنہائے کفایت شعاری کے ذریعہ سے تعلیم کو نہایت عمدگی سے پھیلایا جا سکتا ہے۔ مدرسین اسکی کامیابی کے بارے میں سب سے بڑھکر کام کر سکتے ہیں۔ ایک مدرس تحریک انجمن امداد باہمی کی مختلف طریقوں سے مدد کر سکتا ہے۔ وہ ایسی سوسائٹی میں جس کے ممبران اَن پڑھ ہوں۔ بطور سیکرٹری کے کام کر سکتا ہے۔ اور سہم کو سرکل سیکرٹیری (مرکزی سکرٹیری) کے وجہ دستے بچا سکتا ہے۔ جس کی ہستی اس تحریک کے حق میں ایک بڑی وباکا حکم رکھتی ہے۔ وہ اپنی خدمات اعزازی طور پر پیش کرکے مدارس کے بالغان کو خوب کامیاب بنا سکتے ہیں۔ مزید براں وہ انجمن ہائے اصلاح رسوم اور انجمن ہائے ثالثی کے سلسلے میں بطور ایک رفیق اور فلاسفر کے کام کر سکتے ہیں لیکن اس مقصد کو صحیح معنوں میں پورا کرنے کے لئے مدارس کا امداد باہمی کے ابتدائی اصولوں سے واقف ہونا ازبس لازمی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ شاہی کمیشن کے صدر محترم لارڈ لنلتھگو نے فرمایا ہے۔ اس تحریک کا سب سے بڑا دُشمن وہ بے خبر جوشیلا ہے۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ گہرے علم اور ٹھوس معلومات کے بغیر اس تحریک کو خالی جوش وخروش اور ذوق وشوق سے پھیلایا جا سکتا ہے۔ امداد باہمی کی کامیابی اس جوش پر موقوف ہے جس کو عمیق مطالعہ کامل تجربہ اور واقعی علم کی پشت پناہی حاصل ہو۔

ہماری غربت ہندوستان کا ملک اگرچہ اس کی زمین زرخیز ہے۔ مفلس ہے۔ سال میں دو فصلیں ہوتی ہیں۔ یہاں کے باشندے جفاکش اور محنتی ہیں۔ فصلیں تھوڑی محنت اور کم خرچ سے سرسبز اور تیار ہو جاتی ہیں۔ ان نعمتوں کے باوجود یہاں کے کاشتکاروں اور مزارعین

کی حالت قابلِ رحم ہے۔ جناب آغا خاں نے اپنی کتاب "انڈیا ان ٹرانسٹریشن" احوال ہند میں ہندوستان کی کیفیت بڑے اندوہناک پیرائے میں بیان کی ہے۔ چنانچہ بیان کرتے ہیں۔

"ہندوستان کا غریب زمیندار صبح گجر دم اُٹھتا ہے۔ اس کے بدن پر عمدہ لباس نہیں ہوتا۔ اس کے بچے جوان اور عورتیں اپنی عمر کی نسبت زیادہ کمزور اور بوڑھے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کو کام حد سے زیادہ کرنا پڑتا ہے لیکن خوراک بہت کم ملتی ہے۔ وہ صبح اُٹھتے ہی جو کچھ تھوڑا بہت اُن کی قسمت میں ہوتا ہے یعنی ٹھنڈا دلیا جس میں کھانڈ یا دودھ نہیں ہوتا۔ کھا کر ننگے پاؤں کھیتوں کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ اور وہاں جاتے ہی تھکی ماندہ زمین کو جوتنا اور ہل چلانا شروع کرتے ہیں۔ ان کے مویشی عام طور پر کمزور۔ بے دودھ (خشک) اور بانجھ ہوتے ہیں۔ دوپہر کے وقت وہ تھوڑے عرصے کے لئے کام چھوڑ دیتے ہیں۔ اور نہایت معمولی سی خوراک کھا کر پھر اپنے کام میں مشغول ہو جاتے ہیں جب رات پڑنے کو ہوتی ہے۔ اور خنکی پڑ رہی ہوتی ہے تو وہ ننگے پاؤں گھر کی راہ لیتا ہے۔ خاندان کا ہر ممبر ٹھٹھر کر رات کاٹتا ہے۔ اور موسمی بخار وغیرہ کا شکار رہتا ہے۔ شام کو سونے سے پیشتر وہ سخت سی سیاہ چپاتی غالباً گدلے پانی سے کھاتا ہے اور پیپل کے درخت کے ارد گرد بیٹھ کر کچھ گپ بازی کرتا ہے اسی طرح سے اس کا دن گزر جاتا ہے۔ اور شام کو انہی گندی اور غلیظ کوٹھڑیوں میں جہاں اُس کے مویشی بھی بندھے ہوئے ہوتے ہیں سو رہتا ہے۔ یہ کوٹھڑیاں اتنی گندی اور بدبودار ہوتی ہیں کہ یورپ کے کسان اگر دیکھ پائیں۔ تو شاید اپنے سوئر بھی ان میں رکھنے پر تیار نہ ہوں۔ یہ وہ اندوہناک اور حسرت آلود حالت ہے۔ جس میں ہندوستان کے مزارعین اپنے اوقات شب و روز بسر کرتے ہیں۔"

ہندوستان کی غربت کے اسباب جہالت کفایت شعاری کی عادت کا نہ ہونا۔ خود اعمادی اور مدد ذاتی کے خیال سے عاری ہونا۔ مقدمہ بازی اور لغو اور بے ہودہ رسوم ہیں۔ ان تمام خرابیوں کا علاج امداد باہمی اور تعلیم کے ذریعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ اور ہندوستان اگر اس کے فرزند چاہیں اور کوشش کریں تو بڑی شان و شوکت حاصل کر سکتا ہے۔

مبارکباد

سود مند اپنے ہمدرد اور ترقی خواہ ناظرین کی خدمت میں اپنے نئے ٹائٹل کی مبارکباد پیش کرنے کے بعد اُن کو یہ کا امید وار ہے جس پر سود مند کی ضخامت کا اضافہ منحصر ہے اور جس کے لئے توسیع اشاعت کی بااثر کوششیں درکار ہیں۔ (مینیجر)

تھوڑی پونجی سے تجارت

(از محمد احمد الدین صاحب الف - آر - ایس اے)

سوڈا لیمنیڈ اور دوسری قسم کے شربت جو کاربونک ایسڈ گیس کی مدد سے بنائے جاتے ہیں۔ زمانہ کی خاص صنعت خیال کی جاتی ہے۔ آج کل بہت سے شہروں میں اس کی کافی کھپت ہے اور قریب قریب ہر شہر میں اس کی دو چار مشینیں لگی ہوئی ہیں۔ تاہم اب بھی بہت سے شہر اور قصبے ایسے ہیں جہاں اس کے بنانے کا کوئی انتظام نہیں حالانکہ اس کا کام بہت سہل اور کم سرمایہ سے چل سکتا ہے۔ اس تجارت میں کسی سابقہ تجربہ اور ٹریننگ کی ضرورت نہیں دو ایک ماہ میں خود ہی کافی تجربہ ہو جاتا ہے یعنی کہ خود مشین کا چلانا اور پانی کا بنانا آ جاتا ہے۔

سوڈا واٹر کے بنانے میں سب سے زیادہ ضروری چیز کاربونک ایسڈ گیس ہے اس کا کارخانوں میں گیس بنانا یا خرید کر استعمال کیا جاتا ہے۔ جو لوہے کے مضبوط سلنڈروں میں دہلی۔ بمبئی۔ کانپور سے بھر کر آتا ہے۔ بعض کارخانوں میں جہاں بڑی مشینیں ہیں وہاں گیس بھی خود ہی تیار کر لیا جاتا ہے۔ گیس عموماً گندھک کا تیزاب اور چاک ملا کر پیدا کیا جاتا ہے مگر کم سرمایہ سے کام شروع کرنے کے لئے گیس بنا بنایا منگانا چاہیے گھر پر گیس بنانے میں سستا ضرور پڑتا ہے مگر اس کے لئے مشین قیمتی خریدنا پڑتی ہے۔ سوڈا واٹر کی بکری کا دار و مدار شہر کے محلوں کے دوکانداروں پر ہے۔ ہر محلہ کے پان والوں اور دوسرے خوردہ فروشوں کو اپنا ایجنٹ بنا لینا چاہیے۔ اس طرح سے کافی بکری ہو سکتی ہے۔ اس کام کو اگر معمولی پیمانہ پر شروع کیا جائے تو ذیل کے سامان کی ضرورت پڑتی ہے:۔

ایک بوتلا سوڈے کی مشین	۴۵ روپیہ	ٹارٹرک ایسڈ ۵ پونڈ	۵ روپیہ
گیس سلنڈر	۲۰ "	بوتل پر لگانے کے لیبل	۱۲ "
خالی بوتلیں دس اونس اور چھ اونس والی تقریباً چار روپیہ گراس ۲۴ گراس ۲۴ درجن	۹۶ "	شکر ایک من	۱۶ "
		میزرنگ گلاس نانبہ چینی کے تسلے وغیرہ	۵ "
ایسنس ۵ پونڈ	۲۵ "	ہاتھ کا ٹھیلہ چلانے کے لئے اور دوکانداروں کی بوتلیں لانے لیجانے کے لئے	۱۵ "
رنگ	۱۰ "		
غلیسرین ایک پونڈ	۷ "		۲۱۱ روپیہ

کاروبار چلانے کے لیئے ملازمین

بوتل دھونے والا لڑکا تنخواہ ماہوار ۸ روپیہ مستری بوتل بھرنے والا ۱۵ روپیہ
بوتل تقسیم کرنے کے لیئے ۱۰ روپیہ ۳۳ روپیہ

بوتل کے دھونے کا کام مالک خود ہی کرے تو بہت اچھا ہے۔ اس میں اول تو بوتل کی نگرانی کافی رہے گی دوسرے کفایت بھی ہو گی۔

طریقہ تیاری

میٹھی بوتلوں کے لیئے پہلے سیرپ تیار کر کے رکھ لیا جاتا ہے اور سوڈے کی کھاری بوتلوں میں صرف پانی اور گیس بھرا جاتا ہے۔

تیاری سیرپ

تیار کرنے کے لیئے چھ پونڈ شکر کو تین پنٹ پانی میں ملانا چاہیئے جب شکر گھل جائے تو اسی گرم حالت میں دو اونس ٹارٹرک ایسڈ اور نصف تولہ گلسرین ڈالدینا چاہیئے۔ بعدہ جب ذرا ٹھنڈا ہو جائے تو اس کو چھان کر رکھ لینا چاہیئے۔ اب یہ سادہ سیرپ تیار ہے۔ اس میں جس قسم کا ایسنس خوشبو اور رنگ ملا دیا جائے اسی قسم کا شربت تیار ہو جائے گا۔ ایک بوتل میں پون اونس شربت ڈالنا کافی ہے۔

لاگت

سوڈا واٹر بنانے میں اوسط خرچہ فی درجن چار آنہ ہے جس میں تمام اخراجات اور بوتلوں کی ٹوٹ پھوٹ شامل ہے۔ اور بکری کا اوسط فی درجن آٹھ نو آنے رہتا ہے ایک چھوٹے شہر میں روزانہ بکری کا اوسط بیس پچیس درجن رہتا ہے۔ گو روزانہ نفع کا اوسط چار روپیہ سے زیادہ پڑتا ہے کل لاگت تین سو روپیہ کے قریب ہوتی ہے۔ جن شہروں میں ابتک سوڈے کی مشین نہ ہو وہاں اس تجارت کے لیئے بڑا میدان ہے اور ان لوگوں کو جو تھوڑی پونجی سے تجارت کرنے کے خواہاں ہوں اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اس کے علاوہ کوئی اور بات دریافت کرنی ہو تو مجھ سے دریافت فرما سکتے ہیں۔

سوڈا واٹر کا تمام سامان مشین وغیرہ بہت اچھے داموں پر نظام الدین حسین اینڈ سنز بدایوں کے ذریعہ سے مل سکتا ہے۔

مرسلہ

دیہات اور سود

اگرچہ سود کی سمہ زوروں اور جانہ و برانیوں پر بہت بڑے بڑے مقرر و محرر طبع آزمائیاں فرما چکے ہیں اور سود کے سود و زیاں پر تقاریر و تحاریر کر چکے ہیں۔ لیکن لفو لیکہ "دکھے ہوئے دلوں کی فریاد ہر صدا ہے"

میری عرض اس واسطے تو قابل توجہ نہیں کہ میں کوئی مضمون یا افسانہ نگار ہوں۔ بلکہ محض اس لئے کہ پنجۂ سود کا زخمی ہوں۔ اور خوش قسمتی سے ایک ایسے خاندان کا ممبر ہوں جس نے گزشتہ سو سال سے سوائے کاشتکاری کرنے یا سود در سود ادا کرنے کے اور کوئی کام نہیں کیا۔ میرا مضمون کوئی کہانی نہیں افسانہ نہیں بلکہ دیہات کے کاشتکاروں اور دکانداروں کے لین دین کی منہ بولتی تصویر ہے۔ اور بالکل سچا واقعہ فرق صرف اتنا ہے کہ اخلاق نے ضمیر نے یا محض ڈر لوک پن نے اصلی نام لکھنے سے باز رکھا ہے۔

لالہ رام چند دوکاندار جو ایک ٹانگ سے لنگڑے تھے اور اپنے گاؤں کے خوشحال دوکانداروں میں سے ایک تھے۔ اپنی دوکان پر بیٹھے حقہ پی رہے تھے کہ ادھر ان کا تیز کارگر ان ڈیل جوان بھتیجا کرم چند آیا۔ اُسے کہنے لگے کہ چارہ کوئی نہیں جاؤ۔ مہر ہاشمہ کے بیٹے کی شادی ہے اُسے آج باتوں باتوں سے روپیہ لینے پر آمادہ کرو۔ اور جارا بھی اگر چارہ لگے تو اس سے لے آؤ۔ کرم چند بہت اچھا کہکر درانتی اور چادر بغل میں دبا بجھے ہوئے دانے چباتا ہوا روانہ ہوا۔ مہر ہاشمہ کے چاہ نواں کے قریب پہنچا۔ اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔ ہاشمہ جنا میں کھاد بکھیرتا ہوا نظر پڑا۔ اُدھر کو ہولیا۔ مگر ساتھ ہی سوچتا جاتا تھا کہ روپیہ کوئی بے قدر شے تو ہے نہیں کہ بے مانگے اُسے کہدوں۔ آخر ہاشمہ کے ہی مُنہ سے ضرور نکلوانی ضروری ہے اُس کے قریب پہنچکر معاً یہ بات پوچھ ماری کہ

کرم چند۔ مہر ہاشمہ آپ کو پتہ ہوگا کہ مہر برخوردار اپنے کنوئیں ہے یا نہ (جس کا کنواں ذرا پرے تھا)

ہاشمہ۔ لالہ کرم چند مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔

یہ جواب ملنے پر کرم چند چپ تو کیوں ہو جاتا۔ اسے تو اپنے مطلب سے مطلب تھا۔ پھر کہنے لگا۔

کرم چند۔ مہر ہاشمہ آج دیر تک کھاد بکھیر رہے ہو۔

ہاشمہ۔ میرے لڑکے کی شادی ہے۔ بازار میں سودا خریدنے گئے تھے۔ اس واسطے دیر ہوگئی ہے۔

کرم چند۔ اُمید ہے لالہ ٹھاکر داس سے آپ نے پُرانا گڑ خریدا ہوگا۔ حالانکہ بازار میں نیا بھی آیا ہوا ہے۔

ہاشمہ۔ لالہ کرم چند اصل بات یہ ہے کہ رقم ہاتھ میں تھی نہیں۔ اور ادھار کا لیکھا ٹھاکر داس سے ہی تھا۔ اگر

آپ کی دوکان پر بزازی ہو اور تھوڑی سی دے سکیں تو جلدی روپیہ واپس کر دونگا۔ دو لٹھے کے تھان اور بیس روپے نقد درکار ہوں گے۔ صرف دو چار کمین باقی ہیں۔ اور تو سب کوئی راضی ہو گیا ہے۔

کرم چند۔ مہر صاحب دوکان آپ کی ہے جو مرضی ہو لیں۔ پوچھنے کی بات ہی کیا ہے۔ اگرچہ میں جانو برخوردار کے کنواں پر چارہ کی خاطر رہا تھا۔ مگر ایسا نہ ہو کہ میرا چچا روپیہ کسی کو دے۔ لوے اور پہلی دفعہ آپ کے منہ شرمندہ ہونا پڑے۔ ابھی واپس جاتا ہوں۔ بھینس رات کو بھو کی رہے تو بلا سے۔

ہاشمہ۔ لالہ جی۔ چارہ آپ کا ہے جتنا مرضی ہو لیتے جائیو (اپنے چھوٹے بیٹے سے) او بہادر او رانبی لے اور کرم چند کو چارہ کاٹ دے۔

کرم چند نے چارہ گٹھڑی یعنی سود کی پہلی قسط سر پر اٹھائی۔ اور اپنا شکار دام تزویر میں پھنسا کر گھر کو روانہ ہوا۔

۳۔ دوسری صبح کو ہاشمہ دوکان پر آ نکلا۔ مگر ابھی چند قدم دوکان سے پرے ہی تھا کہ رام چند نے بگڑ کر اُس کی طرف پیٹھ کر کے اپنے بھتیجے بہاری لعل کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ کہ حرامزادے تو نے کیوں روپیہ علی محمد کو دے دیا۔ مہر ہاشمہ آیا۔ تو اُسے کیا دیں گے۔ اتنے میں مہر ہاشمہ پہنچ گیا اور زور سے کہا سلام شاہ رام چند۔

رام چند نے سلام کا جواب دے کر اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔ اور کہا آپ کی بڑی عمر ہے اپنا ذکر شروع ہوتے ہی آ گئے۔ میں آپ کے واسطے ہی بہاری کو ناراض ہو رہا تھا۔ کہ روپے کیوں علی محمد کو دے دیئے ہیں۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ شام تک کرم چند کی طرف سے وصول کر کے پہنچا دے گا۔ ہاشمہ چونکہ گالیاں خود سنتا آیا تھا۔ اپنی خوش قسمتی اور رام چند شاہ کی نیک نیتی پر پھولا نہ سمایا۔ بھلا جٹ کا جٹ تو تھا ہی ان گیدڑ لفنگیوں کو کب سمجھ سکتا تھا۔ کسی نے سچ کہا ہے:-

رستم داڑھی مُنج دی رہیوں جٹ دا جٹ — نہ کُجھ کھٹیوئی اگے نہ کُجھ کھٹ سیں وت

بیچارہ بے نیل و مرام واپس لوٹا۔ مگر دل میں سوچتا جاتا تھا خوب ایماندار شاہ ہے۔ شام تک روپیہ مل ہی جائے گا۔ جوں توں کر کے دن ڈھلنے تک صبر کیا۔ تیسرے پہر پھر دوکان تک دوڑ لگائی اور صبح تک وعدہ لے کر پھرا۔ بیچارے کو رات نوجوان عاشق کی طرح تارے گنتے ہی

گزری تیسری صبح کو کرم چند پہنچا ایک ہی دکان کر کہا کہ ہاشمہ میں تو آپ کے ہی کام کو دوڑ پہنچی ہوں کو مہر برخوردار کے کنواں پر جا رہا ہوں ذرا بہادر اکے ہاتھ ایک گٹھری بالن دال من بھیج دینا۔ ہاشمہ نے بہت اچھا کہہ کر جان چھڑائی۔ اور فوراً تعمیل کر دی گئی۔ پنجابی ضرب المثل ہے

ماں پیٹ وچ سب کمیاں کھیڈے

خوب۔ روپیہ تو ابھی شاہ کی مٹی میں ہی ہے مگر سود کی دو اقساط ادا ہو گئیں

خدا خدا کر کے اگلے روز صبح کو کرم چند پانچ روپے نقد لایا۔ ہاشمہ کو دے کر اور ایک گٹھری چارہ کی یعنی سود کی تیسری قسط لیکر کہہ گیا کہ ہر اب باقی روپیہ بھی لے جانا اور اپنے نام پر کرکے دے جانا۔ اور بزازی بھی نئی آئی پڑی ہے اگر لینی ہو تو لے جاویں۔

مہر ہاشمہ اور اس کی اہلیہ شام کو دوکان پر پہنچے۔ کپڑے کا تھان لپیٹے ہوئے [illegible] مہرانی کا دل بے قابو ہو گیا۔ دو چار بھو بھجن لے ہی ڈالے۔ آخر بیس روپے نقد لے کر [illegible] سود کی تین قسط تو ادا ہو ہی چکی ہیں۔ اب اصلی روپیہ "چلکانہ" اور "دہائی" نی۔ روپیہ "گڈھ جھوڑ" [illegible] "کٹ دالاکل للوصد" مہر کے نام نقد تحریر ہوئے۔ اور وہ خوشی خوشی گھر گئے۔

اب تو لیکھا رام چند شاہ سے شروع ہو ہی گیا ذرا کسی چیز کی ضرورت پڑی جھٹ مہرانی چلی گئی بھی پہنچاتی۔ اور سودا بھی لیتی۔ اور رامچند شاہ کے یہ لفظ سن کر محظوظ بھی ہوتی کہ

"مہرانی تو نے کیوں تکلیف کی ہے۔ کرم چند پیغام آنے پر سودا پہنچا دیتا"

دراصل تو شاہ کا مطلب یہ ہوتا کہ وہاں پہنچنے کا بہانہ ہے اور چارہ کی گٹھری لانے ہاشمہ کو لیکھا کی تو سوجھتی ہی کیا۔ وہ تو اسی پر نازاں تھا کہ ضرورتیں من مانگے پوری ہو رہی ہیں۔ جان بھی خلاصی ہوئی۔

جب رامچند نے دو سال کے بعد سمجھا کہ اب سب کچھ یادداشت سے زائل کر چکا ہوگا تو لیکھا کرنے کے لیئے ہاشمہ کو بلایا۔ کاٹھ کے الو مہر اور مہرانی دونوں آن حاضر ہوئے۔ چارپائی پر ڈٹ کر بیٹھ گئے رامچند دوکان کے آگے چٹائی بچھا کر اور بہیات کا ڈھیر لگا کر بیٹھ گیا۔ اعتبار کی خاطر تیسرے شخص بھریا یا رام کو بھی بلا کر پاس بٹھا لیا۔

رامچند نے سو ہڑا اٹھائی اور کرم چند نے لیکھا بہی۔ لیکھا شروع ہوا۔

ملہ ۵ ان الفاظ کے معنی سمجھنے سے احقر بھی قاصر ہے

کرم چند نے پڑھا سہر کا گُڑ مِتی جیٹھ دی ۹ بتہ ۷۴۔ رام چند نے سوٹہر کا کا کوئی ورق دیکھ کر کہا۔ کھرا (ٹھیک) کرم چند نے پھر کہا ۲ رکی مصری ہاڑ دی ۵ بتہ ۹۴۔ رام چند نے بدستور سابق لفظ کھرا (ٹھیک) پکارا۔ مہرانی کچھ بولنا چاہتی تھی۔ کہ رام چند نے اپنے بیٹے کو جھلا کر کہا۔ "او برمیاں" (یعنی برما رام) دیکھ مہرانی کی لڑکی رو رہی ہے۔ بتاشوں کی ایک ٹکھی لادے۔ برماں نے جھٹ تعمیل کر دی۔ اور مہرانی گوہر مقصود پا کر اپنی قسمت پر بھولی نہ سمائی لیکھا ہو کر [illegible][1] باقی نکلی۔ اب شاہ کی طرف سے شرطیں کڑی (سخت) ہونی شروع ہوئیں۔ ۵ مرلے فی فصل چارا ٹھیرا۔ اور کچھ بھوسہ بصورت عدم ادائیگی دو روپے فی مرلہ گٹھڑی رقم۔ غرض اسی طرح چل چلا کر تیسرا سال بھی ختم ہوا۔ رام چند شاہ لیکھا کے ذریعے ہوا۔ اصل سود۔ چارہ بھوسہ کی رقم۔ کچھ لین دین مل ملا کر [illegible] باقی نکلی۔ اب ادائیگی قرضہ کی تجویزیں سوچی جانے لگیں۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ مہر ہاشمہ سے جاہ نواں مع مہر برخوردار کے نام رہن کرایا جاوے اور برخوردار سے [illegible] روپے (ڈیوڑھے) نقد بحساب دو روپیہ سیکڑہ ماہوار لکھوا لیے جاویں اور جاہ نواں برخوردار سے [illegible] روپے کے سود کے بدلے ۵ سال کے واسطے رہن میعادی لکھوا لیا لکھوائے۔ ۵ سال کے بعد پھر تجدید پٹہ برخوردار سے کرالی جایا کرے گی۔ یہ سب کچھ ہوا۔ اور بیچارے ہاشمہ نے گنجی بار کا راستہ لیا۔

ہم ناظرین پر ستم روز روشن میں ہوا۔ نہ چوری جانے والی چیز (یعنی زمین) کو عیار ڈاکو روز روشن میں چرا لے گئے مگر کسی بندۂ خدا نے اُف تک نہ کی کسی بزرگ کا قول ہے "جس تن لاگے سو تن جانے اور نہ جانے کو" بھائیو! جہاں سے بال نکلتا ہے درد وہاں ہوتا ہے۔ دوسرا کیا محسوس کرتا ہے۔ ہاشمہ کے درد کی بات ہاشمہ کو خبر ہے۔ یا ان ستم رسیدگان سود کو جو ہزاروں روپیہ کی جائدادیں سود اور محض سود کی بھینٹ چڑھا چکے ہیں تو کیا آئے دن ایسے واقعات کا ہوتے رہنا اور ہمارا یہ شعر پڑھتے رہنا قرین مصلحت ہے۔

"رندِ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو
تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو"

نہیں اور ہرگز نہیں۔ تو آؤ مل کر اس عیاری کا علاج سوچیں۔ ہم کو ایسا علاج درکار ہے جو سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے کا مصداق ہو اور یہ مسئلہ دیہاتیوں کے غور کے قابل ہے۔ آخر انھوں میں ہی مل کر رہنا ہے۔ اور ایک دوسرے کے بھروسے گزارہ کرنا ہے۔ آخر رام چند شاہ نے

[1] جن ناظرین کو ہندی طریقہ حساب سے واقفیت نہ ہو تو یہ امر نوٹ کر لیوں کہ رقومات قرضہ کی تصدیق مقروض کی طرف سے ہونی چاہیے تھی نہ کہ چچا بھتیجے نے آپس میں ایک دوسرے کی تصدیق کرنی تھی۔

آڑے وقت میں (اپنے فائدے کی خاطر ہی سہی) روپیہ دے کر اتنا جرم تو نہیں کیا کہ اسے پنجاب سے نکال باہر کیا جائے۔

۵۔ میری رائے میں پہلا علاج تو تعلیم ہے۔ مگر خالی تعلیم اور نوجوانوں کو بجائے کفایت شعاری کا نمونہ بننے کے اُلٹا اکڑ خوں بنا دینے والی تعلیم سے کچھ نہ بنے گا۔ ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ میرا دوسرا مجوزہ علاج کفایت شعاری ہے۔ لیکن کفایت شعاری کرے کون۔ غریب کاشتکار تو پہلے ہی خالی پیٹ اور ننگے بدن گزارہ کر رہا ہے۔ آؤ تو۔ سود نے تو نشانہ بنایا تھا کاشتکاروں کو۔ ہم ذرا زمینداروں سے دو چار سچی باتیں کرلیویں۔ اگرچہ راستی "تلخ است ولے تمر شیریں ارد"۔

میرے معزز زمیندارو۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ آج سے ۲۰ سال پہلے آپ کے ہاں کتنی موٹریں تھیں اور کتنے زیورات۔ کیا اگر آپ حق داروں اور خواہشمندوں کو صرف دو سال کے وعدہ پر ٹالدیتے اور ٹالنا بھی معمولی بات۔ تو کیا آپ کا دو سال سامان تعیش پر خرچ ہونے والا روپیہ قرض حسنہ کی صورت میں کاشتکاروں کو سود سے آزاد نہ کرا دیتا۔ میرا خیال ہے۔ اگر ایسا کیا جاوے تو ۹۵ فی صدی کاشتکار سود سے آزاد ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ کو صرف اپنی ہی آرام سے مطلب ہو تو پھر کل مؤمن اخوۃ والی اسلام کی تعلیم کیا ہوئی۔

آپ میں سے کتنے زمینداروں نے اپنی زمینوں کو نہر لگ جانے اور آمد بڑھ جانے کے باوجود اپنے اخراجات شادی غمی کو سادگی پر رکھا ہے۔ یا آپ میں سے کتنے صاحبان نے ترقی دادہ آلات کشاورزی خرید کر اپنے مزارعان کو مفت تقسیم کئے ہیں۔ یا غریب کاشتکاروں کے ساتھ شرح بٹائی نرم کر دی ہو گا لیا تمام امورات کا جواب نفی میں ہے۔ بلکہ یہاں تو تعلقداران اودھ کی طرح کاشتکاروں کو ہڑپ کر جانے کی تجاویز سوچی جا رہی ہیں۔ اور کاشتکاروں کا ظالم تو رام چند مشہور ہی ہے۔

مہربانو۔ اگر کاشتکار قرض سے نکل گیا تو مفرور نہ ہو جائے گا۔ بلکہ اچھے بیج اور اچھے مویشیوں والا کاشتکار آپ کی زمین کو عمدہ طور پر کاشت کر سکے گا۔ سود ادا کرنے والا کاشتکار کبھی خوشحال نہیں ہو سکتا۔ سود ایک بُری بلا ہے۔ جو ایک دفعہ کسی کو چمٹ جائے پھر

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

اپنے کاشتکار کو آزاد کرنا ہر زمیندار کا فرض اولین ہے۔ ذرا شب برات کی جلتی رقم ہی اُن دل جلوں کو دے کر ثواب دارین حاصل کریں۔

تیسرا علاج۔ اگرچہ کو آپریٹو سوسائٹیاں یا بنکوں پر رائے زنی کرنا ماہران اقتصادیات کا

کام ہے۔ تاہم یہ امر ظاہر من الشمس ہے کہ ہمارے بینک کما حقہ کامیاب نہیں ہو رہے۔ اور اگرچہ ان کی کامیابی میں بھی بہت کچھ دخل رامچند شاہ کا بھی بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بھی غلط نہیں کہ پنجابی کاشتکار بنک کے شرح سود اور طریقہ وصولی روپیہ سے بہت خائف ہیں۔ پنجابی کاشتکار اپنی زمین کا بہت جلد ہی قرق اور نیلام ہو جانا ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اقساط کا اس کی آمدنی سے زیادہ مقرر کر دینا اور پھر بہت جلدی زمین قرق کرا لینا اس کی جہالت کو اور بنکوں سے دور بھاگنے کو تازہ کر دیتے ہیں خصوصًا بارانی اور چاہی زمینوں کے کاشتکار نہری کاشتکاروں کی نسبت بہت کچھ رحم کے محتاج ہیں۔

ہر سوداگر یا کاروباری انسان کو اپنا کاروبار ایسے انداز سے شروع کرنا چاہیئے کہ اہل مارکیٹ کا خودبخود رجوع اس کی طرف ہو جاوے نہ کہ گورنمنٹ وقت کی مدد سے چندروزہ ترقی حاصل کرنا۔ چنانچہ آج کل سلاطین عالم لفظ "آزاد تجارت" پر جان دے رہے ہیں۔ جو اسی اصول کا دوسرا مفہوم ہے اور یہی ماہرین اقتصادیات کا قطعی فیصلہ ہے۔ اس واسطے ضروری ہوا کہ کارکنان بنک کو اپنا کاروبار اور نرم شرائط پر کرنے کی استدعا کی جاوے تاکہ پنجابی کاشتکار دلی شوق سے ان کی طرف رجوع کرے۔ (راقم الاحقر لدھارام مدرسہ بھوانہ ضلع جھنگ)

بچّوں میں تجارت کا شوق کس طرح پیدا کیا جائے

انسان جب کسی چیز کو بڑھتا دیکھتا ہے تو اُس سے اُس کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ایک بچّہ آج نرم زمین میں ایک بیج بو دیتا ہے چند روز بعد وہ پھوٹ کر باہر نکلتا ہے تو اس سے بچّہ خوش ہوتا ہے۔ پھر جوں جوں وہ درخت ہو کر بڑھتا ہے بچّہ اُسے روز دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ خوب اونچا ہو جاتا ہے۔ بچّوں اور بڑوں سب کی یہی حالت ہر چیز کے ساتھ ہے۔ اگر اس اصول کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے تو بچے اور بڑے سب خوش رہتے ہیں ورنہ زندگی پھیکی اور بدمزہ گزرتی ہے۔ مسلمان عام طور پر بچوں کو اول تو خود چاٹ کی چیزیں کھلاتے ہیں اور جب بچّے خوانچہ والے سے مٹھائی خریدنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو اُنھیں پیسے دیدیتے ہیں کہ وہ خرید کر طرح طرح کی چیزیں کھائیں اور اس طریقہ سے ماں باپ اور عزیز و قریب سب سمجھتے ہیں کہ وہ بچوں کو خوش کرتے ہیں۔ حالانکہ ان طریقوں سے بچوں کی بربادی کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ اور اُن کے دل میں کوئی ولولہ امنگ اور شوق نہیں پیدا ہوتا۔

بچہ کی تربیت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ابتدا سے اُس کے ہاتھ سے پیسے جمع کرانے چاہئیں۔ گھر میں ہر بچے کی ایک صندوقچی یا گولک بنا دی جائے۔ کسی طاق کو بند کر کے اُس میں پیسے ڈالنے کے لئے ایک سوراخ بنا دیا جائے۔ یا مٹی کا حقہ زمین میں گاڑ دیا جائے اور جب جب موقع اور گنجائش ہو بچے کے ہاتھ سے ان چیزوں میں پیسے ڈلوانے چاہئیں اور معین اوقات میں ان چیزوں کو کھول کر پیسے گنے جائیں اور جن بچوں کے پیسے زیادہ نکلیں اُنھیں اُس پر انعام کے طور پر کچھ دیا جائے۔ ان پیسوں کی تعداد جب چار آنے ہو جائے تو اُس بچّہ کا حساب ڈاکخانہ میں کھولا جائے اور اسی طرح جب جب بقدر چار آنہ کے یا اس سے زیادہ کے گھر میں جمع ہوتا جائے اُسے ڈاکخانہ میں جمع کرا دیا جائے۔ حتیٰ کہ پونے آٹھ روپیہ ہو جائیں اُس وقت بچّہ کے نام کا ایک کیش سرٹیفکٹ خرید جائے جس کے پانچ سال میں دس روپیہ ہو جاتے ہیں اور اسی طرح سلسلہ قائم رکھا جائے جس سے بچّے بچا کر بڑھانے میں ذائقہ اٹھانے لگیں۔

یہ تو بچہ کی تربیت کی پہلی منزل ہوئی۔ دوسری منزل یہ ہے کہ بچوں سے بازار سے سودا منگایا جائے اور اُنھیں مختلف اشیا اور اجناس کے نرخ بتائے جائیں۔ یہ حساب یاد کرایا جائے کہ کوئی چیز

روپیہ سیر ہوگی تو ایک چھٹانک لینے کی ہوگی تاکہ جو سودا وہ خرید کر لائیں وہ سمجھ کر لائیں جب وہ کفایت سے سودا خرید کر لائیں تو ہمت افزائی کے لئے کچھ پیسے بطور انعام یا کمیشن کے دیئے جائیں تاکہ اونھیں کوشش کرکے ارزاں خریدنے کا شوق ہو۔ رفتہ رفتہ گھر کی تمام جنسیں اور کپڑے اُن ہی کی معرفت خریدے جائیں۔

تیسری منزل اسکول ہے۔ اس میں استادوں کو چاہیئے کہ اپنے اسکول میں بچوں کا کوآپریٹو اسٹور قائم کر دیں تاکہ قلم دوات کتابیں کھیل کے سامان بچے خود خرید کر لائیں اور خود بھی اُسی میں سے خریدیں بورڈنگ ہاؤس میں جو بچے رہتے ہوں اُن کے لئے جنس کی خریداری خود بچوں پر چھوڑ دی جائے اور نگرانی رکھی جائے کہ وہ ہماری کفایت سے سودا خرید کر لاتے ہیں۔ غریب بچوں کی نسبت مناسب یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ کتابوں اور فیس کے لئے لوگوں سے مانگتے پھریں اُنھیں دس پانچ روپیہ کا کچھ سامان دے کر اُنھیں پھیری کے لئے بھیجا جائے تاکہ وہ اُسے بیچ کر کچھ پیدا کریں بظاہر تو یہ ذلیل کام معلوم ہوتا ہے مگر یہ اس خیرات مانگنے سے بدرجہا بہتر ہے جو غریب بچے کتابوں اور کپڑے کے لئے مانگتے پھرتے ہیں نہیں بلکہ خود روپیہ پیدا کرنے سے حقیقی خودداری پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ دس پانچ روپیہ جو انھیں سودا خریدنے کے لئے دیئے جائیں وہ رفتہ رفتہ اُن سے واپس لے لئے جائیں۔ اور پھر وہ دوسرے نوآموز بچے کو دیدیئے جائیں۔ یہی وہ طریقے ہیں جن سے بچوں کو ابتدا سے تجارت کا شوق پیدا ہو سکتا ہے (اڈیٹر)

شکایتوں کا پیشگی علاج

خریداران سودمند میں سے جن حضرات کا چندہ ختم ہو گیا ہے وہ دفتر سے وی۔پی پہونچنے کی شکایت کو بذریعہ منی آرڈر چندہ بھیجدینے کے شکریہ سے تبدیل فرمالیں ورنہ پھر وی پی آئے گا اور پھر یہ شکایت ہوگی کہ ہمیں اطلاعی کارڈ نہیں پہونچا۔ (منیجر)

شکریہ

جن حضرات نے سودمند کے نئے ٹائٹل پر اظہار مسرت کے ساتھ مبارکباد دی ہے وہ دلی شکریہ قبول فرمائیں اور توسیع اشاعت سے جو عملی مسرت ہے مزید شکرگزاری کا موقع دیں۔ (منیجر)

غرض بیوہ کی تکلیف اور صدمہ کی قدر اگر شادی شدہ عورت محسوس کرے تو ہر عورت

اپنے شوہر کو بیمہ کے لئے مجبور کرے

دی ہمالیہ بیمہ کمپنی لمیٹڈ کلکتہ

صدر دفتر نمبر ۸ ڈلہوزی اسکوئر

دیکھئے ہندوستان کے مدبر اور تجربہ کار حضرات زندگی کے بیمہ کے لئے کیا فرماتے ہیں:-

سر پرشوتم داس ٹھاکرداس ہندوستان کے مشہور تاجر اور ماہر اقتصادیات فرماتے ہیں:-

"زندگی کے بیمہ کو اب تمام دنیا نے ایک مد فاضل نہیں بلکہ ضرورت شدید تسلیم کر لیا ہے"

آنریبل مسٹر کے وی رنگا سوامی آئر فرماتے ہیں:-

"اگر اہل ہند اپنی مصیبت ہٹانا چاہتے ہیں تو انھیں زیادہ تعداد میں بیمہ کرانا چاہیئے"

پروفیسر کے بی مدھاوا۔ ایم۔ اے میسور یونیورسٹی کے محکمہ ریاضی و اقتصادیات کے افسر اعلیٰ فرماتے ہیں:-

"زندگی کا بیمہ نہ صرف لوگوں کو انفرادی طور پر محفوظ کرتا ہے۔ بلکہ وہ ایک غیر محسوس خیرات ہے ایک جماعتی خدمت ہے اور نہ صرف یہ بلکہ کم خوش قسمت اور مختصر الوقت خاندانوں کے لئے ایک بڑی سخاوت ہے"

ہمالیہ بیمہ کمپنی تمام ہندوستان میں کیوں مقبول عام اور ہر دلعزیز ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ

کمپنی کی طرف سے زرمتدعویہ (کلیم) بغیر کسی تاخیر اور پس و پیش کے ادا کیا جاتا ہے جس کے متعلق بہت سے خطوط تعریفی ہندوستان کے ہر گوشہ سے کمپنی کو مل چکے ہیں۔

جس کے لئے

ہمارا پراسپکٹس ملاحظہ فرمائیے

دی ہمالیہ بیمہ کمپنی لمیٹڈ کلکتہ

جو

ہندوستان کی ایک معتبر اور ہر دلعزیز بیمہ کمپنی ہے

نے

ہندوستان کے ہر امیر و غریب کے واقعات کو پیش نظر اور مطالعہ کرکے حتی الامکان سے ممکن اور آسان سے آسان شرح ہائے نقشہ جات ترتیب دے کر بیمہ کرانے والوں کو انتہائی سہولیت بہم پہنچانے کی کوشش کی اور مبلغ **دو لاکھ روپیہ** گورنمنٹ میں بطور گارنٹی جمع کر دیئے ہیں اور اس لیئے ہمالیہ کمپنی کی ہر ایک پالیسی ہر قسم کے خطرے سے بالکل بری اور قابل اطمینان ہے۔

علاوہ ازیں

ہمالیہ کمپنی کا مبلغ **پانچ لاکھ روپیہ** کا کل سرمایہ بے ضرر ہے۔ کیونکہ سوائے گورنمنٹ کے کاغذات کے کمپنی کی کوئی رقم کسی جگہ اور استعمال نہیں کیجاتی جس سے کمپنی کی بنیادیں نہایت مستحکم اور استوار ہیں۔

ہمارا اردو پراسپکٹس جس میں مختصر تاریخ بیمہ مع نقشہ جات شرح و قواعد و تصاویر اور خطوط تعریفی درج ہیں منگا کر ملاحظہ فرمایئے۔

ملنے کا پتہ

نور محمد رجب علی منیجنگ ایجنٹ

صدر دفتر دی ہمالیہ ایشورنس کمپنی لمیٹڈ نمبر ۸ ڈلہوزی اسکوائر کلکتہ

چنانچہ سود مند کانفرنس دہلی نے بھی اپنے جلسہ منعقدہ ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء میں حسب ذیل ریزولیوشن پاس کیا ہے:

بیمہ کا اجرا اس وقت تمام ترقی یافتہ ممالک میں ہے ہر مرد و عورت اور بچہ کا۔ ہر مکان اور سواری کا جہاز اور کشتی کا بیمہ کرایا جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان آفات ارضی و سماوی سے ایک حد تک محفوظ رہتا ہے اور دراں حالیکہ بیمہ بحری مسلمانوں کی اس زمانہ کی ایجاد ہے جبکہ وہ اسپین میں حکمراں تھے۔ اور اب وہ ہر قسم کے بیمہ سے محترز ہیں جس کی وجہ سے بزرگ خاندان برباد و تباہ ہو کر گداگری پر مجبور ہوئے ہیں اور یتیم بچے بعض اوقات دیگر مذاہب کا شکار بنتے ہیں۔ یہ کانفرنس مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی مفید ترین ایجاد سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں اور اپنے پسماندگان کے لیئے اپنی زندگی کا بیمہ کرائیں اور اپنے بچوں کی تعلیم اور شادی کے لیئے ان کا بیمہ کرا کر انھیں حوادث سے محفوظ رکھنے کی امکانی کوشش کریں۔

سود مند کا ضروری لٹریچر

(۱) مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل قیمت ۸ر محصول ڈاک ۱ر
(۲) کشف الغطاء عن وجہ الربوا " ۴ر " ۱ر
(۳) رسالہ جواز سود مع فتاوے " ۱ر " ۱ر
(۴) رسالہ مسلمانوں کی مالی اصلاح " ۱ر " ۱ر
(۵) بچوں کی تعلیم اور شادی کا بیمہ " ۱ر " ۱ر
(۶) سرمایہ داروں کی غلامی اور مسلمان " ۵ر " ۱ر
(۷) مسئلہ سود کے متعلق فتوے اور سود مند کانفرنس کی منظور شدہ تجاویز قیمت ۱ر محصولڈاک ۱ر

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ سود مند بدایوں

سودمند

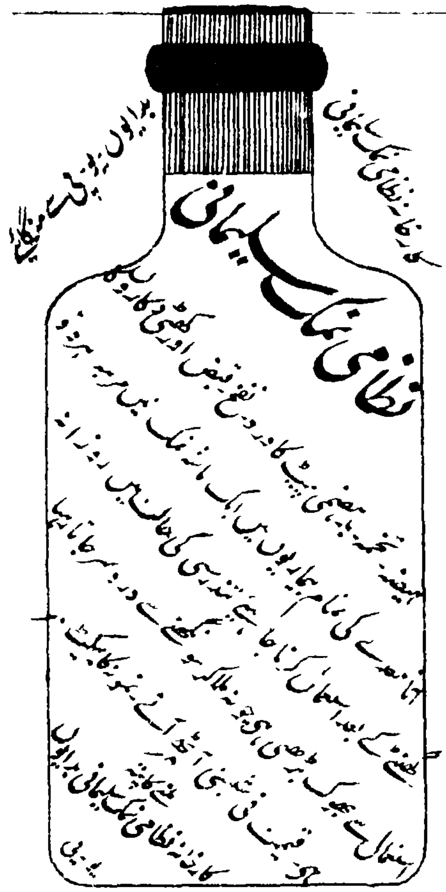
میں

اشتہار چھپوائیے اور حسب مراد فائدہ اُٹھائیے

شرح اجرت اشتہار

مقدار	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	عہ	سے	سہ	صہ
نصف	للعہ	عسہ	سے	للو سہ
چہارم صفحہ	عا	سے	عسہ	سے

چوتھائی صفحہ سے کم کی اجرت فی سطر ۲ ر ماہوار



خطبۂ صدارت

ہز ہائینس

جو ... نے آل انڈیا ... میں ... دیکھا
پنجاہ سالہ جوبلی کے موقع پر ...
کرانا کا تبین کا لکھا ہوا ایک عجیب و غریب کتاب ہے جس میں مسلمانان
ہند کی پچاس برس کی تعلیمی کوشش اور شکل نظیاں اور بعض لیڈروں کی
... علیگڑھ کالج کے بعض انداز ... کو کھولا گیا ہے
... ساری کتاب ... طبع جدید ۱۹۲۰
نہایت ... قیمت ۲ر

ملنے کا پتہ

نظامی پریس ایجنسی
بدایوں یوپی

سود بہبود اور فلاح قوم ہی مجھ کو پسند
قوم کا خادم ہوں میں ہے نام میرا سودمند

سودمند بدایوں

بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۷ع



قیمت فی پرچہ ۳؍		قیمت سالانہ عا
	راہگیر۔ یہ اصحاب کشاں کشاں کہاں جا رہے ہیں اور کس علت میں؟ سودمند۔ کوئی دفتر رجسٹری کوئی عدالت دیوانی میں کوئی کلکٹری کے نیلام کوئی دیوانی کے جیل میں اور سب کے سب قرضہ کی علت میں راہگیر۔ پھر ان لوگوں کی رہائی کس طرح ہو؟ سودمند۔ تجارتی سود کی بادستد کرنے اور کوآپریٹو سوسائٹیوں میں شریک ہونے سے	

آنریری ایڈیٹر
سید طفیل احمد منگلوری علیگ ایم۔ ایل۔ سی

اسسٹنٹ ایڈیٹر
محمد احید الدین ایف۔ آر۔ ایس لے دلسنا

مقاصد سودمند

۱- افرادِ قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کر کے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں

۲- مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمنہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر سرمایہ کو جو برباد کن دو جرائم ہے مٹا دے۔

۳- فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

۴- مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی و کاروباری حالت کے متعلق معلومات پیش کرنا اور مختلف کاروبار اور تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

۵- مسلمانوں کی صحت جسمانی و ذہنی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین لکھنا

قواعد و ضوابط

۱- سودمند کا سال بھر کا چندہ صرف دو روپیہ مقرر ہے۔ ممالک غیر سے دو روپیہ آٹھ آنہ لیا جاتا ہے۔

۲- سودمند ہر مہینہ کی پندرہ تاریخ تک شائع ہوتا ہے۔ اس لیئے پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۲۵ تاریخ تک دفتر میں آجانی چاہیئے اس کے بعد فی پرچہ تین آنہ قیمت لی جائے گی

۳- رسالہ کی درخواست خریداری مع قیمت (منی آرڈر) بھیجی جائے یا پرچہ بصیغہ وی پی طلب کیا جائے مگر منی آرڈر بھیجدینے میں آسانی اور کفایت ہے

۴- پتہ میں اگر کچھ تبدیلی واقع ہو تو اس کی اطلاع فوراً دفتر کو دینی چاہیئے ورنہ پہونچنے کا دفتر ذمہ دار نہیں

۵- نمونہ کا پرچہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جاتا ہے۔

۶- خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری جو پتہ کی چٹ پر لکھا ہوتا ہے ضرور تحریر فرمائیے بعض لوگ بجائے نمبر خریداری لکھنے کے سودمند کا رجسٹرڈ نمبر اے ۱۴۴۵ لکھدیتے ہیں اس کا لکھنا بے سود ہے کیونکہ یہ خریداری نمبر نہیں ہے۔

۷- گزشتہ سال کے پرچے درخواست کرنے پر بشرط موجودگی مل سکتے ہیں قیمت فی پرچہ ۳ر کے حساب سے لیجائیگی۔

۸- اکثر معاونین اپنے دوستوں کے نام رسالہ کا وی پی روانہ کراتے ہیں ان سے التماس ہے کہ وہ رسالہ کا وی پی کرانے سے پہلے کافی اطمینان کر لیا کریں کیونکہ اکثر ایسے وی پی واپس آنے سے ادارہ کو زیر بار ہونا پڑتا ہے

۹- جو صاحب ایک سال کے لیے پانچ خریدار یا دس روپیہ کے اشتہار بہم پہنچائینگے ان کے نام سودمند ایک سال تک بلا قیمت جاری رہے گا۔ مستقل ایجنسی کے متعلق خط و کتابت سے فیصلہ ہو سکتا ہے۔

المشتہر منیجر سودمند بدایوں

سودمند بدایوں

جلد ۳ — نومبر ۱۹۲۶ عیسوی — چندہ سالانہ دو روپیہ عہ
نمبر ۱۱ — قیمت فی پرچہ تین آنے ۳ر

فہرست مضامین

نظم

جو سود مند کانفرنس فرخ آباد میں ۲ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو پڑھی
جناب محمد احسن صاحب تمہر بدایونی کی بیاض سے عجیب اور مقبول

کیوں خدا اب وہ خلوص اور اس کی عزت کیا ہوئی — وہ اخوت کیا ہوئی اب وہ محبت کیا ہوئی
جو پہاڑوں سے نہ رکتی تھی وہ ہمت کیا ہوئی — آدمی تو ہیں مگر وہ آدمیت کیا ہوئی

کیا ہوئے وہ سیدھے سادھے بھولے بھالے آدمی
پاک طینت صاف دل اللہ والے آدمی

جو مندوں کو جرم سمجھیں بغض کو بیجا کہیں — خانہ جنگی کو جنوں سمجھیں کبھی سودا کہیں
اس کو اچھا مان لیں اچھے جسے اچھا کہیں — اس کو سمجھیں واقعی اپنا جسے اپنا کہیں

حق پرست ایسے کہ مانیں بے دلیل اللہ کو
قابل تقلید سمجھیں راستی کی راہ کو

اب تو حق وہ ہے کہ جس پر فخر خود رائی کرے — بات وہ اچھی ہے جو اچھوں کی رسوائی کرے
اس کو زیبا ہے کہ وہ اعلان دانائی کرے — حجتوں میں صرف جو سب اپنی گویائی کرے

نام اس میں ہے کہ بدنامی ہو اپنی قوم کی
کام اس سے ہے کہ ناکامی ہو اپنی قوم کی

عمر بیکاری میں گزرے یہ گزر کی شکل ہے — بے ہنر مشہور ہوں بس یہ ہنر کی شکل ہے
نفع اس میں جانتے ہیں جو ضرر کی شکل ہے — بے اثر بن کر جئیں اب یہ اثر کی شکل ہے

ٹھاٹھ ہوں بہتر سے بہتر حال ابتر ہی تو ہو
خود گزاریں چین سے بے چین گھر بھر ہی تو ہو

قرض سر پر ہے تو ہو موٹر کا سودا چاہیئے — دائر نیلام گھر ہونے دو بنگلا چاہیئے
حیثیت بک جائے لیکن ٹھاٹھ بڑھنا چاہیئے — سود کی تعداد کچھ ہو قرض ملنا چاہیئے

دو اکھاڑے دو فریقوں کے بنائے ہوں اگر
چار شخص آپس میں کوئی بات سوچیں بیٹھ کر

جمع ہونے کا نتیجہ تفرقہ سازی ہو اب — دلدہی بھی ہو تو شامل اس میں جانبازی ہو اب
جو بہائے خون اپنے بھائی کا غازی ہو اب — خوش نہ تاتاری ہو اب ہم سے نہ شیرازی ہو اب

قوم ڈوبے ملک اُجڑے کشت و خوں جاری رہے
کیا بچے وہ کیا جیئے جس کو یہ بیماری رہے

صنعت و حرفت سے نفرت ہو نحوست اس میں ہو — ملک میں بد امنیاں پھیلیں شجاعت اس میں ہو
سب سے بدتر حال میں ہم ہوں فضیلت اس میں ہو — کٹ مریں آپس میں ساری قابلیت اس میں ہو

بے زری پر ناز ہو ناداریوں پر فخر ہو
شورشوں کا شوق دل آزاریوں پر فخر ہو

اے خدا اب رحم کر اب یہ نحوست ٹال دے — اے خدا ارمان ہمدردی دلوں میں ڈال دے
فرض کا احساس دے توفیق استقلال دے — مالداری کا سلیقہ دے ہمیں پھر مال دے

زندہ قوموں کی طرح ہم بھی ہوں زندوں میں شمار
ہم بھی دوراندیش ہوں اب ہم بھی ہوں سرمایہ دار

بڑھئی سے کروڑپتی

حال میں مسٹر ٹامس مولین پیرل انشورنس کمپنی کے بانی نے ۹۶ برس کی عمر میں انتقال کیا ہے اس شخص کی ترقی کے واقعات بالکل ایک فسانہ معلوم ہوتے ہیں۔ یہ انگلینڈ کے ایک معمولی کسان کا لڑکا تھا اور بڑھئی کا کام کرتا تھا اپنی مزدوری میں سے بچا بچا کر اس نے اتنا مال جمع کر لیا کہ اپنے گاؤں سے لندن تک جا سکتا تھا چنانچہ ۲۳ سال کی عمر میں لندن پہنچا اور بڑھئی کی دوکان کھولی تھوڑی مدت کے بعد اس نے اور اس کی بیوی نے اپنے مکان کے مصارف کم کرنے کے لیے اس کے ایک کمرے میں ایک شخص کو کرایہ پر رکھا جو بیمہ کمپنی کا ایجنٹ تھا اس کرایہ دار کی معرفت مولین نے بیمہ کا کام کرنے والے پانچ اور آدمیوں سے شناسائی پیدا کر لی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۶۴ء میں ان دوستوں کے ساتھ ملکر اس نے پیرل انشورنس کمپنی قایم کر دی۔ ابتداءً اس کمپنی کا سرمایہ صرف سات سو پونڈ تھا (جو سو سو پونڈ فی کس کے حساب سے ان سات دوستوں نے مہیا کیا تھا) مگر چند ہی سال میں اس نے زبردست ترقی کی اس وقت اس کا کل سرمایہ ۱۵ لاکھ پونڈ ہے

سادگی اور صحت

پہننے کے کپڑے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جسم کو سردی گرمی سے بچانے کی غرض سے کپڑے کا استعمال کرنا صحت کے لئے ضروری ہے مگر اب اس خیال میں روز بروز تبدیلی ہوتی جاتی ہے اور جدید نظریہ یہ قائم کیا گیا ہے کہ ابتدا میں انسان نے کپڑے کا استعمال سردی گرمی سے بچنے کے لئے نہیں شروع کیا بلکہ آرائش کے لئے اسے اختیار کیا تھا۔ اُن وحشی اقوام کا جو بالکل برہنہ رہتی ہیں بعض محققین نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ جو کپڑے یا جانوروں کی کھالیں اُنھیں کہیں سے مل جاتی ہیں اُنھیں وہ بارش یا سردی میں استعمال نہیں کرتے بلکہ اُن کے ہاں جب کوئی تقریب یا جلسہ ہوتا ہے اُس وقت اُنھیں اوڑھ کر نکلتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کپڑے کو بجائے آسائش کے آرائش و زیبائش کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ بہرحال صداقت جو کچھ بھی ہو مگر انسان نے رفتہ رفتہ کپڑے کے استعمال میں اس قدر مبالغہ کیا ہے کہ اب وہ بجائے مفید ہونے کے ایک حد تک انسانی صحت کے لئے مضر ہو گیا ہے۔

مثلاً صحت قائم رہنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ زیادہ سے زیادہ آکسیجن ہوا جسم کے اندر داخل ہو۔ آکسیجن کا زیادہ حصہ تو سانس کے ذریعہ سے جسم میں داخل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جلد کے مسامات میں سے بھی داخل ہوتا رہتا ہے۔ اگر انسان کے جسم پر کسی دبیز شے کا لیپ اس طرح کر دیا جائے کہ مسامات بالکل بند ہو جائیں یا سر کو باہر نکال کر تمام جسم مٹی میں دبا دیا جائے تو جسم کے مسامات بند ہو جانے سے انسان کا دم گھٹنے لگتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر ہوا ناک اور مونہہ سے جسم کے اندر جاتی ہے وہ حیات انسانی کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ اس امر کی بھی ضرورت باقی رہتی ہے کہ کچھ ہوا جلد کے مسامات میں سے بھی داخل جسم ہو۔ اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر اب عام میلان اس طرف ہوتا جاتا ہے کہ جسم پر ہلکا کپڑا پہنا جائے اور حتی الامکان اُسے کھلا رکھا جائے چنانچہ یورپ کی عورتوں نے اب کپڑے میں نہایت کمی کر دی ہے اور وہ برف کے زمانہ میں بھی برائے نام کپڑا پہنتی ہیں اہل ہند اگرچہ اُن کے اس فعل کو عین برہنگی سے منسوب کرتے ہوں اور ممکن ہے کہ یہ صحیح بھی ہو مگر اس میں ذرا شبہ نہیں کہ عورت ہو یا مرد اس کی صحت کے لئے کم سے کم کپڑے کا استعمال مضر ہونے کے مقابلہ میں مفید زیادہ ہے۔ بہرحال کپڑے کم کرنا افراد کے اختیار میں کم اور جماعتوں کے اختیار میں زیادہ تر ہے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ ہم افراد کو کپڑا ترک کرنے کا مشورہ دیں۔ اُن طریقوں کو درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں جن سے کپڑے کی مضرت کم سے کم ہو۔

سب سے اول یہ سمجھنے کی ضرورت ہو کہ جسم کے مسامات سردی میں سکڑ کر سردی کو جسم کے اندر داخل ہونے سے روکتے ہیں اور گرمی میں وہ پھیل جاتے ہیں۔ جن لوگوں کے جسم پر ہلکا کپڑا رہتا ہو اُن کی جلد میں سکڑنے اور پھیلنے کی قابلیت رہتی ہو اور جن کا جسم ہمیشہ موٹے کپڑوں سے چھپا رہتا ہو اُن کی جلد میں سکڑنے اور پھیلنے کی قابلیت نہیں رہتی اور نتیجہ یہ ہوتا ہو کہ جب اُن کا جسم اتفاقاً کھُل جاتا ہو تو وہ سردی لگ کر زکام یمونیا۔ بخار وغیرہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جو جانور انسانوں کے ساتھ مکانوں میں رہتے ہیں اور اُن پر جاڑوں کے موسم میں جھول وغیرہ ڈالدی جاتی ہو وہ اکثر زکام میں مبتلا رہتے ہیں۔

اسی لئے اس امر کی ضرورت ہو کہ زیادہ اور موٹے کپڑوں کی عادت نہ ڈالی جائے اور جب کہ ہم نے جلد کے بیان میں پہلے لکھا تھا روزانہ صبح کے وقت جبکہ خوب سردی ہوتی ہو تمام جسم کو ننگا کرکے اُسے ٹھنڈی ہوا لگنے کا موقع دینا چاہیئے تاکہ مسامات کو سکڑنے اور پھیلنے کی عادت رہے۔

اب رہا کپڑے کا استعمال۔ اُس میں اس امر کا خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ بہت زیادہ دبیز اور غف نہ ہو بلکہ اُس میں مسامات ہوں جن میں سے ہوا کا نفوذ ہو سکے بلکہ زیادہ سردی میں ایک بہت موٹے کپڑے کی جگہ بہتر یہ ہو کہ دو کم موٹے کپڑے ہوں۔ جب متعدد کپڑے ایک دوسرے کے اوپر پہنے جاتے ہیں تو دو کپڑوں کے درمیان کی ہوا کی ایک تہہ بن کر سردی کو اندر داخل ہونے سے روکتی ہو۔ کپڑا پہننے میں یہ ضروری ہو کہ ایک کپڑا مسلسل جسم پر عرصہ تک نہ رہے بلکہ زیادہ سے زیادہ چوبیس گھنٹہ میں ایک بار کل کپڑے اُتار کر اُنھیں ہوا دی جائے تاکہ جسم کے گرد کی ہوا تبدیل ہو جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو کپڑے ۲۴ گھنٹہ پہن کر اُتار دیئے جائیں وہ پھر نہ پہنے جائیں۔ نہیں بلکہ ہوا لگنے کے بعد پھر پہن لئے جائیں۔ سونے کا وقت ایسا ہوتا کہ پہلے کپڑے آسانی سے اُتار کر دوسرے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ اِس لئے کپڑے بدلنے کا وقت رات کا کر دیا جائے اور دن کے کپڑے اُتار کر مخصوص رات کے کپڑے پہن لئے جائیں۔

دوسرا اہم امر کپڑے کا رنگ ہو۔ سیاہ رنگ کا لباس اعلےٰ درجہ کی تہذیب کی علامت ہو مگر اُسی کے ساتھ دھوپ میں اور گرمی میں اُس کا استعمال سب سے زیادہ مضر ہو۔ کیونکہ حرارت کی شعاعیں گرم کپڑے میں جذب ہو کر جسم کو گرم کردیتی ہیں اور موجب مضرت ہوتی ہیں۔ البتہ سفید رنگ ایسا ہو کہ گرمی کی شعاعیں اُس کے اندر داخل نہیں ہوتیں اور روشنی کی شعاعیں اُس میں سے گزر کر جسم کے اندر داخل ہوتی ہیں اور بعض کتابوں میں لکھا ہو کہ وہ جسم کے لئے مفید

سمجھی جاتی ہیں۔ خیر گرمیوں میں تو سفید کپڑوں کا استعمال عام طور پر ہوتا ہی ہے مگر جاڑوں میں سفید کپڑے پہننا مشکل ہے اور مجبوراً سیاہ اور مختلف رنگوں کے کپڑے پہنے جاتے ہیں جو بالعموم دھوپ میں رہنے سے گرم ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں بھورے کپڑے جو اونی ہوتے ہیں وہ بہترین ہیں۔ اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں اگرچہ بھورے کپڑے جاڑوں میں اچھی نظر سے نہیں دیکھے جاتے مگر صحت کے اعتبار سے وہ بہترین ہیں۔ اُن میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ آسانی سے دھوئے جاسکتے ہیں۔ جاڑوں کے موسم میں سیاہ اور رنگین کپڑوں کا بڑا فائدہ یہی سمجھا جاتا ہے کہ اُنھیں دھونا نہیں پڑتا۔ حالانکہ عرصہ دراز تک کپڑے کے نہ دھونے سے اُس میں غلاظت جمع ہو جاتی ہے جو اگرچہ نظر نہیں آتی مگر صحت کے لیئے یقینی طور پر مضر ہوتی ہے۔

کپڑوں کو صاف رکھنے اور اُنھیں بار بار دھونے میں چونکہ صرف پڑتا ہے اس لیئے متوسط الحال اور غریب لوگوں کو صاف کپڑے رکھنے میں دقت ہوتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ایک وقت میں دو جوڑے نکالے جائیں۔ اور دن بھر کے استعمال کے بعد جب پسینہ وغیرہ آجائے تو اُسے بدل کر دوسرا جوڑا پہن لیا جائے اور اُتارے ہوئے جوڑے کو چند منٹ میں خود دھو کر صاف کر دیا جائے۔ اور دوسرے روز اُسے پہن کر اسی طرح دوسرے جوڑے کو چند منٹ میں دھو لیا جائے ایک کپڑا جب مسلسل کئی روز تک پہنا جاتا ہے تو وہ اس قدر زیادہ میلا ہو جاتا ہے کہ اُس کا میل آسانی سے نہیں دور ہو سکتا بلکہ جب دن بھر میں معمولی پسینہ وغیرہ آنے سے کسی قدر میلا ہوتا ہے تو اُسے صاف کرنے میں زیادہ وقت نہیں ہوتی۔

اسی طرح جو لوگ موزے پہنتے ہیں اُنھیں موزوں کی دو جوڑیاں ایک ساتھ نکالنی چاہئیں اور باری باری روزانہ ایک ایک کو دھونا چاہیئے۔ موزے جب رنگین ہوتے ہیں تو لوگ اُنھیں بہت کم دھوتے ہیں۔ اس سے دو قسم کے نقصانات ہیں۔ اول یہ کہ جاڑوں کے موسم میں میلا موزہ ٹھنڈا زیادہ ہوتا ہے اور بجائے آرام وہ ہونے کے تکلیف دہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ میلا موزہ جلد کٹ جاتا ہے۔ ان وجوہ سے موزوں کو بھی بار بار دھونا چاہیئے۔ اسی طرح بعض لوگ خاکی رومال اس لیئے استعمال کرتے ہیں کہ اُنھیں بار بار دھونا نہ پڑے۔ درانحالیکہ خاکی رومال جب میلے ہو جاتے ہیں تو وہ اس لیئے اور زیادہ مضر ہوتے ہیں کہ رنگین ہونے کی وجہ سے اُن کی غلاظت کا پتہ نہیں چلتا اور اُن سے بعض وقت آنکھوں کا میل صاف کر لیا جاتا ہے جس سے طرح طرح کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ غرضکہ جب انسان نے لباس پہننا شروع کیا ہے تو اُسے صاف رکھنے میں غیر معمولی کوشش اور توجہ کرنی چاہیئے۔

(طفیل احمد ایڈیٹر)

تجارت ہند

۲۷-۱۹۲۶ء کے تغیر و تبدل

محکمۂ ترتیب شمار اعداد کی طرف سے تجارت ہند کا سالانہ موازنہ برائے ۲۷-۱۹۲۶ء ستمبر کے تیسرے ہفتے میں طبع ہوا ہی کہ جس سے ذیل کے اعداد و معلومات ماخوذ ہیں یہ تبصرہ نہیں ہی۔ بلکہ ملک ہند کے خارجی بنج بیوپار کا بھگاسان ہی۔ یہ ملک کی خرید و فروخت کا منظہر ہی اور اس امر پر شاہد ہی۔ آیا ملک غیر ملکی سودے میں نقصان اٹھاتا ہی یا نفع۔ واضح رہے کہ توفیر تجارت ماہران اقتصادیات کی رائے میں اقتصادی اقبال مندی کی علامت ہی۔

اشیائے درآمد و برآمد پر نگاہ ڈالنے سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ ۲۷-۱۹۲۶ء کی تجارت کی مالیت سال ماسبق کی نسبت کمی میں ہی۔ اب کہ اشیائے درآمد اور برآمد کی مجموعی مالیت پانچ ارب چالیس کروڑ روپے تک پہونچی۔ حالانکہ پچھلے سال چھ ارب گیارہ کروڑ روپے تھی۔ اشیائے برآمد کی مالیت تین ارب نو کروڑ روپے ہوئی۔ حالانکہ یہ پچھلے سال یہ تین ارب ۸۰ کروڑ روپے ہوئی تھی۔ گویا ۷۶ کروڑ روپے کا خسارہ پایا گیا جس کا بڑا سبب یہ ہی کہ دنیا کی منڈیوں میں زرعی پیداوار اور غیر صنعت یافتہ چیزوں کی قیمت گر گئی ہی۔ اس ضمن میں کپاس اور پٹسن قابل ذکر ہی۔ برعکس اس کے اشیائے درآمد کی مالیت میں پانچ کروڑ روپے کی بیشی پائی گئی ہی۔ جو دو ارب ۲۶ کروڑ روپے سے بڑھ کر اب کے دو ارب ۳۱ کروڑ روپے ہو گئی ہی۔

جو چیزیں باہر سے منگائی جاتی ہیں۔ ان کا حصہ کثیر یعنی ¾ صنعت یافتہ ہوتی ہیں۔ جو مال اس ملک سے برآمد ہوتا ہی۔ اس کا بھاری جزو خام اشیا پر مشتمل ہی۔ اور اس ذیل میں اشیائے خوردنی کی برآمد بھی شامل ہی۔ ۲۷-۱۹۲۶ء میں صنعت یافتہ اشیا (۷۳ ، ۸) ۲۶-۱۹۲۵ء میں (۴۳ ، ۳) اور زمانہ قبل از جنگ میں (۷۶ ، ۶) فی صدی باہر سے آتی رہیں۔ اور اشیائے برآمد میں صنعت یافتہ چیزوں کا تناسب (۲۰ ، ۳) اور (۲۳ ، ۹) اور (۲۳ ، ۱) فی صدی علی الترتیب تھا۔ ایک ہی سال کے اندر مصنوعات میں پانچ فی صدی بیشی قابل غور ہی۔ اور یہ ہندی ساخت کے کپڑوں کے امتناعی محصول کی تنسیخ کی برکت ہی۔

اشیائے درآمد کی تفصیل | جو چیزیں غیر ملکوں سے منگائی جاتی ہیں ان میں سوتی کپڑے بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ سترہ ارب اسی کروڑ کا کپڑا درآمد ہوا۔ گو مقدار میں چودہ فی صدی بیشی ہے۔ مگر مالیت میں صرف ۱۵ لاکھ روپیہ کا اضافہ ہوا ہے جس سے غیر ملکی کپڑے کی ارزانی ظاہر ہے۔ سفید کپڑے ساڑھے سترہ کروڑ کے اور رنگین سوا سترہ کروڑ کے اور کورے کپڑے (جیسے دھوتیاں اور لٹھے اور گبرون جلک وغیرہ) پونے بیس کروڑ روپے کی درآمد ہوئی۔ اس ذیل میں سوا دو کروڑ کی کمی ہے۔ سوت ۶½ کروڑ کا آیا۔ اور اس میں بمقابلہ سال ماسبق خاص کمی ہے۔ چینی ابکی انیس کروڑ کی آئی۔ گئی سال ۱۶ کروڑ روپے کی آئی تھی۔ لوہا اور فولاد اٹھارہ کروڑ کی بجائے پونے سترہ کروڑ کا آیا۔ اس میں سوا کروڑ کا خسارہ ہے۔ مشینیں اور کارخانوں کے سامان پندرہ کی بجائے چودہ کروڑ کی درآمد ہوئی۔ معدنی تیل نو کروڑ کا آیا۔ اس میں ایک کروڑ کا گھاٹا ہے۔ ابکی غیر ملکی روئی گئی سال کی نسبت زیادہ آئی۔ یعنی ۴½ کروڑ کی بجائے ۵ کروڑ روپے کی منگائی گئی۔

غیر ملکوں کو کیا بھیجا گیا؟ | اشیائے درآمد کی مختصر تفصیل کے بعد یہ بیان کرنا ضروری ہے۔ کہ ملک ہند سے غیر ملکوں کو کیا بھیجا جاتا ہے۔ اس ذیل میں سب سے بڑی چیز روئی۔ کپاس اور کپڑے ہیں پچھلے سال ایک ارب پانچ کروڑ کی چیزیں باہر گئی تھیں۔ ابکی صرف ستر کروڑ کی برآمد ہوئیں پچھلے سال کپاس ۹۵ کروڑ کی سات لاکھ ۴۵ ہزار ٹن باہر گئی تھی۔ ابکے صرف پانچ لاکھ ۶۹ ہزار ٹن کپاس ۵۸½ کروڑ کی بھیجی گئی۔ پٹسن کی مقدار میں نو فی صدی بیشی پائی گئی ہے۔ مگر بوجہ ارزانی دام کم وصول ہوئے۔ یعنی گئی سال ۳۸ کروڑ کا اور ابکے پونے ۲۷ کروڑ کا۔ گونات اور بوریوں کی مقدار بڑھ گئی مگر قیمت کم وصول ہوئی۔ خام پٹسن اور ٹاٹ وغیرہ پچھلے سال ۹۷ کروڑ روپے کا برآمد ہوا تھا۔ مگر ابکے صرف اسی کروڑ کا گیا۔ واضح رہے کہ پٹسن ہندوستان کی خاص چیز ہے۔ دنیا کا اور کوئی ملک اس کی برابری نہیں کرسکتا۔ اشیائے رائی اور اجناس کا درجہ کپاس اور پٹسن سے اتر کر ہے۔ پچھلے سال ۴۸ کروڑ کا تیس لاکھ ۶۳ ہزار ٹن باہر گیا تھا۔ مگر ابکی چوبیس لاکھ ۲۹ ہزار ٹن مال ۳۹ کروڑ کا برآمد ہوا ہے۔ چاول ۳۳ کروڑ کا۔ حالانکہ گئی سال ۳۹½ کروڑ کے گئے تھے۔ گیہوں ۳½ کروڑ کی بجائے پونے تین کروڑ کی برآمد ہوئی۔ جو اور دال کی برآمد میں بھی کمی رہی البتہ بیج میں بیشی پائی گئی ہے۔ ۲۹ کروڑ روپے کی ۳۴ کروڑ نوے لاکھ پونڈ بھیجی گئی۔ روغنی تخم انیس کروڑ کے باہر گئے۔ اس ذیل میں ساڑھے دس کروڑ کی کمی ہے۔ ۱۹۱۳-۱۴ء میں ایک ارب ۸۳ کروڑ کا مال درآمد ہوا اور دو ارب ۴۴ کروڑ کا برآمد ہوا تھا۔ میزان کل چار ارب ۲۷ کروڑ روپے مگر ۱۹۲۵-۲۶ء میں

مجموعی مالیت تجارت تین ارب ۹۰ کروڑ اور ۲۷-۱۹۲۶ء میں تین ارب ۴۰ کروڑ روپے تک پہونچی تھی اس میں سب سے بڑا قابل غور امر دُنیا کی منڈیوں کے نرخ ہیں۔

۲۸-۱۹۲۷ء میں توفیر تجارت لاثانی تھا۔ یعنی ایک ارب ۱۱ کروڑ روپیہ لیکن اس کے صرف ۷۹ کروڑ پایا گیا ہے اس کے سونا اور چاندی ۹۳ کروڑ کے آئے۔ حالانکہ پچھلے سال انکی مالیت ۵۲ کروڑ تھی۔ ہندوستان کے بڑے بڑے گاہک برطانیہ اضلاع متحدہ امریکہ اور جاپان ہیں۔ موٹر کار ترقی پر ہیں۔ اسکے دو کروڑ ۳۹ لاکھ کی تیرہ ہزار ایک سو ۷۹ موٹر کاریں آئیں۔ موٹر سائکلیں دس لاکھ ۴۴ ہزار کی اور موٹر لاریاں ایک کروڑ بیس لاکھ روپیہ کی آئیں۔

اس مختصر تبصرہ سے عیاں ہے کہ تجارت کی ترقی کس طرح عمل میں آرہی ہے۔

ج۔ آر۔ رائے
بابا نہ بھرنپور

محنت

(از محمد عمر آدم صاحب)

وہی لوگ پاتے ہیں عزت زیادہ — جو کرتے ہیں دُنیا میں محنت زیادہ
اسی میں ہے عزت خبردار رہنا — بڑا دُکھ ہے دُنیا میں بیکار رہنا
زمانے میں عزت حکومت یہی ہے — بڑی سب سے دنیا میں دولت یہی ہے
حقیقت جو محنت کی پہچانتے ہیں — اُسے کیمیا سے سوا جانتے ہیں
زمانہ میں گر کیمیا ہے تو یہ ہے — غریبی کے دُکھ کی دوا ہے تو یہ ہے
کوئی اُس کو سمجھے تو اکسیر ہے یہ — بڑا بن کے رہنے کی تدبیر ہے یہ

نظم

(محمد محسن صاحب محسن۔ ہرہ دون)

زمانہ کی روش میں اور بھی ردّ و بدل ہوگا — سمانے کو زمیں کے پیٹ میں اِک دن جبل ہوگا
نہ سنبھلی اب بھی گر حالت تو افلاسِ مسلماں — دکھا دینگے جہاں میں ایک دن ضرب المثل ہوگا
جنابِ شیخ گر اسراف بیجا کو نہ چھوڑوگے — گریباں آپ کا اِکدن بدستِ بیٹھل ہوگا
ہزاروں کھوکے آتشبازیوں میں وہ یہ دیکھینگے — دُھواں گھنٹوں رہے گا لطف یہ دو چار پل ہوگا
تمہاری ملکیت پہنچیگی گر غیروں کے ہاتھوں میں — تو کیا ہوگا! یہی بندر کے ہاتھوں ناریل ہوگا
زمینداروں کی حالت یونہی گر گرتی رہی محسن — کہیرے خود بنینگے ہل ہونگے اور بہل ہوگا

شیخ اور شیخانی

(۱)

یوں تو شیخ صاحب مزاج کے بڑے کڑوے اور طبیعت کے سخت واقع ہوئے تھے۔ مگر باوجود تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہونے کے، جورو کے آگے ان کی ایک نہ چلتی تھی وہ جو چاہتی تھی کر گزرتی تھی اور بیچارے شیخ صاحب دل ہی دل میں کڑھا کرتے تھے۔ وہ رواجی رسموں کے دشمن تھے اور انھیں قومی کاموں اور قومی تحریکوں سے خاص لگاؤ تھا وہ چاہتے تھے کہ ان کی آمدنی کا معقول حصہ پس انداز ہو کر ہر مہینے بنک پہنچ جایا کرے تاکہ اس کا سود کسی مفید قومی کام میں دیا جا سکے۔ مگر ان کی بیوی ہمیشہ سے ان کے روپیہ کی دشمن تھی اور ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا کر اسے خاص حظ حاصل ہوتا تھا۔ بیوی کے معاملہ میں شیخ صاحب کو ہمیشہ مونہہ کی کھانی پڑتی تھی۔ وہ اکثر بیوی کو سمجھایا کرتے تھے، غیرت دلایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ تم دوسری قوم کی عورتوں کو دیکھو کہ کس طرح اپنی قوم کے کام میں منہمک رہتی ہیں اور ان کی ذات سے کس قدر فائدہ ان کے شوہروں اور ان کی قوم کو پہنچتا ہے۔ مگر شیخانی کے دل پر شوہر کی باتیں اتنا اثر بھی نہیں کرتی تھیں جتنی اردو پر سفیدی۔ وہ جوں کی توں ہر صدمے کی اور رسمے و توفی میں پوری تھی۔ کبھی پوریوں کے کونڈے ہوتے تو تمام برادری اور کنبے کی عورتیں جمع ہوتی ہیں۔ میاں کی مہینے بھر کی کمائی ایک دن میں بے دریغ لٹا دی جاتی کبھی کسی مزار پر چادر چڑھانے کا اہتمام ہوتا تو محلے بھر کے بچے بوڑھے جمع ہو جاتے اور روپیوں کی مٹھائی خرچ ہو جاتی۔ غرضکہ روپیہ کو ٹھیکری کی طرح لٹانا اور میاں کی مرضی کے عین برخلاف کام کرنے میں شیخانی کو خاص لطف آتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ شوہر پر حاوی تھی اور اچھی طرح سمجھتی تھی کہ شیخ صاحب بالکل میری مٹھی میں ہیں۔ مگر شیخ صاحب کی کیفیت عجیب تھی۔ وہ کبھی اگر اپنی ترش مزاجی سے جورو کو متاثر کرنا چاہتے تو انھیں ناکامی ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ سوسائٹی کی رائے سے بہت خائف رہتے تھے۔ یہی ان کی دکھتی رگ تھی۔ چنانچہ اگر کبھی بیوی پر خفا ہوئے تو شیخانی کو ایک نہایت سہل نسخہ یاد تھا۔ رو رو کر کسی نوکر سے کہتیں کہ ارے فلانے جا تو ذرا ڈولی لے آ۔ میں اب اس گھر میں ہرگز نہ رہونگی اس جلاپے سے تو کسی کے ہاں نوکری کر لینی بھلی۔ نوکریوں کی کمی نہیں ہے۔ جتنا کام دھندا یہاں کرتی ہوں اگر کسی دوسرے کے ہاں کروں تو روٹی کپڑے کی کیا کمی ہے۔ اک تو میرے باپ دادا کی نہیں کٹے گی"۔ بچوں کو حکم ہوتا۔ کتابیں وتابیں چولھے میں ڈالو۔ چلو اب ہمارا تمہارا آب و دانہ یہاں سے اٹھ گیا۔ فلاں ماما، صاحب کے

ہاں تمھیں بھیجدونگی۔ ایک سے ایک اچھا کھانا اور ایک سے ایک اچھا کپڑا ملے گا۔ اس گھر میں رہ کر ہم دُنیا کے بھی بُرے ہوئے اور دین کے بھی۔ دین تو میرا اسی دن سے جاتا رہا جس دن سے میں نے اس گھر میں قدم رکھا ہو یہاں نہ نیاز کی نہ نذر کی۔ ہر دم کفر سکھایا جاتا ہے" ان باتوں کو سُن کر شیخ صاحب بیچارے چُپ ہو جاتے بلکہ اُلٹے خوشامد کرتے بنتی۔ شیخانی روز بروز شیر ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ شیخ صاحب کی کوئی بات کبھی کان دھر کے نہ سُنی جاتی تھی۔

(۲)

شیخ صاحب ایک دن گھر میں آئے تو معلوم ہوا کہ آج پردہ ہے۔ ڈیوڑھی میں بیوی کو بُلا کر پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔ کون آیا ہے شیخانی بولیں کہ محلے کی عورتیں آئی ہوئی ہیں فلاں میاں صاحب مکہ شریف سے آئے ہیں بڑے اللہ والے ہیں۔ بڑے پیر صاحب کی شباہت پائی جاتی ہے میں نے ان کی دعوت کی ہے بڑی بٹیا کو بھی بُلایا ہے وہ ان کی مرید ہونا چاہتی ہے۔"

شیخ صاحب یہ گفتگو سُن کر آگ بگولا ہوگئے۔ اُلٹے پیروں بیٹھک میں آکر چپ چاپ آرام چوکی پر لیٹ گئے غصّے کے مارے ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ کبھی سوچتے تھے کہ بندوق لیکر سب کا خاتمہ کر دوں اور خود بھی گولی کھا کر مرجاؤں۔ کبھی خیال کرتے تھے کہ اس عورت کو گھر سے نکال باہر کروں کہ اس نے میری زندگی دو بھر کر رکھی ہے۔ غرضکہ طرح طرح کے خیالات ان کے دماغ میں آرہے تھے گھنٹے دو گھنٹے کے بعد جب ذرا غصّہ کم ہوا تو انھوں نے سوچا کہ یہ سب کچھ میری کمزوری کا نتیجہ ہے۔ اگر میں ذرا ہمت سے کام لوں تو میری بیوی کی کیا مجال ہے کہ میرے گھر میں کوئی بات میری خلاف مرضی ہو جائے۔ بس اس بات پر ان کی طبیعت جم گئی۔ فوراً ایک پُرانے نوکر سے بُلا کر کہا کہ زنانے مکان کے دروازے پر بیٹھ جاؤ۔ اور وہاں سے مت ہٹو کسی کو مجھ سے اجازت لئے بغیر نہ اندر جانے دو اور نہ اندر والوں کو باہر آنے دو۔

(۳)

نوکر پُرانا اور وفادار تھا۔ وہ شیخ صاحب کے غصّہ سے بہت ڈرتا تھا۔ ڈیوڑھی پر جا بیٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخانی نے پان منگانے کے لئے اُسے بُلایا۔ اس نے کہا "بیوی بمیاں کا حکم نہیں ہے" شیخانی خفا ہونے لگیں تو اُس نے سختی کے ساتھ جواب دیا کہ میں میاں کے حکم بغیر کوئی کام نہیں کرسکتا" اتنے میں ایک ڈولی آئی۔ ملازم نے کہاروں سے کہا کہ پہلے میاں کو بیٹھک میں خبر کردو۔ اگر وہ مجھ سے آکر کہیں گے تو سواریاں اُترنے دونگا۔ ورنہ کس کی مجال ہے کہ ڈیوڑھی پر قدم رکھ سکے شیخانی نے اندر سے بہتیرا سر مارا مگر چُننا کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ شیخانی نے سوچا آج معاملہ ٹیڑھا ہے۔ گھر میں جاکر رو رہ رہیں

رونا شروع کر دیا۔ شیخ صاحب نے جب بیوی کے رونے کی آواز سنی تو بندوق لیکر گھر میں گھسے چلے گئے باہر کی عورتیں اِدھر اُدھر بھاگیں فوراً شیخانی کو جا مکڑا پھر تو شیخ صاحب نے اس قدر مرمت کی کہ شیخانی کو چھٹی کا دودھ یاد آگیا تھوڑی دیر بعد سارا گھر باہر کی عورتوں سے خالی کرانے کے بعد شیخ صاحب آنگن میں بیٹھ گئے اور پیرجی کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

تیسرے پہر کو پیرجی صاحب بھی معہ خدم وحشم کے تشریف لے آئے۔ شیخ صاحب نے شہر کوتوال کو خط لکھا۔ کوتوالی سے ایک ہیڈ اور دو کانسٹبل آ گئے۔ جب پیرجی نے پولیس والوں کو دیکھا تو ان کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ شیخ صاحب سے رخصت ہونے کی اجازت چاہی پولیس والے بھی بڑے دیدہ ور ہوتے ہیں۔ فوراً تاڑ گئے کہ یہ کوئی صوفی نہیں ہے بلکہ دنیا کو لوٹنے کے لئے یہ سوانگ بنا رکھا ہے۔ پولیس والوں نے دو چار سوالات کئے جن کا جواب پیرجی سے بن نہ پڑا۔ ان کی آئیں بائیں شائیں سے بھلا پولیس والے کیونکر متاثر ہونے لگے تھے۔ پیرجی کو کوتوالی لے گئے۔ ایک دو دن کے بعد پھر یہ خبر مشہور ہوئی کہ پیر کے بھیس میں ایک کوکین فروش پکڑا گیا ہے۔ جو شریف آدمیوں کے گھروں میں پہنچکر عورتوں کے ہاتھ کوکین بیچا کرتا تھا ایسے ہی بہروپیوں نے صوفیوں کی توقیر کم کر دی ہے۔ عوام کے پاس سچے اور جھوٹے صوفیوں کے پرکھنے کا کوئی معیار نہیں ہے۔

(۴)

وہ دن اور آج کا دن شیخانی اب ایک شریف عورت کی طرح زندگی بسر کرنے لگی ہیں۔ اور شوہر کے احکام کی تعمیل سے سرمو تجاوز نہیں کرتیں۔ سچ ہے بندری ڈنڈے کے بل ناچا کرتی ہے۔

اب دونوں میاں بیوی ہمخیال اور ہمرائے ہیں۔ دونوں کفایت شعاری پر ٹلے رہتے ہیں۔ دونوں قومی کاموں اور قومی تحریکوں میں یکساں دلچسپی رکھتے ہیں اور جہانتک ممکن ہوتا ہے جزرسی اور کفایت شعاری سے زندگی بسر کرکے بڑی بڑی جائدادوں کے مالک بن چکے ہیں۔ اور ان کی آمدنی خود ان کے لئے ان کی برادری کیلئے، اور ان کی قوم کے لئے مفید ثابت ہو رہی ہے۔ شیخ صاحب کی ذراسی سختی اور ہمت نے ان کے گھر کو تباہی سے بچالیا۔ اب وہی گھر ہے جہاں جزرسی، کفایت شعاری اور قومی تحریکوں کے دلچسپ منظر نظر سے گزرتے ہیں۔ اور وہ بیہودہ خانگی رسمیں جو تباہی لا رہی تھیں اس گھر سے ہمیشہ کے لئے کافور ہوگئیں۔

(روہیلکھنڈ گزٹ بریلی)

بڑھاپا داماد کے گھر

(گزشتہ سے پیوستہ)

نواب صاحب کا انجام

نانیکے شیخ صاحب حسب اللہ کو جنہوں نے نہایت جفاکشی اور نفس کُشی سے اپنی ساری عمر بسر کردی اور کسی کام کا باعث ... تنگی اور قرض سے ہمیشہ اس طرح خوف کھاتے گئے تھے جیسے گناہ سے نصاب ... حضرت سے جو ایک ... دوسال ... اس قدر سادگی تھی جو کہ ادنیٰ طبقہ کے مزدوروں میں بھی آج کل نہیں ... سادی دیسی وضع اور گھر کے سوت کے بنے ہوئے گاڑھے کے کبھی کوئی کپڑا زیب تن نہیں کیا خوراک میں دال دلیا جو مل گیا کھا لیا۔ اس سادہ روش سے اس قدر جائداد پیدا کی جس کا منافع پانچ ہزار سالانہ کے قریب تھا وہ بھی اس وقت جبکہ زمین کی قدر اس قدر نہ تھی ورنہ موجودہ وقت میں ... ہزار سے کم نہ ہوتا تین گاؤں تو سالم تھے بیس میں جو بہائی اور بیس میں نصف حصہ تھا دو مکان زنانے ایک مردانہ انتقال کے بعد یہ سب نسل ربانی تو وارث ہوا گویا عالم اسباب بدست خواب دنیا سے بے خبر مار لوگوں نے خوب موقع پایا اور معصوم کو اُتو بنا یا نواب صاحب مشہور ہو گئے اب انکی تباہی و بربادی کا حال سنیئے اور مآل پر نظر ڈالئے۔

جب کبھی ہوا خوری تشریف لے جاتے تو دوست و احباب کا جم غفیر ساتھ ہوتا اگر بزارہ میں گزر ہو گیا تو واقف کار بزاز نے دیکھتے ہی بڑے تپاک سے آواز دی جناب نواب صاحب ایک مرتبہ میں ایک تھان محض آپ کی خاطر سے لایا ہوں۔ نواب صاحب مارے خوشی کے جامہ میں پھولے نہ سمائے اور نوکر کو فی الفور حکم دیا کہ جاؤ لے آؤ نہ بھاؤ پوچھا نہ ناپ تول ہی جو اس کے جی میں آیا درج بہی کھاتہ کر لیا ازاں بعد کسی آرائشی سامان کے دکاندار نے اسی طرح کہا پھر نوکر کو حکم ہوا اور فی الفور تعمیل ہوئی یہ مثل مشہور ہے "بنیا بنی کا یار بعد کو گے خوار" "جس کا بنیا یار اسے کیا دشمن درکار" جب کچھ عرصہ گزر گیا اور ادائگی سے تغافل برتا گیا تو تقاضہ شروع ہونا لازمی تھا مگر جہل کے گھر میں ماس کہاں، قرار در کف آزادگان نہ گیرد مال، مسلمان اور مسرفانہ عیاش مسلمان کے گھر میں نقد کا کیا کام۔ پھر قرض کی ادائگی کا ہی تقاضا نہ تھا بلکہ علاوہ روزمرہ کی نمائش و آرائش کے ، کبوتر بازی، پتنگ بازی، ... بازی، آتش بازی، وغیرہ دل جیبوں کے لئے نقدی کہاں سے ملتی

چار ناچار مسک کرنا پڑا۔ جب وعدہ پورا نہ ہوا تو دوسرا مسک بدلا گیا مگر سلسلۂ غفلت دور نہ ہوا آخر کار نوبت باینجا رسید کہ اول بزاز نے نالش دائر کی مشکل پانچ سو کا کپڑا آیا ہوگا مگر سود در سود کے چکر میں پڑ کر نو ہزار کی ڈگری میں سالم موضع نیلام کرا لیا۔ پھر کیا تھا لگے بعد دیگرے ہر دوکاندار نے یہی شیوہ اختیار کیا جب بہت معمولی حیثیت رہ گئی تب یاران باوفا نے بھی جواب دیا۔ جونک کی طرح خون چوسنے کے لئے ہر وقت ساتھ رہتے تھے آنکھیں پھیر لیں۔ اب نواب صاحب کو دنیا نظر آئی مگر مجبور تھے کہ باقی رہن کو رہن رکھ کر کام چلائیں مگر شرائط ملاحظہ ہوں کاشت مرہن کی ہو اور مالگزاری دیں نواب صاحب اور اصل پر سود در سود چڑھتا رہے۔ آخر کار سب برابر ہو گئی تو مکان کی نوبت آئی اول تو اس کو گرو رکھا اور دو شرطیں قرار پائیں یا تو مکان خالی کر دو۔ اور یہیں رہو تو ماہوار کرایہ دینا ہوگا اور اصل پر سود در سود چڑھتا رہے گا۔ یہ بھی منظور ہوا لیکن ادائگی کہاں سے ہو اور کون کرے۔ کچھ عرصہ میں پچاس کے تین سو ہو گئے اور مکان سے نکال دیئے گئے اسی طرح دوسرا مکان اور مردانہ بیٹھک بھی سود کی بھینٹ چڑھ گئی اب جب کوئی سبیل نہ رہی تو ملازمت کی ٹھہری حالانکہ دونوں سے ماہرانہ دستکاری رکھتی ہیں خیاطی بارودگری لیکن کرے کون شان میں فرق آتا ہے ملازمت ملے تو کس طرح نہ تو اس قدر تعلیم پھر اس زمانہ میں جبکہ صدہا گریجوایٹ جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں لیکن گزر کریں تو کس طرح اور کھانے کو آئے تو کہاں سے۔ کاش! جد امجد کے نقش قدم پر چلتے تو کیوں یہ دن دیکھنے نصیب ہوتے اب یہ کلمہ ورد زبان ہے کہ خدا نے تقدیر میں یہی لکھا تھا۔ خیر خدا خدا کرکے جب بالکل یاس ہو گئی تو دل پر جبر کرکے ملازمت کرنی پڑی مگر جب اس قدر ریاست کافی نہ ہوئی تو ملازمت سے کیا تسلی ہوتی۔ پھر ملازمت میں بھی محنت و مشقت کون کرے۔

سخت ست پس از جاہ تحکم بردن
خو کردہ بناز جور مردم بردن

اب رئیس صاحب نہیں بلکہ نواب صاحب حیران و پریشان سرگرداں نان شبینہ کے محتاج در بدر خاک چھانتے پھرتے ہیں مگر بھیک بھی نہیں ملتی۔

اب ان وجوہ پر غور کرنا ضروری ہے جن سے یہ عبرت خیز اور الم انگیز نتائج پیدا ہوئے۔

۱۔ شب برات آئی تو جناب نواب صاحب کو یہ فکر ہوئی کہ کوئی آتش بازی میں نمبر نہ لے جاوے خواہ کتنا ہی خرچ کیوں نہ ہو۔ محرر کو حکم ہو گیا کہ رقعہ لکھ دو کہ منیب جی دے جائیں اور حلوہ مانڈہ کا سامان بھی کافی مقدار میں لیتے آئیں۔

۲۔ پتنگ بازی، بٹیر، مانجھا، کاغذات پتنگ، روزانہ پیچ لڑانا، ایک ملازم کا سب سامان کو ساتھ لیکر

پھرنا ضرور تھا اس کو عـــہ تنخواہ ملتی تھی۔

۳۔ کبوتر بازی۔ لقا کبوتر الگ دیسی الگ اڑان کے الگ نمائش کے الگ کوئی عـــہ کا جوڑہ ہے کوئی عـــہ کا۔ دانہ بھی گندم کا ہو، دو ملازم عـــہ ماہوار کے خبرگیری کے لیئے۔

۴۔ رنڈی بازی۔ خانگی ملاقات۔ یہ فعل ایسا مکروہ اور مضر ہے کہ ہزاروں رئیس تباہ و برباد ہو گئے۔

درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار

۵۔ تمباکو لکھنؤ کا ہو فرنی مرادآباد کی نیچہ دہلی کا گرمیوں میں خس کا سردیوں میں کاہوں کا سال بھر میں چار نیچے ضرور بدلے جائیں سب نواب صاحب حقہ نوش فرمائیں قیمت عـــہ سے کم نہ ہوتی تھی۔

۶۔ پان دیسی یا مہوبہ کے تمباکو خوردنی زردہ قوام جس کی قیمت دس روپیہ سیر سے کم نہ ہو ہر پانچ منٹ بعد نہایت پان کا بیڑا نہ صرف خود کھایا جائے بلکہ احباب کو بھی سیر چشمی سے کھلایا جائے۔

ہر ذی عقل انسان بالخصوص مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس عبرت خیز داستان سے سبق حاصل کرے دنیا کے نشیب و فراز کو سمجھے ناجائز اخراجات سے بچے مراسم شادی و غمی میں برادری کے کہنے کا مطلق خیال نہ کرے اور حد اعتدال سے ہرگز تجاوز نہ کرے۔ جو کچھ کفایت شعاری سے پس انداز ہو اس کو سیونگ بنک میں جمع کردے۔ قطرہ قطرہ شود دریا۔

ڈاکخانہ کے سیونگ بنک کا حساب ایسا صاف اور معتبر ہے کہ ایک حبہ ضائع ہونے کا بالکل اندیشہ نہیں۔ یہ سہولت کس قدر کہ چار آنے بھی جمع ہو سکتے ہیں۔

(عزیز الرحمان ڈاسنہ ضلع میرٹھ)

اصحاب ذیل کی اعانت و ہمدردی کا سودمند تہ دل سے شکرگزار ہے

نمبر ۱۔ عالیجناب محمد عبدالکریم صاحب بنوسانہ و بلز افریقہ
نمبر ۲۔ عالیجناب راؤ فیاض علی خاں صاحب رائے پور ضلع سہارنپور
نمبر ۳۔ عالیجناب منشی عبداللہ خاں صاحب اختر بھوپال
نمبر ۴۔ عالیجناب حکیم منظفر حسین صاحب سلطان پور
نمبر ۵۔ عالیجناب منشی عبدالغفور صاحب۔ کلکتہ

(منیجر سودمند)

تجارت کے اصول

حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون کے ارشادات

اوائل اکتوبر ۱۹۲۶ء میں حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون صاحب ممبر لیجسلیٹو اسمبلی ملک التجار کراچی صدر مجلس مرکزیہ خلافت ہند لاہور تشریف لائے آپ نے نمائندہ انقلاب کی درخواست پر مسلمانوں کے لیئے مندرجہ ذیل اصول تجارت بیان فرمائے۔

ہمارے محترم بزرگ حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون صاحب ایم۔ایل۔اے صدر جمعیت خلافت کی تشریف آوری لاہور کے سلسلہ میں ہمیں جو اہم فوائد حاصل ہوئے ان میں ایک بہت بڑا اور خاص طور پر قابل ذکر فائدہ یہ ہے۔ کہ صاحب موصوف سے اصول تجارت کے متعلق بعض نہایت ضروری معلومات حاصل ہوئیں۔ قارئین کرام کو معلوم ہے کہ سیٹھ صاحب بہت بڑے اور کامیاب تاجر ہیں اور ہندوستان کے مسلمان تاجروں میں سے آپ اولین صف کے چند نہایت ممتاز افراد میں شامل ہیں۔ آپ کی زندگی کے گزشتہ ستائیس اٹھائیس سال اس مشغلہ میں بسر ہوئے ہیں۔ اور بلا شائبہ مبالغہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ آپ اس باب میں بہترین مشیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم نے سیٹھ صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ پنجاب کے مسلمان اس وقت تجارت کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ ان میں اس عزت مند اور شریفانہ پیشہ کے ساتھ آج کل خاص دلبستگی پیدا ہو رہی ہے بنا بریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ تجارت کے چند ایسے ابتدائی اصول بتا دیں۔ جن سے نئے تجارت پیشہ مسلمان فائدہ اٹھا سکیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر اپنے کاروبار کو فروغ دے سکیں سیٹھ صاحب نے ہماری یہ درخواست منظور فرمالی اور تقریباً ایک گھنٹہ تک ہمیں دوکانداری اور تجارت کے چند ابتدائی اصول سمجھاتے رہے۔ ہم سیٹھ صاحب کے ارشادات کو عام مسلمانوں کے فائدے کے لیئے یہاں درج کرتے ہیں۔ یہ باتیں شاید بعض اصحاب کو بظاہر غیر دلچسپ معلوم ہوں لیکن چونکہ یہ بجائے خود بے انتہا اہم اور بدرجہ غایت مفید و ضروری ہیں اس لیئے ہم قوم کے مفاد کی خاطر انھیں تقریباً سیٹھ صاحب ہی کے الفاظ میں یہاں درج کرتے ہیں۔ اور درخواست کرتے ہیں کہ مسلمان تاجر اور مسلمان دوکاندار علی الخصوص وہ حضرات جنھوں نے ابھی اس میدان میں قدم رکھا ہے انھیں

ٹھنڈے دل سے ملاحظ فرمائیں اور ان پر عمل پیرا ہو جائیں۔

جذبات اور تجارت سیٹھ صاحب نے سب سے پہلے اس امر پر دلی مسرت کا اظہار کیا۔ کہ مسلمانوں میں تجارت کی طرف رغبت و میلان پیدا ہو رہا ہے۔ پھر فرمایا کہ ہمارے ملک میں کئی تحریکیں محض جذبات کی بنا پر شروع کی گئیں۔ جب تک جذبات میں جوش اور اشتعال رہا۔ یہ تحریکیں بڑے اچھے پیمانے پر چلتی رہیں۔ لیکن جب ذرا سکون پیدا ہوا تو اس کے ساتھ تحریکات میں بھی اس درجہ افسردگی پیدا ہو گئی کہ ان کا عدم اور وجود برابر ہو گیا میری یہ رائے ہے کہ قوم کی اصلاح و درستی باتنظیم و ترتیب کی کوئی تحریک جذبات کی بنا پر نہیں چل سکتی۔ علی الخصوص تجارت کے لیئے تو جذبات کو بنیاد و اساس بنانا بے حد خطرناک ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ اسے جذبات کی بنا پر نہ شروع کیا جائے اور نہ کسی قوم کی دشمنی و عداوت کو اس کی بنیاد بنایا جائے۔ ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ تحریک زیادہ دیرپا نہ ہوگی۔ اور نہ اس سے قوم کو کوئی فائدہ پہونچے گا۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ تجارت کو ایک مستقل پیشہ سمجھ کر اختیار کریں۔ اور مضبوط ارادے اور محکم عزم کے ساتھ اس کا آغاز کیا جائے۔

مسلمانان پنجاب کی سرگرمی میرے لیئے یہ امر موجب مسرت ہے کہ پنجاب کے مسلمانوں کو اس حقیقت کا احساس ہے۔ اور ان کے پیش نظر کسی کی دشمنی یا عداوت نہیں۔ اور نہ وہ اسے جذبات کی بنا پر چلا رہے ہیں۔ بلکہ سالہا سال کے تجربات کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ جبتک ان کی قوم کا ایک معتد بہ حصہ تجارت میں مصروف نہ ہو جائے گا۔ اس وقت تک ان کی اقتصادی اصلاح کا کوئی کام انجام نہیں پا سکتا۔ اور اسی نتیجہ کو سامنے رکھ کر پورے سکون اور مضبوط ارادے کے ساتھ انھوں نے یہ تحریک چلائی ہے جو آہستہ آہستہ اچھی ترقی کر رہی ہے۔

تجارت کے ابتدائی اصول تجارت شروع کرنے والے اصحاب کو جن امور کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے۔ ان کی مختصر سی کیفیت سیٹھ صاحب کے ارشادات کے مطابق ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

دیانت داری سب سے پہلی بات یہ ہے کہ دکاندار ایمانداری کو اپنا اصل الاصول بنائے وہ لین دین کا سچا ہو۔ زبان کا پکا ہو۔ اور جو وعدہ کرے اس کے بروقت ایفا کا خیال رکھے۔

حسن اخلاق دکاندار کے لیئے دوسری ضروری بات یہ ہے کہ وہ بے حد خوش اخلاق ہو۔ تمام گاہکوں کے ساتھ اتنی اچھی طرح پیش آئے کہ جو شخص ایک مرتبہ اس سے سودا خرید لے۔ اس کے اچھے برتاؤ کی وجہ سے ہمیشہ اسی طرف کھنچا آئے۔ اگر کوئی خریدار دکان میں سے دس چیزیں دیکھتا ہے اور ناپسندیدگی کی بنا پر کوئی چیز خریدے بغیر چلا آتا ہے تو دکاندار کو چاہیئے کہ خندہ پیشانی کے ساتھ اسے رخصت کرے۔ یہ نہ ہو کہ کوئی شے نہ خریدنے کی وجہ سے اس کے ساتھ ترش روئی سے پیش آئے۔ دکاندار کا کام محض یہ ہے کہ گاہک کو چیزیں دکھائے۔ ان کا

پسند کرنا یا لینا گاہک پر موقوف ہی چیزیں دکھاتے ہی یہ ضروری نہیں ہو جاتا کہ دیکھنے والا کچھ نہ کچھ خریدنے پر مجبور ہی۔ گاہک کے ساتھ ہر حال میں اچھا برتاؤ کیا جائے۔ خواہ وہ کچھ خریدے یا نہ خریدے۔ گاہکوں کو اپنی دُکان کے ساتھ مستقل طور پر وابستہ کرنے کی یہی صورت ہے۔ جو شخص آج دس چیزیں دیکھتا ہی اور کوئی چیز نہیں خریدتا۔ لیکن خوش خوش جاتا ہی۔ وہ کل مستقل خریدار بن سکتا ہی۔ اس لئے کسی بُرے برتاؤ سے اسے کبھی ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے

محنت وجفاکشی تیسری ضروری بات یہ ہی کہ دکاندار محنتی اور جفاکش ہو۔ وہ علی الصباح اُٹھے۔ اور ضروریات سے فارغ ہو کر دُکان پر جا بیٹھے۔ دن بھر کام میں مصروف رہے۔ اور جبتک بازار میں گاہکوں کی آمد و رفت جاری رہے۔ اور جبتک دُکان پر لوگوں کی آمد کا امکان باقی رہے۔ اس وقت تک اسے بند نہ کرے۔ مثلاً مٹھائی، پان، سگریٹ، دودھ وغیرہ کی دُکانیں رات کے بارہ بارہ بجے تک کھلی رہتی ہیں۔ اس جفاکشی اور محنت کا تعین دکان کی حیثیت و نوعیت اور گاہکوں کی بنا پر بہ آسانی کیا جاسکتا ہی

تجارتی معلومات چوتھی ضروری بات یہ ہی کہ تجارت شروع کرنے سے پہلے اچھی طرح سے سوچ لینا چاہیئے کہ کونسا کام شروع کیا جائے اور کس چیز کی دُکان نکالی جائے جس چیز کی دکان شروع کی جائے اس کے متعلق پورے طور پر تحقیق کر لینا چاہیئے کہ وہ کہاں کہاں بنتی ہی؟ کہاں کہاں پیدا ہوتی ہی؟ کس کس جگہ سے ارزاں نرخ پر مل سکتی ہی؟ منڈی سے اسے دُکان تک لانے میں کیا کچھ خرچ ہوگا؟ اور اس کے بعد بازار میں کس نرخ پر فروخت کی جاسکے گی؟ اور اس بازار میں اس شے کی دوسری دکانوں پر کیا بھاؤ ہی اس کی کھپت کیسی ہی؟ گاہک کتنے ہیں اور کیسے ہیں؟ غرض اس باب میں تمام امور کی پورے طور پر تحقیق کر لینی چاہیئے اور اس کے بعد نفع اور نقصان کے امکانات کو سوچ کر دوکان نکالنی چاہیئے۔

امید منفعت پانچویں ضروری بات یہ ہی کہ تجارت شروع کرنے یا دُکان نکالنے کے ساتھ ہی یہ اُمید نہیں باندھ لینی چاہیئے کہ فوراً بہت بڑا نفع ہو گا اور گرانقدر دولت مل جائے گی۔ یا دوسری قوموں کے ان پیشہ ور تاجروں کے پایہ پر پہنچنا نصیب ہو جائے گا۔ جو پشت ہا پشت سے یہی کام کرتے آئے ہیں۔ البتہ محنت اور جفاکشی کے بعد یہ اُمید ضرور رکھنی چاہیئے کہ دوکاندار اپنا اور اپنے قبیلے کا گزارا آرام کے ساتھ کر سکے گا۔ اگر یہ محنت و جفاکشی جاری رہے گی۔ نیز یہ خرچ آمدنی سے کم رکھا جائے گا۔ تو بتدریج حالت بہتر ہوتی جائے گی۔

سرمایہ لگانے کا طریقہ چھٹی ضروری بات یہ ہی کہ دُکان نکالنے والے کے پاس جس قدر سرمایہ ہو اسے شروع ہی میں سارے کا سارا انہیں لگا دینا چاہیئے۔ بلکہ پہلے اس سرمایہ کا ایک حصہ مثلاً آٹھواں

یا پانچواں حصہ لگانا چاہیئے۔ اور جوں جوں فائدہ ہوتا نظر آئے۔ بقیہ سرمایہ بتدریج لگاتے جانا چاہیئے۔ سارا سرمایہ ایک دم لگا دینے سے بصورت نقصان تباہی یقیناً ہوگی۔

تجارت کے ابتدائی سال ساتویں ضروری بات یہ ہے کہ شروع میں ایک دو برس ہر دکاندار کو محض یہ خیال ہونا چاہیئے کہ جس طرح کالجوں اور اسکولوں میں بچے تعلیم پاتے ہیں۔ اسی طرح میں تجارت سیکھتا ہوں اور سچی بات یہ ہے کہ حقیقی تاجر ہمیشہ اپنے آپ کو طالب علم ہی سمجھتے رہتے ہیں۔ مجھے تجارت کرتے ہوئے ستائیس سال گزر چکے ہیں۔ اور خدا کے فضل و کرم سے میرا بمبئی کا کاروبار بہت وسیع ہے لیکن ابتک میں اپنے آپ کو محض ایک طالبعلم سمجھتا ہوں۔ اور جس طرح سکول یا کالج کا اچھا طالب علم ایک ایک بات کے معلوم کرنے کے لئے مضطرب رہتا ہے۔ اسی طرح میں مضطرب رہتا ہوں۔

حساب مکمل رکھنا چاہیئے آٹھویں ضروری بات جو میرے نزدیک مسلمانوں کو خاص طور پر سامنے رکھنی چاہیئے۔ یہ ہے کہ بہی کھاتہ مکمل رہے۔ حساب باقاعدہ رکھا جائے۔ دُوکان میں جس قدر چیزیں آئیں جتنی چیزیں بکیں جتنا روپیہ خرچ ہو۔ جتنی رقم آئے۔ اس کا روزانہ باقاعدہ اندراج ہونا چاہیئے۔ نئے دُکانداروں کا فرض ہے کہ وہ ابتدا میں ہر مہینے دیکھ لیا کریں۔ کہ دکان میں ان کا کتنا سرمایہ لگا اُنھوں نے کتنا کمایا اور کتنا کھایا۔

دُکانداروں سے میل جول نویں ضروری بات یہ ہے کہ ہر دُکاندار اپنے اطراف کے دُکانداروں سے اچھا میل جول پیدا کرے۔ اور اپنے تعلقات بڑھاتا رہے۔ ان سے مفید معلومات حاصل کرے۔ اور ان کی صحبت سے فائدہ اُٹھائے۔

اُدھار سے پرہیز کرو دسویں ضروری بات یہ ہے کہ جس حد تک ممکن ہو لوگوں کو مال اُدھار نہ دیا جائے۔ اور خود بھی اُدھار مال لینے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ جو مال کاروبار کے چل چلاؤ کے دوران میں اُدھار لئے اس کی قیمت ٹھیک وعدے کے مطابق ادا کرنی چاہیئے۔ اس سے دُکان کی ساکھ بڑھتی ہے۔ اور اس کے وقار میں اضافہ ہوتا ہے۔

مال اچھا رکھو گیارھویں ضروری بات یہ ہے کہ مال کا سٹینڈرڈ یہ ہر حال قایم رہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بعض تاجر ابتدا میں مال اچھا رکھتے ہیں۔ جب ذرا بکری شروع ہوتی ہے دوکان چل نکلتی ہے اور منافع ہونے لگتا ہے۔ تو پھر وہ مال کی اچھائی کا زیادہ خیال نہیں رکھتے۔ یہ طریق عمل دُکان کے استقلال کے لئے مضر ہوتا ہے۔ مال بہرحال اچھا رکھنا چاہیئے۔ اور زیادہ منافع کی حرص میں کاروبار کی مستقل حیثیت کو نقصان پہونچانا بالکل نامناسب ہے۔

خرچ کم کرو

بارھویں ضروری بات یہ ہو کہ ہر تاجر کی آمدنی اس کے خرچ سے زیادہ ہو میرے خیال میں مسلمان تاجروں اور دکانداروں کو اپنا زیادہ سے زیادہ خرچ پوری آمدنی سے نصف رکھنا چاہیئے۔ اور نصف بچانا چاہیئے۔ خرچ پر کنٹرول رکھنا بے انتہا ضروری ہی۔ میرا عقیدہ ہو کہ پیسہ کمانا کوئی بڑی چیز نہیں۔ بلکہ پیسہ خرچ کرنا اور سنبھالنا بڑی چیز ہی۔ اور اسی میں انسان کی قابلیت اور کمال ظاہر ہوتا ہی۔

ضروری گزارش

یہ چند ضروری امور ہیں۔ جن کی ظاہری حیثیت شاید کچھ زیادہ بڑی نہیں لیکن یہ تجارت کے مبادی میں سے ہیں اور مسلمان اخبار نویسوں اور مقرروں کا فرض ہو کہ وہ مختلف طریقوں سے ان امور کو ذریعہ اپنی قوم کے روبرو پیش کرتے رہیں۔ تا آنکہ یہ ہر دکان دار اور تاجر کے دل میں بیٹھ جائیں ہماری قوم تجارت کے میدان میں ابھی ابجد خواں ہی اس لئے سیٹھ صاحب قبلہ نے جو کچھ فرمایا ہی وہ بھی بالکل ابتدائی سبق کی حیثیت رکھتا ہی۔ وہ وعدہ فرما چکے ہیں کہ آئندہ وقتاً فوقتاً اس قسم کے ضروری مشورے اخبارات میں شایع کراتے رہیں گے تمام اسلامی جرائد سے استدعا ہی کہ وہ مذکورہ بالا ضروری امور کو عام مسلمانوں کی آگاہی کے لئے شایع کر دیں (کمشنر امرتسر)

تعجب ہی

باوجود سخت انتظار اور قوی امید کے سود مند کے ٹائٹل پر اظہار خوشنودی سے دل بڑھانے والوں نے توسیع اشاعت کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ امید اور انتظار بدستور ہی۔ (مینجر)

سُود مند کانفرنس

کے دوسرے سالانہ اجلاس واقع فرخ آباد کی رپورٹ

کانفرنس کے انعقاد کی اطلاع خطوط اور اخبارات کے ذریعہ سے کی گئی اطلاعی ہینڈبلس فرخ آباد میں تقسیم کرائے گئے۔ اور ملک کے بزرگان قوم کو جو یراونشل مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں تشریف لائے تھے شرکت کی دعوت دی گئی - چنانچہ یہ کوشش مقصد اجماع میں کارگر ثابت ہوئی اور ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو ایجوکیشنل کانفرنس کے پنڈال واقع انجمن رفیق الاسلام اسکول فرخ آباد میں ۲ بجے دن کے سود مند کانفرنس کا شاندار اجلاس ہوا۔

اجلاس کے صدر مولوی محمد اکرام عالم صاحب بی۔ اے علیگ وکیل بداوں تھے اور بہت سے مشہور و معزز رہنمائے قوم شریک جلسہ ہوئے کارروائی جلسہ کلام پاک کی تلاوت سے شروع ہوئی۔ جناب صدر نے اپنا پرمغز اور قابلانہ خطبہ سنایا (یہ خطبہ علحٰدہ کتاب کی صورت میں شایع ہو گیا ہے جو بقیمت ۲ ر دفتر سود مند سے مل سکتا ہے) خان بہادر جناب حافظ ہدایت حسین صاحب بیرسٹر ایم ایل سی کانپور نے ایک پُرزور تقریر کی آپ نے فرمایا۔

"سود مند کانفرنس کا کام ہی بڑا ہے مسلمانوں کی معاشرتی حالت میں اس قسم کی صلاحیت پیدا کی جائے کہ معاشرت کی ترقی ہو۔ اس کے ماتحت جس قدر باتیں ہوسکتی ہیں وہ اس کے دائرہ میں آسکتی ہیں سود کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ ہے سوال یہ ہے کہ آیا سود لینا اسی طرح حرام ہے جس طرح سود دینا جو علما سود دینے کو بُرا کہتے ہیں اور سود دینے سے بچنے کے لئے کوئی تدبیر نہیں کرتے کیا ان کا فرض نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کو سود دینے سے بھی منع کریں سود لینا کیوں منع ہوا؟ وجہ یہ ہے کہ زندگی میں آنحضرتؐ شروع سے تجارت کیطرف مائل تھے۔ روپیہ کے عوض میں روپیہ لینے کو آپنے مناسب نہیں سمجھا تھا۔ آپ کا یہ حکم تھا کہ مسلمان روپیہ کو کسی چیز میں لگائیں اور اس سے نفع حاصل کریں ..... اور روپیہ کو روپیہ کی جگہ نہ لیں بلکہ اس طریقے سے بدلدیں جس سے ہم کو فائدہ ہوسکے تاکہ ہم لوگ کاہلی کی طرف نہ جھکیں۔ اب حالت یہ ہے کہ اگر خاندان میں ایک شخص کمانے والا ہے تو بیس کھانے والے ہیں۔ جب کمانے والا مرجاتا ہے تو کھانے والے بھیک مانگنے پر مجبور ہوتے ہیں اور یہ کوشش ختم نہیں ہوتی۔ یہ حالت ہے ہم مسلمانوں کی۔ آپ یہ نہ سمجھیے کہ میں کوئی

مختصر رائے عرض کر رہا ہوں۔ مسلمان اپنی معاشرتی حالت پر غور کریں تعلیمی حالت کس قدر مایوسانہ ہے اگر یہی حالت رہی تو مسلمان اس قدر مفلس اور قلاچ ہو جائینگے اور معاشرتی حالت سے اس قدر دور پہنچ جائینگے کہ ہندوستان میں ان کا رہنا ناممکن ہو جائے گا ہماری حالت یہ ہے کہ سو روپیہ قرض لیتے ہیں اور دس ہزار کی ڈگری ہوتی ہے۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو میرٹھ میں ایک مسلمان رئیس کے یہاں سے گڑا گڑیا کی برات نکلی جس کے لئے ایک ہزار روپیہ قرض لیا گیا اور گڑا گڑیا بڑی شان سے نکالے گئے۔ مثال کیسی پریشان کن ہے اس پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھیے۔ مسلمانوں کو بڑی ضرورت اس وقت یہ ہے کہ وہ اپنی حالت ٹھیک کریں۔ مسلمان بیسیوں گناہ کرتے ہیں اور کوئی انھیں بچانے کے لئے نہیں جاتا۔ الہ آباد کی قسمت میں ایک نہایت معتبر شخص ہیں جن کے بزرگوں نے مسلمانوں کو بڑا فائدہ پہونچایا آج ان کا چشم و چراغ دو سو روپیہ ماہوار سود دے رہا ہے ایک مسلمان پچاس روپیہ سود پر روپیہ دینا چاہتا ہے لیکن وہ حرام سمجھ کر نہیں دیا جاتا کیونکہ علما اس کی اجازت نہیں دیتے۔ ایسی حالت میں علما ہی کوئی طریقہ بتائیں اقتصادی مسئلہ کبھی حل نہیں ہو سکتا۔ کوئی کتنا ہی متبحر عالم ہو لیکن جبتک اپنے ہاتھ سے اپنی روٹی خود کمانے کے قابل نہ ہو یہ مصیبت ختم نہیں ہو سکتی۔ یہ مسئلہ اس وقت حل ہوگا کہ ہر مسلمان اپنے ہاتھ سے روٹی کمائے۔ بنیہ کا لڑکا شروع سے ایک ایک پیسہ کا فائدہ حاصل کرتا ہے اور مسلمان کا لڑکا ضایع کرتا ہے ہندوستان بھر میں سب سے زیادہ لڑکے مسلمانوں کے کالجوں اور اسکولوں سے نکلے اور اب وہ کسی کام کے نہیں رہے اگر مسلمانوں کی یہی حالت ہے تو کون کہے گا کہ یہ قوم زندہ رہنے کے قابل ہے جو تین سو روپیہ لیتی ہے اور جسپر چھ ہزار کی ڈگری ہوتی ہے۔

مولانا طفیل احمد صاحب لا کھ سود منہ کانفرنس کریں مسلمانوں کی حالت بننے والی نہیں جبتک کہ معاشرتی حالت کو دیکھتے ہوئے یہ نہ سوچا جائے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ سیاسیات اور تعلیم میں ہم کبھی ترقی نہ کر سکینگے جبتک کہ ہماری اقتصادی حالت درست نہ ہو۔ ہماری آبادی پندرہ فیصدی ہے اور ہم میں سے پچاس فی صدی بھیک مانگتے ہیں۔ عیسائیوں اور پارسیوں میں آپ کو کوئی گداگر نہیں ملے گا ان کی معاشرت کا طریقہ ایسا ہے کہ وہ بھیک نہیں مانگتے میں جانتا ہوں کہ جو اقتصادی تحریک اس وقت اٹھائی گئی ہے اس کی مخالفت ہوگی۔ میں اسی وقت کی گاڑی سے جا رہا ہوں ورنہ مفصل تقریر کرتا۔ میں اس وقت صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ علما یہ فرمائیں کہ آپ نے سود دینے سے مسلمانوں کو کیوں نہیں روکا۔ سود دیتے دیتے مسلمان تباہ ہو گئے اس کی ذمہ داری کس پر ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو نفع کا کام کرنے کے لئے کچھ روپیہ دیدے تو علما کا فرض ہے کہ وہ اس کو بتائیں

کہ روپیہ کس طریقے سے دینا چاہیئے۔ علما کا یہی فرض نہیں ہو کہ وہ اپنے وعظ پر مسلمانوں سے خراج تحسین وصول کر لیا کریں بلکہ ان کا یہ بھی فرض ہو کہ وہ مسلمانوں کو وہ طریقے بتائیں جن سے وہ دنیاوی زندگی چین سے بسر کر سکیں اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کے سود کے نقصان کو گھٹا دے تو اس میں کیا برائی ہو اسلام کا دُنیاوی پہلو ایک دوسرے کی مدد کرنے کا ہو رہا دینی پہلو اس کو مسلمان چھوڑ چکے تاہم اسلام باقی رہے گا۔ مسلمان فنا نہ ہو جائیں گے۔ ہماری جگہ دوسری قومیں اسلام کی خدمت کریں گی ہم لوگ کاہل اور نفس پرست ہیں علما بتائیں کہ ہم معاشرتی ترقی کس طرح حاصل کریں تعلیم کے لئے ہمارے پاس روپیہ نہیں ہو مسلمانوں کو اس وقت ضرورت ہو کہ ان کے رہنما ان کو معاشرتی اور مذہبی پہلو ترقی کے بتائیں۔ والسلام

اس تقریر کو سُن کر مولوی

عبداللطیف صاحب نے کلام پاک کا ایک رکوع پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا اور مشکوۃ شریف کے حوالہ سے ایک تقریر کی جس کا ماحصل صرف یہ تھا کہ سود لینا مسلمان کو جائز نہیں ہو۔ اس کے بعد سید مقصود علی صاحب شمس آبادی نے ایک مطبوعہ نظم پڑھی جس میں جناب مشتاق میرٹھی نے سود مند کے کارٹون کی تصویروں کے مفہوم کو واضح کیا ہو اور سود مند کے جوبلی نمبر میں شایع ہو چکی ہو۔ اس نظم کے بعد مولٰنا سید طفیل احمد صاحب نے کانفرنس کے متعلق اپنی رپورٹ پڑھی لیکن اس دوران میں عصر کی نماز ہوئی اور اس کے بعد پھر اجلاس شروع ہوا۔ پہلے قمر صاحب بدایونی نے اپنی پُر اثر اور نتیجہ خیز نظم پڑھی اور اس کے بعد مولٰنا موصوف نے بقیہ رپورٹ پڑھکر سُنائی۔

سود مند کانفرنس کی رپورٹ

مسلمانوں کی مالی اصلاح کا کام اگرچہ عرصہ آٹھ سال سے جاری ہو مگر اُس نے ایک اجتماعی شکل صرف اُس وقت اختیار کی جبکہ گزشتہ دسمبر میں سود مند کانفرنس کا پہلا اجلاس آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس کے ساتھ خان بہادر مولوی محمد بشیرالدین صاحب کی صدارت میں بمقام دہلی منعقد ہوا۔ اور آج اُس کا دوسرا اجلاس صوبہ متحدہ کی کانفرنس کے ساتھ ہو رہا ہو۔ میں اس امر کو سب سے زیادہ ضروری سمجھتا ہوں کہ عالیجناب مولوی محمد اکرم عالم صاحب بی۔ اے نے کل آٹھ روز کا عرصہ ہوا کہ میری استدعا کو شرف قبولیت عطا فرما کر اس جلسہ کی صدارت منظور فرمائی اور اس قدر تنگ وقت میں اس امر کا موقع دیا کہ آج ہم مجتمع ہو کر مسلمانوں کی بہبودی کے متعلق غور کر رہے ہیں۔

میں نے جناب صدر کا جو شکریہ ادا کیا ہے وہ کوئی رسمی شکریہ نہیں ہے بلکہ حقیقی معنوں میں شکریہ ہے۔ آج کل ملک کی جس قدر نامور اور معزز انجمنیں ہیں اُن کی صدارت کے لیئے متعدد نام پیش ہوتے ہیں اور اُن میں سے بالآخر کسی ایک کا نام منتخب کیا جاتا ہے اور بجز ایک کے باقیماندہ کو ایک قسم کی خفت اُٹھانی پڑتی ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ اُس عہدہ میں عزت کی مقدار اس قدر زیادہ ہے کہ اُس کے حصول کے لیئے ذلت اُٹھانے پر بھی آمادگی ہو جاتی ہے۔ بہت سی انجمنیں ایسی ہیں جن کی صدارت کے لیئے متعدد نام پیش نہیں ہوتے مگر اُن کے لیئے بھی جس کسی شخص کا نام پیش ہو کر منظور کیا جاتا ہے۔ اُسے لوگ خوش قسمت سمجھتے ہیں اور اُسے مبارکباد دیتے ہیں۔ مگر سود مند کانفرنس وہ جماعت ہے کہ اُس کی صدارت قبول کرنے کے لیئے بڑے دل گردہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں بجائے عزت کے رُسوائی کا اندیشہ رہتا ہے۔ مگر مبارک ہے وہ رُسوائی جو دوسروں کی بھلائی کے لیئے ہو۔

اس وقت ملک میں مسلمانوں کی بھلائی کے صدہا بلکہ ہزاروں کام جاری ہیں اور اُن کے لیئے انجمنیں اور جماعتیں قایم ہیں جو شب و روز فراہمی سرمایہ کی فکروں میں حیران و سرگرداں رہتی ہیں۔ دوسری قوموں میں ایک ایک فرد وہ کام کر دیتا ہے جو ہماری انجمنیں پچاسوں سال میں بھی انجام نہیں دیتیں۔ ہماری قوم میں خدا کے فضل سے درجنوں معزز عہدہ دار مثل ججان ہائی کورٹ اور وزراء صوبجات اور ممبران اگزکٹو کونسل ہیں۔ اور صدہا ایسے لوگ ہیں جو کالکٹر انجنیر اور ڈاکٹر اور ہزاروں روپیہ تنخواہ پانے والے اور کمانے والے ہیں۔ مگر اُن کا حال پوچھیئے تو وہ اپنی حیثیت قایم رکھنے کی فکروں میں حیران و سرگرداں رہتے ہیں۔ وہ بیچارے قوم کی کیا خبر لیں۔ برخلاف اس کے ہمارے برادران وطن میں آپ نے سر گنگا رام آنجہانی کا حال سُنا ہوگا۔ جنھوں نے حال ہی میں انتقال کیا ہے وہ ایک معمولی انجنیر تھے مگر کوئی سال نہ جاتا تھا کہ اُن کی ہزاروں روپیہ کی خیرات کی خبریں اخبارات میں شایع نہ ہوتی ہوں اور سب سے بڑھکر یہ کہ اُن کے انتقال پر معلوم ہوا کہ بیس لاکھ کا ایک وقف اُنھوں نے عرصہ ہوا کہ کیا تھا اور انتقال کے وقت اُسی وقف کے لیئے بارہ لاکھ نقد اور دو لاکھ کی ایک جائداد چھوڑی جو کل مل کر ۳۴ لاکھ ہے۔ اس کے علاوہ اُنھوں نے ایک بیکار رقبہ آراضی کو پانی سے سیراب کرکے اس قابل بنا دیا کہ لاکھوں آدمی اُس کے کاموں میں لگ کر اُس سے فیضیاب ہوتے ہیں اور اب وہ کڑوروں روپیہ کی جائداد ہے۔

نہ صرف سر گنگا رام بلکہ ہر شہر اور ہر قصبہ میں دیکھیئے کہ جن کاموں کے لیئے ہماری قوم کے بہترین دل و دماغ محض فراہمی سرمایہ میں اپنی زندگی ختم کر دیتے ہیں۔ ہمارے برادران وطن کے گمنام افراد چشم زدن میں اُسے پورا کر دیتے ہیں ہمارے بزرگ عالیجناب خان بہادر مولوی محمد بشیر الدین باعتبار دماغ کے

میرے نزدیک اس ضعیفی میں بھی قوم میں اپنا جواب نہیں رکھتے مگر قوم کے عام افلاس کی وجہ سے اُن کی اور اُن کے مفید کاموں کی جو گت ہو رہی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ اور جن کی تفصیلات بیان کرنے میں طوالت ہوگی۔ غرض جن دلوں میں خداوند تعالےٰ نے درد پیدا کیا ہے اور اُن میں قومی کام کرنے کا ولولہ اور اُس کی قابلیت ہے۔ بجائے تعمیری کام کرنے کے اُن کی تمام عمر بس فراہمی سرمایہ میں گذر جاتی ہیں اور وہ دُنیا سے بے نیل مرام گذر جاتے ہیں۔ اور یہ سب اس وجہ سے ہے کہ مسلمانوں کی قوم مفلس ہے۔

اس وجہ سے پچاس سال قبل جب سرسید نے مسلمانوں کی بہبودی کا کام شروع کیا تو تمام قوم کے سامنے صرف دو کام تھے۔ ایک دُنیوی تعلیم کا کام جو سرسید کرنے تھے اور ایک مذہبی کام جس کی علماء کرام انجام دیتے تھے اور بس۔ اُس کے بعد مسلمانوں کا سیاسی کام مسلم لیگ کے نام سے شروع ہوا پھر پنجاب میں انجمن حمایت اسلام اور دوسرے مقامات میں مختلف قومی کاموں کے لئے انجمنیں جاری ہوئیں۔ مگر مسلمانوں کے بارہ میں یہ ایک خاص بات ہے کہ باوجود قومی جماعتوں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ کے قوم کی حالت بہ نسبتہٗ زندگی میں بد سے بد تر ہوتی جاتی ہے حتےٰ کہ اس صوبہ کے مسلمانوں میں بمقابلہ دیگر اقوام کے شرح اموات بھی زیادہ ہے اور اب اُن پر یہ مصرع پوری طرح صادق آرہا ہے کہ ؎ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

دوسری دقت یہ ہے کہ چونکہ کسی جماعت کو مقامی طور پر اُس کی ضروریات کے لئے کافی روپیہ نہیں ملتا تو اُسے اپنا مقام چھوڑ کر باہر جانا پڑتا ہے اور اپنے مقاصد کو پھیلا کر انھیں آل انڈیا بنانا پڑتا ہے تاکہ تمام ہندوستان سے چندہ مانگنے کا حق حاصل ہو۔ اور جبکہ فراہمی سرمایہ کی وجہ سے بہت سی جماعتوں کو آل انڈیا بننا پڑتا ہے تو اُن میں تصادم اور اختلاف پیدا ہوتا ہے اور بہترین دل و دماغ کے لوگوں میں اسی افلاس کی وجہ سے رنجشیں پیدا ہوتی اور بڑھتی ہیں جس سے فی الجملہ قوم کو سخت نقصان پہونچتا ہے۔

خیر اور بہت سی تعلیمی اور سیاسی انجمنیں تو قوم میں موجود تھیں ہی مگر اب جدید مصیبت مسلمانوں پر یہ پڑی ہے کہ افلاس کی وجہ سے اُن کی قوم کے افراد دیگر مذاہب میں مدغم ہونے لگے ہیں جس کی وجہ سے وہ انجمنہائے تبلیغ اور تنظیم قایم کرنے پر مجبور ہوئے اور اپنی جانوں سے زیادہ عزیز چیز یعنی مذہب کی حفاظت کے لیے وہ سب کچھ نثار کرنے پر آمادہ ہیں۔ مگر رونا یہ ہے کہ اب اُن کا افلاس اس درجہ پر پہونچ گیا ہے کہ وہ مذہب جیسی عزیز چیز کے لئے بھی روپیہ فراہم نہیں کر سکتے۔ اور اس منزل پر پہونچکر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا کریں۔

میں نے کئی سال ہوئے انجمن حمایت اسلام کے ایک جلسہ میں ایک بار مسلمانوں کی قومی انجمنوں کی نسبت جو قوم سے روپیہ مانگتے رہے مجبوراً یہی کہا تھا کہ " جس گائے کا دودھ وہ روزانہ دوہتی ہیں اُس گائے کے چارے اور دانے کی بھی تو فکر رکھیں تاکہ اس کا دودھ خشک نہ ہو جائے۔ اس مثال سے میرا مقصد یہ تھا کہ جن مسلمانوں کی اعانت کی بدولت تمام قومی کام چل رہے ہیں ہم کو اُن کی مالی اور تمدنی حالت پر بھی تو توجہ کرنی چاہیے اور اُن کی ترقی کے لئے بہترین تدابیر اختیار کرنی چاہئیں تاکہ مسلمان آئندہ بھی نہ صرف قومی کاموں میں امداد دینے کے قابل رہیں بلکہ اس قدر متمول ہو جائیں کہ اُن کا ایک ایک فرد ایک ایک قومی انسٹیٹیوشن کو اپنی ذاتی اعانت اور فیاضی سے چلا سکے۔ اور قومی کارکنوں کو روز روز کے چندوں اور دریوزہ گری سے مستغنی کر دے "۔

پس مختصر الفاظ میں یہی مقصد اس انجمن کا ہے کہ وہ افراد قوم کو اس قابل بنائے کہ وہ قومی کام کرنے والوں کی مالی امداد کر سکیں اور مسلمانوں کو اس قابل بنائے کہ وہ اپنے پاک مذہب پر قائم رہ کر اس ملک میں عزت اور آبرو کی زندگی بسر کر سکیں۔ چنانچہ آپ نے اس انجمن کے مقاصد کو ملاحظہ فرمایا ہوگا جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کر کے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں۔

(۲) مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام نرخ سود گھٹ کر ملک سے ربوا کو جو بربادکن اور حرام ہے مٹا دے۔

(۳) فضول اور بربادکن رسم و رواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

اس تحریک کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آٹھ سال سے یہ وسیع پیمانہ پر کام کر رہی ہے اور اس عرصہ میں اس نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسالے تقسیم کئے ہیں اور تمام ملک میں اس کام کی تبلیغ کی ہے مگر کسی سے بھی کسی قسم کا چندہ طلب نہیں کیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعض دردمند اصحاب نے اپنی مرضی اور اصرار سے کچھ رسالے طبع کرا کے تقسیم کرنے کے لئے کچھ رقوم عطا کیں جن کے اسمائے گرامی آگے چلکر مذکور ہوں گے۔ البتہ اس تحریک کے حامیوں کے اصرار پر عرصہ ڈھائی سال سے رسالہ سودمند جاری کیا گیا جو ایک خفیف قیمت کے معاوضہ میں دیا جاتا ہے اور جس کے چلانے میں کئی سو روپیہ سالانہ کا نقصان رہتا ہے۔ یہ رسالہ جون ۱۹۲۵ء میں دو سال کے ارادہ سے اس غرض سے جاری کیا گیا تھا

کہ اس سے قوم کو اپنی مالی پستی کا اندازہ ہو جائے اور اُسے اقتصادی حالت کی درستی کی طرف توجہ ہو چنانچہ خدا کے فضل سے اب قومی اخبارات میں اس عنوان پر بکثرت مضامین نکلتے ہیں اور عام طور پر مسلمانوں کو کفایت شعاری، اصلاح رسوم اور کاروبار کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ اور اس زمانہ میں جبکہ مسلموں اور غیر مسلموں کے درمیان کشمکش ہے مسلمان تجارت کی طرف بھی زیادہ راغب ہیں البتہ ایک چیز کی ابھی تک کمی ہے کہ ابتک مسلمانوں نے سرمایہ داروں کی غلامی سے نکلنے کی کوئی اجتماعی کوشش نہیں کی جسکی سب سے زیادہ ضرورت ہے اور جس کی تدبیر صرف یہ ہے کہ مسلمان بھی مثل دیگر اقوام کے روپیہ کا کاروبار کریں۔ اپنے بنک قایم کریں۔ اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کے بغیر مسلمان ہرگز غیر اقوام کے چنگل سے نہیں نکل سکتے اور اُن کا دین و مذہب محفوظ نہیں رہ سکتا۔ یہی وہ مقصد ہے جس کے حصول کے لئے صدہا مضامین اخبارات میں لکھے جاتے ہیں، ایک ماہوار رسالہ جاری کیا جاتا ہے۔ کتابیں شایع کی جاتی ہیں۔ اور جس کے لیے یہ کانفرنس قایم کی گئی ہے اور جس کا اس صوبہ میں سب سے پہلا اجلاس اس مبارک شہر میں ہو رہا ہے جو آئندہ زمانہ میں جب خدا کے فضل سے مسلمانوں کی حالت بہتر ہوگی، ایک یادگار رہے گا بس میں اس موقعہ پر ابنا دلی شکریہ خاصکر اراکین اسفنالیہ کمیٹی اور عام طور پر اہل فرخ آباد کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اس صوبہ میں سود مند کانفرنس کو سب سے پہلا جلسہ کرنے کا موقع دیا۔ اور دُعا کرتا ہوں کہ جس طرح سے آپ کا ضلع ہزاروں برس سے ایک تاریخی مقام سمجھا جاتا ہے اسی طرح سے وہ آئندہ زمانہ میں خوشحالی اور فارغ البالی کے اعتبار سے ایک نمونہ کا شہر ہے۔ اور اس کی تدبیر صرف یہی ہے کہ افراد قوم حسب ذیل امور کو پیش نظر رکھیں۔

(۱) ہر شخص اپنی آمدنی کا ایک معیّن حصّہ پس انداز کرکے اُسے کسی معتبر بنک میں رکھے یا کام میں لگائے جہاں وہ بڑھتا رہے اگر کسی شخص کو اس قسم کا منافعہ اپنے صرف میں لانے میں تامل ہو تو وہاں سے لیکر کسی کار خیر میں لگا دے جس کی نسبت علماء کرام میں اختلاف نہیں ہے۔

(۲) اپنے ہر بچہ کے لیئے گھر میں گولک بنا دے۔ بچہ جو پیسے اُس میں جمع کرے اس پر انعام دیئے جائیں

(۳) اپنی زندگی کا بیمہ اور اپنے بچوں کا تعلیمی بیمہ کرائے۔

یہ ہیں اس جماعت کے کام جن کی طرف وہ قوم کو متوجہ کر رہی ہے اور جس کی بدولت اکثر مقامات کے مسلمان روز بروز مالی حالت کی بہتری کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں۔

سب سے آخر میں میں اس امر کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم نے اس تحریک کی اشاعت میں علماء کرام کے دامن کو ایک منٹ کے لیئے نہیں چھوڑا۔ ہزاروں کی تعداد میں رسالے اور مطبوعہ عرضے شیں

طبع کرا کر اُن کی خدمت میں بھیجیں۔ ندوۃ العلما اور جمعیت العلما کے جلسوں میں جا کر فرداً فرداً عرض حال کیا اور موجودہ زمانہ کی ضرورت کو پیش کیا۔ اور میں خوشی کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتا ہوں کہ عام طور پر میں نے علمائے کرام اور صوفیائے عظام کو اپنا حامی اور مددگار پایا اور خدا کے فضل سے میری مخالفت کسی اعلیٰ پایہ کے عالم نے نہیں کی۔ اور جن اصحاب نے بوجہ عدم واقفیت کے ابتدا میں مخالفت کی انھوں نے حالات معلوم کرنے کے بعد اپنے خیالات میں تبدیلی کر دی۔ اور میں شکر گزار ہوں اُن علمائے کرام کا جنھوں نے سود کی مختلف صورتوں کے متعلق فتوے دیئے جن کی بنا پر قوم میں اس وقت مالی اصلاح کا کام ہو رہا ہے۔

اب میں اُن بزرگوں کے اسمائے گرامی آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں جنھوں نے اس تحریک میں ہماری امداد فرمائی۔

معاونین تحریک

نمبر۱۔ محمد فیاض الدین صاحب تاجر چرم کلکتہ
نمبر۲۔ خواجہ غلام السبطین صاحب۔ بی۔ اے۔ دہلوی
نمبر۳۔ مولوی محمد عادل صاحب تحصیلدار ضلع علیگڈھ
نمبر۴۔ مولوی انیس احمد صاحب تحصیلدار ضلع سلطانپور
نمبر۵۔ مولوی سید حشمت علی صاحب رئیس گورکھپور
نمبر۶۔ ڈاکٹر محمد عبدالکریم صاحب میڈیکل انچارج ملیح آباد
نمبر۷۔ سید مصطفےٰ حسین صاحب دہلی
نمبر۸۔ مولوی محمد اسمعیل صاحب وکیل میرٹھ
نمبر۹۔ محمد شفیع صاحب سنڈہ ضلع بلندشہر
نمبر۱۰۔ مولوی شفیع الدین صاحب ملازم چیف کورٹ بہاولپور
نمبر۱۱۔ سید نائب حسین صاحب سب اورسیر ن لبہ
نمبر۱۲۔ جی اے باسط صاحب کافی پلانٹر
نمبر۱۳۔ منشی ظہور احمد صاحب لالپور ضلع نینی تال
نمبر۱۴۔ راجہ اکبر علی خاں صاحب بڈہیری ضلع جہلم
نمبر۱۵۔ مولوی محمد رضی صاحب سب جسٹرار گونڈہ
نمبر۱۶۔ مولوی عبدالرحیم خاں صاحب جھنگ
نمبر۱۷۔ منشی اعجاز حسین صاحب پٹنہ
نمبر۱۸۔ غلام محمد خانصاحب لکچرار لاہور
نمبر۱۹۔ محمد امین صاحب رنگون
نمبر۲۰۔ اقدس حسین صاحب پانی پت
نمبر۲۱۔ مولوی سراج احمد صاحب ایم اے جبلپور
نمبر۲۲۔ ڈاکٹر نظام الدین صاحب ہومیوپیتھ لاہور
نمبر۲۳۔ پیر محمد حسین صاحب امرتسر
نمبر۲۴۔ شیخ رسول احمد صاحب آنولہ ضلع بریلی۔
نمبر۲۵۔ بابو عبداللطیف صاحب پانی پت
نمبر۲۶۔ منشی احمد اللہ صاحب مرادآباد
نمبر۲۷۔ منشی الہام اللہ خانصاحب شاہجہانپور ضلع میرٹھ
نمبر۲۸۔ کرم الہی محمد شفیع صاحب سوداگر دہلی
نمبر۲۹۔ ڈاکٹر حافظ محمد حفیظ اللہ صاحب
نمبر۳۰۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب ضلع نینی تال۔

نمبر۱۳۔ مولوی شاہ اظہار عالم صاحب محی الدین پور ضلع فتح پور۔

ان کارروائیوں کے بعد حسب ذیل ریزولیوشن پیش ہوئے۔

نمبر۱۔ مسلمانوں کو افلاس و گداگری سے نکالنے کے لئے یہ کانفرنس مشورہ دیتی ہے کہ وہ اپنے اپنے مقامات میں انجمنہائے سود مند قائم کرکے مسلمانوں کو سادہ زندگی بسر کرنے اور کفایت شعاری اختیار کرنے کی تعلیم دیں۔

اس ریزولیوشن کے پیش کرنے کے ساتھ ہی سید نور احمد صاحب صفوی رئیس سمدن ضلع فرخ آباد صدر انسداد سود کمیٹی نے یہ بھی کہا کہ اس مسئلہ کا انحصار صرف اس پر نہیں ہے کہ سود لیا جائے بلکہ سود لینے اور دینے پر یکساں اصرار ہونا چاہئے۔ خان بہادر مولوی بشیر الدین صاحب اڈیٹر البشیر نے یہ ظاہر کرنے کے بعد کہ اس ریزولیوشن کے الفاظ بہت صاف ہیں اور اس میں سود لینے یا دینے کا کچھ ذکر نہیں ہے اس کی تائید کی اور فرمایا کہ مجھے معلوم یا نہ لوگوں کی فضول خرچی سے ہمیشہ اختلاف رہتا ہے جو وہ اپنا ٹھاٹھ بنانے کے لئے اختیار کرتے ہیں اسی طرح عام مسلمانوں سے مجھے یہ شکایت ہے کہ جو شادی غمی کے موقعوں پر فضول اسراف کے عادی ہو گئے ہیں کاش ہم لوگ اپنے ہادی اور صحابہ کبار کے طریقوں پر سادہ زندگی بسر کریں۔ نواب حیدر سلطان صاحب شمس آبادی نے بھی ریزولیوشن کی تائید کی۔

مسٹر محمد ایوب صدیقی وکیل فتح گڈھ نے یہ ترمیم پیش کی کہ ریزولیوشن مذکور میں لفظ سود مند کی بجائے لفظ سود ترمیم کیا جائے۔

اس ترمیم کے متعلق مولوی عبد اللطیف صاحب اور مولوی آل نبی صاحب نے تقریر اور حوالہ القرآن کی حیثیت سے بحث کی جس پر صدر صاحب نے فرمایا کہ یہ ریزولیوشن سود یا لین دین سے غیر متعلق ہے اس کے بعد بھی سید ساجد رضا صاحب مولوی غلام مصطفےٰ صاحب نے اخلاقی بحثوں کو قائم رکھنے کے لئے تقریریں کیں آخر میں مولوی عبد الاحد صاحب نے فرمایا کہ ابتک کی تمام بحث قبل از وقت ہے جب متنازعہ ریزولیوشن سامنے آئے تو اس پر بحث کر لیجئے اور اس وقت یہ ریزولیوشن پاس کر دیا جائے غرض ریزولیوشن اس ترمیم کے ساتھ باتفاق آرا منظور ہو گیا کہ انجمنہائے سود مند کی بجائے صرف "انجمنیں" لکھ دیا جائے۔

نمبر۲۔ اس زمانہ میں جبکہ عام طور پر ہندو مسلمانوں میں اقتصادی مغالطہ ہو رہا ہے یہ کانفرنس مسلمانوں کو خاص طور پر اس امر کی طرف توجہ دلاتی ہے کہ وہ اپنی قوم میں روپیہ کا کاروبار جاری کرنے کی کوشش

جو تمام تجارت وسعت کی بنیاد ہے اور جس کے بغیر کسی کاروبار میں مسلمانوں کو دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے نجات نہیں مل سکتی۔ یہ ریزولیوشن مولنا طفیل احمد صاحب نے پیش کیا اور کہا کہ اگرچہ صدر صاحب نے میری حفاظت کی ہے کہ میری نسبت پر حملہ نہ کیا جائے مگر مجھے اس کی بالکل پروا نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ دھرم اور رام لیلا وغیرہ کے قصوں میں مسلمان ہمیشہ اپنی دوکانیں کھول لیتے ہیں مگر چونکہ دوسروں کے روپے سے ایسا کرتے ہیں اس لئے ان کا کام نہیں چلتا۔ پہلے ہر شخص اپنے ہاتھ سے تجارت کرتا تھا اب تجارت کا طریقہ بدل گیا ہے اس لئے جو شخص کسی دوسرے کا روپیہ لیکر تجارت کرتا ہے اور اس کے یہاں سود کا لین دین حرام ہے تو اس پر بھی اس کو سود دینا پڑتا ہے اور جس کے یہاں حرام نہیں ہے وہ سود لیتا ہے اور ترقی کرتا ہے۔ بمبئی۔ رنگون۔ مدراس میں دوسروں کے روپے سے تجارت کی جاتی ہے اور نقصان ہوتا ہے اور ان کے مقابلے میں دوسرے لوگ سرمایہ دار ہونے کی وجہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں مسلمان جبتک سرمایہ دار نہ ہوں ان کے مقابلے میں ترقی نہیں کر سکتے اور جبتک وہ سود کو جائز نہ سمجھیں گے کفایت شعاری نہیں کر سکتے۔ ہر جگہ کے بینک دوسروں کے سبب سے ہیں۔ نجات من سابق کے موقع پر لاہور والوں کو چراغاں کرنا پڑا۔ اس کے بعد علماء مصر اور مفتی عبدہ کے فتوے سنائے اور کہا کہ ہندوستان کے سوا سب ملکوں میں یہ مسئلہ حل ہو گیا اور یہاں بھی ایسا ہو گا مگر

ہرچہ دانا کند کند ناداں　　　لیک بعد از کمال رسوائی

آج نہیں تو کل انکو یہ کرنا پڑیگا اپنے چندہ داروں کو اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے آپ وہ یہ کہ کاروبار کریں۔ سید سجاد حسین صاحب نے اس ریزولیوشن کی تائید کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ آپ کاروبار کے لفظوں کو چھوڑ کر صرف تجارت کو دیکھئے میں بازار کی حالت دیکھتا ہوں فرخ آباد میں کپڑے کا دکاندار صرف ایک مسلمان ہے جو زیادہ سے زیادہ دو سو روپیہ سے دکان کرتا ہے۔ یہاں کوئی کوٹھی کپڑے کی مسلمانوں میں نہیں ہے اور نہ کوئی مسلمان بیس اسکی کوشش کرتا ہے مسلمان باہر والے بھی ساور مال نہیں منگاتے۔ ایک زمانے میں جب مسلمانوں کے خلاف بازار بند کر دیا گیا تھا تو ایک مسلمان کے مرنے کو کفن نہیں ملا اس پر یہ عہد کیا گیا کہ ہم جولاہوں کے بنے ہوئے کپڑے کا کفن بنا کر دینگے چنانچہ اسی پر عمل ہے۔ آپ دیکھئے یا نہ دیکھئے گا کام چلے گا ورنہ ہم ختم ہو رہے ہیں اور ختم ہو جائینگے۔ عبدالواحد صاحب نے تجارت کے فوائد اور قرآن پاک کی آیات و روایات سے تجارت کی اہمیت ثابت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں ملت محمدی کے مطابق تجارت کرنی چاہیئے۔ مولوی عبدالاحد صاحب نے کہا کہ اس ریزولیوشن کے متعلق جو کچھ ہم محرک سے سن چکے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ سود لیا جائے اس لئے میں اس سے اختلاف کرتا ہوں کیونکہ دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں ہونا چاہیئے جس سے عقبیٰ کو نقصان پہونچے۔

مولوی غلام مصطفےٰ صاحب مولوی عبداللطیف صاحب اور مولوی آل نبی صاحب نے بھی اختلاف کیا خان بہادر مولوی بشیرالدین صاحب نے ترمیم پیش کی کہ جنس بالجنس کی قید ہٹا دی جائے۔ مولوی عطاء الملک صاحب فتحپوری نے فرمایا کہ کوئی بڑے تاجر مجھے بتائیں کہ انھیں مال التجارت پر سود دینا پڑتا ہے یا نہیں اور جب دینا پڑتا ہے

تو لینا کونسی دوسری بات ہے۔ موجودہ حالت ہمارا دوالہ نکال دے گی تجارت اور صنعت و حرفت ہم کبھی نہ کر سکیں گے۔ عبد الکریم خانصاحب نابر فرخ آباد نے کہا کہ اس وقت تک سود لینے پر مسئلے بحث کی ہے سود دینے پر بحث کیوں نہیں کی جاتی۔ مولوی عبد اللطیف صاحب نے فرمایا۔ اس وقت مسئلہ سود لینے کا پیش ہے اس لیئے اس پر بحث ہے سود دینے کا مسئلہ پیش ہوتا تو اس پہ بحث کیجاتی۔

مولانا سید طفیل احمد صاحب نے الزامات اور اختلافات کا جواب دیتے ہوئے یہ مطالبہ کیا کہ جس طرح میری تجویز سے اختلاف کیا جاتا ہے اسی طرح کوئی ایسی تجویز کیوں نہیں پیش کیجاتی جس پر میری تجویز کی بجائے عمل کیا جائے اور اس کے بعد فرمایا کہ اب میں اس ریزولیوشن کو اس ترمیم کے ساتھ پیش کرتا ہوں کہ تبدیل جنس کے ساتھ کاروبار ہو۔ اور اس پر رائے لینا چاہتا ہوں چنانچہ کثرت رائے سے یہ ریزولیوشن نامنظور کیا گیا

نمبر ۳۔ کانفرنس گورنمنٹ سے مستدعی ہے کہ وہ اس صوبہ میں زمینداروں کو بربادی سے بچانے کے لیئے لینڈ مارگیج بنک Land mortgage bank اور عام طور پر لوگوں کی بہبودی کے لیئے اصلاح رسوم کی کوآپریٹو سوسائٹیاں قایم کرنے میں امداد دے۔

یہ ریزولیوشن مولنا سید طفیل احمد صاحب نے پیش کیا اور خانصاحب میر ولایت حسن صاحب نے اس کی تائید کی اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ اس تجویز میں سوا فائدے کے نقصان کوئی نہیں ہے۔ لینڈ مارگیج بنک کے متعلق سود دینا پڑتا ہے مگر بہت کم اور وہ سود بنک ہی میں جمع رہتا ہے اور کبھی دس بیس برس کے بعد تقسیم ہو تو ہو۔ اور اصلاح رسوم کی پابندی کا سرکاری طور پر لازمی ہو جانا بہت بہتر ہوگا۔

خان بہادر مولوی بشیر الدین صاحب نے ظرافت کے لہجے میں فرمایا کہ اس تجویز سے مہاجنوں کو نقصان پہونچے گا لہذا اس سے میں اختلاف کرتا ہوں۔ اس کے بعد تائید کی۔

اس کے بعد مولنا طفیل احمد صاحب نے اس ریزولیوشن کی وضاحت کی۔ مولوی عبد اللطیف صاحب نے فرمایا کہ وہ صورت اختیار کیجئے جو مسلمانان سرحد نے اختیار کی ہے مولوی آل نبی صاحب نے اس ریزولیوشن میں اصلاح رسوم سے اتفاق کر کے بقیہ سے اختلاف کیا۔ مولنا طفیل احمد صاحب نے سمجھایا کہ پنجاب میں قانون انتقال اراضی کے متعلق صرف نہ باعث چند لوگوں کے حقوق کی شرط ہے اس لیئے ناکافی ہے اور اس کا انتظار کرنا مفید نہیں ہے۔

صدر صاحب نے فرمایا کہ کسی ریزولیوشن کے متعلق صرف مولنا طفیل احمد صاحب کی طرف سے پیش ہونے پر اختلاف کو ضروری سمجھنا نہایت قابل افسوس ہے۔ اس کے بعد اظہار رائے کے لیئے ہاتھ اُٹھوائے گئے۔ اور کثرت رائے سے ریزولیوشن پاس ہوگیا۔ آخر میں سید نور احمد صاحب صفوی نے مہمانوں کا اور جملہ حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اور جلسہ برخاست ہوا

غمزدہ بیوہ کی تکلیف اور صدمہ کی قدر اگر شادی شدہ عورت محسوس کرے تو ہر عورت

اپنے شوہر کو بیمہ کے لئے مجبور کرے

دی ہمالیہ بیمہ کمپنی لمیٹڈ کلکتہ

صدر دفتر نمبر ۸ ڈلہوزی اسکوئر

دیکھئے ہندوستان کے مدبر اور تجربہ کار حضرات زندگی کے بیمہ کے لئے کیا فرماتے ہیں۔

سر پرشوتم داس ٹھاکر داس ہندوستان کے مشہور تاجر اور ماہر اقتصادیات فرماتے ہیں۔

"زندگی کے بیمہ کو اب تمام دنیا نے ایک مسئلہ فاصل نہیں بلکہ ضرورت مسلمہ تسلیم کر لیا ہے"

آنریبل مسٹر کے وی رنگا سوامی آئر فرماتے ہیں۔

"اگر اہل ہند اپنی مصیبت ہٹانا چاہتے ہیں تو انھیں زیادہ تعداد میں بیمہ کرانا چاہئے"

پروفیسر کے بی مدھاوا ایم اے میسور یونیورسٹی کے محکمہ ریاضی و اقتصادیات کے افسر اعلےٰ فرماتے ہیں۔

"زندگی کا بیمہ نہ صرف لوگوں کو انفرادی طور پر محفوظ کرتا ہے۔ بلکہ وہ ایک غیر محسوس خیرات ہے ایک جماعتی خدمت ہے اور نہ صرف یہ بلکہ کم حوصلہ قسمت اور مختصر الوقت خاندانوں کے لئے ایک بڑی سخاوت ہے"

ہمالیہ بیمہ کمپنی تمام ہندوستان میں کیوں مقبول عام اور ہر دلعزیز ہے

اس کی وجہ یہ ہے

کہ کمپنی کی طرف سے زرمتدعویہ (کلیم) بغیر کسی تاخیر اور پس و پیش کے ادا کیا جاتا ہے جس کے متعلق بہت سے خطوط تعریفی ہندوستان کے ہر گوشہ سے کمپنی کو مل چکے ہیں۔

جس کے لئے

ہمارا پراسپکٹس ملاحظہ فرمایئے

دی ہمالیہ بیمہ کمپنی لمیٹڈ کلکتہ

جو

ہندوستان کی ایک معتبر اور ہر دلعزیز کمپنی ہے

نے

ہندوستان کے ہر امیر و غریب کے واقعات کو پیش نظر اور مطالعہ کرکے ممکن سے ممکن اور آسان سے آسان شرح ہائے نقشہ جات ترتیب دے کر بیمہ کرانے والوں کو انتہائی سہولیت بہم پہنچانے کی کوشش کی اور مبلغ **دو لاکھ روپیہ** گورنمنٹ میں بطور گارنٹی جمع کر دیئے ہیں اور اس لیئے ہمالیہ کمپنی کی ہر ایک پالیسی ہر قسم کے خطرے سے بالکل بری اور قابل اطمینان ہے۔

علاوہ ازیں

ہمالیہ کمپنی کا مبلغ **پانچ لاکھ روپیہ** کا کل سرمایہ بے ضرر ہے کیونکہ سوائے گورنمنٹ کے کاغذات کے کمپنی کی کوئی رقم کسی جگہ اور استعمال نہیں کی جاتی جس سے کمپنی کی بنیادیں نہایت مستحکم اور استوار ہیں۔ **ہمارا** اردو پراسپکٹس جس میں مختصر تاریخ بیمہ مع نقشہ جات شرح و قواعد و تصاویر و خطوط تصدیقی درج ہیں منگا کر ملاحظہ فرمائیے

ملنے کا پتہ

نور محمد رجب علی منیجنگ ایجنٹ

صدر دفتر دی ہمالیہ انشورنس کمپنی لمیٹڈ نمبر ۸ ڈلہوزی سکوائر کلکتہ

چنانچہ سود مند کانفرنس دہلی نے بھی اپنے جلسہ منعقدہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء میں حسب ذیل ریزولیوشن پاس کیا ہے۔ بیمہ کا اجرا اس وقت تمام ترقی یافتہ ممالک میں ہے۔ ہر مرد و عورت اور بچہ کا ہر مکان اور سواری کا جہاز اور کشتی کا بیمہ کرایا جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان آفات ارضی و سماوی سے ایک حد تک محفوظ رہتا ہے اور دراصل بیمہ بحری مسلمانوں کی اس زمانہ کی ایجاد ہے جبکہ وہ اسپین میں حکمران تھے اور اب وہ ہر قسم کے بیمہ سے محترز ہیں جس کی وجہ سے بزرگ خاندان برباد و تباہ ہو کر گداگری پر مجبور ہوئے ہیں اور یتیم بچے بعض اوقات دیگر مذاہب کا شکار بنتے ہیں۔ یہ کانفرنس مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی مفید ترین ایجاد سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں اور اپنے پسماندگان کیلیئے اپنی زندگی کا بیمہ کرائیں اور اپنے بچوں کی تعلیم اور شادی کے لیئے اُن کا بیمہ کرا کر انھیں حوادث سے محفوظ رکھنے کی امکانی کوشش کریں۔

سودمند

میں

اشتہار چھپوائیے اور حسب مراد فائدہ اٹھائیے

شرح اجرت اشتہار

مقدار	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	معہ/	ہے	سہ/	مہ
نصف	للعہ/	عہ/	ہے	للوسہ
چہارم صفحہ	عہ	۱ے/	سہ/	ہے

چوتھائی صفحہ سے کم کی اجرت فی سطر ۸ ماہوار

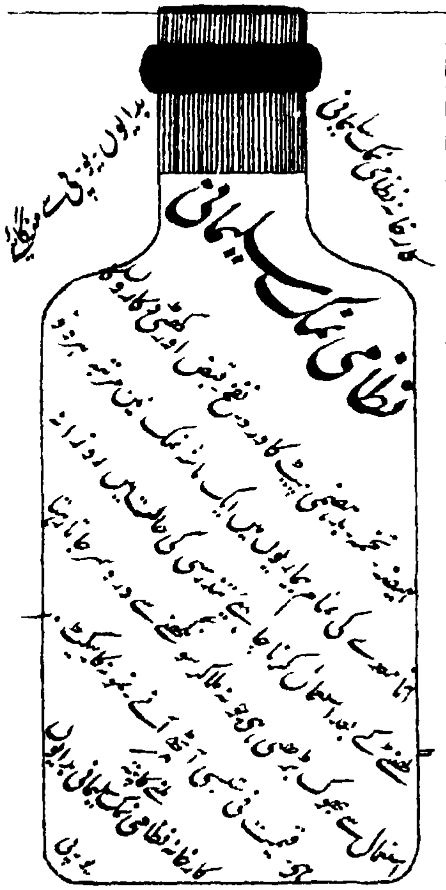
خطبۂ صدارت بمبئی

جو

پنجاہ سالہ جوبلی کے موقع پر آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس بمبئی میں پڑھا گیا
ترانا کا بہترین ... کا لکھا ہوا ایک عجیب و غریب کتاب ہے جس میں مسلمانان
ہند کی پچاس برس کی تعلیمی کوشش اور ... تعلیمی حالات اور بعض لیڈروں کی
ہنگامہ ... علی گڑھ کالج کے بعض رازہائے سربستہ کو کھولا گیا ہے
کم و بیش ... ساری کتاب ... طبع جدید ۱۶۸
نہایت ... قیمت ۸/

ملنے کا پتہ

نظامی پریس ایجنسی
بدایوں یوپی



سود بہبود اور فلاح قوم ہی مجھکو پسند ✣ قوم کا خادم ہوں میں ہی نام میرا سودمند

سودمند بدایوں

بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ع



راہ گیر یہ اصحاب کستاں کستاں کہاں جا رہے ہیں اور کس علت میں؟
سودمند کوئی دفتر رجسٹری کوئی عدالت دیوانی میں کوئی کلکٹری کے نیلام کوئی دیوانی کے حل میں اور سب کے سب قرضہ کی علت میں

راہ گیر پھر ان لوگوں کی رہائی کس طرح ہو؟
سودمند تجارتی سود کی داد رسد کرنے اور کوآپریٹو سوسائٹیوں میں شریک ہونے سے

آنریری ایڈیٹر سید طفیل احمد منگلوری علیگ ایم ایل سی
اسسٹنٹ ایڈیٹر محمد احسن الدین ۔ ایف ۔ آر ۔ ایس ۔ اے لندن

چندہ سالانہ دو روپیہ (عہ)
قیمت فی پرچہ تین آنے (۳)

مقاصد سود مند

۱۔ افراد قوم کو ترغیب دینا کہ وہ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرکے مسلمانوں کو افلاس و گداگری کی مصیبت سے نجات دلائیں۔

۲۔ مسلمانوں کو آمادہ کرنا کہ وہ زیادہ سے زیادہ روپیہ انجمنہائے امداد باہمی قومی اور ملکی بنکوں اور ہر قسم کے کاروبار میں لگائیں جس سے عام شرح سود گھٹ کر رباکو جو برباد کن اور حرام ہے مٹا دے۔

۳۔ فضول اور برباد کن رسم و رواج کی اصلاح کرنا اور کفایت شعاری کے طریقے بتانا۔

۴۔ مختلف مقامات کے مسلمانوں کی اقتصادی اور کاروباری حالت کے متعلق معلومات بہم پہنچانا اور مختلف کاروبار اور تجارتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

۵۔ مسلمانوں کی صحت جسمانی مذہبی ترقی اور عام بہبودی کے متعلق مضامین شائع کرنا

قواعد وضوابط

۱۔ سود مند کا سال بھر کا چندہ صرف دو روپیہ مقرر ہے۔ ممالک غیر سے دو روپیہ آٹھ آنہ لیا جاتا ہے۔

۲۔ سود مند ہر مہینہ کی پندرہ تاریخ تک شایع ہوتا ہے۔ اس لئے پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع ۲۵ تاریخ تک دفتر میں آجانی چاہیئے اُس کے بعد فی پرچہ تین آنے قیمت لی جائے گی۔

۳۔ رسالہ کی درخواست خریداری مع قیمت (منی آرڈر) بھیجی جائے یا پرچہ بصیغہ وی پی طلب کیا جائے مگر منی آرڈر بھیجنے میں آسانی اور کفایت ہے۔

۴۔ پتہ میں اگر کچھ تبدیلی واقع ہو تو اس کی اطلاع فوراً دفتر کو دینی چاہیئے ورنہ پہونچنے کا دفتر ذمہ دار نہیں

۵۔ نمونہ کا پرچہ ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جاتا ہے۔

۶۔ خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری جو پتہ کی چٹ پر لکھا ہوتا ہے ضرور تحریر فرمایئے بعض لوگ بجائے نمبر خریداری لکھنے کے سود مند کا رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۴۴۵ لکھدیتے ہیں اس کا لکھنا بے سود ہے کیونکہ یہ خریداری نمبر نہیں ہے۔

۷۔ گزشتہ سال کے پرچے درخواست کرنے پر بشرط موجودگی مل سکتے ہیں قیمت فی پرچہ ۳ کے حساب سے لی جائے گی۔

۸۔ اکثر معاونین اپنے دوستوں کے نام رسالہ کا وی پی روانہ کراتے ہیں ان سے التماس ہے کہ وہ رسالہ کا وی پی کرانے سے پہلے کافی اطمینان کر لیا کریں کیونکہ اکثر ایسے وی پی واپس آتے ہیں اور کارخانہ کو زیربار ہونا پڑتا ہے۔

۹۔ جو صاحب ایک سال کے لئے پانچ خریدار یا بانسو کے اشتہار بہم پہنچائینگے ان کے نام سود مند ایک سال تک بلا قیمت جاری رہے گا مستقل ایجنسی کے متعلق خط و کتابت سے فیصلہ ہوسکتا ہے

المشتہر منیجر سود مند بدایوں

سودمند بدایوں

جلد ۳	دسمبر ۱۹۲۷ عیسوی	چندہ سالانہ دو روپیہ عہ
نمبر ۱۲		قیمت فی پرچہ تین آنے (۳ر)

فہرست مضامین

قابل توجہ گزارش جن حضرات کی مدت خریداری دسمبر ۱۹۲۷ء میں ختم ہوگئی وہ اگلا چندہ ۱۵ جنوری تک بذریعہ منی آرڈر مرحمت فرمائیں ورنہ جنوری نمبر بصیغہ وی پی روانہ کیا جائے گا اس کو وصول فرمائیں۔

از
نسیم الاسلام صاحب شمسی الفاروقی مظفرنگر

اے صبا شاہ دو عالم سے میرا کہنا سلام بعد اُس کے عرض کرنا دست بستہ یہ پیام
میرے مولا بُلا لو مدینہ مجھے
کہ یہ سود تو دیگا نہ جینے مجھے

میری حالت دیکھ کر آنسو بہاتے غیر ہیں راستہ میں چلتے چلتے لڑکھڑاتے پیر ہیں
لگے بھوک سے آنے پسینے مجھے

ہو ترقی کیا کہ جو اپنا بھی ہو وہ غیر ہے جاہلوں کا ذکر ہی کیا عالموں میں بیر ہے
نظر آتے ہیں ڈوبے سفینے مجھے

ورثے گھر ختنوں میں ہو شادی میں صحرائی نہیں رسم بیجا کوئی چھوٹے ہم سے یہ ممکن نہیں
یہی موت ہے مارا اسی نے مجھے

ایک پیسہ قرض لیں تو وہ ہوں دو کے چار ہوں کیوں نہ پھر مفلس ہوں ہم اور لالہ جی زردار ہوں
یہی سود تو دے گا نہ جینے مجھے

دن کو دُھن ہی کیمیا کی شب کو دست غیب کی محنتوں سے بچنے کی تدبیر یہ لاریب کی
ملیں مفت کے کاش خزینے مجھے

کھوپڑی مرگھٹ کی لاکر اور کاجل پار کے آنکھوں میں ڈالونگا جب میں دشت اور کہسار کے
نظر آنے لگیں گے دفینے مجھے

بھیک مانگوں رات دن میں اور جوا کھیلا کروں جب ستائے مفلسی دولت کسی کی لوٹ لوں
یہ کمانے کے آئے قرینے مجھے

بینک اپنے کوٹھیاں اپنی تجارت اپنی ہو صنعت و حرفت ہو اپنی اور زراعت اپنی ہو
اسی راہ ملیں گے خزینے مجھے

ہند میں اپنی ہوئی ہیں دُرگتیں کیا کیا نسیم مفلسی نے ہیں دکھائیں ذلتیں کیا کیا نسیم
یوں ہی یاد دکھانا نبیؐ نے مجھے

صوبہ متحدہ میں مسلمان سب سے زیادہ کیوں مرتے ہیں؟

سال گزشتہ کے متعلق صیغہ حفظان صحت صوبہ متحدہ کی جو رپورٹ شایع ہوئی ہے اُس میں مختلف اقوام کی شرح اموات حسب ذیل درج ہے

(۱) عیسائی .... ۳۶۸۵ فی ہزار

(۲) دیگر اقوام جس میں غالباً بودھ پارسی۔ چینی وغیرہ شامل ہیں ۳۳۶۷ فی ہزار

(۳) ہندو .... ۲۴۶۸۷ فی ہزار

(۴) مسلمان .... ۲۷۶۹۲ فی ہزار

اس نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی سب سے کم مرتے ہیں۔ اول درجہ کے عیسائی تو یورپین ہیں جو نہایت خوشحال ہیں اور اعلیٰ درجہ کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اب رہے ادنیٰ درجہ کے عیسائی جو ہندوستان کی چھوٹی قوموں میں سے عیسائی ہوئے ہیں وہ مشنریوں کے زیر نگرانی رہتے ہیں۔ جو اُن کی معاش اور اُن کی ضروریات کے کفیل رہتے ہیں اور مصیبت اور بیماری میں اُن کی ہر قسم کی امداد کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے عیسائیوں میں شرح اموات غالباً سب سے کم ہے۔

دیگر اقوام یعنی پارسی۔ چینی وغیرہ بھی خوشحال اقوام ہیں اور بوجہ اپنے تمول کے صاف اور ستھری زندگی بسر کرتے ہیں اور روپیہ سے بیماری کا زیادہ مقابلہ کرسکتے ہیں۔ تیسرا ہندوؤں کا نمبر ہے جن میں اچھوت اور شودر اقوام بھی شامل ہیں ظاہر ہے کہ اچھوت اور شودر اقوام نہایت ادنیٰ زندگی بسر کرتے ہیں اور بیماری کا زیادہ مقابلہ نہیں کرسکتے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اُنھوں نے اس خانہ کی جملہ اقوام کی جن میں اعلیٰ ذات کے خوشحال ہندو بھی شامل ہیں شرح اموات کو بڑھا دیا ہے۔ جس کی وجہ سے کل ہندو قوم تیسرے نمبر پر آگئی ہے۔

مگر باوجود اس کے کہ شودروں کے شامل ہو جانے کی وجہ سے ہندوؤں کی شرح اموات بڑھ گئی ہے تاہم وہ مسلمانوں کی قوم کی اموات سے کم ہے۔ اور اس طرح کثرت اموات کے اعتبار سے مسلمانوں کا نمبر سب سے اوّل ہے۔ حالانکہ مسلمان اپنے مذہب کی رو سے سب سے زیادہ صاف اور ستھری زندگی بسر

کرنے کے عادی ہیں دن میں پانچ بار مونہہ ہاتھ دھوتے - ہر غلاظت کو پانی سے دھوتے، سال میں ایک مہینہ روزے رکھ کر جسم کو غلاظتوں سے پاک کرتے ہیں۔ مسلمان رسم و رواج کے اعتبار سے کھلے مکانوں میں رہنے کے عادی ہیں - یہ دوسری بات ہے کہ عدم استطاعت کی وجہ سے تنگ مکانوں میں رہنے پر مجبور ہوں - غذا کے اعتبار سے مسلمانوں میں مرض کا مقابلہ کرنے کی زیادہ قوت ہونی چاہیئے کیونکہ برخلاف اپنی ہمسایہ اقوام کے اُن کی غذا نباتات پر محدود نہیں ہے۔ جسمانی ورزشوں کے اعتبار سے مسلمانوں میں کشتی، پھری، گدکے وغیرہ کا ہمیشہ سے زیادہ رواج رہا ہے اور چونکہ مسلمانوں کے بچے بالعموم آزاد پھرتے ہیں اور پتنگ بازی، گلی ڈنڈے میں وقت گزارتے ہیں اس لئے اپنے برادرانِ وطن کے بچوں کے مقابلہ میں جو مدرسوں میں گھرے بیٹھے رہتے ہیں اُنھیں زیادہ تندرست ہونا چاہیئے۔ باوجود ان جملہ امور کے مسلمانوں میں شرح اموات کا زیادہ ہونا بجز اس کے کہ اُن کے روزافزوں افلاس سے منسوب کیا جائے اور کوئی بات ذہن میں نہیں آتی۔

مسلمانوں میں جو لوگ ادنےٰ طبقہ کے ہیں اُن کی تنگدستی تو بالکل ظاہر ہے۔ کیونکہ مسلمان کاشتکار اور کاریگر سب کے سب سودی قرضہ سے اپنی زندگی کے دن پورے کرتے ہیں اور جو کچھ پیدا ہوتا ہے وہ مہاجن کی نظر کرنے پر مجبور ہیں۔ مگر مسلمانوں کی قوم کی خصوصیت یہ ہے کہ اُن میں وہ لوگ جو بڑے زمیندار، بڑے تاجر اور بڑے عہدہ دار ہیں اُن کے اخراجات بھی بمقابلہ اُن کی آمدنیوں کے زیادہ ہیں۔ اس لئے بڑے سے لیکر چھوٹے تک جسے دیکھو اس کے چہرہ پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں۔ دیکھنے میں بڑا ٹھاٹھ ہے، عمدہ سازو سامان ہے، دسترخوان پر پُرتکلف کھانے سجائے جاتے ہیں اور بظاہر خوب چہل پہل نظر آتی ہے مگر مہاجن کے سُود کا گھن ہر وقت لگا ہے اور حالت یہ ہے کہ اگر زندگی کے دن عزت آبرو سے پورے ہو بھی گئے تو مرنے کے بعد وہی بچے جو عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے تھے اگر کالج میں پڑھتے تھے تو تعلیم بند کرکے گھر آنے پر مجبور ہوتے ہیں اور اگر گھر پر بیکار بیٹھے تھے تو دستِ گداگری دراز کرکے اپنی زندگی کے دن پورے کرتے ہیں۔ چونکہ مسلمانوں کی سوسائٹی کی عام حالت یہ ہے کہ گھر بگڑتے اور برباد ہوتے کچھ دیر نہیں لگتی اس لئے ہر شخص کی حالت ایسی ہے جیسے سیلاب میں کوئی شخص مع بال بچوں کے ایک چھپّر پر بیٹھا بہا چلا جاتا ہے، کوئی درخت پر چڑھا بیٹھا ہوا ور ڈر رہا ہے کہ کسی وقت پانی بڑھ کر اُسے دوسروں کی طرح بہانہ لیجائے۔ جس قوم کے بیشتر افراد کی حالت ہر وقت اس قسم کے خطرات میں رہتی ہو۔ کوئی وجہ نہیں کہ اُس میں تعداد بیماران اور شرح اموات جملہ اقوام سے زیادہ نہ ہو۔ پس مسلمانوں کی قوم میں موت اور بیماری کم کرنے کا علاج صرف یہ نہیں ہے کہ اُنھیں

صاف اور ستھرا رہنے کے طریقے بتائے جائیں بلکہ اُن کی مالی حالت درست کر کے اُن میں امراض کا مقابلہ کرنے کی قوت بڑھائی جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ مالی حالت کس طرح درست کی جائے۔ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ مسلمانوں میں روپیہ کا کاروبار جاری کیا جائے اور تجارتی اغراض کے لئے آپس میں اور دوسروں کے ساتھ تجارتی سود کے لین دین کا رواج دیا جائے۔ بغیر اس کے مسلمانوں کا تجارت و صنعت یا کسی اور پیشہ میں دیگر اقوام کے سرمایہ داروں کی غلامی سے نکلنا قطعاً ناممکن ہے۔

(ایڈیٹر)

تصحیح و معذرت

سود مند ماہ نومبر میں صفحہ ۲۰ پر اپنے معزز معاونین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم نے اپنے معزز ہمدرد مولوی محمد اعجاز حسن صاحب کا نام نامی لکھنے سے قبل بجائے مولوی کے منشی لکھ دیا تھا۔ اور اس کی وجہ یہ بھی کہ جس طرح بعض حضرات اپنے اسم گرامی کے ساتھ خطابات کی خود ساختہ فہرست کو اتنا طویل کر دیتے ہیں کہ مجبوراً اس میں کچھ گھٹانا پڑتا ہے اسی طرح بعض معزز حضرات جو حقیقتاً معزز القاب کے حامل اور مستحق ہوتے ہیں صرف اپنا نام ہی لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں اور فطرتاً ان کے نام کے ساتھ دوسرے سربرآوردہ ناموں کے مقابلے میں کوئی خطابی لفظ بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے چنانچہ مولوی صاحب موصوف کا نام نامی بھی اسی سادگی کا حامل تھا اور خالی نام پر ہماری طرف سے لفظ منشی کا اضافہ ہماری نیک نیتی سمجھیے یا مولوی صاحب کی نامعلوم عزت کا قدرتی تقاضہ۔ لیکن یہ معلوم ہونے کے بعد کہ ان کی شان اس سے بالاتر ہے ہم افسوس کے ساتھ لفظ منشی کو واپس لیتے ہیں اور فخر کے ساتھ ان کو مولوی محمد اعجاز حسن خانصاحب رئیس پٹنہ لکھتے ہیں اور اپنے معزز ہمدرد جناب عبدالقدیر خاں صاحب پٹنوی کے شکرگزار ہیں کہ اگر وہ اس مسئلے پر روشنی نہ ڈالتے تو ہم اس ترمیم کا فخر کسی طرح حاصل نہیں کر سکتے تھے کیونکہ مولوی صاحب موصوف کی شان عجز پسندی اور کسر نفسی سے بھولکر بھی ہمیں اس کی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ (اسسٹنٹ ایڈیٹر)

حضرات ذیل سود مند کی سچی ہمدردی کا دلی شکریہ قبول فرمائیں

(۱) عالیجناب مولوی عبدالقدیر خاں صاحب پٹنہ

(۲) عالیجناب مولوی عبدالعزیز صاحب ایم اے وکیل الہ آباد

(۳) عالیجناب سید احمد حسین صاحب عرف پیارے صاحب لکھنؤ

(۴) عالیجناب شاہ اظہار عالم صاحب محی الدین ضلع فتحپور

(۵) عالیجناب مولوی محمد اکرام عالم صاحب بدایوں

ہمارے تنزّل کے اسباب

آج کل جس کو دیکھو وہ اس امر کا شاکی ہو کہ اوقات بسری مشکل ہو لیکن اس شکایت کی وجوہ پر نظر کم ڈالی جاتی ہو۔ اپنے مشاہدہ کا نتیجہ درج ذیل ہو۔

معمولی سطحی اور ناکافی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہر شخص کے دل میں یہی خواہش موجزن ہوتی ہو کہ آبائی پیشہ پر لعنت بھیجی جائے اور ملازمت کے سوا کوئی روزگار تلاش نہ کیا جائے۔ حالانکہ ملازمت کی تعداد محدود اور یک انار صد بیمار کی مصداق کے علاوہ فی الفور ملنی آسان نہیں اگر کاشتکار کا لڑکا تعلیم پائے گا تو پھر وہ ہرگز زراعت کی طرف متوجہ نہ ہوگا۔ علیٰ ہذا طبقہ دستکار کا بھی یہی حال ہو۔ تجارت میں جانے کے لئے مسلمانوں میں نہ سرمایہ ہو نہ سلیقہ یہ سب سے بڑا نقص ہو جس کے علاج پر فوری توجہ درکار ہو۔

ملازمت میں خواہ کتنی ہی عرق ریزی و جانفشانی ہو اس کو تو باشتیاق تمام گوارا کیا جائے گا اور افسران بالادست کی خاطر و خوشامد میں کوتاہی نہ کرے گا۔ جائز و ناجائز ہر کوفت کو سہے گا مگر آبائی پیشہ کو جس میں آزادی بھی ہو ہرگز گوارا نہ کرے گا یہی وجہ ہو کہ آج کل تعلیم یافتہ لوگوں سے جاہل پیشہ ور مزدور نسبتاً بہتر ہیں۔ وہ حسب منشا مزدوری لیتے آزادی سے کام کرتے ہیں اور کسی کا کسی طرح عتاب نہیں سہتے جس کی فکر ملازم کو ہر وقت دامنگیر رہتی ہو۔ نیز جہالت کی وجہ سے صنعت کو بھی فروغ نہیں ہو تا

عام خیال ہو کہ تجارت کے لئے کثیر سرمایہ درکار ہو لیکن یہ اصول محض غلط بلکہ مضر ہو۔ شروع میں بجائے سرمایہ کثیر کے محنت کثیر کی ضرورت ہو۔ جب مناسبت و مہارت ہو جائے تب بے شبہ مناسب ہو۔

اول تو کسب حلال کا شوق ہی معدوم ہو اور کسی نے ہمت و جرات کر کے کسی دستکاری کو اختیار کیا تو اس کو بڑی مشکل پیش آتی ہو۔ اول تو اس کی قومیت پر دھبہ لگتا ہو۔ مثلاً کسی نے جوتہ کا کام کیا تو موچی مشہور ہوا۔ اگر دری نواڑ یا کپڑا بنا تو نور باف کہلایا، سلائی کا کام کیا تو درزی ہو گیا۔ چنانچہ کسی شاعر نے خوب کہا ہو

پیشہ جسے سمجھا وہ ہوئی ذات ہماری -

ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حوصلے اور بھی پست ہوگئے کیونکہ شادی بیاہ میں دقت پیدا ہو جاتی ہو یہ سب سے بڑا نقص ہماری معیشت کا ہو۔ ہم سے اہل یورپ کہیں اچھے ہیں اس وجہ سے وہ روز افزوں ترقی کر رہے ہیں۔ اگر نام نہاد شریف مسلمانوں سے یہ نقص رفع ہو جائے تو فارغ البالی

عام نہ ہو مگر تنگ حالی ضرور کچھ دور ہو جائے۔

ہندوستان میں نقص اعظم یہ ہے کہ دیسی صنعت کی کچھ بھی حوصلہ افزائی نہیں ہوتی اپنے وطن کی بنی ہوئی چیزوں کو حقارت و نفرت سے دیکھتے ہیں۔ خواہ وہ کیسی ہی عمدہ اور مضبوط کیوں نہ ہوں مگر ہماری نظروں میں بالکل نہیں جچتیں لیکن وہی چیزیں جو جاپان جرمنی یا امریکہ کی بنی ہوئی ہوں۔ خواہ نمائشی و آرائشی اور کمزور ہوں مگر فیشن ایبل ہوں ایسی چیزوں کو فخر اور شوق سے خریدا جاتا ہے اور منہ مانگی قیمت دی جاتی ہے۔

سب سے زیادہ دقت اور مصیبت یہ ہے خواہ کسا ہی سمجھا جائے نفع و نقصان دکھلانے کی کوشش کی جائے مگر کانوں پر جوں نہیں رینگتی حالانکہ ہر طرح کی تکلیف گوارا کی جاتی ہے اور دنیا کی جھوٹی سنہری بادل کی کمزوری کے باعث عمل معدوم ہے۔ اگر دس باتیں بتلائی جائیں اور ان میں سے پانچ پر بھی عمل ہو تو بھی تنزل میں کچھ کمی ضرور ہو جائے۔ سب سے زیادہ عمل کی ضرورت ہے نہ کہ بے سود وعظ و نصیحت کی۔ مگر عام روش کیا ہے بالعموم زبان حال سے عملی جواب یہی ملتا ہے "سنوں گا سب کی پر کروں گا اپنے من کی"

میری خوشی یہی ہے جو بات سچی اچھی اور ضروری سمجھی جائے اس پر بلا خوف لومۃ لائم نہ صرف خود عمل ہو بلکہ اوروں کو بھی ترغیب دی جائے کیونکہ الدال علی خیر کفاعلہ

کاشتکاری و قرضداری

موجودہ زمانہ میں جس قدر کاشتکار قرض کے شکار ہیں دیگر کاروبار والے غالباً کم ہوں گے اور اسکی خاص وجہ زیادہ تر ان کی لاپروائی ہے یا یوں کہو اگر مندرجہ ذیل امور پر عمل کیا جائے تو یقیناً نجات حاصل ہو کر بے فکری نصیب ہو جائے یا کم از کم کچھ نہ کچھ کمی ضرور ہو جائے۔

کاشتکار کے لیئے سب سے زیادہ ضروری چیز جس پر کھیتی کا دارومدار ہے وہ بیل ہے۔ آج کل بیل کی جیسی کچھ قیمت چڑھی ہوئی ہے ظاہر ہے مگر اس مشکل کا حل نہایت سہل ہے۔ گائے کی پرورش کسان کا منصبی فرض ہونا چاہیئے۔ اگر ایک بھینس کی قیمت کو دیکھا جائے اور اسی قیمت میں گائیں خریدی جائیں تو کم از کم تین ورنہ چار آئیں جس کا مجموعی دودھ بھینس کے دودھ سے کم نہ ہوگا۔ پھر اگر بھینس کا بچہ نر ہے تو قیمت گویا کچھ بھی نہیں اگر مادہ ہے تو اس کی غور پرداخت کے لیئے ایک عرصہ درکار ہے۔ پھر خوراک جس قدر ایک بھینس کی ہوگی اسی قدر چار گایوں کی ہوگی لیکن افسوس صوبہ متحدہ میں گائے کی پرورش کا مطلق خیال نہیں ہے اور بیوپاریوں سے دو چند سہ چند قیمت پر ایسے بیل قرض لینگے جو اپنا عالم شباب تے

اوّل مالک ہی کے گھر پورا کر چکتے ہیں۔ جب ضعیفی کے دن آگئے تو گھر سے نکالے گئے۔ حصار و بیکا نیر وغیرہ کی طرف دیکھا گیا ہو کہ وہ لوگ گائے کو بھینس پر ترجیح دیتے ہیں اور نسبتاً آسودہ حال و فارغ البال رہتے ہیں ضروری اشیاء خوردنی سب کاشتکار ہی بوتے ہیں مگر چند اور درمیانی چیزیں دالوں کے ذریعہ سے نکمی اور اکری خریدتے ہیں۔ اگر ضروری چیزیں بشرطِ امکان خود بونے لگیں تو بہت فائدہ اُٹھائیں۔

حقہ نوشی کا شوق تو عام طور پر ہی مگر تمباکو کی کاشت پر عام توجہ نہیں ہی بلکہ خاص مقامات پر خاص کاشتکار ہی کاشت کرتے ہیں اگر اپنے خرچ کے موافق سب بونے لگیں تو کیوں ڈیڑھ سیر اور ڈھائی سیر کا خرید کریں مگر کچھ خیال نہیں ہی۔

ترکاری کے سب شایق ہیں بلکہ محتاج ہیں لیکن اکثر مواضعات اس نعمت سے محروم ہیں اور لئے بانس بریلی شہروں اور قصبوں سے بیجا کر ہی فیضیاب ہوسکتے ہیں لیکن یہ ممکن نہیں کہ اپنی کاشت میں اس پر توجہ کی جائے تاکہ تازہ ترکاری با فراط ارزاں بلکہ قریباً مفت ہاتھ آئے۔ باسی مضر اور گراں چیزوں سے رہائی اور اناج کے نقصان سے صریح نجات ملے۔

سردی سب کو محسوس ہوتی اور آزار پہنچاتی ہی مگر کپاس بمشکل دس فی صدی کاشت کرتے ہیں اگر ایک بیگہ پختہ میں کاشت ہو تو غالباً ایک کنبہ دار کو کافی ہو۔ ایندھن جلانے کو ملے، بنولے مویشیوں کے کام آئیں۔

مصالحہ سب کھاتے ہیں اور گراں سے گراں خرید کر لاتے ہیں اگر زمین کا کچھ جز و تمباکو ترکاری اور مصالحہ کے لیئے مخصوص کر دیا جائے۔ تو ہرگز کوئی پیسہ بازار کو نہ جائے گیہوں کے کھیت میں جس طرح سرسوں کی آڑ لگاتے ہیں اسی طرح دو آڑ دھنیہ کی لگادیں تو سال تمام کو کافی ہو اور فروخت کے لیئے بچ رہے جن کھیتوں میں جو بوئے جاتے ہیں اگر دو تین کیاریوں کی ڈولوں پر لہسن پیاز لگا دیں تو ضرورت کے لیئے کافی ہو۔ جن کھیتوں میں کپاس بوئی جائے۔ اسی میں مرچ مولی گاجر شلجم بو دیں تو کافی نفع اور رقم حاصل ہو اور کسی چیز کے لیئے بازار جانا نہ ہو۔ انھیں کھیتوں میں مٹر اور میتھی بو دی جائے۔ غلہ بھی ملے ترکاری اور مصالحہ بھی با فراط ہاتھ آئے لیکن افسوس کے ساتھ دیکھا جاتا ہو کہ ہندوستان میں غفلت کا اس قدر غلبہ ہی جو حد تحریر سے باہر ہی اگر ہر کاشتکار کے کھیت میں خربوزہ تربوز بو دیں یا پیاز لگا دیں تو ایکھ کو بھی فائدہ ہو اور ذاتی فائدہ کے لیئے کثیر نفع ہاتھ آئے۔

کاشتکار نہر کی آبپاشی سے بہت نقصان اُٹھاتے ہیں جہاں پانی کھیت میں آیا اور محصول قایم ہو گیا پیداوار ہو یا نہ ہو خواہ ہفتوں کے لیئے راجبہ بند ہو جائے۔ نہری زمینوں میں پانی بہت افراط

اور لاپروائی سے دبا جاتا ہو زمین کمزور بلکہ شور ہوجاتی ہو اگر چاہی آبپاشی کی فکر ہو تو مشکل کا حل چنداں دشوار نہیں مگر مخلصانہ توجہ درکار ہی۔ کم از کم عمدہ جُتائی ہو۔ بارش کے پانی کو ضایع نہ جانے دیا جائے اور کھاد کو خاطر خواہ کام میں لایا جائے تو کیا کچھ نتائج مرتب نہ ہوں۔ کھاد رکھنے کا مروجہ طریقہ کھاد کو ناکارہ محض بنا دیتا ہی۔ گڈھے میں محفوظ رکھنا ہر کسان کے لیئے آسان ہی۔ گوبر کو جلاکر برباد کر دیا جاتا ہی ہر کھیت کی مینڈھ بنا کر بارش کے قدرتی خزانہ کو بہت کچھ محفوظ کیا جا سکتا ہی یہ تمام باتیں ہر کسان کے امکان میں ہیں مگر غفلت جہالت کا ستیاناس ہو!

ایک مثل مشہور ہی جہاں جاٹ وہیں ٹھاٹ جہاں گوجر ہیں اوجڑ۔ فی الاصل یہ قول بہت کچھ صحیح ہی جس قدر سرگرمی و جاں فشانی جاٹ کرتے ہیں دوسری قومیں نہیں کرتیں اگر سب کرنے لگیں تو خدا کا دروازہ فیض سب کے لئے عام طور پر کھلا ہوا ہی مگر مسلمان کو جہاں دیکھئے پریشان ہی کیونکہ جہل و نا اتفاقی نے اس کو برباد کر رکھا ہی الحاصل عقلمند آدمی کا فرض ہی کہ اپنے فائدہ کی بات کو گرہ باندھے اور حتی الوسع ضرور عمل میں لائے۔

۱۔ ہر کاشتکار کم از کم دو گائے ضرور رکھے اور بیکار و ناکارہ زمین میں درخت لگوائے۔
۲۔ دو بیگہ زمین میں ہر قسم کی موسمی ترکاری مصالحہ ضرور بوئے۔ نشیبی زمین میں دھان بوئے جاسکتے ہیں
۳۔ نہر پر قانع نہ ہو چاہی آبپاشی کی فکر میں سرگرم رہے۔
۴۔ ہر کھیت میں مینڈھ ضرور ہو اور حتی الوسع حسب موقع بارش کے پانی کو ضائع نہ جانے دیا جائے
۵۔ گوبر جلانے کے کام میں نہ آئے اور کھاد رکھنے کا بہتر و مفید طریقہ عمل میں لایا جائے۔
۶۔ جُتائی کافی اور بروقت ہو۔
۷۔ تخم اچھے سے اچھے تلاش کرے بلکہ حتی الوسع اپنے گھر محفوظ رکھا جائے۔
۸۔ فتنہ و فساد و نزاعات سے خود بچے اور دوسروں کو بچائے۔
۹۔ قرض سے بچو اور کفایت شعاری کا پورا خیال رکھو۔
۱۰۔ اشیاء ضروریہ کی خرید میں اناج مت لٹاؤ نقد خریدو اور ہر جنس اکھٹی خریدو۔

اگر تنہائی میں بیٹھ کر بنظر غور دیکھا جائے تو بجز نمک ہینگ وغیرہ پہاڑی اشیا کے کوئی ضروری چیز ایسی نہیں ہی جو کاشتکار خود پیدا نہ کر سکتا ہو مگر توجہ اور کوشش کون کرے۔ کسان کو بازار جانے کی چنداں ضرورت نہیں ہی۔ یہ مثل مشہور ہی اور صحیح ہی "ہل پتی کے پیچھے لکھ پتی" یہ قول بالکل سچ ہی۔
یہ امر غور طلب ہی۔ پہلے ہر چیز کیوں ارزاں تھی اب کیوں گراں ہی۔ پہلے کسان بالعموم آزاد و فارغ البال

اب نحوست نمایاں ہو اور ہر گھر پریشان نظر آتا ہو۔ سب سے بڑی وجہ یہ ہو زندگی سادہ تھی ہر ضرورت کی چیز اپنے گھر ہی پیدا ہو جاتی تھی اور وہی استعمال ہوتی تھی اور چھوٹے بڑے مرد و عورت سب کام کرتے کرتے تھے اب سب فیشن کے دلدادہ آرام طلب ہو کر محنت سے جی چرانے لگے۔ یاد رکھو اگر یہی حالت برقرار رہی تو وہ وقت دور نہیں جب اس قدر حیرانی و پریشانی لاحق ہوگی کہ الاماں پکار اٹھو گے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلے گا

لگان کی ادائگی کی فکر ضروری ہو۔ یہ قرض بغیر ممکن نہیں قرض سے نجات کی واحد سبیل یہی ہو کہ جس طرح کمانے میں جاں فشانی و ہوشیاری ہو۔ اسی طرح اٹھانے میں احتیاط و کفایت شعاری سے کام لیکر پس اندازی کی عادت ڈالی جائے اور امداد باہمی سے کو آپریٹیو سوسائٹی قائم کرنے پر مسلسل و مستقل توجہ مبذول ہو مگر افسوس پردہ جہالت و غفلت دور نہیں ہوتا۔

وما علینا الا البلاغ

عزیز الرحمان

ڈاسنہ ضلع میرٹھ

قرض لینے کے اسباب

مینیجنگ ڈائرکٹر بمبئی پراونشل کوآپریٹو بنک نے زراعتی کمیشن کے سامنے شہادت دیتے ہوئے بیان کیا کہ پرانے زمانے میں ہر موضع عموماً اپنی ضروریات کی چیزیں خود پیدا کر لیتا تھا اب حالت دوسری ہے۔ معلوم ہوا کہ طبقہ مزارعین اپنی آمدنی کا لحاظ کرکے خرچ نہیں کیا کرتا۔ اسی وجہ سے زراعت پیشہ اشخاص کو اپنی ضروریات کے لئے قرض لینا پڑتا ہے۔ قرض لینے کے خاص اسباب حسب ذیل ہیں:

(الف) چھوٹے چھوٹے کاشتکار اپنی آمدنی میں اضافہ کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں رکھتے۔

(ب) کاشت اور مزدوری کے خرچ میں اضافہ۔

(ج) زراعت پیشہ اشخاص کو یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ قرض لیکر مزید زمین خریدیں۔ اور زراعتی آمدنی سے جو کچھ بچت ہو۔ اس کو مزید زمینوں کی خریداری پر صرف کریں۔

(د) بارش کی کمی اور بے قاعدگی۔

(ہ) آبادی میں زیادتی کے ساتھ وسائل آمدنی میں کمی۔

(و) اجناس اور چارہ کی پیداوار میں رفتہ رفتہ انحطاط۔

(ز) زراعتی پیداوار کے لئے بازار کی قیمتوں کا اندازہ نہ لگانا۔

(ح) تعلیم کی کمی اور اس کی وجہ سے اخراجات میں کفایت شعاری کا ملحوظ نہ رکھنا۔

آپ نے کہا کہ پہلے اغراض کے لئے خواہ وہ خانگی ہوں یا زراعتی جنس کی صورت میں قرضہ دیا جاتا تھا۔ لیکن اب قرض کا وہ قدیم طریقہ بھی موقوف کر دیا گیا۔ اور صرف نقد کی صورت میں قرض دیا جاتا ہے۔ اسی طرح زمانہ قدیم میں واپسی قرضہ پیداوار کی صورت میں ہوتی تھی۔ آپ کے نزدیک ان تمام خرابیوں کا علاج یہ ہے کہ دیہی قرضہ۔ بہم رسانی اور فروخت کے انتظامات میں یگانگت پیدا کی جائے۔ ثانوی پیشوں کو ازسرنو زندہ کیا جائے۔ زمین کی درستی اور ترقی کا انتظام کیا جائے۔ زمانہ حال کے زراعتی طریقوں کا نفاذ کیا جائے۔ سوشل اصلاح کی جائے۔ معمولی شرح سود پر طویل مدت کے لئے قرض دیا جائے۔ اور اس غرض کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے مالی امداد دی جائے۔ زمین رہن رکھنے والے بنک جاری کئے جائیں۔ جو زمین کی درستی و ترقی۔ نیز پرانے قرض کو واپسی کے لئے قرض دیا کریں۔ تاکہ زراعت پیشہ اشخاص اپنی محدود آمدنی سے قرض ادا کر سکیں۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ آسان قسطیں مقرر کر دی جائیں جو کئی سال میں وصول کیجائیں (کوآپریشن لاہور)

میں کس طرح لکھ پتی بن گیا

میرے ایک ہندو دوست جو ۸۲ بیاسی سال تک زندہ رہے اور مرنے کے وقت اسی ہزار روپیہ بینک میں اپنی اولاد کے لئے چھوڑ مرے۔ ان سے اس روپیہ کے جمع کرنے کے متعلق استفسار کیا تو اس طرح فرماتے ہیں :۔

"میں نے یہ روپیہ براہ راست بینک میں ہرگز جمع نہیں کیا۔ اور میری آمدنی اتنی محدود تھی کہ صرف لائف انشورنس کے سوا کچھ روپیہ بچانا سخت مشکل تھا۔ میری جوانی میں جس وقت مجھے ماہوار اسی ۸۵ و پچاسی روپیہ تنخواہ ملتی تھی میں نے جوانمردی سے کام لیکر دس ہزار روپیہ کے لیئے اپنی جان کا بیمہ کرا لیا۔ اور جب تنخواہ ایک سو سے زیادہ ہوئی تو پھر پانچ ہزار کے لیئے دوسری انڈومنٹ پالیسی خریدی یعنی پھر پانچ ہزار کا بیمہ کرا لیا۔ جب پینتالیس سال کی عمر ہوئی تو مجھے بیمہ کی رقم پندرہ ہزار اور اس کا منافع (جو بیمہ کمپنی دیا کرتی ہی) چار ہزار جملہ انیس ہزار روپیہ ملے چونکہ میری تنخواہ میرے اخراجات کے بلئے کافی تھی اس لیئے یہ عزم بالجزم کر لیا کہ یہ روپیہ اپنی اولاد کے لیئے رکھنا چاہیئے چنانچہ میں نے میسور بنک میں فکسڈ ڈپازٹ کر دیئے جس کا سود بھی میں نے وہیں جمع رکھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سولہ سال میں روپیہ دُگنا ہو گیا۔ یعنی اُنیس ۱۹ ہزار کے اڑتیس ۳۸ ہزار ہو گئے اس وقت میری عمر ۶۱ سال کی تھی۔ میں نے مکرر وہ روپیہ اسی طرح فکسڈ ڈپازٹ (　　　　) کر دیا چنانچہ دوسرے ۱۶ سال میں وہ اڑتیس ہزار روپیہ دُگنا ہو کر (۷۶ ہزار) ہو گیا۔ اس وقت میری عمر بھی ۷۶ سال کی ہوئی۔ اب خدا کے فضل سے چار سال اس پر گزرے اور وہ روپیہ اسی ہزار سے بھی بڑھ گیا ہی۔

ان اسی ہزار کے جمع کرنے کے لیئے مجھے زیادہ محنت نہیں پڑی صرف بیس سال تک سالانہ ساتسو چھ ۷۰۶ روپیہ مجھے بیمہ پریمیم (قسط) کے ادا کرنے پڑے تھے اور بس"

چونکہ زمانہ حال میں جبکہ لوگوں کی ضروریات بہت کچھ بڑھ گئی ہیں۔ اور انسان کو اپنی آمدنی بچانا سخت مشکل ہی اس لیئے بڑے بڑے مدبروں اور علم الاقتصاد کے ماہرین کا اتفاق رائے اس بات پر ہی کہ قوم کی مالی حالت بہتر بنانے کے لیئے جان کا بیمہ (لائف انشورنس) سے بڑھکر کوئی دوسری آسان ترکیب نہیں ۔

م۔ م۔ صدیقی

کفایت شعاری

فراغت و آسائش ہر شخص کے امکان میں ہی اگر وہ اُس کے حصول کے واسطے معقول ذرائع عمل میں لاوے جن لوگوں کو محنت کا مناسب معاوضہ ملتا ہی وہ بھی صاحب سرمایہ اور اہل بضاعت ہوسکتے ہیں اور دُنیا کو ترقی دینے اور فائدہ پہونچانے میں مناسب حصّہ لے سکتے ہیں۔ ہم اپنی اور اپنے ہم قوم بھائیوں کی حیثیت صرف اس طرح بڑھا سکتے ہیں کہ محنت کفایت اور ایمانداری کو کام میں لاویں۔ فی زمانہ اہل دُنیا جس مالی مصیبت میں مبتلا ہیں اُس کی وجہ قلتِ زر نہیں بلکہ اُس کا اصل سبب روپیہ کا بیجا استعمال ہی۔ روپیہ کا پیدا کر لینا تو آسان ہی مگر اُس کے صحیح اور مناسب استعمال کا سلیقہ ہونا مشکل ہی۔ انسان کو اُسکی آمدنی نہیں بلکہ روپیہ کا مناسب صرف اور کفایت شعاری صاحب دولت بنا دیتی ہی۔ اگر کسی شخص کو بقدر آمدنی ہی کہ وہ اپنے ذاتی مصارف اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد اُس میں سے کچھ پس انداز کر سکے تو بلاشک وہ اس قابل ہی کہ اپنے اور اپنے بھائیوں کی بہتری کا باعث ہو سکے۔ اُس کی پس انداز رقم خواہ کسی قدر قلیل المقدار کیوں نہ ہو تاہم وہ اُس کو فراغت بہم پہونچاتی ہی اور کسی دوسرے کا دست نگر نہیں رکھتی۔ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ جن اہل حرفہ لوگوں کی آمدنی اچھی ہو وہ کیوں صاحب سرمایہ نہیں ہو سکتے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہی کہ اُس میں اپنی ذاتی عیش و تنعم کو بالائے طاق رکھ کر کفایت شعاری سے کام لیا جاوے۔ آج کل دُنیا میں تجارت کے ہادی اور پیشوا زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو کہ براہ راست اعوازی طبقہ سے نکلے ہیں۔ فہم و فراست اور تجربہ ہی سے کام کرنے والے اور غیر کام کرنے والے آدمیوں میں امتیاز ہو سکتا ہی۔ اور یہ صرف کام کرنے والے کی مرضی پر منحصر ہوتا ہی کہ وہ اپنی آمدنی کو بچاوے یا اُس کو بیجا طریقہ سے برباد کرے۔ اگر وہ روپیہ کو بچاتا ہی تو اُس کو یہ تجربہ ہو جاوے گا کہ اُسے اپنی پس انداز رقم کو مفید کاموں میں لگا دینے کے کیسے کافی ذرائع حاصل ہیں۔ کفایتِ وقت بمنزلہ کفایت زر کے ہی بقول فرینکلن "وقت ہی روپیہ ہی"، اگر کوئی شخص روپیہ کمانا چاہے تو وقت کا ٹھیک استعمال کرنے سے کما سکتا ہی۔ لیکن وقت اور بھی بہت سے بہتر اور شریفانہ کاموں میں صرف ہو سکتا ہی۔ اکتسابِ صنعت و حرفت اور تحصیلِ علم وغیرہ میں وقت صرف کیا جا سکتا ہی۔ وقت میں کفایت اصول اور طریقوں میں پابندی کرنے سے ہو سکتی ہی۔ اصول اور طریقہ کے یہ معنی ہیں کہ وہ ایک ترتیب ایک خاص غرض اور مقصد حاصل کرنے کے لیئے ہو تاکہ اُس کے حصول عمل میں کوئی دقیقہ بیجا صرف نہ ہو۔ ہر ایک اہل تجارت کو قاعدہ اور

اصول کا پابند ہونا چاہیئے۔ اور اسی طرح ایک گرست عورت کو بھی اصول اور قواعد کا پابند بننا چاہیئے۔ ہر ایک شی کے واسطے ایک جگہ مقرر ہو اور ہر شی اپنی خاص جگہ پر ہونا چاہیئے۔ ہر کام کے واسطے وقت مقررہ ہو اور ہر کام مقررہ وقت پر ہونا چاہیئے۔ اس بات کے اظہار کی چنداں ضرورت نہیں کہ کفایت شعاری ایک مفید بات ہی۔ کوئی شخص کفایت شعاری کے فوائد کا منکر نہیں ہی۔ اس کی بہت سی مثالیں پیش نظر ہیں۔ جو کام کہ پیشتر بہت سے لوگ انجام دے چکے ہیں دوسرے اشخاص بھی اُس پر عمل کر سکتے ہیں۔ کفایت شعاری کوئی آزاردہ خوبی نہیں ہی بلکہ برخلاف اس کے ہم لوگ اُس کے ذریعہ سے نفرت انگیز خفت اور مذلت و خواری سے نجات پاتے ہیں۔ کفایت شعاری کا تقاضہ یہ ہی کہ ہم اپنے خاندان کی ترقی اور آسائش کے خیال کو ہر بات پر مقدم رکھیں نہ یہ کہ ہم کسی مناسب اور معقول مسرت سے پرہیز کریں۔

کفایت ہم کو وہ سچی اور لطیف لذت و فرحت بہم پہونچاتی ہی جس سے ہمارے بیجا اور نامناسب اصراف ہم کو محروم کر دیتے ہیں۔ کسی آدمی کو یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ ہم کفایت نہیں کر سکتے۔ مشکل سے ایسے چند آدمی ہوں گے جو ہفتہ میں کچھ دام پس انداز کرنے کی تدبیر نہ سوچ سکیں۔ اگر ہفتہ میں تین شلنگ بچائے جاویں تو بیس۲۰ سال میں دو سو چالیس۲۴۰ پونڈ ہو جاویں گے اور ان پر سود لیا جاوے تو دس سال میں بذریعہ اضافۂ سود چار سو بتیس پونڈ ہو جاویں گے۔ بعض لوگ یہ عذر کر سکتے ہیں کہ وہ تین شلنگ بھی ہفتہ میں نہیں بچا سکتے۔ تو اچھا دو شلنگ ایک شلنگ یا چھ پینس فی ہفتہ بچانا شروع کروں۔ خواہ کچھ بھی بچائیں غرض یہ ہی کہ ہر حال میں بچانے کی بنیاد تو ڈالیں۔ چھ شلنگ فی ہفتہ اگر سیونگ بینک میں جمع کر دیئے جاویں تو وہ بیس سال میں چالیس پونڈ ہو جاویں گے۔ مقصد یہ ہی کہ کفایت کی عادت اور نفس کشی پر عمل کرنے کی ضرورت ہی۔ کفایت کے واسطے کوئی بڑی ہمت و طاقت یا اعلےٰ قابلیت یا کسی فوق الفطرت خوبی کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے لئے صرف معمولی سمجھ اور ذاتی عیش و مسرت کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہی حقیقت میں روزمرہ کے کاموں میں ذرا معمولی سمجھ بوجھ سے عمل کرنے کے معنی کفایت شعاری ہیں۔ کفایت کے واسطے کسی سرگرم ارادہ کی ضرورت نہیں صرف نفس کشی کی ضرورت ہی اور اُس کے حصول کی یہ تدبیر ہی کہ اُس کی بنیاد ڈالی جاوے۔ انسان نفس کشی کا جتنا زیادہ عادی اور خوگر ہوتا جاتا ہی اُسی قدر وہ اُس کے لئے آسان ہوتی جاتی ہی اور اُتنی ہی عجلت کے ساتھ نفس کشی کی قربانیوں کا معاوضہ ملتا ہی۔ یہ سوال کیا جا سکتا ہی کہ کیا قلیل المقدار آمدنی والے لوگوں کے واسطے یہ ممکن ہی کہ وہ کچھ پس انداز کر کے سیونگ بنک میں جمع کر سکیں۔ درانحالیکہ اُس کو ایک ایک پیسہ اپنے اہل و عیال کی پرورش کرنے کو بھاری ہی لیکن واقعہ

یہ ہو کہ نفس کشی اور کفایت شعاری وہ ہی جفاکش اور سنجیدہ لوگ کر سکتے ہیں جو اپنی ذاتی عیش و مسرت کی قربانی کرکے اپنے غریب اور بیکس بھائیوں کی امداد کے واسطے اپنی بالائی آمدنی کا حصہ بچاکر کسی سیونگ بینک یا اور کسی دوسری جگہ جمع کر دیتے ہیں۔ اگر کچھ لوگ ایسا کر سکتے ہیں تو کسی نہ کسی حد تک سب لوگ ایسا عمل کر سکتے ہیں جس کے بعد وہ اپنے اصلی لطیف عیش و نشاط سے محروم نہیں رہ سکتے۔

عمر آدم۔ بمبئی

دی مسلم سپلائی سٹورز لمیٹڈ لاہور

گزارش

حال و استقبال ہر دو حاصل تدبیر تست		ہاں بجہد آمادہ شو در دست تو تقدیر تست

حضرات! یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مسلمان من حیث القوم تجارت میں بہت پیچھے ہیں، اور یہی ان کی موجودہ اقتصادی پستی، ذلت اور کمزوری کی ایک بڑی وجہ ہے۔ جس کے باعث ان پر عرصۂ حیات تنگ ہو رہا ہے۔

مسلمانوں کو اپنی اس پستی کا احساس ہوا اور دل سے اپنی اس کمی کو دور کرنے کے خواہاں ہیں لیکن جو قوم کہ سالہا سال تک اپنی بدقسمتی سے تجارت جیسے مفید نفع بخش اور بہترین ذریعہ معاش سے کنارہ کشی کئے ہوئے ہو۔ اور ہادی اعظم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس سبق کو کہ اقتصادی ترقی کے لئے بہترین ذریعہ تجارت اور صرف تجارت ہے۔ گلدستۂ طاق نسیاں بنا چکی ہو۔ اس کے لئے سرمایہ، تجربہ اور رجحان طبع کے فقدان کی وجہ سے اپنی تجارتی تنظیم کے لئے کوئی موثر ذرایع اختیار کرنا قریب قریب ناممکن نہ ہو۔ تو اور کیا ہو۔

ان حوصلہ شکن حالات میں برادران اسلام میں تجارتی تحریک کو کامیاب بنانے کی بہترین صورت یہی ہو سکتی ہے کہ سرمایہ اور تجربہ کے اشتراک کی صورت پیدا کی جائے۔ اور اس کا بہترین ذریعہ لمیٹڈ کمپنیاں ہی ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ ایک جانب تو کمپنیز ایکٹ کے ماتحت رجسٹری ہو جانے کی وجہ سے تمام کاروبار ایک خاص نظام کے ماتحت ذمہ دار ہاتھوں میں آجاتا ہے۔ اور بددیانتی کا احتمال کم ہو جاتا ہے۔ اور دوسری جانب عام لوگ بھی اس میں حصہ لے سکتے ہیں، اور ہر وہ شخص جو کم از کم ایک روپیہ ماہوار بچا سکتا ہے ایک اسلامی تجارت کو کامیاب کرنے میں مدد و معاون بن سکتا ہے۔

دی مسلم سپلائی سٹورز لمیٹڈ کے قیام میں اس غرض کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ کہ ان نقایص اور کمزوریوں کا قلع قمع کیا جائے۔ جو ہماری قوم کو روز بروز قعر مذلت میں لے جا رہے ہیں، دوسرے اس کمپنی کے ذریعے سے مسلمانوں کے لئے اقتصادی، تمدنی اور مذہبی ترقی کا ایک وسیلہ پیدا کیا جائے، اور سب سے بڑھ کر افراد قوم سے بیکاری و گداگری کی لعنتوں کو رفع کرنے کی ایک منظم اور مستقل کوشش ہو،

پس اگر آپ کی قومی اور مذہبی غیرت اس امر کی مقتضی ہے کہ مسلمان اپنی تجارت کو اپنے ہاتھ میں لیں، اور اس قوم کی اقتصادی حالت پھر ایک دفعہ معراج ترقی پر سورج بن کر چمکے تو ہمیں یقین ہے کہ

آپ ضرور اپنا دست اعانت اس قومی تجارتی تحریک کی جانب بڑھائیں گے۔

مسلم سپلائی سٹورز میں روپیہ لگانا منافع کمانے کی ایک محفوظ اور فائدہ رساں صورت ہے۔ غلہ و اشیائے خورونوش جن میں کمپنی تجارت کرنے کا ارادہ رکھتی ہے ایسا کاروبار ہے جس میں نقصان کا احتمال کم ہوتا ہے۔ ان حالات میں اُمید قوی ہے کہ کم از کم ۲۵ فی صدی منافع کی جو توقع پراسپکٹس میں ظاہر کی گئی ہے کسی حالت میں غلط ثابت نہ ہوگی۔ یہ تحریک منجملہ ان تحریکات کے ہے جن کا سودمند ساعی اور حامی ہے۔ اُمید ہے کہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لیئے حامیان تجارت اور ہمدردان قوم خریداری حصص میں پوری کوشش سے کام لینگے اور یہ تحریک اپنی مثال کو قابل تقلید ثابت کرے گی۔ (ایڈیٹر)

یہ مسلم سپلائی سٹورز لمیٹڈ لاہور

گورنمنٹ ہند کے ایکٹ ملے (ایکٹ کمپنی ہائے ہند) مجریہ ۱۹۱۳ء کے ماتحت رجسٹری شدہ ہے۔ اور اس کا تمام کاروبار اس ایکٹ کے ماتحت چلایا جائے گا۔

سرمایہ منظور شدہ ایک لاکھ روپیہ

(جو دس دس روپیہ کے دس ہزار حصص پر منقسم ہے)

سرمایہ فروخت شدہ ۱۲۸۷۰ روپیہ

سرمایہ ادا شدہ تا ۲۷ ستمبر ۱۹۲۶ء ۲۲۵۹ روپے آٹھ آنے

اجرائے حصص

مندرجہ بالا دس ہزار حصص میں سے ۱۲۸۷ حصص جن کی پوری قیمت ۱۲۸۷۰ بنتی ہے فروخت ہو کر تقسیم ہو چکے ہیں اب باقی ۸۷۱۳ **حصص جن میں سے ہر ایک حصہ دس روپیہ کا ہے۔** عام فروخت کے لیئے پیش کیئے جاتے ہیں۔ جن کی وصولی مندرجہ ذیل آسان شرائط پر کی جائے گی۔

ایک روپیہ فی حصہ بوقت درخواست ۱۲ فی حصہ منظوری پر اور بقایا ۱۲ فی حصہ کی تین مساوی سہ ماہی قسطوں میں

رجسٹرڈ دفتر

بیرون اکبری دروازہ ۲۶ سرکلر روڈ لاہور

گراموفون کے چلتے پھرتے ریکارڈس

ہم نے برادران اسلام کی فضول خرچی اور بیجا رسومات کے ذریعہ افلاس و قرض کو حد سے زیادہ بڑھتے دیکھ کر دُھلے کپڑوں سے عید کرنے کی تحریک کی۔ خدا کا شکر ہو اہل شہر نے اس پر توجہ فرمائی جس سے کئی ہزار گھر نہ صرف قرض سے بچ گئے بلکہ تیس ہزار مسلمانوں نے ایک لاکھ سے زیادہ روپیہ اس عید پر بچا لیا جو اُن کی آئندہ ضرورت پر کام آئے گا۔ افسوس کی بات ہو کہ ہم لوگوں میں بہت بڑی تعداد تعلیم یافتہ سے لیکر جاہل تک ایسی ہو جنھیں روپیہ کمانا بہت کم مگر خرچ کرنا تو بالکل ہی نہیں آتا صرف ولایت کی کورانہ تقلید اور بیجا رسومات کی پابندی کے مرض میں مبتلا ہیں جس کے سبب سے اپنی زندگی نا قابل اطمنان بنائے ہوئے ہیں۔ ہمارے نزدیک جبتک مالی حالت درست نہ ہوگی ہم کسی تحریک میں کامیاب نہیں ہوسکتے اس لئے کہ دُنیا میں بلا پیسے کے کوئی بات بھی نہیں سُنتا تو کام کیونکر بن سکتا ہو۔ برادران اسلام سے ہماری اپیل ہو کہ ہر نوجوان تعلیم یافتہ اپنے شہر کے محلہ میں اصلاحی کمیٹیاں قایم کرکے مسلمانوں کی مالی حالت درست کرنے کی جان توڑ کوشش کریں اس لیئے کہ کامیابی کوشش کرنے والے کے بیر چومتی ہو۔ انشاءاللہ آئندہ عہد تک ہمارے بھائی روپیوں کا جائز طریقہ پر خرچ کرنا معلوم کرلیویں گے۔ ہمارے ناقص خیال میں مندرجہ ذیل باتوں پر فرداً فرداً اور مجموعی طور پر عمل کرنے سے کامیابی یقینی ہوسکتی ہو۔

(۱) بچوں کی تعلیم کو مقدم سمجھیں اُس کے ساتھ ہی ساتھ انھیں سادہ لباس و کفایت شعاری پر توجہ دلائیں اور جو بچے والدین سے پیسے لیتے ہیں اُن سے خرچ کا حساب پوچھیں اور اونھیں اس امر کی ترغیب دیں کہ وہ اپنا پیسہ بچائیں اور فضول خرچ نہ کریں۔

(۲) مستورات کو قیمتی لباس۔ ٹانکیدار زیور، بیجا رسومات کی پابندی سے نفرت دلائیں پانوں کے خرچ کو کم کردیں اور اگر مناسب ہو تو گڑ کا استعمال کریں۔

(۳) شادی غمی عقیقہ۔ ختنہ وغیرہ کی تقریب کو اپنی آمدنی کے اندر ماہواری خانگی خرچ کا لحاظ کرتے ہوئے بلا قرض لیئے ہوئے سادگی سے انجام دیں۔

(۴) مرد عورت بچوں کو نہ صرف عیدین بلکہ شادیوں میں بھی قیمتی کپڑوں کے استعمال سے نفرت دلائیں۔

(۵) ہر کام کو کفایت شعاری کے ساتھ فضول خرچی سے بچتے ہوئے جیب کی صلاح سے انجام دیں۔
(۶) کوئی مسلمان ہو نہایت دلیری کے ساتھ اُس کی دعوت کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیں اگر وہ اپنی آمدنی کے باہر زیور - یا جائداد گرو رکھ کر یا بیاج سے روپیہ قرض لیکر فضول خرچی اور بیجا رسومات کی پابندی کرتے ہوئے تقریب انجام دیتا ہو کیونکہ ایسا مسلمان خود اپنا اور قوم کا دشمن ہے۔
(۷) جو حضرات صاحب دولت ہیں اُن سے اس امر کی اپیل کی جائے کہ وہ ہر تقریب کو فضول خرچی و بیجا رسومات سے بچتے ہوئے کفایت شعاری سے انجام دیں تاکہ انھیں دیکھ کر غریب اور متوسط الحال اصحاب بھی اُن کی تقلید کریں۔ اور اُس تقریب کی بچت کا مناسب حصہ غریب بچوں کی تعلیم کی مدد کے لئے اپنے شہر کے کسی اسلامی مدرسے میں دیدیں جہاں وہ مناسب خیال کریں۔
(۸) وہ مسلمان جو کسی تقریب کو بلا قرض لیئے ہوئے اپنی آمدنی کے اندر بیجا رسومات اور فضول خرچی سے بچکر انجام دیتا ہو وہ خود اپنا اور قوم کا خیرخواہ ہو اُس کی تقریب میں خوشی کے ساتھ شریک ہوں اور اُس کے کام میں امکانی مدد پہونچائیں تاکہ دوسروں میں بھی اُس کی تقلید کرنے کی جرات پیدا ہو۔
(۹) مسلمانوں میں صنعت و حرفت تجارت کو ترقی دینے کی کوشش کریں کچھ نہ ہوسکے تو اپنی خریداری سے دکاندار کا حوصلہ بڑھائیں جسے دیکھ کر دوسروں کو تجارت کا خیال پیدا ہو۔
(۱۰) سوڈا - فروٹ سالٹ مقوی معدہ کی دواؤں کی خریداری سے اور قبض سے بچنے کے لیئے روزانہ ورزش کریں اور بچوں کو صبح ورزش کے بعد ناشتہ دیویں تاکہ وہ سمجھیں کہ کھانے کی طرح یہ بھی لازمی چیز ہے۔
(۱۱) جو پردہ نشین خاتون اپنے ہاتھوں سے گھر کا کام نہیں کرتیں وہ اپنی تندرستی قایم رکھنے کے لیئے خود گھر کا کام کریں۔ ایسا نہ کرنے سے وہ صرف کمزور ہی نہیں ہوتیں ہیں بلکہ نوکرنی اور ڈاکٹر کا بل چکانے پر بھی کھانستے کھانستے زندگی کے دن پورے کرتی ہیں۔

ظاہر ہے کہ کچھ نہ کرنے سے ہم اپنی تباہی کا باعث خود ہو رہے ہیں اور پھر کہتے ہیں مسلمان غریب ہیں کوئی اُنھیں تعلیم یافتہ کیسے سمجھے جو اپنی اور قوم کی بھلائی بُرائی پر غور نہ کریں بلکہ ایسے تعلیم یافتہ کے لیئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ وہ کالج اور ہائی اسکول سے نکلے ہوئے گراموفون کے چلتے پھرتے رکارڈس ہیں جن کا ظاہر ٹھسیدار ہے مگر حقیقت کچھ نہیں۔ مسلمانوں کی دریا دلی کا حال سُنار - تمبولی - بزاز اور سودی روپیہ دینے والوں سے پوچھیئے۔ پتہ چل جائے گا کیونکہ ان لوگوں سے زیادہ تفصیل کے ساتھ ہم نہیں

بتلا سکتے۔ ہاں یہ جانتے ہیں کہ مسلمان اپنی دولت کو ٹھوکر مار مار کر ان لوگوں کے گھر تک پہونچا آیا کرتے ہیں یہی وجہ ہو کہ دولت مسلمانوں کے گھر ٹھہرنے میں بہت گھبراتی ہو۔

خیر خواہ قوم

محمد انور خاں میونسپل ممبر سکریٹری اصلاح الرسوم بھرتپور جنل پور

جناب حبیب حسن صاحب ہلال کان پورے لکھتے ہیں کہ

صوبہ کی تعلیمی اور اقتصادی کانفرنس کے اجلاس فرخ آباد میں اکتوبر میں ختم ہوئے ہیں، خدا کرے کہ اُن سے قوم کو حقیقی فائدہ پہونچے۔ لیکن جس بات سے مایوسی ظاہر ہوتی ہو وہ حضرات علمائے کرام کی بے حسی اور تنگ نظری ہو، سود مند کانفرنس کے جلسہ میں خصوصاً اُن حضرات کی طرف سے جس ذہنیت کا اظہار ہوا وہ ہر ایک ہمدرد قوم کو ناگوار ہونا چاہیئے۔

سود کا مسئلہ تو خیر ایک اجتہادی نوعیت رکھتا ہو۔ اور ہر شخص کو حق حاصل ہو کہ نیک نیتی کے ساتھ جو رائے چاہے قایم کرے، لیکن بدگمانی اور ضد کا بُرا ہو کہ اصلاح تمدن کی بابت جب تیسری تجویز پیش ہوئی جس میں سود کے متعلق کوئی بحث نہیں تھی تو ایک مقتدر مولوی صاحب نے اس سے یکسر اختلاف کیا، کیونکہ اس تجویز کے محرک مولوی سید طفیل احمد تھے، جن سے ہمارے ان علمائے عظام کو مسئلہ سود کی وجہ سے دائمی مخالفت ہو۔ اصل بحث کے متعلق بھی جو دلائل ان معزز حاملان شرع شریف نے پیش کئے وہ کلیتاً وہی فرسودہ اعتراضات تھے جو ابتدائی تحریک سے جواز سود کے مخالفین پیش کرتے رہے ہیں، اور جن کا جواب بارہا رسالہ سود مند اور دیگر مختلف رسالوں میں دیا جا چکا ہو بہر حال یہ تحریک گو بہ حیثیت ایک باقاعدہ تجویز کے علمائے کرام اور ان کے ہمنوا اشخاص کی متفقہ مخالفت کی وجہ سے اس جلسہ میں مسترد ہوگئی۔ مگر میں یہ کہونگا کہ کانفرنس کا مقصد اس لحاظ سے حاصل ہوگیا کہ سامعین کو اس مسئلہ سے دلچسپی پیدا ہوگئی اور کیا عجب ہو کہ بہت جلد حالات و واقعات پر غور کرنے کے بعد وہ اس غلط رہبری کو محسوس کریں، اور پھر وہی عمل میں لائیں جو بہ حالات موجودہ ضروری ہو اور جس کی مذہب اسلام ان کو اجازت دیتا ہو۔

یہ بھی پڑھ لیجیے جن حضرات کا چندہ ختم ہوگیا ہو وہ آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر ممنون کریں۔ (منیجر)

خلاصۂ خطوط

مخدوم محترم۔ السلام علیکم۔ کانفرنس کے ختم ہونے کے بعد میری خواہش قلبی یہ تھی کہ جناب سے کچھ تبادلہ خیالات کا موقع ملتا۔ لیکن میں کچھ ایسا مجبور رہا کہ اس کی نوبت نہ آئی خیر انشاء اللہ تعالےٰ پھر کبھی موقع ملے گا۔ جناب سودمند کانفرنس میں ریزولیوشن پاس نہیں ہوا۔ لیکن مسلمانوں کی فاقہ مستی رنگ لا رہی ہے۔ اور میں تو یہ محسوس کر رہا ہوں کہ گرما گرم مباحثہ نے اور ریزولیوشن کی ناکامی نے جو عزم بالجزم ایک جماعت میں پیرو نیوشن کو عملی جامہ پہنانے کا پیدا کر دیا ہے وہ پروردگار دو عالم کی حکمت سمجھنا چاہیئے۔ یہاں کے کئی ایک سربرآوردہ وصاحب ثروت مسلمان ایک ساہوکارہ بنک کم از کم پچاس ہزار کے راس المال سے جاری کرنا چاہتے ہیں۔ مگر کوئی واقف کار دستیاب نہیں ہوتا ہے اور نہ کوئی سنگ راہ ہے۔ نہ کوئی رہنما آج مجھ سے یہ کہا گیا کہ میں جناب کو اس کی بابت لکھوں۔ اور آپ سے استدعا کروں کہ یہاں تشریف لا کر اجرا بنک کے ابتدائی نیوس قائم کرنے میں امداد فرمائیں اسی مقصد سے یہ عریضہ لکھ رہا ہوں میں یہ چاہتا ہوں کہ قبل آپ کی تشریف آوری کے سودمند کا کل لٹریچر کمترین کے پاس وی پی بھیجدیجئے۔ جس میں اکرم عالم صاحب کا خطبہ صدارت بھی ہو۔ اور اگر کوئی عملی اسکیم بنک قائم کرنے کی آپ کے ذہن میں ہو اس کو بھی ارسال فرمایئے۔ ہم لوگ جب اس کا مطالعہ کر لیں اس کے بعد آپ کو تکلیف دیں عجب نہیں کہ پہلا بنک اس نوعیت کی اس ضلع میں قائم ہو اور اس کے اجرا کا ابتدائی کام آپ کے ہاتھوں سے ہو کر مسلمانان کے علم مالیات میں مدت تک یادگار رہ جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ امید ہے کہ جناب بواپسی ڈاک جواب سے مطلع فرمائیں گے۔ امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ نیاز مند

محمد ایوب صدیقی وکیل عثمان منزل لنگڑہ

جناب منیجر صاحب رسالہ سودمند۔ السلام علیکم

آجکل تو جیسی ہم سب مسلمانوں کی خراب خستہ حالت ہو رہی ہے اس پر غور کرنے سے خون کے آنسو بہتے ہیں سب سے بڑی بھاری ہماری بدقسمتی تو یہ ہے کہ ہم آپ کی مفید نصیحت کی آواز یعنی محنت کر کے زیادہ کمانے کی اور کفایت شعاری سے زندگی بسر کرنے کی اور کچھ مصیبت کے وقت کے لئے پس انداز کرنے کی سُنتے ہیں مگر افسوس کہ ہمیں ایک رتی بھر خیال نہیں ہوتا ہے اس لئے ہم ہر وقت مصیبت کے جال میں گرفتار ہیں۔

ہم اپنی حماقت کی خود تعریف کرتے ہیں کہ ہماری بیوقوفی ان کاموں کے لئے دوسری قوموں سے بہت بڑھی ہوئی ہے کہ اپنی آمدنی سے علاوہ دوسروں سے قرض لیکر جب تک خرچ نہ کرلیں چین ہی نہیں آتا ہے۔

یہ ایک ایسی مصیبت ہے کہ تمام عمر سخت پریشانی میں گزرتی ہے خدا اب زیادہ سے زیادہ اگر رحم کرے تو سب سے پہلے ہماری ان بیہودہ عقلوں کو درست کردے کہ دنیا میں رہکر دوسری قوموں کے مانند سمجھ سے کام لیں۔

اگر ہم آپ کے رسالہ کے مضمونوں پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اس کو عملی جامہ پہنادیں تو یقیناً موجودہ زمانے کی جنگ کے مقابلہ میں کچھ عرصہ کے بعد اپنے بل بوتے پر کھڑے ہو سکتے ہیں بشرطیکہ آپ کی ہاں میں ہاں نہ ملائیں بلکہ آپ کی ایک ایک نصیحت کو نعمت غیر مترقبہ سمجھکر اس پر عمل کرنا شروع کردیں۔ ابھی تک ہماری موجودہ غیر مطمئن حالت میں اور اطمینان کی زندگی میں زمین آسمان کا فرق ہے

محمد مغل از جگراتہ

جناب مہتمم صاحب رسالہ سود مند۔ جب سے آپ کا رسالہ جاری ہوا ہے اُس کے قابل قدر مضامین کو جو موجودہ زمانہ کے لحاظ سے اہل اسلام کے واسطے بہت ہی مفید ہیں بڑی دلچسپی اور توجہ کے ساتھ دیکھتا اور دوسروں کو بھی دکھلاتا ہوں تاکہ اوروں کو بھی علم ہو کہ کیا وقت اور موقع اس وقت ہم لوگوں کو درپیش ہے اور کس طرح احتیاط اور دوراندیشی سے زندگی بسر کرنے کی ضرورت لاحق ہو رہی ہے۔ کہ جس سے عام طور پر لوگ بے خبر ہیں۔ ابتدا میں جب تعلیم کی بہت کمی تھی جس کی طرف بعض سربرآوردہ لوگ متوجہ ہوئے اور کوشش کرکے اُس کے واسطے انتظام کیئے کہ جس کی تقلید اب جاری ہے۔ اور رسالے اور اخبار برابر کام کر رہے ہیں۔ مگر سوائے رسالہ سودمند کے اور کسی نے بہت کم اور ضروریات زمانہ کی طرف خیال کیا۔ یہ بات میں صرف آپ کے لاجواب رسالہ ہی میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کی بڑی ضرورت اور نقصان کو خیال کرکے اُن کے فلاح کے مضامین شایع کرتا ہے اور فی الحال بے مثل ہے اور ناظرین کی طرح مجھے بھی اس کی ترقی اشاعت کا خیال ہے۔ ایک خریدار عرصہ ہوا کہ درج رجسٹر بچھڑاوں ضلع الہ آباد کرایا تھا اور اب ایک اور خریدار کا نام بھیجتا ہوں۔ آپ رسالہ سودمند اُن کے نام ویلیوپی ابل کے ذریعہ سے بھیجدیجئے اور اور میرا حوالہ بھی لکھدیجئے۔ انشاء اللہ آئندہ بھی ترقی اشاعت کی کوشش کی جاوے گی۔

احمداللہ خاں۔ مرادآباد

ہم فارغ البال کس طرح ہوسکتے ہیں؟

آج کل عام طور پر ہر فرد بشر کو یہ شکایت لاحق ہے کہ گزر نہیں ہوتی جس کو سنو قرض کا شاکی ہے اصل ادا نہیں ہوتا کہ سود کا تقاضا تنگ و پریشان کر دیتا ہے۔ لاپروائی اور کم فہمی اس کی خاص علت ہے اگر اصول ذیل پر عمل کیا جائے تو یقیناً یہ شکایت بہت کچھ کم ہو جائے۔

آمدنی سے زیادہ ہرگز خرچ نہ کیا جائے بلکہ کچھ پس انداز کرکے ضرور جمع کیا جائے کیونکہ شادی ہے غمی ہے حج ہے مرض ہونا کہانی مصیبت ہے ہر ماہ کی یکم تاریخ کو تمام سامان خورد و نوش یکبارگی خرید لیا جائے اس میں کئی فائدے ہیں کہیں باہر جانا ہو یا ناگہانی مہمان آجائے تو بالکل کوفت نہیں ہوتی آدھی رات کو بھی ضروری چیز گھر میں ہی نکل آتی ہے نہ خریدنے کی ضرورت نہ مانگنے کی حاجت اکٹھی چیز خریدنے میں برکت بھی ہوتی ہے یعنی کچھ نہ کچھ پس انداز بھی ہو جاتا ہے لیکن گھر کے انتظام میں عورتوں کی امداد و احتیاط ہی کارگر ثابت ہوسکتی ہے۔ اگر خدا نخواستہ عورت بدسلیقہ ہو تو ہفتہ وار سامان دے دیا جائے اور بچت بھی اس کو دیدی جائے بلکہ اسی نسبت سے کچھ انعام بھی ہو تو یہ تدبیر بڑی محرک ثابت ہوگی اور تمہیں کوفت سے بچائے گی

ریل نے ہم کو بہت کچھ آرام طلب بنا دیا ہے یہ عادت نہایت مضر ہے عام طور پر دیکھا جاتا ہے اگر اتفاق سے ریل نکل جائے تو یہ نہیں کہ پیدل چلیں چند گھنٹہ انتظار کرکے وقت کو برباد کرینگے یا موٹر وغیرہ میں دو چند کرایہ دیں گے اگر ان کرایہ کے داموں کو بچاکر عمدہ غذا کھائی جائے تو بدن میں قوت آئے طبیعت خوش ہو جائے پھر بھی کوئی پیسہ بچ جائے۔

تقریبات کے موقع پر نام و نمود کی خاطر حیثیت سے زیادہ خرچ کرنا عام ہے پھر بھی کوئی نہ کوئی عیب ضرور نکلتا ہے مثل مشہور ہے کروں صد عیب نہ کروں یک عیب یہ کیسے تعجب کی بات ہے قرض لیں خرچ کریں اور پھر عیب جوئی سنیں۔

ہر شخص کے لئے یہ انتظام کرنا ضروری بلکہ اشد ضروری ہے کہ اول اپنی آمدنی میں یہ اوسط دیکھے کہ کیا یومیہ پڑتا ہے پھر اسی حساب کو مدنظر رکھتے ہوئے جتنی چادر ہو اتنے ہی پیر پھیلائے۔

بعض کا خیال ہے ہم تو کوئی فضول خرچی نہیں کرتے ہیں پھر کیوں مقروض ہو جاتے ہیں تو ان کو چند باتیں یاد کرنی ضروری ہیں۔

بعض آدمی بلاوجہ پان کھانے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ بعض حقے کے بعض سگرٹ کے بعض سب کے

جب کوئی سی چیز نہیں ملتی تو بہت گھبرائے ہوئے پھرا کرتے ہیں اور ان کو فضول خرچی میں شمار نہیں کرتے اس وقت ایک ہندی شعر یاد آیا ہے کہ جب حقہ نوش کو تمباکو نہ ملے اور پیسہ بھی پاس نہ ہو تو خواہ کیسا ہی عزت کیوں نہ ہو گی ایک چلم تمباکو ضرور مانگنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔

تمباکو ایسی موہنی جس کے لمبے لمبے پات ✣ لاکھ ٹکے کا آدمی کھڑا پسارے ہاتھ

حقہ نوشں خواہ کتنا ہی معتدل کیوں نہ ہو دو پیسہ روز کا ضرور صرف ہو گا اور اگر پان بھی کھاتا ہے تو چار پیسہ یومیہ ہوگا۔ یہ پیسے بلا ضرورت خرچ ہوتے ہیں۔ سگرٹ نوشی نے آج کل جس قدر ترقی پائی ہے شاید ہی کسی دوسری چیز نے پائی ہو اور پھر صد ہا قسم کے کوئی دو آنے کا بکس ملتا ہے کوئی تین آنے کا بلکہ چار آنے تک کا ہوتا ہے اور ایک بکس روزانہ خرچ ہو جاتا ہے جس کا اوسط چھ سات روپیہ ماہوار سے کم نہیں۔ یہ فضول خرچی نہیں تو کیا ہے مگر افسوس صد افسوس رونا تو اس امر کا ہے کہ تسلیم سب کرتے ہیں کہ واقعی درست ہے مگر عمل ندارد اور پھر افلاس کی شکایت۔

جدید فیشن کی پابندی میں بوٹ، کوٹ، پتلون عام ہوتے جاتے ہیں۔ معمولی بوٹ پانچ چھ کو آتا ہے اور بمشکل چار چھ مہینے چلتا ہے رہا کوٹ اسمیں علاوہ کپڑے کے سلائی ہی سلائی دو تین روپیہ سے کم نہوگی پھر پھٹ جائے تو پیوند لگنا محال اور خلاف شان ہو جاتا ہے اگر دیسی جوتہ اور کپڑا استعمال کیا جائے تو کیا ذات میں فرق آجائے۔

دولت سے زیادہ وقت میں اسراف نمایاں اور عام عیب ہے یہ توفیق کسی کو نہیں کہ فرض منصبی کی ادائگی سے جو وقت بچے اس میں کوئی اور مفید شغل ہو جس سے بہبودی کی صورت پیدا ہو بلکہ تاش بازی شطرنج بازی چوسر بازی اور گپ شپ میں وقت کا بڑا حصہ ضائع کیا جاتا ہے۔ یورپ کی ترقی کا بڑا راز یہ ہے کہ وقت کی بڑی قدر کی جاتی ہے اور ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا جاتا کسی پیشہ کو عیب سمجھا جاتا ہے اسی سگرٹ بوٹ بلکہ تعیشات کی بدولت رقم کثیر حاصل کرکے وہ کروڑپتی ہو گئے اور ہو جائیں گے مگر ہم اسراف و افلاس کی بدولت مقروض و مفلوک ہی مر جائیں گے۔

اہل اللہ کا قول ہے کھانا جان بچانے کو کپڑا تن ڈھکنے اور گرمی سردی سے بچنے کو درکار ہے۔ اس کے علاوہ سب اسراف اور بیجا اسراف میں شمار ہے۔ جب کرتہ پاجامہ سے گزر ہو جائے تو کوٹ اور واسکٹ کی کیا ضرورت ہے اسی طرح اگر نان جویں بلا غل و غش مل جائے تو اس پلاؤ قورمہ سے بدرجہا بہتر ہے جو قرض لیکر کھایا جائے سچ کہا ہے مولنا اسمٰعیل نے

ملے خشک روٹی جو آزاد رہ کر ✣ تو وہ خوف و ذلت کے حلوے سے بہتر

جو ٹوٹی ہوئی جھونپڑی بے ضرر ہو بھلی اس محل سے جہاں کچھ خطر ہو

بنیوں کی فارغ البالی کے وجوہ بھی ملاحظہ ہوں ہمیشہ ارزاں سے ارزاں ترکاری لائیں گے اور ایک پیسہ میں دو وقت نکالیں گے مسلمان کو معمولی دال کے لیئے بھی دو آنہ کا خرچ ضرور ہو اگر فصلی چیز کھالی ہو تو وہاں روٹی ندارد اس سے حد ہو کہ سنیچر کے روز چنے چابنے ثواب مانتے ہیں اور ایک وقت کی روٹی بچالیتے ہیں بخلاف اس کے مسلمان کے گھر خربوزے دھڑی بھر سے کم نہ آئیں گے وہ بھی کھانا کھانے کے بعد آم دس سیر ہوں بعد کو دودھ بھی ضرور ہو سفید بھوٹ کے ساتھ بورہ لازمی ہو شکر قندی دودھ بورہ میں پڑی ہوئی ہوں غرض لحظہ بھر کے لیئے زبان کا ذائقہ اور چٹخارہ ہو اآن بان شان ہو خواہ انجام کچھ ہو فرق ظاہرداری ہیں نہ آنے پائے چاہے گھر میں چکی پر چوہے اذان دے رہے ہوں۔

ہماری مستورات چوڑیاں پہنینگی تو ریشمی جو ایک روپیہ سے کم کی نہوں پھر سال بھر میں چند بار ضرور ہوں حالانکہ اسی قدر رقم میں چاندی کی بنوائی جاسکتی ہیں اسی طرح چپن بیل گوٹہ کناری ہماری ناداری کا خاص سبب ہو بنیئے گرمی برسات میں ایک دھوتی پر اکتفا کرتے ہیں اور برسات میں جوتی بھی نہیں پہنتے بلکہ چوبی کھڑاؤں پر گزر کرتے ہیں یہ بھی ان کی کفایت شعاری کی دلیل ہو بھلا وہ فارغ البال نہ ہوں تو اور کون ہو۔

قطرہ قطرہ مل کر دریا ہو جاتا ہی جو ہزاروں جانوروں کی آبنوشی کے لیئے کافی ہوتا ہی اگر ایک کوڑی روزانہ بچائی جائے تو پیسہ ہو جائے اسی طرح الگنی دوانی چونی وغیرہ تھوڑا تھوڑا ہو کر رقم کثیر ہوسکتی ہی جو بیکاری اور ضرورت ناگہانی میں کام آسکتی ہی جس نے آخر وقت کو نہ سوچا اور انجام کا خیال نہ کیا وہ انسان نہیں حیوان ہو بلکہ حیوان سے بدتر ہی کیونکہ بعض حقیر جانوروں مثلاً چیونٹی اور شہد کی مکھی کو انسان سے زیادہ تمیز اور ہوشیاری ہو۔

دیسی اشیاء کے استعمال پر خاص توجہ لازمی ہی کاش مہاتما گاندھی کی تحریک سیاسیات پر مبنی ہو کر فیل نہ ہوتی بلکہ اقتصادیات پر مبنی ہو کر کم از کم دس ہی برس اپنا اثر دکھلاتی۔ دیکھو ململ کا کرتہ بمشکل چند ہفتے چلتا دیسی گبرون کا سال بھر کی خبر لائے گا ہر چیز دیسی استعمال میں لاؤ کیا ہندوستان میں نفیس چیز نہیں بن سکتی مگر غفلت نے ہماری کیسی بدتر حالت کر دی ہو حد ہو قلم اور سیاہی بھی لاتی ہو اگر افلاس سے نجات کی تمنا ہو تو ان امور پر توجہ کرنی لازمی ہو اور پس انداز کی فکر ضروری،

د اتنے پگ پسارئیے جتنی لمبی سوڑ،

ہم کو اپنے تیوہاروں پر بھی احتیاط لازمی ہے۔ دیکھو ہندوؤں میں اس قدر تیوہار ہیں کہ تین دن اور اکیس تیوہار مگر ہمیں خبر بھی نہیں ہوتی کیونکہ ان کا طرزِ عمل حد اعتدال سے باہر نہیں مسلمانوں کے چار تیوہار اور ان پر مصارف کا اس قدر بار کہ قرضدار ہونا فرض سمجھا جاتا ہے۔ شب برات تو محض بے بنیاد ہے آتشبازی کا خرچ بالکل فضول ہے۔ محرم کی بھی ایسی ہی کیفیت ہے۔ غرض نہایت غور و فکر کے ساتھ ہمیں اپنے تیوہاروں پر نظر ڈالنے کے بعد احتیاط اور اعتدال کی راہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

ہماری اقتصادی حالت روز بروز پست ہوتی جاتی ہے بڑے بڑے طرم باز خاں آڑے وقت پر گھر سے ایک پیسہ بھی نہیں نکال سکتے اگر دوسری قومیں خندہ زن ہوں تو کیا تعجب ہے اور ہم ہمیشہ اسی حال رہیں بلکہ تباہ و برباد ہو جائیں تو کوئی عجیب بات نہ ہوگی۔ کہاں تک اپنا دُکھڑا رویا جائے۔ عمل کے لئے یہی چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ کافی ہیں ہم فارغ البال بھی ہو سکتے ہیں اور اتنا نہ بھی ہم ہونچا سکتے ہیں سب سے زیادہ اس امر کی ضرورت ہے کہ عمل پر توجہ مبذول ہو ورنہ وہی مثل صادق آئے گی

"اندھے کے آگے روئے اپنے بھی نین کھوئے"

اگر ناظرین میں سے فی صدی دو نے بھی عمل کی کوشش کی تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت اکارت نہیں گئی اور آئندہ کو بھی اس امر کی جرأت ہوگی کہ دیگر نقائص سے پردہ اٹھایا اور اصلاح حال پر متوجہ کیا جائے تاکہ کوئی کسی کا دست نگر نہ رہے اور دُنیا میں ہر فرد بشر فارغ البال ہو جائے۔

(عزیز الرحمان ڈاسنہ ضلع میرٹھ)



بدنصیب مقروض

(از جناب شریمتی لاجونتی دیوی صاحبہ برہٹن شملہ)

ایک گاؤں میں ایک کسان رہا کرتا تھا۔ جو کہ فصل نہ ہونے کے باعث ہمیشہ افسردہ خاطر نظر آتا تھا ایک سال کی مدت کے بعد اس کی مُراد برآئی۔ خدا نے اس کی دُعا قبول کی۔ اور اس کی فصل اس قدر ہوئی کہ وہ کاٹتے کاٹتے تھک گیا آخر کئی دن کی سخت محنت کے بعد جب وہ تمام اناج اور غلہ وغیرہ اپنے انباروں میں جمع کر چکا تو خوشی خوشی گھر آیا۔

اس کی بیوی باورچی خانہ میں بیٹھی کھانا پکا رہی تھی۔ اس کسان کی ننھی لڑکی باپ کو خوشی خوشی اندر آتے دیکھ کر دوڑتی ہوئی آئی۔ کسان نے اس لڑکی کو گود میں اُٹھا لیا۔ بیٹی نے دونو بازو باپ کی گردن میں ڈال کر نہایت طفلانہ انداز سے کہا " ابا جان! میرے لیئے ضرور ایک ریشمی رنگین دوپٹہ لائیے۔ کسان نے بیٹی کو پیار کرتے ہوئے کہا " بیٹی ہاں ہاں جیسا دوپٹہ تم چاہتی ہو ویسا ہی تمہیں خرید دونگا "

پھر کسان نے باورچی خانہ کے دروازہ تک جا کر بیوی کو خوشخبری سُنائی کہ خدا کا شکر ہے امسال فصل بہت اچھی ہوئی ہے۔ اب ہمیں کچھ فکر نہیں رہا۔ ہماری تنگدستی دور ہو جائے گی تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے کہہ دینا۔ بازار سے جا کر خرید لاؤنگا۔ بیوی یہ سُن کر باغ باغ ہو گئی۔ لیکن وہ اپنے کام میں مصروف رہی۔

شام کے قریب چھ بجے ہوں گے۔ باہر سے کسی نے آواز دی " شب رام گھر میں ہو یا نہیں "؟ شب رام (کسان) آواز کے سُنتے ہی لرز اُٹھا اور اس کا چہرہ جو کہ تھوڑی دیر پیشتر خوشی سے مثل کندن کے دمک رہا تھا۔ اس آواز کے سُنتے ہی زرد پڑ گیا۔ تاہم ہمت سے کام لیتے ہوئے وہ چار و ناچار اُٹھا اور دروازہ کھول کر اجنبی کو اندر بُلا لیا یہ اجنبی اسی گاؤں کا رہنے والا ایک مہاجن تھا جس سے شب رام نے عرصہ ایک سال سے ایک بیل خریدنے کے لیئے ساٹھ روپے سود پر قرض لیئے تھے۔ مہاجن صاحب کی طرف سے ابتک کوئی تقاضہ نہ ہوا تھا۔ مگر اب چونکہ اس کو اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ امسال شب رام کی فصل اچھی ہوئی ہے۔ وہ مطالبہ کرنے کے لیئے آ دھمکا۔

شب رام اپنے مہاجن کو نہایت نیک سیرت سمجھا کرتا تھا۔ اِس لیئے اسے یہ خیال تھا کہ وہ قرضہ آہستہ آہستہ ادا کر دے گا۔ مگر مہاجن کب ماننے والا تھا۔ اس نے شب رام سے آتے ہی ڈانٹ ڈپٹ کر

کہا کہ ایک کوڑی بھی بقایا نہ رہنے دوں گا۔ شب رام کی تمام آرزوؤں اور تمناؤں پر پانی پھر گیا۔

مہاجن کو کسان پر ذرا بھی ترس نہ آیا۔ وہ اپنی دکان سے ہی دو چار آدمی ہمراہ لایا تھا۔ اور تمام اناج جو شب رام نے اپنی جان توڑ محنت و مشقت سے جمع کیا تھا اٹھوا کر لے گیا۔ شب رام کیا کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے پاس روپیہ پیسہ تو تھا ہی نہیں جو مہاجن سے فیصلہ کر کے اسے دفع کر دیتا بیچارہ اپنی شومی قسمت کو ہی کوس کر خاموش ہو رہا۔

جب بنیا تمام اناج لیکر اور یہ کہکر کہ "اناج فروخت کرنے کے بعد حساب کروں گا۔ اور دیکھوں گا کہ تمہیں اور کتنا روپیہ دینا ہے۔ کیونکہ ساٹھ روپے تم نے لیے تھے۔ اس پر سود لگا کر اب ایک سو بیس ہوتے ہیں" چلا گیا۔

ننھی لڑکی مہاجن کے جانے کے بعد کسان کی طرف ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھ کر کہنے لگی "بتاجی! وہ پاپی تو سب کچھ لے گیا ہے۔ اب ہم کیا کھائیں گے؟"

شب رام بت کی مانند خاموش کھڑا تھا۔ کچھ جواب نہ دے سکا۔ لڑکی نے دیکھا کہ اس کے باپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں۔ سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ بیوی جو نزدیک ہی کھڑی تھی۔ خاوند کی یہ حالت دیکھ کر اس کا دل اندر ہی اندر بیٹھا پڑتا تھا۔ تاہم حوصلہ مضبوط کر کے شوہر کو تسلی و تشفی دیتے ہوئے کہنے لگی آپ کیوں گھبرا رہے ہیں۔ کوئی فکر کی بات نہیں ہم نے جو قرض ادا کرنا تھا وہ ادا ہو گیا۔ جس پرماتما نے ہمیں اتنا دیا تھا پھر دے گا۔ اسے سب کا فکر ہے۔"

بیوی کی باتوں سے کچھ تسلی پا کر شب رام خاموش ہو کر اندر چلا گیا۔

رات کے چار بجے ہوں گے۔ ننھی لڑکی نے اپنی ماں کو جگا کر پانی۔ پانی کہا۔ ماں فوراً اٹھ کھڑی ہوئی جب اس نے پانی دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ اتفاقاً لڑکی کی پیشانی سے جا لگا۔ وہ خوف زدہ ہو گئی پیشانی اس قدر گرم تھی کہ گویا آگ کی چنگاریاں نکل رہی ہیں۔ ماں نے لڑکی کو گود میں لے لیا۔ بخار کی تپش سے لڑکی بار بار پانی مانگتی تھی۔ صبح ہوئی شب رام کو بھی معلوم ہو گیا کہ لڑکی سخت بخار میں مبتلا ہے۔ لیکن بیچارہ تنگدستی اور مفلسی کے باعث کوئی طبی امداد حاصل نہ کر سکا اپنی سمجھ کے مطابق بہتری تدبیریں کیں۔ بخار سے کچھ افاقہ نہ ہوا۔ آخر رات آئی۔ رات کیا آئی گویا مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ بخار رات کو اور زیادہ بڑھ گیا۔ اور لڑکی بیہوشی میں ہذیان کرنے لگی اور جب وہ کہتی "بتاجی میرا رنگین کرتہ نہیں لائے" تو والدین کا دل پاش پاش ہو جاتا۔

شب رام اپنے دل کو قابو میں نہ رکھ سکا کبھی بیچین ہو کر باہر نکل جاتا۔ کبھی دوڑا تو ہو کر خدا سے

التجا کرنا۔ آدھی رات گذر گئی۔ گزشتہ رات کی جاگی ہوئی اس کی بیوی سوگئی اور بخار میں مبتلا لڑکی بہکی بہکی باتیں کرتی رہی۔ مگر شب رام کی آنکھوں میں نیند کہاں۔ وہ دل ہی دل میں کچھ اور ہی منصوبے باندھ رہا تھا۔ آخر لڑکی کی نازک حالت دیکھ کر اس سے نہ رہا گیا۔ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا جھک کر بیوی کے چہرے کی طرف بغور دیکھا جو کہ گہری نیند میں غافل پڑی تھی۔ پھر لڑکی کی طرف بڑھا۔ ہائے کیا ہی پیاری صورت تھی۔ لیکن بخار سے اس کا چہرہ مرجھائے ہوئے پھول کی طرح کملا گیا تھا۔ شب رام نے جونہی جوش مدری سے لڑکی کی پیشانی کو چومنے کے لئے اپنے لب اس کی پیشانی کی طرف بڑھائے لڑکی حالت بیہوشی میں بول اُٹھی" بابا جی میرا رنگین کرتہ کہاں ہے۔ ہمیں لادو کے۔ لو لو بابا جی"

شب رام کا سر چکرا گیا۔ اُسے کچھ ہوش نہ رہا کہ میں کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں۔ وہ دروازہ کھول کر دیوانہ وار گھر سے نکل بھاگا۔

دوڑتے دوڑتے وہ ایک مکان کے قریب آیا یہ مکان اُسی مہاجن کا تھا جس نے شب رام کا تمام اناج اپنے قرضہ کی ادائیگی میں ضبط کر لیا تھا۔

خاموشی چاروں طرف چھائی ہوئی تھی بادل کی سیاہی بجلی کی کڑک سے ایک عجیب بھیانک سماں بن رہا تھا۔ اچھے اچھے نوجوانوں کے دل اس اندھیرے میں دہل جاتے مگر شب رام کو اس کا کوئی خیال نہ تھا۔ وہ مکان کے قریب جا پہونچا اور اس مجرمانہ کام کو کہ جو اس نے آج تک کبھی نہ کیا تھا اور جس "چوری" کا نام سنتے ہی وہ کانپ اُٹھتا تھا آج اس قرضہ کی بدولت وہ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

اس نے ایک کھڑکی کا پٹ توڑا اور کھڑکی کھول کر مکان کے اندر داخل ہو گیا۔ ایک صندوقچی جو کہ روپیہ سے بھری معلوم ہوتی تھی اُٹھالی اور دو تین کپڑے کے تھان ایک الماری سے نکال کر بغل میں دبالئے۔ تھوڑی دور برابر میں دوسرے کمرے کے اندر مہاجن پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ شب رام صندوقچی اور کپڑا لے کر جونہی کھڑکی کے راستے باہر نکلا صندوقچی اس کے ہاتھوں سے گر پڑی آواز کے سنتے ہی مہاجن کی آنکھ کھل گئی۔ شب رام کو بھاگتے دیکھ کر مہاجن نے پہچان لیا۔ شب رام صندوقچی اُٹھا کر وہاں سے سیدھا گھر کی طرف تیز ہو گیا۔ اس کے پیچھے مہاجن اور چوکیدار نے تعاقب کیا۔

شب رام جب مکان کے قریب پہنچا تو اندر سے بیوی کے رونے کی آواز آئی۔ ہمت کر کے آگے بڑھا کیا دیکھتا ہے کہ بیوی معصوم بچی کے مردہ جسم کو گود میں لیئے زار و قطار رو رہی ہے اور کہتی ہے" بیٹی بیٹی! اُٹھو جاگو دیکھو تمہارے لئے ہم نے کتنی چیزیں منگائی ہیں۔ کیا بیٹی بھوک پیاس سے تنگ آکر تم ہمیں ہمیشہ کے لیئے جدائی کی آگ میں تڑپنے کے لیئے چھوڑے جا رہی ہو۔ دیکھو دیکھو صرف ایک دفعہ اپنی ماں.... اپنی کھیا

ماں کی طرف دیکھو۔

شب رم کی عجیب حالت تھی۔ وہ زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا۔ اس کے تمام جسم پر لرزہ پڑ رہا تھا اس نے کپڑا اور منہ ونچی زمین پر دے مارا اور "ہائے بیٹی" کہکر زمین پر گر پڑا اور گرتے ہی اُس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس کی بیوی بھی اس صدمہ کی تاب نہ لا سکی اور اُس نے بھی ایک قریب کے کنوئیں میں گر کر اپنی جان دے دی۔

ہائے قرض تیرا بُرا ہو جس نے ان تینوں کی جان لی اور ساہوکار کو پھر بھی اُن پر رحم نہ آیا۔ مہاجن نے آخر تینوں کو مردہ پایا تو اپنا اسباب لیکر گھر کو واپس چل دیا۔ (از انتخاب لاجواب)

مودب یاد دہانی

اُن حضرات سے توسیع اشاعت کی اُمیدیں بدستور وابستہ ہیں جو سودمند کے ٹائٹل پیج کی تصویر پر اظہار مسرت فرمانے کے ساتھ ہی توسیع اشاعت کا اُمیدوار بنا چکے ہیں۔ (منیجر)

علی گڑھ میگزین کا نو وکیشن نمبر

ہندوستان کے مشہور اور ممتاز علمی رسالہ علی گڑھ میگزین کا کانووکیشن نمبر خاص اہتمام اور نہایت آب و تاب کے ساتھ جنوری ۱۹۲۷ء میں شائع ہوگا اس پرچہ میں تصاویر کے علاوہ ملک کے ممتاز انشاپردازوں کے مضامین اور بلند پایہ شعرا کے افکار عالیہ شائع ہونگے اس پرچہ کی ضخامت بھی غیر معمولی ہوگی اور اردو کتابت و طباعت کا بہترین نظر فریب نمونہ ہوگا۔ تمام اہل علم و ادب اور خصوصاً ان ارباب علم سے جن کا تعلق مسلم یونیورسٹی سے بحیثیت اولڈ بوائز رہا ہے استدعا کی جاتی ہے کہ اپنے مادر علمی کے اس رسالہ کے خاص نمبر کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں مضامین و حصۂ نظم اڈیٹر صاحب علی گڑھ میگزین مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے پتہ پر ۲۵ دسمبر ۱۹۲۶ء سے قبل پہونچ جانا چاہئیں۔

خریداری رسالہ و اجرت اشتہارات کے واسطے منیجر صاحب مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ سے خط و کتابت کیجئے۔

منیجر علی گڑھ میگزین

عمدہ قلمہائے انبہ و ترشاوہ مطلوب ہیں تو فہرست کارخانہ پتہ ذیل سے طلب فرمائیے جو مفت روانہ ہوگی

ادریس احمد بشیر باغ قصبہ سرادہ ضلع میرٹھ

دی ہمالیہ بیمہ کمپنی لمیٹڈ کلکتہ

جو

ہندوستان کی ایک معتبر اور ہر دلعزیز کمپنی ہے

نے

ہندوستان کے ہر امیر و غریب کے واقعات کو پیش نظر اور مطالعہ کر کے ممکن سے ممکن اور آسان سے آسان شرح ہائے نقشہ جات ترتیب دے کر بیمہ کرانے والوں کو انتہائی سہولت بہم پہونچانے کی کوشش کی اور مبلغ **دو لاکھ روپیہ** گورنمنٹ میں بطور گارنٹی جمع کر دیئے ہیں۔ اور اس لیئے ہمالیہ کمپنی کی ہر ایک پالیسی ہر قسم کے خطرے سے بالکل بری اور قابل اطمینان ہے۔

علاوہ ازیں

ہمالیہ کمپنی کا مبلغ **پانچ لاکھ روپیہ** کا کل سرمایہ بے ضرر ہے۔ کیونکہ سوائے گورنمنٹ کے کاغذات کے کمپنی کی کوئی رقم کسی جگہ اور استعمال نہیں کی جاتی جس سے کمپنی کی بنیادیں نہایت مستحکم اور استوار ہیں۔

ہمارا اُردو پراسپکٹس جس میں مختصر تاریخ بیمہ مع نقشہ جات شرح و قواعد و نصائح اور خطوط تعریفی درج ہیں منگاکر ملاحظہ فرمائیے۔

ملنے کا پتہ

نور محمد رجب علی چیف ایجنٹ

صدر دفتر دی ہمالیہ ایشورنس کمپنی لمیٹڈ نمبر ۸ ڈلہوزی سکوائر کلکتہ

چنانچہ سود مند کانفرنس دہلی نے بھی اپنے جلسہ منعقدہ ۳۰ دسمبر ۱۹۲۶ء میں حسب ذیل ریزولیوشن پاس کیا ہے۔ بیمہ کا اجرا اس وقت تمام ترقی یافتہ ممالک میں ہے۔ ہر مرد و عورت اور بچہ کا ہر مکان اور سواری کا جہاز اور کشتی کا بیمہ کرایا جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان آفات ارضی و سماوی سے ایک حد تک محفوظ رہتا ہے اور درانحالیکہ بیمہ بحری مسلمانوں کی اُس زمانہ کی ایجاد ہے جبکہ وہ اسپین میں حکمران تھے اور اب وہ ہر قسم کے بیمہ سے محترز ہیں جس کی وجہ سے بزرگ خاندان برباد و تباہ ہو کر گداگری پر مجبور ہوئے ہیں اور یتیم بچے بعض اوقات دیگر مذاہب کا شکار بنتے ہیں۔ یہ کانفرنس مسلمانوں کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کی مفید ترین ایجاد سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں اور اپنے پسماندگان کے لیئے اپنی زندگی کا بیمہ کرائیں اور اپنے بچوں کی تعلیم اور شادی کے لیئے اُن کا بیمہ کرا کر انھیں حوادث سے محفوظ رکھنے کی امکانی کوشش کریں۔

سچ فرمائیے

۱۔ کیا جناب کو علم و ادب سے ذوق ہے؟ ۲۔ کیا جناب کو سیاسیات سے دلچسپی ہے
۳۔ کیا جناب کو تاریخ سے شوق ہے۔ ۴۔ کیا جناب کو اپنی زبان میں یورپ کا بہترین لٹریچر دیکھنا ہے
۵۔ کیا جناب ہندوستان کے بہترین شعرا کا پاکیزہ کلام ہر ماہ دیکھنا چاہتے ہیں۔
۶۔ کیا جناب اخلاقی و تمدنی مضامین سے بہرہ ور ہونا چاہتے ہیں۔
۷۔ کیا جناب اعلیٰ پیمانہ کے افسانوں سے نیک سبق حاصل کرنا چاہتے ہیں۔
۸۔ کیا جناب جدید ترین مطبوعات سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں۔
۹۔ کیا جناب زمانہ کی جدید ترین ترقیات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔
۱۰۔ کیا جناب مصوری کے لاجواب نمونے اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں۔
۱۱۔ کیا جناب تاریخی اور کمیاب تصاویر کے شائق ہیں۔
۱۲۔ کیا جناب اپنے فاضل وقت کو بہترین مشغلہ میں صرف کرنا چاہتے ہیں۔

اگر آپ ان سب میں سے ایک بھی خواہش کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو رسالہ **شمع** کو ضرور ملاحظہ فرمائیے اور کے ٹکٹ بھیجکر آج ہی نمونہ طلب فرمائیے۔ لکھائی چھپائی بہترین۔ کاغذ چکنا حجم ۱۱۲ صفحے چندہ سالانہ چھ روپیہ ششماہی ۳ روپیہ

منیجر **شمع** حسن منزل شاہ گنج۔ آگرہ

سود مند کا ضروری لٹریچر

۱۔ مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل	قیمت	۸ر	محصول ڈاک	۱ر
۲۔ کشف الغطا عن وجہ الربوا	"	۴ر	"	۲ر
۳۔ رسالہ جواز سود مع فتاوے	"	۱ر	"	۱ر
۴۔ رسالہ مسلمانوں کی مالی اصلاح	"	۱ر	"	۱ر
۵۔ بچوں کی تعلیم اور شادی کا بیمہ	"	۱ر	"	۱ر
۶۔ سرمایہ داروں کی غلامی اور مسلمان	"	۵ر	"	۱ر
۷۔ مسئلہ سود کے متعلق فتوے اور سود مند کانفرنس کی منظور شدہ تجاویز	قیمت	۱ر	محصول ڈاک	۱ر

۸۔ [illegible]

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں۔ محمد حمید الدین ایف۔ آر۔ ایس۔ اے (لندن) پرنٹر و پبلشر